بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ۹

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ

بولے سردار جو بڑائی رکھتے تھے اُسکی قوم کے ہم نکال دینگے

یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَاؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ۫ قَدِ

اے شعیب تجکو اور جو یقین لائے ہیں تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا پھر آؤ ہمارے دین میں بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی ہم نے

افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَاؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ

جوٹھ باندھا اللہ پر اگر پھر آویں تمھارے دین میں جب اللہ ہمکو خلاص کر چکا اُس سے اور ہمارا کام نہیں کہ پھر آویں اُس میں

اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَاؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَاؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا

مگر کبھی اللہ چاہے رب ہمارا ہمارے رب کی سمائی ہیں سب چیز کی خبر اللہ پر ہمنے بھروسا کیا اے رب فیصلہ کر ہمارے اور ہماری قوم کے بیچ

بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ۝

انصاف کا اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا تکبر کیا تھا ایمان لانے سے مِنْ قَوْمِهٖ شعیب کی قوم میں سے۔ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا۔ حاصل آنکہ دو باتوں میں سے ایک بات ہوگی یا تو تمھارا اس شہر سے باہر کرنا یا کفر میں عود کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ شعیب علیہ السلام کبھی انکی ملت میں نہ تھے کیونکہ انبیاء سے کبھی کفر روا نہیں ہے پھر عود کرنے کے کیا معنے ہیں تو جواب یہ ہے کہ کافروں نے مومنین کی تغلیب کرکے شعیب کو بھی انھیں میں داخل کر دیا اور شعیب علیہ السلام نے بھی تغلیبا مومنوں کے زمرہ میں اپنے آپ کو شامل کرکے جواب دیا بقولہ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ۔ اے قال انعود فیہا ولو کنا کارہین۔ فرمایا کہ کیا ہم تمھاری ملت میں عود کر جاوینگے اگرچہ ہم اس سے کراہت رکھتے ہوں۔ بیضاوی نے کہا اے کیف نعود فیہا ونحن کارہون۔ یعنی کیونکر ہم ملت کفریہ میں عود کرینگے حالانکہ ہم کارہ ہیں پس اس میں تنبیہ ہے کہ اکراہ وجبر سے ہمارا کفر متحقق نہوگا۔ اور بعض نے یہ معنی بیان کیے کہ ہم کبھی عود نہ کرینگے اگرچہ تم ہم پر جبر واکراہ کرو۔ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔ جملہ شرطیہ کا جواب محذوف ہے جسپر قولہ قد افترینا دلالت کرتا ہے اور معنی اس ماضی کے مستقبل ہیں کیونکہ وہ حقیقت میں واقع نہیں ہوا لیکن مبالغہ کے طور پر وہ بمنزلہ واقع کے قرار دیا گیا اور اسپر حرف قد داخل کیا گیا تاکہ خیال سے قریب کر دے یعنی اب ہم البتہ مفتری ہو جاوینگے اگر عود کریں بعد نجات کے کیونکہ اللہ تعالے کا شریک بنانا درحالیکہ خوب ظاہر ہو گیا کہ اسکا کوئی شریک نہیں ہے محض افترا ہے اور کشاف وغیرہ میں اسکو جواب قسم محذوف قرار دیا اے واللہ لقد افترینا۔ اور ان صیغوں میں بھی حضرت شعیب علیہ السلام نے تغلیبا اپنے آپ کو شامل کیا حالانکہ وہ اول سے نجات یافتہ تھے وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَا۔ اے وما ینبغی لنا۔ ہم کو سزاوار نہیں ہے۔ قال البیضاوی ولا یصح لنا۔ اور ہم کو صحیح نہیں ہے کہ ہم ملت کفریہ میں عود کریں۔ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا۔ مگر آنکہ مشیت ہو اللہ تعالے ہمارے پروردگار کی ایسی پس ہم کو مخذول کرے۔ یعنے اگر اللہ تعالے ہی کی مشیت میں ہمارا مخذول کرنا و مرتد کرنا جاری ہو تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ ہم پر قضاء الٰہی جاری ہوگی اور اس کا حکم نافذ ہوگا اور ہم اس کے بندے ہیں۔ اس میں دلیل ہے کہ کفر بھی اللہ تعالے کی مشیت پر ہے اور معتزلہ نے کہا برائی کی مشیت چونکہ محال ہے لہذا یہ تعلیق بالمحال ہے پس انکا مرتد ہونا اور ملت کفر میں عود کرنا محال ہے اس سے کافروں کی طمع توڑ دی اور حق قول اول ہے

اور اس مین بھی معرفت قدرت و عظمت والٰہی الوہی ہے اور بندگی اپنے اوپر ثابت کی ہے وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ یعنے علم اُسکا ہر چیز کو محیط ہے جو ہوئی اور جو ہوگی اور از انجملہ ہمارا و تمہارا حال ہے۔ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔ اللہ تعالیٰ ہی پر ہمنے بھروسا کیا۔ وہذا کما قال النبی صلعم قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ہو مولانا و علی اللہ فلیتوکل المومنون۔ رَبَّنَا افْتَحْ۔ اے رب ہمارے حکم کردے۔ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ یعنے عدل کے ساتھ اور یہ تاکید ہے اسواسطے کہ حکم الٰہی سب عدل ہے وَأَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِينَ۔ اور تو بہتر حاکمون کا ہے

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخٰسِرُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

اور بولے سردار جو منکر تھے اُسکی قوم کے اگر چلے تم شعیب کی راہ بیشک تو تم خراب ہوے پھر پکڑا انکو زلزلے نے

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ ۝ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۛ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا مع

پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر مین اوندھے پڑے جنھون نے جھٹلایا شعیب کو جیسے کبھی نہ رہے تھے وہان جنھون نے جھٹلایا شعیب کو

كَانُوا هُمُ الْخٰسِرِينَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ

وہی ہوے خراب پھر اُلٹا پھر اُن سے اور بولا اے قوم پہونچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور بھلا چاہا تمہارا اب کیا

آسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِينَ ۝ ع ۹

غم کھاؤن نہ ماننے لوگون پر

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ۔ یعنے بعض نے بعض سے کہا لَئِنِ لام قسم ہے یعنے واللہ اگر۔ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا تم نے شعیب کی پیروی کی۔ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخٰسِرُونَ۔ تو تم اس وقت ضرور خوار ہونے والون مین سے ہو جاؤ گے۔ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ۔ پس انکو زلزلہ شدید نے پکڑا۔ قال البیضاوی۔ شاید یہ عذاب کی ابتدائی چیز تھی اور سورۂ ہود مین واخذت الذین ظلموا الصیحۃ یعنی ظالمون کو آواز سخت نے پکڑا۔ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ۔ بارکین علی الرکب میتین۔ پس ہو گئے وہ اپنے گھرون مین یعنے اپنے شہر مین گھٹنون کے بل بیٹھے ہوے کی حالت مین مردے۔ قال المترجم گویا اشارہ ہے کہ زلزلہ سخت سے حالت استقامت پر نہ رہ سکے بلکہ گھٹنون کے بل ابھی ہو چین گھٹے تھین اور مرگئے۔ وقال الحافظ مناسبت سورۂ ہود مین واللہ اعلم یہ ہے کہ کافرون نے بقولہم اصلوتک تامرک ان نترک الخ گستاخی کے کلمات کہے تھے تو آواز سخت سے ساکت ہوے اور سورۂ شعرا مین فرمایا فکذبوہ فاخذہم عذاب یوم الظلۃ الآیۃ۔ اور یہ اس بات پر تھا کہ اُنھون نے کہا تھا کہ فاسقط علینا کسفا من السماء الآیۃ پس آگاہ فرمایا کہ انکو عذاب یوم الظلۃ پہونچا اور یہ سب باتین اُنپر مجتمع ہوئی تھین یعنے عذاب یوم الظلۃ پہونچا یعنے ایک ابر چھایا جسمین آگ اور شعلین اور التہاب و جوش تھا پھر آسمان سے آواز سخت اور زمین سے سخت زلزلہ آیا پس گھٹکر جان نکل گئی۔ وفی السراج ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے انپر جہنم سے ایک دروازہ کھول دیا تھا پس سخت حرارت اُنکو پہونچی اور سانس کھینچنے لگی اور سایہ و پانی کچھ نفع نہین کرتا تھا پس تہ خانون مین گھسے کہ وہان کچھ ٹھنڈک ملے اسکو اوپر سے زیادہ گرم پایا پس جنگل کو نکل گئے وہان ایک ابر آیا جسمین سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آتی تھی پس آپس مین ایک دوسرے کو پکارکر اسکے نیچے مجتمع ہوئے حتی کہ عورتین و بال بچے سب پھر وہ آگ کی طرح شعلین مارنے لگا اور زمین کو سخت زلزلہ ہوا پس سب جلکر خاک ہو گئے۔ اور عکرمہ بن خالد و سدی و قتادہؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے نے شعیب علیہ السلام کو دو مرتبہ دو قومون پر بھیجا اور کسی نبی کو دو مرتبہ نہین بھیجا پس اصحاب ایکہ کیطرف بھیجا وہ تو نافرمانی سے عذاب یوم الظلۃ سے ہلاک ہوے اور

قوم مدین پر بھیجا وہ صیحہ سے ہلاک ہوئی۔ قال المترجم سورۂ ہود میں انشاء اللہ تعالیٰ تحقیق آویگی کہ اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین دو نہیں بلکہ واحد ہیں اور عذاب سب ایک ہی قوم پر بسبب ترتیب جمع ہوئے ہیں اور ابن ابی حاتم اور حاکمؒ نے ابو اسحاق سبیعیؒ سے روایت کی کہ مجھے یعقوب بن ابی سلمہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ یہ شخص خطیب الانبیاء ہے کہ جس قوم سے چاہتا خوبی سے مراجعہ فرماتا پھر جب قوم والون نے اسکو جھٹلایا اور سنگسار کرنے اور شہر بدر کرنے کی دھمکی دی اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے سرکشی کی اور تکبر کیا تو اللہ تعالےٰ نے انکو عذاب یوم الظلہ مین گرفتار فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا جن لوگون نے شعیبؑ کو جھٹلایا۔ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ای لم یقیموا فی دیارہم گویا وہ لوگ اپنے دیار مین بسے نہ تھے مغنے بمعنے مسکن ہے حاصل آنکہ ایسے نیست کیے گئے گویا اُنکا وجود ہی نہین تھا اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ جنھون نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہی دونون جہان مین خوار تھے۔ یہ کافرون کا رد ہے جنھون نے قسم کھائی تھی کہ لئن اتبعتم شعیبا انکم اذا لخٰسرون۔ حاصل آنکہ خاسرین اور دونون جہان مین برباد درحقیقت وہی لوگ تھے جنھون نے جھٹلایا اور وہ نہ تھے جنھون نے پیروی اور اتباع کی بلکہ پیروی و تصدیق کرنے والے وہی دونون جہان مین فلاح پانے والے پھل پانے والے ہین۔ اسی بات پر تنبیہ اور مبالغہ کے واسطے اسم موصول کو دو جگہ مکرر کیا اور دو جملہ سے استیناف فرمایا اور دونون کو اسمیہ فرمایا اور جملہ اخیرہ مین ضمیر فصل سے تاکید فرمائی۔ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ پس شعیب نے ان لوگون سے اعراض کیا جبکہ انپر نزول عذاب کا تیقن ہوگیا۔ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ یہ اُنپر تاسف و حزن کے طور پر کہا کیونکہ وہ بہت لوگ تھے اور توقع تھی کہ اسلام قبول کرین پھر اپنے اوپر خود انکار فرمایا اور کہا فَكَيْفَ اٰسٰى ای احزن۔ عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔ کیسے قوم کافر پر مین غمگین ہون کیونکہ وہ حزن کے لائق نہین اسلیے کہ جو اُن کو عذاب پہونچا وہ اسی کے مستحق تھے اسواسطے کہ کفر و شرک و ایذاء و ظلم پر ہٹ کرتے رہے کسی طرح نہ مانا۔ بعض نے کہا کہ یہ بطور عذر کہے ہے کہ مجھے زیادہ غم اسوجہ سے نہین کہ رسالت و پیغام پہونچانے و ڈرانے و نیک و بد سنانے اور خالص نصیحت کرنے مین کوئی بات مین نے نہین اُٹھا رکھی گر انھون نے مجھکو کسی طرح سچا نہ مانا پھر مین کیونکر انپر غم کرون۔ قال المترجم تو طیہ و تمہید عذاب شروع ہوجانے پر شاید ان لوگون نے تصدیق کی ہو اور کہا ہو کہ اپنی قوم کی ہلاکت کا غم نہین کرتے خصوص جبکہ سات روز حرارت کی شدت رہی ولیکن شعیب علیہ السلام نے یہ جواب دیا کیونکہ عذاب الٰہی جسوقت آگیا تو پھر دور نہین ہوتا ہے اور اُسوقت ایمان لانا بیکار ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ

اور نہین بھیجا بیچ کسی بستی مین کوئی نبی کرنہ پکڑا ہو ان کے لوگون کو سختی اور تکلیف مین شاید وہ گڑگڑاوین پھر

بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ

بدل دی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی جبتک کہ بڑھ گئے اور کہنے لگے پہونچتی رہی ہے باپ دادون کو بھی تکلیف اور خوشی پھر پکڑا ہم نے انکو

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

ناگہان اور وہ خبر نہ رکھتے تھے

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ۔ پھر اس قریہ والون نے اس نبی کو نہ مانا اور جھٹلایا۔ اِلَّآ اَخَذْنَا یعنی ماخوذ کیا ہم نے بطور عذاب کے اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ۔ بؤس بمعنے شدت فقر۔ وَالضَّرَّآءِ بمعنے مرض الساہی ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ یتذللون فیومنون۔ تذلل کرین یعنے اپنی عاجزی و ذلت ظاہر کرین اور ایمان لاوین۔ اے تاکہ متضرع و متذلل ہون۔ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ یعنے

پھر بدل دیا ہم نے بجاے اس چیز کے جو انکو اسارت اور ناگواری پہونچاتی تھی بھلائی کو یعنے سلامتی وکشایش کو حتّٰی عفوا یہانتک کہ بہت ہوگئے یعنے تعداد وساز وسامان مین بہت ہوگئے ۔ یقال عفا النبات ۔ یعنے بہت ہوگئی نبات ۔ وفی الحدیث اعفوا اللحی ۔ بڑھاؤ داڑھی ۔ حاصل آنکہ پہلے اُن کو سختی مین ماخوذ کیا تاکہ اس حالت مین تضرع کرین اور ایمان لاوین پھر خوب مال ومتاع واولاد سے بھر دیا تاکہ اس حالت مین شکر یہ ادا کرین اور مومن ہوجاوین دونون طرح امتحان لیے گئے مگر ایمان نہ لائے بلکہ وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ ۔ یعنے کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادون کو بھی کبھی ضرر پہونچا اور کبھی مسرت پہونچی ویسے ہی ہم کو پہلے مضرت پہونچی تھی اب کیسی فراخی پہونچی یہ سب زمانہ کی گردش ہے کبھی رنج ہے کبھی راحت ہے ۔ حاصل آنکہ بد اعتقادی یہان تک پہونچائی اور جناب الٰہی مین شکرانہ کی جگہ یہ کفران نعمت کیا اور اسکی یاد کے بجاے یہ فراموشی اختیار کی اور اسی پر جم گئے اور ظلم وجور وبدکاری وگناہ کی جڑ مضبوط کی اور یہ حال مومنون کے برخلاف ہے کیونکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ حال ضرار وسرار دونون مین اللہ تعالٰے کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اسکا شکر کرتا ہے سبحان اللہ تعالٰے اُسکے پاس ایمان ہی نعمت او تعالے سبحانہ نے عطا فرمائی ہے جسکا شکر یہ کبھی ادا نہین ہوسکتا ۔ اور صحیحین مین ہے کہ مومن کا حال عجب ہے کہ اُسکے حق مین جو اللہ تعالٰے نے قضا ر مقدر جاری فرمائی اُسکے لیے بہتر ہوتی ہے پس اگر اسکو ضرار پہونچی اور اُسنے صبر کیا تو اُسکے لیے بہت بہتر ہوگئی اور اگر سرار پہونچی اور اُسنے شکر کیا تو اسکے لیے بہتر ہے ۔ بالجملہ کافرون کی حالت نعوذ باللہ منہ دونون طرح خراب ہے کہ مضرت پہونچی تو اثر نہین ہوا نا برائے نام اور آسایش پہونچی تو مست ہوکر بےخوف ہوگیے اور جو نہ کرنا چاہیئے وہ سب کرنے لگے فارغ البال دنیا ہی پر بھروسا کرکے چین مین مشغول ہوئے فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ یعنے پس ناگہان ہم نے اُن کو عذاب مین ماخوذ کرلیا درحالیکہ وہ شعور نہین رکھتے تھے کہ کب اُنپر عذاب آویگا ۔ حدیث مین آیا ہے کہ ناگہانی موت مومن کے واسطے رحمت ہے اور کافر کے واسطے حسرت وغم ہے کذا اور وہ حافظ الحدیث الشیخ ابن کثیرؒ اور اشارت ہے کہ ناگہانی گرفت دو طور پر ہے خواہ تعجیل دنیا مین عذاب آجاوے خواہ یہ کہ موت آجاوے کیونکہ مرتے ہی عذاب سخت مین گرفتار ہوگا اور یہ دنیا تو چند روزہ ہے ۔ اللہم ثبت اقدامنا علی الایمان والاسلام ۔ توسیع رزق ومال واولاد مین اُنکو دنیاوی حصہ پورا دیدیا کیونکہ عاقبت مین انکا کچھ نہین ہے

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ

اور کبھی بستیون والے یقین لاتے اور بچ چلتے تو ہم کھول دیتے اُنپر خوبیان آسمان اور زمین سے لیکن جھٹلانے لگے تو پکڑا ہمنے انکو

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

بدلا اُنکی کمائی کا

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى ۔ مدارک مین ہے الف لام القری کا ان قری سے شعر ہے جنپر قولہ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی ۔ دلالت کرتا ہے گویا یون کہا ولو ان اہل تلک القری التی کذبوا واہلکوا ۔ یعنے اور اگر ان شہرون والے جنھون نے جھٹلایا اور ہلاک ہوگئے ۔ اٰمَنُوْا ۔ ایمان لاتے اللہ تعالٰی واُسکے رسولون پر جو اُنکی طرف بھیجے گئے ۔ وَاتَّقَوْا ۔ اور پرہیز کرتے کفر وگناہون سے ۔ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ ۔ فتح وتفتیح دونون مصدر سے قراءۃ تخفیف اکثر کی اور تشدید ابن عامر کی آئی ہے ۔ تو البتہ ہم کشادہ کردیتے ان لوگون پر ۔ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ ۔ برکتین آسمان سے بعض نے کہا یعنے برکت والا مینھ برساتے ۔ وَالْاَرْضِ ۔ اور زمین سے بعض نے کہا کہ زمین سے خوب نباتات اُگاتے ۔ وفی البیضاوی ۔ یہ کنایہ ہے توسیع خیرات کا یعنے ہر طرف سے ہم اُنپر بھلائی اُتار دیتے اور ہر طرح کی بھلائی کو شامل ہے ۔ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا ۔ ولیکن ان لوگون نے رسولون کو جھٹلایا ۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ - پس گرفتار کر لیا ہم نے انکو بوجہ اُنکے اعمال کے - ما مصدریہ ہے اے بسبب کسبہم یعنی بسبب ان کے بداعمال کے قال الحافظؒ اس مین اللہ تعالیٰ نے اہل القریٰ کی قلت ایمان کی خبر فرمائی ہے مانند قولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا الا قوم یونس لما آمنوا کشفنا عنہم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ومتعناہم الیٰ حین - اور نیز فرمایا وارسلناہ الیٰ مائۃ الف او یزیدون فآمنوا فمتعناہم الیٰ حین - اصل آنکہ اہل القریٰ مین سے سوائے قوم یونسؑ کے سب خوار و برباد ہوئے کوئی ایمان نہ لائے مگر بہت قلیل حتیٰ کہ حدیث مین ہے کہ قیامت مین بعض نبی کے ساتھ کوئی نہو گا اور بعض کے ساتھ ایک اور دو ہونگے - پھر اللہ تعالیٰ نے تہدید فرمائی - بقولہ -

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ

اب کیا نڈر ہین بستیون والے کہ پہونچے اُنپر آفت راتی رات جب سوتے ہون یا نڈر ہین بستیون والے کہ

يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

آپہونچے اُنپر آفت ہماری دن چڑھتے جب کھیلتے ہون کیا نڈر ہوے اللہ کے داؤ سے سو نڈر نہین اللہ کے داؤ سے مگر جو لوگ

الْخٰسِرُوْنَ ۝

خراب ہونگے

ع

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى - فی البیضاوی یہ عطف ہے قولہ فاخذناہم بغتۃ وہم لا یشعرون - پر اور درمیان مین قولہ ولو ان اہل القریٰ آمنوا آخر جملہ معترضہ ہے لہذا فرمایا کہ اہل القریٰ سے اہل مکہ و اُسکے گردو پیش والے مراد ہین و علیٰ ہذا یہان بھی انکو تہدید ہو سکتی ہے مگر بنظر ما بعد قول اول جو اہل القریٰ کی تفسیر مین بیان ہوا اولیٰ ہے لہذا وہ جملہ معترضہ ہے اور قولہ افامن کا عطف فاخذناہم - پر ہے - فی المدارک اور اگر کہا جاوے کہ ہمزہ استفہام حرف عطف پر کیونکر داخل ہوا حالانکہ وہ منافی استفہام ہے جواب یہ کہ تنافی درمیان مفردکے ہے عطف جملہ کا جملہ پر ہونے مین منافات نہین کیونکہ وہ بعد جملہ کے استیناف جملہ دیگر ہے و فی البیضاوی - معنے یہ ہین کہ کیا بعد اسکے مامون ہوئے اہل القریٰ بدون عبرت حاصل کرنے کے - اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا - اس بات سے کہ آوے اُنپر عذاب ہمارا درحالیکہ خوابگاہ مین ہون یا رات کے وقت مین - وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ - درحالیکہ وہ سوتے ہون یعنے بے فکر غافل ہون - اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى کیا بخوف ہو گئے اسکے بعد اہل القریٰ - اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى - اس بات سے کہ آدے انپر ہمارا عذاب دن مین - وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ - درحالیکہ وہ لہو و لعب مین ہون - اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ - کیا پھر بھی بیخوف ہو گئے مکر آلٰہی سے - مکر بمعنے حیلہ گری اور فریب ہے اور یہ معنے جناب آلٰہی عز و جل مین محال ہین بلکہ مراد مکر آلٰہی سے وہ فعل ہے جس سے کافر و نکو اُن کے کفر پر او تعالیٰ عذاب فرماوے اور نسبت اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف اسواسطے کہ وہ کافرون کے گناہ پر عقوبت ہے اور عرب والے عقوبت کا وہی نام رکھتے ہین جس گناہ کے عوض وہ عقوبت ہے چنانچہ قولہ مکروا ومکر اللہ - مین یہ بات منصوص ہے کذا قال ابن عطیۃ قال البیضاوی والمفسرؒ یہ تعریض ہے قولہ افامن اہل القریٰ آلخ کی اور مکر اللہ یہان استعارہ ہے بندہ کو استدراج دینے سے یعنے طغیان و سرکشی کے واسطے اُس کو نعمت کثیر و فراغ دیدیا پھر اسکو ایسی راہ سے عذاب مین اچانک ماخوذ کر دیا کہ اسکو گمان بھی نہ تھا حالانکہ اسوقت اسکو سخت حسرت و غم ہوا - فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ - پس نہین بیخوف بن بیٹھتے ہین مکر آلٰہی سے مگر وہی قوم جنہون نے خسارہ مین ڈالا اپنی جانون کو اینطور کہ کفر اختیار کیا اور غور سے نظر عبرت حاصل نہ کی - اور شیخ شبلیؒ نے کہا کہ مکر آلٰہی یہ ہے کہ کافرون کو اسی حال پر چھوڑ دیا جسپر وہ ہین قال المترجم مراد یہ ہے کہ کافرون کو اُن کے نفس و شیطان کے پنجہ مین چھوڑ دیا اور وکالت و توفیق عطا نہ فرمائی - حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مومن کا حال یہ ہے

کہ وہ اعمال طاعات ادا کرتا ہے لیکن ڈرا ہوا خوفناک رہتا ہے اور فاسق فاجر کا یہ حال ہے کہ وہ گناہ کرتا رہتا ہے اور بیخوف ہے اُسکو کچھ ڈر نہین ہوتا
بالجملہ ایمان خوف و اُمید کے درمیان ہے جو رحمت سے ایوس ہو وہ بھی کافر ہے

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى
اور کیا سوجھ نہ آئی انکو جو قائم ہوتے ہین ملک پر وہان کے لوگ جاکر کہ ہم چاہین تو انکو پکڑین انکے گناہون پر اور ہم مہر کرتے ہین انکے
قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝
دل پر سو وہ نہین سنتے

اَوَلَمْ يَهْدِ۔ کیا نہین کھلا۔ کذا فسرہ ابن عباسؓ و مجاہد و غیر واحد۔ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا۔ اُن لوگون کو جو وارث ہوتے ہین زمین کے یعنے بستے ہین اس مین بعد ہلاک ہوجانے اہل زمین کے یعنے اگلے بسنے والون کے۔ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ۔ انہ لو نشاء۔ یہ کہ اگر ہم چاہین تو۔ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ۔ عذاب پہونچاوین انکو بسبب انکے گناہون کے یعنے جیسے اگلون کو عذاب دیا۔ ہمزہ اس مین توبیخ و انکار کا ہے۔ اور کثرت سے اللہ تعالےٰ نے اگلون کے عذاب سے پچھلون کو اور خصوص کہ والون اور ما بعد کو عبرت دلائی ہے۔ کما قال تعالےٰ اولم یہد لہم کم اہلکنا من قبلہم من القرون یمشون فی مساکنہم ان فی ذلک لآیات افلا یسمعون۔ اور یہان فرمایا۔ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ ونحن نختم علی قلوبہم فہم لا یسمعون الموعظۃ سماع تدبر۔ اور ہم دلون پر مہر کردیتے ہین پس سوچ سمجھ سے وہ نصیحت کو نہین سُنتے ہین۔ مفسرؒ نے اسکو جملہ مستانفہ قرار دیا اور بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ اولم یہد کے مفہوم پر عطف ہوسکتا ہے لے یغفلون عن ہدایۃ نطبع اور اصبناہم پر عطف نہین ہوسکتا بایں طور نطبع کو طبعنا کے معنے مین لیا جاوے اسواسطے نہین ہوسکتا کہ وہ جواب لو نشاء ہے اور اس عطف سے ظاہر ہوگا کہ نفی باقی نہین گئی حالانکہ فہم لا یسمعون سے ثابت ہوا کہ مہر ثابت ہے ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ولو ان اہل القری آمنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض۔ اشارہ ہے کہ اگر وہ لوگ میری عظمت و جلال پر نظر رکھتے اور میرے جبروت و قہر و غضب سے ڈرتے تو میرے مشاہدہ ذات و صفات کے انوار اُنکے دلون کی زمین مین کشادہ ہوتے حتی کہ بصفت لطف و خیال کے ساتھ ملکوت زمین و آسمان مین مجکو دیکھتے اور انکے گلزار دل مین کھلتے قرب و ریاحین شوق و محبت و عشق و یقین و تجرید و معرفت اُگتے بعض نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ وعدہ آخرت مین صادق رہتے اور میری مخالفت سے پرہیز رکھتے تو میرے مشاہدہ سے اُنکے دل منور ہوتے اور یہ برکت آسمانی ہے اور انکے جوارح میری خدمت سے مزین ہوتے اور یہی برکت زمین ہے۔ قولہ تعالےٰ افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون اللہ تعالےٰ کے ہر قوم کے ساتھ مکر ہین اور وہ معنے یہ نہین ہین جو عوام خیال کرتے ہین بلکہ عوام کے ساتھ مکر کے یہ معنے ہین کہ قہر کا استدراج کیا اور یہ کیا کہ اسباب جو بندگی کے واسطے چاہیے ہین وہ سب دیدیے اور انکو بندگی کی توفیق ندی اور انکو شکر کی زبان دیدی اور حقایق استدراج نہین پہچنوائے سلب نعمت و اخلاء از نعمت و شکر۔ اور خواص کے ساتھ مکر کے یہ معنے ہین کہ جو اللہ تعالےٰ سے پایا اس سے اُنکے دلون مین لذت پیدا ہوئی اور اس لذت کی وجہ سے اس سے اوپر کے مقامات ادراک غیوب و حقایق سے محجوب و محروم رہے محبین و عاشقین کے ساتھ اسکا مکر یہ ہے کہ آیات مین صفات ظاہر فرمائین اور یہ مقام التباس ہے اور موحدین اور عارفین کے ساتھ مکر یہ ہے کہ انکو اپنی ذات بقدر قوت معرفت و توحید کے دکھلائی اور وہان جو مقام مکر ہے اس کی معرفت ندی یعنے یہ کہ انکو یہ معلوم نہوا کہ جو کچھ اُنھون نے پایا وہ نہ پائے ہوے کے مقابلہ مین جیسے قطرہ کے مقابلہ مین ایک سمندر اور یہ اس سبب سے کہ انوار قدم و بقا انکے اسرار و ارواح و قلوب عقول مین پہونچنے سے حلاوت پاتے ہین اور اگر حقایق کرے واقف ہوتے کیونکہ اس سے انکو محجوب کردیا ہے تو اسکے سلطان کبریا و عظمت کے سامنے

شرم سے پانی پانی ہو جاتے۔ اہل اتحاد کے ساتھ اسکا مکر یہ ہے کہ انکے دونوں کے آئینہ مین جلال وجمال کو دکھلایا پس حسن ازل وجمال ابد سے اسکو دیکھتے ہین اسطرح کہ خود فنا رہتے ہین لیکن اس سے انکو حد فنا مین باقی رہنا ہے کہ وہ اپنے آپ کو گویا وہ دیکھتے ہین اس جہت سے صفت وفعل مین سخت اتحاد ہو جاتا ہے پس انپر حجاب طاری ہوتا ہے پس تاثیر انوار صفات کی حلاوت مین باقی پڑے رہتے ہین حالانکہ یہ ادنی مرتبہ ہے اور اعلی مراتب سے محجوب رہے پس وہ لوگ اپنے آپ کو محل ربوبیت مین دیکھتے ہین پس انانیت کے دعوی کر بیٹھتے ہین جیسے حسین بن منصور اور ابویزید بسطامی سے سرزد ہوا پس وہان بہت خفی مکر اور بہت لطیف استدراج ہے اگر او تعالے کا فضل وکرم انپر نہوتا تو جس حال مین ہین اسی مین پڑے رہتے ولیکن انعام ورحمت سے انکو اس مقام سے نکال لیا اور دریاے عظمت مین انکو ڈبو دیا حتی کہ اقرار کرنے لگے کہ ہم تو کچھ بھی نہین ہین اور ہم تو اول ہی درجہ عبودیت مین پڑے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ شیخ ابویزید بسطامی اپنی آخر عمر مین عاجزی سے دعا مانگتا تھا کہ اے میرے پروردگار مین نے تجھے کیا یاد کیا سیری ہر یاد غفلت سے تھی اور مین نے تیری کچھ عبودیت نہ کی میری ہر بندگی فتور سے تھی اور تو نہین دیکھتا کہ منصور جب دار پر چڑھایا گیا تو کہنے لگا کہ بھلا تم قتل کرتے ہو ایسے آدمی کو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالے ہے۔ نہایت لطف الٰہی ہمارے نبی حضرت محمد مصطفے صلعم پر دیکھو کہ مقام نبوت کے اعلی مرتبہ مین جب دیدار معراج کے مقام پر فائز ہوئے تو اللہ تعالے نے اپنے محبوب بندہ کو اس مکر سے محفوظ فرمایا برابر یہی عرض کرتا رہا کہ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ یعنے اے پروردگار مین بندہ ہون تیری ثنا وصفت کا احصا اور پورا شمار نہین کر سکتا تو پاک ہے تو ویسا ہے جیسا تو نے اپنی ذات پر اپنا آپ وصف فرمایا ہے مین بندہ ہون سوائے اللہ تعالے کے کسی مین الوہیت کا نام نہین ہے اللہ تعالے عزوجل نے بھی کامل مرتبہ دیا کہ کسی مخلوق کا نہین ہے حالانکہ او تعالے نے ربوبیت کا مزہ اسکو چکھا دیا تھا پس مقام عبودیت مین اپنے بندہ افضل الخلائق کو قائم رکھا حتی کہ ربوبیت پاکر اپنے بندہ ہونے پر بڑا فخر کیا۔ واضح ہو کہ او تعالے اکی ہر صنع جلیل اپنے بندگان اولیاء کے واسطے لطف ورحمت ہے خواہ مکر ہو یا نہو اور کون اسکے مکر سے بچا ہے۔ سب کے سب اسکے قبضہ عزت مین متحیر ہین اور کیونکر کوئی نڈر بن بیٹھیگا جو اسکی ربوبیت کو جانتا اور اپنی عبودیت کو پہچانتا ہے۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ تعالے سے مکر اللہ تعالے کے معنے پوچھے تو شبلیؒ نے یہ اشعار پڑھے ؎ احبک لا ابعضی بل بکل ٭ وان لم یبق حبک لی حراکا ٭ ویقبح من سواک الفعل عندی ٭ وتفعلہ فیحسن منک ذاکا ٭ یعنے مین تجھے محبوب رکھتا ہون اپنے بعض ٹکڑے سے نہین بلکہ تمام جان سے۔ اگرچہ نہین باقی رکھی تیری محبت نے مجھ مین جنبش کی قدرت اور تیرے سوائے ہر چیز سے جو فعل صادر ہو میرے نزدیک بہت قبیح ہوتا ہے۔ اور تو اس فعل کو کرتا ہے پس تجھ سے یہی فعل اچھا معلوم ہوتا ہے۔ پوچھنے والے نے کہا کہ مین نے آپ سے اللہ تعالے عزوجل کی کتاب مجید سے ایک آیت کے معنے دریافت کیے اور آپ نے یہ اشعار کیا پڑھ دیے پس شبلیؒ سمجھے کہ یہ سمجھا نہین تو فرمایا کہ اے شخص مکر الٰہی ان لوگون کے ساتھ یون تھا کہ جس حال مین وہ لوگ تھے انکو اسی حال مین چھوڑ دیا۔ حسینؒ نے کہا کہ مکر سے نڈر نہین ہو سکتا مگر وہی جو مکر مین سراسر غرق ہو کہ مکر کو مکر نہ جانے اور رہے وہ لوگ جو بیدار ہون تو وہ ہر حال مین مکر سے خوف کرتے ہین اسواسطے کہ سوابق تو جاری ہین اور عواقب خفی ہین اور نیز فرمایا کہ جو شخص ہر چیز کو تلبیس اور فریب نہین دیکھتا ہے وہ ایسے حال مین پڑا ہے کہ مکر اس سے بہت قریب ہے۔ ابوالخیر دیلمی نے کہا کہ مین ایک روز جنیدؒ کے پاس تھا کہ ناگاہ جنیدؒ کے کاندھے کا گوشت کانپنے لگا اور رنگ چہرہ کا متغیر ہو گیا اور رونے لگے اور کہا کہ مجھ سے زیادہ کوئی مقام خوف مین نہین کہ اللہ تعالے مجھکو عذاب مین گرفتار نہ کر دے۔ تو بعض اصحاب نے کہا کہ آپ تو اہل رضا کے درجات مین اور شادمانی کے احوال مین کلام کرتے ہین تو فرمایا کہ اے فرزند خبردار خبردار تو مکر الٰہی سے نڈر مت ہو فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ سہلؒ نے کہا کہ مکر الٰہی وہ تدبیر الٰہی ہے جو اسکے سابق علم کے موافق مخلوقات پر جاری ہے پس کسی کو روا نہین ہے کہ مکر الٰہی سے

نڈر اور نچنت ہو بیٹھے اور نہیں ہے کہ مکر الٰہی سے نڈر نہ ہونا اسکی تقدیر کو رد کرنا مراد ہے بلکہ جملہ امور میں محل امتحان میں ہر پہلو سے اُسی پر بھروسا رکھے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکی قدرت سے اپنے آپ کو باہر کرے۔ واللہ اعلم۔ وقد قال تعالے فکاین من قریۃ اہلکنا ہا ہی ظالمۃ فہی خاویۃ علی عروشہا وبئر معطلۃ وقصر مشید افلم یسیروا فی الارض فتکون لہم قلوب یعقلون بہا او آذان یسمعون بہا فانہا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور یعنے بہتیرے شہر کہ ظالم ہونے سے ہم نے انکو ہلاک کیا وہ اپنی چھتین گرائے پڑے ہین اور بہت کنوئین معطل اور قصر مشید مین کیا پھرے نہین زمین مین کہ انکے قلوب ہو جاتے یعنے دلون مین سمجھ ہو جاتی جس سے سمجھتے یا کان ہو جاتے جس سے سُنتے خبردار رہو کہ آنکھین سر کی اندھی نہین ہوتی ہین ولیکن وہ دل اندھے ہو جاتے ہین جو سینون مین ہین

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

یہ قریے ہین کہ بیان کرتے ہین ہم تجھ سے اُنکی خبرون سے اور البتہ آئے تھے اُن پاس اُنکے رسول معجزون کے ساتھ پس نہ تھے یہ لوگ کہ ایمان لاوین

بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ

اس چیز کے ساتھ جسکو پہلے سے جھٹلا چکے ایسے ہی مہر کر دیتا ہے اللہ تعالے کافرون کے دلون پر اور نہین پایا ہمنے اُن کے بہتیرون کے واسطے عہد سے

وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝

اور البتہ پایا ہمنے اُنکے بہتیرونکو فاسق حد سے بڑھ چلنے والے

تِلْكَ الْقُرٰى۔ یہ قریے یعنے شہر و صوبے جنکا ذکر پہلے گذرا۔ نَقُصُّ عَلَيْكَ۔ بیان کرتے ہین ہم تجھ پر اے محمد۔ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا۔ انکے اخبار سے ابناء جمع نبا۔ ایسی خبر جسکی کوئی شان قابل بیان ہو اور من ظاہر اتبعیضیہ ہے یعنے اسکی بعض خبرین بیان فرمائی ہین اور یہ ظاہر ہے اور مراد انکہ ابناء اہلہا یعنے ان قریات کے لوگون کے اخبار سے بعض بیان کیے۔ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔ اور البتہ آئے تھے ان قریون یعنے ان قریہ والون کے پاس انکے رسول بینات یعنے کھُلے کھُلے معجزات کے ساتھ۔ یعنے جو بات اُنسے کہی تھی اسمین اپنی سچائی کے دعوے نبوت مین معجزات باعطاء الٰہی پیش کیے پس یہ قریئے یون ہلاک نہوئے بلکہ رسول بھیجدیے گئے۔ کما قال تعالے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اور فرمایا۔ وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر۔ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا۔ پس نہ تھے ان قری والے کہ ایمان لاوین۔ بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ اس چیز کے ساتھ کہ جھٹلایا تھا اسکو رسولون کے آنے سے پہلے بلکہ برابر کفر پر قائم رہے۔ فی الکمالین۔ یہان با بمعنے مصاحبت ہے فی البیضاوی با یہ معنے کہ نہ ایمان لائے اپنی تمام زندگی بھر اس چیز پر جس سے رسول سے سُنکر پہلے انکار کیا تھا۔ قال ابن کثیرؒ با سببیہ ہے یعنے پہلے پہل امر حق کے انکار کر جانے کی وجہ سے رسولون کی رسالت سے تمام عمر انکار کرتے رہے۔ حکاہ ابن عطیہ وہو متجہ حسن کما فی قولہ تعالے وما یشعرکم انہا اذا جاءت لا یومنون ونقلب افئدتہم وابصارہم کما لم یومنوا بہ اول مرۃ الآیۃ۔ اور ابو العالیہ نے ابی بن کعبؓ سے اسکے معنے یون روایت کیے کہ اللہ تعالے کے علم مین تھا جب کہ او تعالے سے روز ازل مین عہد و اقرار کیا تھا یعنے وہ ایمان لانے والے نہ تھے بسبب اسکے کہ اللہ تعالے کو انکے حال سے یہ علم تھا۔ یہی ربیع بن انسؒ کا قول ہے اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے۔ اور سدیؒ نے کہا کہ جسدن اُنسے عہد و میثاق لیا گیا تھا اُسدن باکراہ ایمان لائے تھے اسی واسطے فرمایا۔ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ۔ ایسے ہی اللہ تعالے کافرون کے دلون پر مہر کر دیتا ہے۔ یعنے جیسے اگلے کافرون کے دلون پر مہر کردی اور وہ ایمان نہ لائے اور ہلاک ہوئے ایسے ہی تیری قوم مین ازلی کافرون کے دلون پر مہر ہے کہ ایمان نہ لاوینگے۔ یہ امر نہایت برحق ہے اگرچہ جاہل و بے ایمان اس مین جہالت سے گفتگو کرتے ہین اور ہم سابق مین اس کو

واضح بیان کر چکے ہین۔ اس مین آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی اور قریش کے کافرون بلکہ قیامت تک کے کافرون پر تہدید ہے کہ انکو خوف ہو کہ اہل القری پر جو مصیبت پیش آئی اگر یہ لوگ حد سے تجاوز کرینگے تو انپر بھی وہی خوف ہے اور اگر دنیا کی زندگی بھر بچ گئے تو بعد موت کے ضرور اس مین گرفتار ہونگے وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ اور نہین پایا ہم نے یعنی نہین معلوم کیا ہم نے اکثر لوگون کے لیے عہد سے یعنی اُس عہد کا وفا کرنا کچھ نہین جو اُنھون نے روز میثاق کو باندھا تھا۔ یا عہد حضرت کما فی قولہ لئن انجیتنا من ہذہ لنکونن من الشاکرین یعنی تو ہم کو اس سے نجات دے تو شکرگزار ہونگے۔ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ان مخففہ ہے اے وانہ وجدنا یعنی اور البتہ پایا ہم نے اُن مین بہتیرون کو یعنی ہمارے علم مین بہتیرے فاسق ہین۔ واضح ہو کہ ان خففہ مبتدا و خبر والے افعال داخلہ پر فقط ہوتا ہے اور لام خبر پر ان نافیہ و مخففہ مین فرق کرتی ہے اور کوفیون کے نزدیک ان نافیہ ہے اور لام بمعنی الا ہے اے وان وجدنا اکثرہم الا فاسقین نہین پایا ہم نے بہتیرون کو مگر فسق کرنے والا۔ ف فی العرائس قولہ وما وجدنا لاکثرہم من عہد وان وجدنا اکثرہم لفاسقین۔ گویا یہ آیت انھین بیہودون کے حق مین ہے جو راہ طریقت اختیار کرتے ہین اور جب اس مین جاہ و مال پاتے ہین تو عہد ارادت توڑ کر دنیاوی ریاست مین مشغول ہو جاتے ہین اور طریقت مین خیانت کرتے ہین اور مشائخ پر انکار کرتے ہین یہ انکار اندھے پن سے کیا برا انکار ہے کہ اہل حق پر انکار کرتے ہین۔ گویا اللہ تعالے نے سب آدمیون کو عتاب فرمایا کہ انھون نے عہد ازل کو وفا نہ کیا ایسے ہی جن لوگون نے مشاہدہ محبوب مین غیر محبوب کی طرف التفات کیا لیکن معذور ہین کہ تمام کبریا و عظمت کا بوجھ ان بیچارون سے کہان اٹھ سکتا ہے یہ سب حوادث منتظر فنا ہین جنیدؒ نے فرمایا کہ بندون مین سے بہت اچھا حال اس شخص کا ہے جو اللہ عز وجل کے ساتھ حفظ حدود و وفاے عہد پر قائم ہو قال بعضہم بعض سے شکایت نہین فرمائی۔ ان کو رحمت وصال نے قبول فرمایا۔ اور بہتون کو رد کر دیا۔ کما قال قلیل من عبادی الشکور یعنی میرے بندون مین سے تھوڑے شکرگزار ہین

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝

پھر بھیجا ہم نے انکے پیچھے موسیٰ کو اپنی نشانیان دیکر فرعون اور اُسکے سردارون کے پاس پھر زبردستی کی انکے سانے سو دیکھ آخر کیا ہوا حال بگاڑنے والون کا

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ پھر بھیجا ہم نے انکے بعد یعنی نوح و ہود و صالح و لوط و شعیب علیہم السلام کے یا انکی قومون کے بعد مُوسَىٰ موسیٰ کو ابن عباسؓ نے کہا کہ قبطی زبان مین مو کے معنی پانی اور سی بمعنی درخت چونکہ پانی و درخت کے درمیان موسی علیہ السلام ڈال دیے گئے یا پائے گئے تھے اسواسطے موسیٰ نام ہوا اور ایک سو بیس برس زندہ رہے اور انکے و یوسف کے درمیان چارسو برس کا فاصلہ تھا اور حضرت ابراہیم تک سات سو برس کا فاصلہ تھا کذا ذکرہ المفسر فی التیسیر بِآيَاتِنَا یعنی حجتون و دلائل نبوت کے ساتھ مانند عصا و ید بیضا و غیرہ کے جو مذکور ہونگے اور وہ سب نو آیتین تھین۔ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی طرف یہ لقب تھا ہر شخص کا جو عمالقہ کے بعد مصر کا مالک ہوا جیسے بادشاہ روم کو قیصر کہتے ہین اور جس فرعون کی طرف موسیٰ بھیجے گئے اسکا نام ولید بن مصعب بن الریان تھا اور وہ قبطیون کا بادشاہ تھا اور اس سے پہلے ایک فرعون دوسرا اسکا بھائی تھا اسکا نام قابوس تھا۔ کذا ذکرہ الشیخ ابن جریر اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ فرعون فارسی تھا اور ابراہیم بن مقسم نے کہا کہ چارسو برس فرعون اس شان سے رہا کہ کبھی اسکے سر مین درد بھی نہوا۔ وَمَلَئِهِ اور بزرگان قوم فرعون کی طرف۔ اشراف کی تخصیص کی گئی حالانکہ کل قوم کیطرف بھیجے گئے تھے اسواسطے کہ عوام انھین کی رائے کے تابع تھے جب وہ مانتے تو سب مانتے پس گویا وہی مقصود تھے اور مراد کل قوم ہے کذا قال المفسرون

حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان رسولون کے بعد جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے موسیٰؑ کو یعنی مع اسکے بھائی ہارونؑ کے آیات و حجتون کے ساتھ فرعون واسکی قوم کے پاس بھیجا اگر کہا جاوے کہ موسیٰؑ کی رسالت قوم بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی پھر فرعون و قبط کی طرف ارسال کیونکر ہے جواب یہ ہے کہ ایک قوم کے واسطے ہونے سے دوسری قوم کی نفی نہین اور تخصیص بنی اسرائیل فقط نہ تھی کیونکہ قوم فرعون کی طرف ارسال منصوص ہے اور شاید اصل مقصود بنی اسرائیل ہون جیسے کہ موسیٰؑ نے فرعون کو حکم سنایا تھا کہ میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ملک شام بھیجدے فافہم ولم ار من تعرض لہ من المفسرین بالجملہ فرعون و قوم کی طرف ارسال منصوص ہے اور یہان یہی ذکر فرمایا کہ ان گمراہون نے کیونکر انکار کیا اور کیونکر ہلاک ہوئے چنانچہ فرمایا۔ فَظَلَمُوْا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ظلم متعدی خود ہوتا ہے یقال ظلمہ۔ پھر تعدیہ بحرف با کیونکر ہے تو جواب دیا گیا اولاً آنکہ با سببیہ ہے یعنے ظلم کیا ان لوگون نے اپنے اوپر باین طور کہ ایمان نہ لائے یا غیرون کو ایمان نہ لانے دیا بسبب ان آیات کے یعنی بسبب دیکھنے ان آیات کے اس دنیاے فانی کی ریاست و بادشاہت پر خوف کر کے کہ ایمان لانے مین انکے ہاتھ سے نکل جائیگی۔ ثانیاً آنکہ ظلم متضمن معنے کفر ہے یعنے ظلم کیا باین طور کہ ان آیات سے کفر کیا بجاے ایمان لانے کے کیونکہ آیات ایسی واضح تھین کہ انپر ایمان نہ لانا صریح ظلم تھا اسی معنے کے واسطے کفروا بہا۔ کی جگہ ظلموا بہا آیا ہے۔ اور فانظر کا خطاب سراج وغیرہ مین ہر مخاطب کو ہے جو چشم بصیرت سے دیکھے یعنے اے مخاطب اپنی چشم بصیرت سے دیکھ کہ کیونکر ان مفسدونکا انجام ہوا یعنے کیسے ہم نے انکو ہلاک کیا۔ وقال الحافظ یعنے دیکھ لے محمد صلعم کہ کیونکر ہم نے ان سب کو موسیٰ و بنی اسرائیل کے روبرو غرق کیا۔ اسمین فرعون و قوم پر زیادہ سخت عذاب کی صورت ہے اور موسیٰ و بنی اسرائیل کے دلون کو زیادہ تشفی ہے۔ اگر یہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے تو بھی مقصود اور لوگ ہین کیونکہ آنحضرت صلعم کو مرتبہ یقین کامل بلکہ اکمل تھا۔ حاصل آنکہ پھر فرعون و قوم نے ان آیات سے کفر کیا از راہ ظلم کے تو عبرت سے دیکھ کہ ہم نے کیونکر اُن کو غرق کر دیا۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ

اور کہا موسےٰ نے اے فرعون مین بھیجا جہان کے صاحب کا قائم ہون اُسپر کہ نہ کہون اللہ کیطرف سے مگر جو سچ ہے کر لایا ہون

جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝

تم پاس نشانی تمہارے رب کی سو رخصت کر میرے ساتھ بنی اسرائیل کو

یہ درمیانی بعض واقعات ذکر فرمائے جو غرق سے پہلے فرعون اور موسیٰؑ کے درمیان واقع ہوئے تھے اور توضیح کر دی کہ فرعون اپنی شامت سے مع قوم غرق ہو کر جہنم واصل ہوا ورنہ ایضاح و صدق مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو بھیجا تو وہ فرعون کے پاس گئے اور عرصہ کے بعد فرعون تک رسائی ہوئی پس اُس سے یون باتین کین۔ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یعنے کہا موسیٰ نے جب فرعون تک پہونچ بولے کہ اے فرعون مین رسول ہون رب العالمین کی طرف سے۔ لفظ فرعون کے ساتھ یعنے بادشاہ مصر والقب کے ساتھ اسکو موسیٰؑ نے مخاطب کیا تاکہ خوش معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اس سے نرم باتین کرنا کما فی قولہ فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر الآیۃ اسی واسطے رسول رب العالمین کہا کہ وہ اپنے نفس سرکش کے لیے حاکم مصر ہونا ایمان لانے کی صورت مین بھی پاوے اور رب العالمین کی طاعت اپنے اوپر واجب جانے کیونکہ جو شخص کہ رب تمام العالمین کی طرف سے مرسل ہے وہ واجب قبول کے لائق ہے کہ جو کچھ لایا ہے اسکو مانا جاوے جیسے بادشاہ کسیکو اپنی رعیت کے پاس بھیجتا ہے وہ کہتا ہے کہ مین بادشاہ کا بھیجا ہوا ہون پھر پیغام کہتا ہے کہ اس عنوان سے ہیبت و رعب زیادہ بیٹھ جاتا ہے حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ حق معنے ثابت و برقرار ہے اور حقیق اور زیادہ مبالغہ ہے اور قراءۃ مشہورہ یہان دو ہین علی بحرف جر اور

یہی جمہور کی قراۃ ہے اور علیّ بتشدید یاء متکلم اور یہ نافع کی قراۃ ہے اور اَنْ لا رسم الخط مین یہان الگ الگ ہے پس برتقدیر قراۃ جمہور کے بیضاویؒ نے کہا کہ شاید فرعون نے جب موسیٰؑ کو دعویٰ رسالت مین جھٹلایا تو موسیٰؑ نے اسکا یہ جواب دیا اور تکذیب کا قول اوپر مذکور اسواسطے نہوا کہ قولہ فظلموا بہا۔ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگون نے انکار کیا اور جھٹلایا تھا۔ تقدیر کلام یہ کہ فکذبہ فقال انا حقیق۔ یعنے فرعون نے موسیٰؑ کا دعویٰ سنکر انکو جھٹلایا پس موسیٰؑ نے کہا کہ انا حقیق مین جدیر ہون اس بات پر یعنے اس بات کے ساتھ کہ نہ کہون اللہ تعالےٰ پر مگر سچی بات۔

قال البیضاویؒ اصل مین حقیق علیّ بتشدید یا تھا یعنے مجھپر بہت حق ہے یہ بات کہ نہ کہون اللہ تعالےٰ پر مگر حق ہی جیساکہ نافع کی قراۃ ہے مگر برعکس کردیا گیا یعنے مین حقیق ہون اس بات پر۔ اور یہ اسوجہ سے کہ یہان التباس سے امن ہے۔ یا اسوجہ سے کہ وصف بالصدق مین اغراق و مبالغہ ہو اور معنے یہ کہ قول حق پر واجب ہے کہ مین ہی اسکا کہنے والا ہون وہ راضی نہوا اگر اس بات پر کہ مین ہی اسکو کہون۔ یا حقیق متضمن معنے حریص ہے یعنے حریص ہون اس بات پر کہ آلخ۔ احرف علی بجاے با رکھے ہے تاکہ تمکن وقابو کے معنے اس سے نکلین جیسے رمیت بالقوس کی جگہ رمیت علی القوس بولتے ہین اور جئتُ علی حال حسنۃ کہتے ہین اور قراۃ ابی بن کعبؓ و اعمشؒ کی اس کی موید ہے کہ انھون نے بان لا اقول پڑھا ہے اور بعض قراۃ مین حقیق ان لا اقول۔ آیا ہے وحاصلہا قال الحافظ ابن کثیرؒ۔ قولہ حقیق علیٰ ان لا اقول علی اللہ الا الحق۔ پس بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین حقیق بان لا اقول آلخ۔ یعنے لائق ہون اس بات کے ساتھ کہ نہ کہون اللہ تعالےٰ پر مگر سچی بات۔ اور علماء نے کہا کہ علی و با ر بجاے ایکدوسرے کے آتے ہین۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ معنے یہ ہین۔ حریص علی ان لا اقول آلخ یعنے حقیق متضمن معنے حریص ہے۔ اور دیگر اہل مدینہ نے حقیق علیّ پڑھا یعنے حق واجب ہے مجھپر یہ کہ مین اوتعالےٰ کی طرف سے وہی خبر دون جو سچ سچ ہے کیونکہ مین مانند اورون کے نہین ہون بلکہ اسکی شان عظمت وجلال سے معرفت رکھتا ہون۔ قال المترجم اس قراۃ اہل مدینہ پر بعض نے کہا کہ حقیق علیّ۔ خبر مقدم ہے اور ان لا اقول آلخ مبتدا موخر ہے حاصل آنکہ حق ہی حق اللہ تعالےٰ کی طرف سے کہنا مجھپر واجب ہے۔ اور بعض نسخون مین جو اول مبتدا و ثانی خبر ہونا مذکور ہے شاید وہ کاتب کی غلطی ہے واللہ اعلم۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ البتہ لایا مین معجزہ تمہارے پروردگار کی طرف سے۔ یعنے اپنے سچے ہونے پر دلیل لایا ہون اور وہ عصا وید بیضا تھا اور چونکہ نفس معجزہ مفید صدق رسالت ہونے مین ایکہی حالت تھی لہذا بینہ مفرد فرمایا اور دیگر مقام مین جو فرعون کی موسیٰؑ کے ساتھ گفتگو مانند قولہ فمن ربکما یا موسیٰ۔ وغیرہ مذکور ہے یہان اسکا ذکر نہین فرمایا ہے چنانچہ اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالےٰ آویگا۔ پھر جب موسیٰؑ تبلیغ رسالت سے فارغ ہوئے تو اسی پر حکم مترتب کرکے کہا فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ۔ یعنے جب ثابت ہوا کہ مین اللہ تعالےٰ کا رسول ہون تو بنی اسرائیل کو تو میرے ساتھ بھیجدے کہ وہ ملک شام مین جو زمین مقدس ہے اور انکے جداعلیٰ کا اصلی وطن ہے جاکر عبادت مین مشغول ہون۔ ان لوگون کے مصر مین رہنے کا سبب یہ ہوا تھا کہ یوسف علیہ السلام جب مصر پر حاکم ہوے تو یعقوب علیہ السلام مع باقی اولاد کے مصر مین آگئے اور یہین رہ پڑے اور یہین اولاد ہوئی پھر بعد وفات حضرت یوسف علیہ السلام کے فرعون مع قوم قبط کے نسل اسباط پر غالب ہوا اور عداوت سے ان کافرون نے انکو غلام بنایا اور گھاس چھیلنا و مٹی اُٹھانا وغیرہ ذلیل کامون مین ان کو لگایا کیونکہ وہ توحید پرست تھے حتیٰ کہ بہتیرے ان مین سے بھی اس مشقت و ذلت کی وجہ سے دین چھوڑکر خوار و گمراہ ہوگئے تھے پھر رحمت الٰہی عزوجل بحال بنی اسرائیل مبذول ہوئی اور اس مشقت و ذلت کا نعم البدل عزت و سلطنت ان کو دی پس یہ تمہید ہوئی کہ موسیٰؑ کو رسول کرکے وہان بھیجا انھون نے اللہ تعالےٰ کا پیغام پہونچایا کہ اے فرعون تو ان لوگون کو چھوڑ دے کہ میرے ساتھ ملک شام کو چلے جاوین۔ پس اگر وہ چھوڑدیتا تو شاید خبیث بچتا ولیکن بنی اسرائیل کے دل ٹھنڈے کرنے منظور تھے کہ ان کی آنکھون دیکھتے ہلاک ہو پس

Marfat.com

فرعون نے نہ مانا اور جھگڑا شروع کیا اور انجام کار ہلاک ہوا جیسا کہ آگے سب مفصل آتا ہے

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ ع ۱۱ ۱

بولا اگر تو آیا ہے کچھ نشانیاں لے کر تو وہ لا اگر تو سچا ہے تب ڈالا اپنا عصا تو اُسیوقت ہو اژدہا صریح

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝

اور نکالا اپنا ہاتھ اُسیوقت وہ سفید نظر آیا دیکھنوں کو

قَالَ فرعون لموسی اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ علی دعواک. فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فیہا۔ فرعون نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ اگر تو آیت لایا ہے اپنے دعوی رسالت پر تو لا اسکو اگر تو سچا ہے اس دعوی میں. فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ. علی ابن ابی طلحہ عن ابن عباس. کہا کہ ثعبان نر سانپ ہے. یہی سدی وضحاک کا قول ہے یعنے ڈالدیا موسیٰ نے اپنا عصا پس وہ منقلب ہوکر نر سانپ ہوگیا اور مفسرؒ نے کہا کہ ثعبان بہت عظیم سانپ یعنے اژدہا اور مبین یعنے کھلا ہوا جسمین کچھ التباس نہ تھا یعنے عصا مذکور منقلب ہوکر در حقیقت کھلا ہوا اژدہا ہوگیا اور دوسری آیت مین کانہا جان. فرمایا. اور جان چھوٹا سانپ ہوتا ہے پس بات یہ تھی کہ وہ بڑائی مین تو اژدہے کے مانند تھا اور جنبش کرنے مین چھوٹے سانپ کے مانند تھا یعنے باوجود اسقدر بڑائی جسم کے تیز رفتار تھا چنانچہ دوسری آیت مین تہتز کانہا جان مذکور ہے یعنے جنبش کرتا مانند جان کے. قتادہؒ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ یہ آدم علیہ السلام کا عصا تھا جو موسی علیہ السلام کو ایک فرشتہ نے بصورت آدمی ہوکر دیا تھا جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تھے پس رات مین مانند شمع کے روشن ہوجاتا اور دن مین راہ طے کرتے تھے اور اسی سے رزق نکلتا تھا اور اس سے اپنی بکریان ہانک لیتے تھے بالجملہ سعید بن جبیرؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب موسیٰ نے اپنا عصا ڈالدیا تو وہ منقلب ہوکر بڑا اژدہا ہوگیا اپنا منھ کھولکر تیز چال سے فرعون کی طرف متوجہ ہوا جب فرعون نے دیکھا تو تخت سے اُٹھکر بھاگا اور فریاد کی کہ اے موسیٰ اسکو مجھسے باز رکھو پس حضرت موسیٰ نے پکڑلیا. قتادہؒ نے کہا کہ شہر کے برابر بڑا اژدہا ہوگیا. سدیؒ نے کہا کہ بڑا اژدہا ہوگیا منھ پھیلائے ہوے جسکا ایک ہونٹھ تو زمین سے لگا تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا اور فرعون کی طرف جھکا. جب اُسنے دیکھا تو چیخ ماری اور بھاگا اور اس کی بائی نکل گئی اور پہلے اس کو حدث نہین ہوا تھا اور فریاد کی کہ اے موسیٰ اسکو پکڑو مین تیرا ایمان لاؤنگا اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کردونگا پس موسیٰ نے پکڑلیا. وہب بن منبہ نے کہا کہ موسیٰ کو فرعون نے پہچانا اور کہا کہ مین نے تجھے پالا تھا پھر باتین ہونے کے بعد فرعون نے جھلایا اور کہا کہ تو سچا نہین ہے اور اسکے پاس کچھ نشانیان نہین یہ وہی شخص ہے اسکو گرفتار کرلو پس موسیٰ نے عصا ڈالدیا وہ اژدہا سے عظیم ہوکر فرعون کی طرف جھکا اور لوگ بھاگے حتی کہ تلے اوپر اژدہام مین پچیس ہزار کچل گئے اور فرعون بھاگ کر گھر مین گھس گیا. رواہ ابن جریر والامام احمد فی کتاب الزہد شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکے سیاق مین غرابت ہے. مترجم کہتا ہے کہ وجہ غرابت ظاہر ہے لیکن یہ غرابت اسوجہ سے پیش آئی کہ کسی نے وہم کرکے اس اثر کو اس مقام پر داخل کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ اسوقت ہوا کہ جب ساحرون نے میدان اسکندریہ مین مقابلہ کیا ہے اور بعد غلبہ کے فرعون نے موسی علیہ السلام کو آزار پہونچانا چاہا اور عصا مذکور ان موذیون کی طرف حملہ آور ہوا جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ بیان ہوگا اور یہی وہم اس مقام پر معالم کی تقریر سے پیش آتا ہے کہ اژدہا کی درازی مین لکھا کہ اس کی دُم سمندر تک تھی حالانکہ یہ اسوقت ہوا ہے جب مناظرہ مین وہ اژدہا ہوگیا تھا. فافہم. وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ. اور نکالا اپنا ہاتھ کہ ناگاہ وہ ناظرین کے واسطے بیضا رہتا. یعنے جیب قمیص مین ہاتھ ڈالکر نکالا تو روشن چمکنے لگا بدون برص ومرض وغیرہ کے برخلاف اس حال کے

جیسا پہلے گندم گون تھا اور دوسری آیت مین ہے وادخل یدک فی جیبک تخرج من غیر سوء الآیۃ یعنے اپنی جیب مین ہاتھ ڈالکر چمکنا روشن نکال بدون بیماری کے۔ حدیث الفتون مین من غیر سوء کی تفسیر یہ کی کہ بدون برص کے۔ پھر انھون نے دوبارہ جیب مین ہاتھ ڈالا تو ویسا ہی ہو گیا جیسے پہلے گندم گون تھا۔ ایسا ہی مجاہد وبہتیرے سلف سے مروی ہے۔ اور بیضاوی مین ہے کہ بیضاء للناظرین۔ یعنے ایسی بیاض کے ساتھ جو عادت سے خارج ہے جسپر نظر بھی جمتی ہے حالانکہ مروی ہے کہ اسکی شعاع آفتاب کی شعاع پر غالب تھی۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ للناظرین کا لفظ کس سے متعلق ہے۔ جواب دیا گیا کہ بیضاء سے متعلق ہے اور معنے یہ کہ ناظرین کے واسطے بیضاء تھا اور ناظرین کے لیے بیضاء جبھی ہوگا کہ بیاض اسکی عجیب و غریب ہو جو حد عادت سے خارج ہے جسپر نظرین مجتمع ہون۔ اگر کہا جاوے کہ عصا و ید بیضاء دونون مین سے ایک ہی بات کافی تھی دونون کے اجتماع مین کیا فائدہ ہے جواب دیا گیا کہ اجتماع موجب تقویت و مورث یقین و مزیل شک ہے مترجم کہتا ہے کہ تعیین معجزہ کے بعد حضرت قادر مختار کو اختیار ہے کہ جسقدر چاہے عطا فرما دے اسمین الحادی شک کو گنجایش نہین اور دربیان فائدہ یہ وہ بھی درحقیقت اہیات اشیاء کا علم نہونے سے معلوم نہین ہو سکتا ہان ظاہر آثار پر اسکا فائدہ یہ ہے کہ مورث یقین و مزیل شک ہے اور اول خارج چیز ہے اور دوم اُن کے نفس ذات مین ہے جس سے یقین ہو سکتا ہے کہ اول بھی انھین کو عطا ہوا ہے دوسرا اگر عصا کو چرالیوے تو اسکے پاس معجزہ نہین ہو سکتا اور اول از قسم ہیبت و خوفناک دہشت ہے اور دوم از قسم نور و اُنس و محبت ہے۔ پھر سراج مین فرمایا کہ بعض ملحدین نے کہا کہ عصا و ید بیضاء سے فقط یہ مراد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی حجت قوی و ظاہر و قاہر تھی اس راہ سے کہ انھون نے مخالفون کے اقوال کو باطل کر دیا اور انکا فاسد ہونا ظاہر کر دیا تو وہ مانند اژدہائے عظیم کے ہوا جسنے مخالفون کی حجتین نگل لین اور چونکہ وہ اپنی ذات مین حجت روشن تھی اسواسطے اسکو ید بیضاء کہا جیسے بولتے ہین کہ فلان شخص کو اس صنعت مین ید بیضاء ہے تو سراج مین کہا کہ ایسا کہنے والا ملحد مردود ہے اور اسکا یہ قول باطل ہے سواسطے کہ ایسی چیز سے جو بمنزلہ تواتر کے ثابت ہے اس سے انکار کیا اور جو اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول صلعم نے فرمایا ہے اسکو جھٹلایا مترجم کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ حجت موسیٰ جب صحیح و غالب مانتا ہے تو معجزہ سے کیون منکر ہے اسواسطے کہ حجت موسیٰ مین ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر بات پر قادر ہے پس معجزہ جو دیا گیا وہ تو قدرت کے سامنے کچھ بڑی بات نہین اگرچہ تمام مخلوق اُسکے مقابلہ سے عاجز ہے اسیواسطے معجزہ ہے اور قدرت الٰہی عزوجل اس سے کہین بڑھکر ہے بلکہ بے انتہا ہے۔ فافہم۔ اور ایسے ہی اس زمانہ مین بعضے ملحدین کہ قرآن مجید کے معنے مین تحریف کرتے و احادیث صحیحہ و اخبار متواترہ سے انکار کرتے ہین اور کلام اور بول چال کے صریح معنے ظاہر مین جنپر اہل زبان و اہل لغت اور فضلاء و علماء متفق ہین کہ سوائے اس معنے کے اور کچھ معنے نہین اسکے ایک جاہلانہ معنے بناتے ہین اور جب صریح الزام پاتے اور رد کیے جاتے ہین تو اپنی رائے پر اقتصار کرتے ہین کہ ہماری یہی رائے ہے۔ اللہ تعالےٰ مسلمانون و اسلام کو ایسے بے ایمان ملحد مفسد سے محفوظ رکھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھلائے اور فرعون وغیرہ اس سے عاجز آئے اور کوئی تدبیر نہ چل سکی تو باہم مشورہ کیا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۙ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا

بولے سردار فرعون کی قوم کے یہ بیشک کوئی پڑھا جادوگر ہے نکالا چاہتا ہے تم کو تمہارے ملک سے اب کیا مشورت دیتے ہو بولے

اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَاۗىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ۝ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝

ڈھیل دے اسکو اور اسکے بھائی کو اور بھیج پرگنون مین نقیب کہ لادین تجھ پاس جو ہو پڑھا جادوگر

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ یعنے فرعون کی بات سے موافقت کرنے والے لوگ جب انکے ہوش

Marfat.com

درست ہوئے اور اس اژدہا کے دیکھنے سے جو خوف بیٹھ گیا تھا وہ کسی قدر دور ہوا تو فرعون سے مشورہ کر کے اتفاق کیا اس قول فرعون پر کہ یہ شخص بہت بڑا دانا کار جادوگر ہے جیسا کہ سورہ شعراء میں فرعون کا یہ قول نقل کیا اور چونکہ اسکے ارکان سلطنت اسکے ساتھ متفق تھے لہذا یہاں ان لوگوں کا مقولہ بیان فرمایا۔ بالجملہ فرعون اور اُن سب کی رائے متفق ہوئی کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے۔ یُرِیۡدُ اَنۡ یُّخۡرِجَکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِکُمۡ۔ چاہتا ہے کہ تم کو تمھارے ملک سے نکال دے۔ فَمَاذَا تَاۡمُرُوۡنَ۔ سو تم سب کا مشورہ کیا ہے۔ یہ دلالت کرتا ہی کہ ساحر دانا کار ہونے کی رائے پہلے فرعون کی ہوئی اور سب اہل الرائے نے اتفاق کیا پھر گویا فرعون نے پوچھا کہ کیا رائے ہے مگر ایسے اسکے ساتھ متفق تھے کہ آپس میں کہنے لگے کہ کیا مشورہ دیتے ہو لہذا فرعون کو جواب دیا کہ قَالُوۡۤا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ الی آخرہا۔ تاخیر دے موسیٰ اور اُس کے بھائی کو یعنے دونوں کے کام میں مہلت و تاخیر ڈال دے۔ ہکذا روی عن ابن عباس وغیرہ۔ وَاَرۡسِلۡ فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِیۡنَ۔ اور اس مہلت کے ایام میں بھیج تو شہروں میں حاشر یعنے جمع کرنے والے۔ یَاۡتُوۡکَ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیۡمٍ جو تیرے پاس جمع کر لادیں ہر ساحر دانا کار کو۔ حمزہؒ وکسائی کی قراءۃ میں سحار علیم۔ یعنے ہر بڑے جادوگر دانا کار کو۔ اور مراد یہ کہ ایسے ساحروں کو لادیں جو جادو جاننے میں موسیٰؑ پر فضیلت رکھتے ہوں۔ مروی ہے کہ جب فرعون نے عصائے موسیٰ علیہ السلام سے سلطان و قدرت الٰہی دیکھی اس راہ سے کہ اس کی نظر اس چیز محسوس پر تھی اور اسکو سحر سمجھا تو کہا کہ میں اس معاملہ میں موسیٰؑ سے اس سے زیادہ قوی سے مقابلہ کرونگا پس چند آدمی چھانٹ کر جنمیں سے اکثر بنی اسرائیل میں سے تھے شہر فرما کو روانہ کیے تاکہ وہاں جادو سیکھیں اور اُستاد کو بہت کچھ دیا پس سحر سیکھے اور فرعون نے موسیٰؑ سے ایک میعاد مقرر کی تھی پھر ان ساحروں کو بلوایا وہ مع استادوں کے آئے اور اُستادوں نے فرعون سے کہا کہ ہم نے انکو ایسا سحر سکھلایا ہے کہ اہل زمین اسکے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے ہاں اگر آسمان سے کوئی بات آوے تو ہم کو معلوم نہیں شاید اس سے مقابلہ کی طاقت نہو گی پھر فرعون نے اپنی تمام مملکت میں لوگ روانہ کیے اور جہاں کہیں کوئی جادوگر تھا اسکو بلوایا۔ قال فی السراج یہ دلالت کرتا ہے کہ اس زمانہ میں جادو کا بہت رواج تھا پس اس میں قول متکلمین کے صحیح ہونے کی صریح دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کے لوگوں پر جو امر زیادہ غالب ہو اسی کے رد کا معجزہ اس زمانہ کے پیغمبر کو ملتا ہے پس موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ جادو غالب تھا پس معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سحر کے مشابہ دیا گیا اگرچہ حقیقت اس معجزہ کی سحر سے بالکل مبائن و مخالف تھی اور ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں علم طب غالب تھا اسیواسطے حضرت عیسیٰؑ کو جو معجزے دیے گئے تھے وہ از جنس طب تھے اور ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں فصاحت و بلاغت غالب تھی لہذا آپ کے معجزات میں سے ایک عام معجزہ یہ رکھا گیا۔ پھر اسمیں اختلاف ہے کہ جن ساحروں کو فرعون نے جمع کیا تھا انکی تعداد کیا تھی اور نیز یہ بھی اختلافی ہے کہ آیا وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے تھے یا اُن میں سے زیادہ دانائے کار مسلمان ہوئے تھے۔ مگر کلام مجید میں کوئی بات نہیں ہے جس سے مقدار کیفیت و تعداد پر دلالت ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ستر ساحر تھے اور مقاتل سے مروی ہے کہ بہتر تھے اور کلبیؒ نے کہا کہ اُن کے اُستاد دو شخص مجوسی مقام نینویٰ کے رہنے والے تھے اور کعب احبار سے روایت ہے کہ بارہ ہزار تھے اور ایسے ہی ہزاروں کے اقوال دیگر ہیں جیسا اسناد آویگا اور شاید ستر و بہتر کی تعداد ان لوگوں کی ہے جو ان سب میں سے زیادہ دانا تھے یا ان لوگوں کی جو ایمان لے آئے تھے کیونکہ ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ ستر تھے کہ صبح کو ساحر بنے تھے اور شام کو شہید مرے اور مقاتلؒ نے کہا کہ سب ساحروں کا سردار شمعون تھا اور ابن جریج نے کہا کہ اسکا نام یوحنا تھا۔ بالجملہ موافق مشورہ ارکان دولت کے فرعون نے تمام مملکت میں ادھر ادھر آدمی بھیجکر استاد

Marfat.com

جادوگر بلائے اور وہ سب آئے۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ

اور آئے جادوگر فرعون پاس بولے ہماری کچھ مزدوری ہے اگر ہم غالب ہوئے بولا ہان اور تم

لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝

پاس رہا کرو گے۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ جمع ساحر مانند کفرہ وفجرہ جمع کافر وفاجر ہے۔ اور آئے ساحر لوگ۔ فِرْعَوْنَ فرعون کے پاس۔ قَالُوٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ساحرون نے فرعون سے کہا کہ کیا ہمارے واسطے ضرور اجر ہے اگر ہم غالب ہون۔ قَالَ نَعَمْ فرعون بولا کہ ہان۔ یعنے تمھارے لیے ضرور اجر وانعام ہے۔ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ اور البتہ تم مقربین سے ہو۔ مراد یہ کہ مین فقط تمھارے لیے اجر و انعام پر ہی اکتفا نہ کرونگا بلکہ اور زیادہ کرونگا اور زیادت یہ کہ تمکو مقربین مین سے کردونگا۔ کلبیؒ نے کہا کہ یعنے پہلے جو شخص میرے پاس آویگا وہ تم ہی ہوگے اور سب سے آخر تم رخصت کیے جاؤگے۔ فی السراج۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ تمام مخلوق اس بات کو جانتی تھی کہ فرعون ایک بندہ ذلیل خوار عاجز تھا ورنہ ساحرون سے مدد لینے کا محتاج نہوتا یعنے دنیا مین اللہ تعالے نے پہلا اسکو ایسا خوار ظاہر کردیا اور نیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ساحر لوگ اس بات پر قدرت نہین رکھتے تھے کہ اعیان یعنے چیزون کی ذات کو بدل دین ورنہ اجرت طلب کرنے کے محتاج نہوتے اور فرعون سے مال نمانگتے کیونکہ چیزون کی ذات اگر بدل سکتے ہوتے تو مٹی کو سونا کر لیتے یا فرعون کی بادشاہت اپنی ذات کے واسطے کر لیتے بلکہ تمام جہان کے بادشاہ ہوجاتے۔ اور ان آیات سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ان دقائق سے آگاہ ہوجادین اور جو لوگ باطل وکاذب باتین کرتے اور دکھلاتے ہین انکے افعال پر فریفتہ نہون۔ اور واضح رہے کہ اس زمانہ مین جو لوگ سحر سے انکار کرتے ہین وہ محض جھوٹے ہین پھر جب ساحر جمع ہوگئے تو فرعون نے موسیٰ سے انکے مقابلہ مین آنے کا وعدہ لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم آلہی اسکو منظور کیا اور دن مقرر ہوا چنانچہ قولہ قال موعدکم یوم الزینۃ وان یحشر الناس ضحی الآیہ مین مذکور ہے اور میدان اسکندریہ سمندر کے کنارے قرار پایا پھر جب وہان اُس دن پہونچے تو یہ واقعہ ہوا جو ذکر فرمایا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۝ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا

بولے اے موسیٰ یا تو ڈال یا ہم ڈالتے ہین کہا تم ڈالو پھر جب ڈالا باندھ دین

اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝

لوگون کی آنکھین اور انکو ڈرا دیا اور کر لائے بڑا جادو

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ ساحرون نے کہا کہ اے موسیٰ یا تو تم اپنا عصا ڈالو وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ یا ہمین پہلے القا کرنے والے ہون اس چیز کو جو ہمارے پاس ہے۔ کسائیؒ وفراءؒ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اما ان تفعل الالقاء او نفعلہ نحن یعنے فعل القا تمھاری طرف سے پہلے ہو یا ہمین اپنی چیزون کو پھینکین۔ قال ابن کثیرؒ یعنے ساحرون نے موسیٰ علیہ السلام سے مبارزہ کیا کہ القا مین پہل کسکی طرف سے ہوگی۔ قال البیضاویؒ اُن لوگون نے موسیٰ علیہ السلام کو مخیر کیا کہ دونون باتون مین سے کوئی بات آپ اختیار کرین اور یہ رعایت ادب تھی اور نیز دلیری کا اظہار تھا کہ ہمین اپنے غلبہ کا وثوق ہے چاہے ہم پہلے اپنا کرتب کرین یا پیچھے ولیکن رغبت انکی

یہی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اپنا کرتب دکھلادین پس جسطرح موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اُس سے اپنی طرف عبارت بدل دی اور بلیغ عبارت ظاہر کی کہ خبر کو معرف باللام اور وسط مین ضمیر فاصل اور ضمیر متصل کی تاکید منفصل یعنے لاان نکون نحن الملقین کہا پس اس سے رغبت ظاہر ہے کہ پہلے ہمین شروع کرین۔ اسیواسطے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قَالَ اَلْقُوْا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ہی القا کرو۔ یہ انداہ کرم وجوانمردی ہے اور نیز انکے سحر وساحری کو خفیف وحقیر کردیا۔ اگر کہا جاوے کہ انکا فعل تو سحر تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا پھر نبی ہوکر کیونکر انھون نے اس فعل کی اجازت دیدی حالانکہ سحر کرنا حرام یا کفر ہے۔ جواب کئی طور سے دیئے گئے ہین اول آنکہ قولہ القوا کے یہ معنے ہین کہ اگر تم اپنے فعل مین حق طور پر ہو تو کرو ورنہ مت کرو اور حاصل آنکہ اجازت شرطیہ تھی کہ فعل حق ہو تو کرو اگرچہ معلوم تھا کہ وہ سحر کرینگے اور فعل ناحق کرینگے مگر اسکی اجازت نہین دی تھی۔ دوم آنکہ یہ قوم اسی واسطے آئی تھی کہ جو رسّیان وغیرہ لائے ہین وہ میدان مین ڈالین اور ضرور ایسا کرینگے پس اس فعل کے کرنے ونہ کرنے مین ان لوگون نے اجازت نہین چاہی تھی تاکہ اس فعل کی اجازت نہ دیتے بلکہ تقدیم وتاخیر مین اختیار دیا تھا پس ایسی حالت مین انکو خفیف سمجھنے وبے پروائی ظاہر کرنے کے واسطے اور وعدہ الٰہی پر اعتماد کرنے کی وجہ سے اجازت دیدی۔ سوم آنکہ موسیٰ علیہ السلام کو منظور یہ تھا کہ جو سحر باطل وہ لاوین اسکا بے بنیاد ہونا ظاہر ہو اور یہ اسی طور پر ممکن تھا کہ پہلے وہ لوگ سحر کرین تاکہ وہ معجزہ سے باطل کیا جاوے اسیواسطے انکو پہلے القا کی اجازت دیدی اور اسی جواب اخیر کو مفسرؒ نے اختیار کیا اور اسی پر شیخ الحافظ ابن کثیرؒ نے اختصار کیا اور یون کہا ہے کہ واللہ اعلم اسمین حکمت یہ تھی کہ لوگ انکے کرتب کو دیکھین اور اسمین تامل کرین پھر جب انکے باطل فعل سے خوفناک ہون اور اسکو اسقدر بڑا جانیں کہ اسکا مقابلہ دشوار ہے اور انتظار کرین کہ دیکھیے اگر موسیٰ علیہ السلام حق پر ہین تو کیا لاتے ہین تب معجزہ حقہ لایا جاوے کہ خوب دلون مین جم جاوے اور ایسا ہی واقع ہوا چنانچہ فرمایا۔ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ساحرون نے حبال وعصی اپنے پھینکے تھے حبال جمع حبل بمعنے رسّی اور عصی جمع عصا۔ اور اعین جمع عین بمعنے آنکھ۔ اور سحروا اعین الناس کے معنے یہ کہ مسحور کردین لوگون کی آنکھین۔ یعنے پھیر دیا آنکھون کو اپنی حقیقت ادراک سے۔ اور قولہ استرهبوهم۔ یعنے خوفہم حیث خیلوہا حیات تسعی۔ یعنے لوگون کو خوفناک کردیا۔ کیونکہ خیال کرتے تھے وہ ان رسیون وعصاؤن کو چلتے اژدہے یہی مفسرؒ نے ذکر کیا ہے پس حاصل معنے قولہ فلما القوا۔ پھر جب پھینکا ساحرون نے اپنی رسیون اور عصاؤن کو تو سحروا اعین الناس۔ پھیر دیا لوگون کی آنکھون کو یعنے جو کچھ اُنھون نے کیا تھا تخیلی کرشمہ اسکی حقیقت ادراک سے آنکھین پھر گیئین اور آنکھون کی نظر ایسی پھری کہ دیکھکر یہ خیال آنے لگا کہ جو کچھ انھون نے کیا ہے اسکی واقعی خارج مین کچھ حقیقت ہے حالانکہ سوائے صنعت کے اور کچھ نہ تھا صرف خیال ہی خیال تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعى۔ یعنے انکی رسّیان وعصا انکے سحر سے سانپ چلتے خیال مین آتے تھے۔ اور یہی فرق ہے سحر مین جو فعل بشر ہے اور معجزہ مین جو فعل الٰہی ہے کیونکہ سحر سے کسی چیز کی ماہیت نہین بدلتی اور کچھ کی کچھ نہین ہو جاتی ہے بلکہ اسمین صرف یہی ہوتا ہے کہ آنکھین اس شئے کی ادراک حقیقت سے پھر جاتی ہین اور معجزہ مین اس شئے کی ماہیت بدل جاتی ہے جیسے کہ عصائے موسیٰ علیہ السلام درحقیقت اژدہا ہو جاتا تھا۔ قولہ واسترهبوهم قال المبردؒ مین زیادہ ہے اے ارهبوهم۔ رعب وخوف مین ڈالدیا لوگون کو بسبب تخیل مذکور کے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک گونہ جھجھک آگئی کما قال تعالےٰ فاوجس فی نفسه خيفة موسى قلنا لا تخف۔ اور بعض نے کہا کہ خوف موسیٰ علیہ السلام اس سبب سے تھا کہ لوگ ڈر کر بھاگ نہ جاوین کہ اظہار معجزہ رہجاوے۔ اور زجاجؒ نے کہا کہ استرهبوا بمعنے استدعا رهبة الناس ہے باین طور کہ جسوقت اپنی رسّیان وغیرہ پھینکنے لگے تو لوگون سے پکار دیا کہ اے آدمیون ہوشیار ہوجاؤ پس

Marfat.com

یہی انکا استرہاب تھا۔ قال الحافظ وقال السفیان بن عینیہ حدثنا ابو سعید عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ فرمایا کہ ان ساحرون نے موٹی رسیاں اور لانبی لکڑیاں ڈالی تھین پس وہ انکے سحر سے متحرک ہوئین کہ خیال مین یون آتا تھا کہ اژدہے چلتے ہین۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ پندرہ ہزار جادوگر صف باندھ کر کھڑے ہوے تھے ہر ایک کے ساتھ رسی وعصا تھا اور موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون کے ساتھ نکلے اور مجمع مین آکر ایک جانب کو اپنے عصا پر ٹیک دیکر کھڑے ہوگئے اور فرعون نے ایک مقام پر اپنے وزیرون کے ساتھ مجلس بنائی تھی اور اونچے پر اپنے تخت پر بیٹھا تھا پھر ساحرون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ پہلے تم پھینکوگے یا ہم پھینکین تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھین پھینکو پس ساحرون نے پھینکا اور سب سے پہلے انھون نے اپنے جادو سے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی بینائی اُچک لی پھر اسکے بعد لوگون کی بینائیان اُچک لین پھر ہر ساحر نے جو جسکے پاس تھا ڈال دیا پس بڑے بڑے اژدہے نظر آنے لگے اور تمام جنگل بھر گیا اور تلے اوپر رینگتے نظر آتے تھے۔ سدیؒ نے کہا کہ کچھ اوپر تیس ہزار ساحر تھے پھر جب انھون نے پھینکا تو لوگون کی نظرون کو مسحور کردیا اور استرہبوہم اے فرقوہم من الفرق۔ اے لرزادیا اور دل ڈرا دیئے اور ابن جریرؒ نے باسناد جید از قاسم بن ابی بزہ روایت کی کہ فرعون نے قریب ستر ہزار جادوگر کے جمع کیے تھے اور انھون نے اپنے جادو کی رسیان وغیرہ پھینکی تھین جو انکے جادو کی وجہ سے سانپ نظر آتی تھین اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وجاؤ بسحر عظیم اور لائے وہ جادو بڑا۔ یعنے بہت عظیم وکثرت کے ساتھ جادو کی رسیان وغیرہ پھینکین۔ وقال البیضاوی عظیم سے مراد یہ کہ فن جادو مین بڑا تھا اور بعض نے کہا کہ لوگون کی نظر مین بہت بڑا نظر آتا تھا اگرچہ درحقیقت اسکی کچھ ہستی نہ تھی اور یہی قول حسن ہے اور سراج مین کہا کہ یہ واقعہ مقام اسکندریہ مین جو سمندر کے کنارے پر ہے واقع ہوا تھا اور یہی خازن نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے بالجملہ جادوگرون نے یہ کرشمہ پھیلایا کہ سحر کے زور سے وہ تمام رسیان وغیرہ سانپ واژدہے چلتے ورینگتے معلوم ہوتے تھے۔ فی السراج بعض لوگ کہتے ہین کہ ان ساحرون نے ان رسیون کو پارہ سے لبس دیا تھا اور عصاؤن کے اندر بھی پارہ بھرا تھا اور انکو زمین پر ڈالدیا تھا پھر جب آفتاب کی حرارت نے اسمین اثر کیا تو انکو جنبش ہوئی اور آپس مین ایک دوسرے پر لپٹنے لگین اور ہر ایک رسی خود بل کھانے لگی حتی کہ لوگون نے یہ خیال کیا کہ یہ سب سانپ ہین خود بخود حرکت کرتے ہین وقال المترجم یہ قول درحقیقت تحریف اور الحاد وزندقہ ہے اگرچہ فرقہ معتزلہ کی تحریف ہے مگر اس زمانہ مین بھی بعضے ملحد ایسی باتین کہتے ہین اور شاید ان لوگون کو یہ گمان ہے کہ انھین کے مانند بیوقوف لوگ اس مجمع مین جمع تھے جو ان پارہ لگی ہوئی رسیون کو سانپ سمجھنے لگے اور نہایت خوفناک وہراسان ہوئے اور انکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مین جو اژدہا واقعی ہوگیا تھا اور رسیون مین کچھ فرق نہ معلوم ہوا اور اگر عصائے موسیٰ سے حجت مراد لیتا ہے تو یہان مقابلہ کس چیز سے ہوا۔ اور تمام قصہ کو فرضی معنے مین لینا کہ جادوگرون سے باطل دلیلین لانے والے مراد ہین صریح تحریف ہے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کو جھجک ہوئی تو کیا انکی دلیلون سے اور پھر لوگون کو جنکو انکی دلیلون سے عین خوشی تھی کیون خوف ہوا بہرحال ایسے لوگون کے واسطے سوائے اسکے علاج نہین کہ انکے خلل دماغ کی دوا کیجاوے اگر انکا گمان فاسد ہے اور اگر عمداً تحریف کرتا ہے تو دوسری طرح علاج کیا جاوے کیونکہ نظم عربی وکلام عربی مین کوئی عرب والا اسکے یہ معنے نہین کہیگا اور ہرگز کسی طرح درست نہین ہین

پس اہل اسلام مستقیم رہین اور اللہ تعالےٰ ان ملحدون کے مکر وفریب سے محفوظ رکھے۔ پھر جب ساحرون نے یہ سحر پھیلایا تو حکم ہوا

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۚ

اور ہم نے حکم بھیجا   موسیٰ کو   کہ   ڈال اپنا عصا   تب ہی وہ لگا   نگلنے   جو سانگ وہ بناتے تھے

واوحینا الی موسیٰ۔ اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کو۔ یعنے موسیٰ علیہ السلام کسیقدر جھجکے تھے اور حکم الٰہی کے منتظر تھے جبرئیل علیہ السلام نے

[illegible] موسیٰ کو حکم [illegible] عصا ڈالدے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

پس ثابت ہوا حق اور باطل ہو گیا جو کچھ وہ کرتے تھے

فَوَقَعَ الْحَقُّ [illegible] وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [illegible]

[illegible]

فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ ۝

پس مغلوب ہوے اس جگہ اور پھرے ذلیل ہو کر

فَغُلِبُوا هُنَالِكَ [illegible] وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ [illegible]

[illegible]

وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ۝ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝

اور ڈال دیے گئے جادوگر سجدہ میں   بولے کہ ایمان لائے ہم [illegible] عالموں کے رب پر   جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا

وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ [illegible]

[illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible]

[illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible]

[illegible] فرعون [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible]

[illegible]

تاکہ فرعون زیادہ خوار و ذلیل ہو اور جن لوگوں کی جہت سے حضرت موسیٰ کی دل شکنی چاہتا تھا برعکس ہو کر انھیں سے خود ذلیل ہوا۔ اخفشؒ نے کہا کہ جس جلدی سے کہ وہ لوگ سجدہ میں گئے گویا ڈال دیے گئے اوزاعیؒ نے کہا کہ جب ساحر لوگ ایمان لا کر سجدے میں گرے تو جنت کا پردہ اٹھا گیا حتیٰ کہ اپنی آنکھ سے انھوں نے دیکھ لیا۔ اور قاسم بن ابی بزہ نے کہا کہ جنت و دوزخ اور دونوں کے ثواب و عذاب کو دیکھ لیا قَالُوٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بولے کہ ہم ایمان لائے تمام عالموں کے پروردگار پر۔ سراج میں ہے کہ فرعون بولا کہ تم مجھی کو مراد لیتے ہو وہ کہنے لگے کہ نہیں بلکہ رَبِّ مُوْسٰى یعنی موسیٰ علیہ السلام کے پالنے والے کو تو فرعون بولا کہ مجھی کو تو مراد لیتے ہو کیونکہ میں ہی نے موسیٰ کو پالا ہے وہ بولے وَهٰرُوْنَ یعنے موسیٰ و ہارون کے پروردگار پر جب یہ سُنا تو فرعون کا زعم ٹوٹ گیا اور تمام اہل مجمع کو معلوم ہو گیا کہ ساحروں نے پروردگار آسمان و زمین کی توحید پر یقین کیا اور فرعون سے انکار کیا ہے بعض نے کہا کہ ہارون علیہ السلام بڑے تھے مگر موسیٰ کو مقدم اسوجہ سے کیا کہ حق و باطل کی تمیز میں واسطہ وہی تھے اور سورہ طٰہٰ میں ہارون مقدم ہیں پس بعض نے شاید موسیٰ کو مقدم کیا اور بعض نے ہارون کو پس بعض کا فعل مجموع کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے ایمان لا کر پھر سجدہ کرنا چاہیے تھا پس سجدہ مقدم کرنے میں کیا حکمت ہے۔ جواب دیا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے جب انکے دل میں ایمان و معرفت ڈالدی تو اسکے شکریہ میں وہ لوگ سجدے میں گر پڑے پھر اسکے بعد ایمان ظاہر کیا ابن عباسؓ و عبید بن عمیر و ابن جریج و قتادہؒ نے فرمایا کہ ساحروں کا حال عجیب ہے کہ دن کے چڑھتے وقت تو جادوگر کافر تھے اور اسی دن کے آخر میں نیکوکار شہید مرے۔ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو جو اسلام میں پیدا ہوئے اور مسلمانوں میں رہے دیکھتے ہیں کہ ذرا سے مال حقیر پر اپنا ایمان فروخت کرتے پھرتے ہیں اور ان ساحروں کو دیکھو کہ کافر کے یہاں پیدا ہوئے اسیدین بڑے ہوئے اور آخر اپنی جان کو اللہ تعالےٰ کے واسطے قربان کر دیا

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا

بولا فرعون تمنے ان لیا اُسکو ابھی میں نے حکم نہیں دیا تمکو کہ یہ کہ داؤ لائے ہو شہر میں تاکہ نکالدو یہان سے

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

اسکے لوگ سو اب تم جان لوگے میں کاٹونگا تمھارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں پھر سولی پر چڑھاؤنگا تم سب کو

قَالَ فِرْعَوْنُ فرعون نے کہا ان لوگوں سے جو مسلمان ہو گئے۔ اٰمَنْتُمْ۔ اسمیں دو ہمزہ ہیں ءَاٰمَنْتُمْ پس حمزہؒ وغیرہ کی قراۃ میں دونوں باقی ہیں اپنی اصل پر اور باقیوں کے نزدیک سوائے حفص کے دوسرا ہمزہ الف سے بدل ہوا اور حفص کی قراۃ میں بدون ہمزہ ہے اور طبریؒ نے قراۃ ہمزہ اختیار کی ہے۔ یعنے کیا تم ایمان لے آئے۔ بِهٖ موسیٰ علیہ السلام پر قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ۔ پہلے اس سے کہ میں تم کو اس بات کی اجازت دوں۔ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ البتہ یہ جو فعل تم نے کیا یہ ایک مکر تھا جو تم نے شہر میں باندھ رکھا تھا لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا۔ تاکہ شہر سے تم لوگ اسکے بسنے والوں کو نکال دو۔ قال الحافظؒ یعنے آج کے روز موسیٰ علیہ السلام نے جو تم پر غلبہ کیا یہ تمھارے آپس کی مشورت و رضامندی سے تھا جیسے دوسری آیت میں ہے کہ کہا اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ۔ یہ تمھارا اُستاد ہے جسنے تمکو جادو سکھلایا ہے حالانکہ ذرا بھی عقل صافی رکھتا ہو تو جانتا ہے کہ اُسنے اپنے معتمد علیہ بلائے تھے موسیٰ علیہ السلام نے انکی صورت کبھی نہ دیکھی تھی سوائے اسکے جب فرعون اور اُسکے ارکان دولت نے انکو بلا کر جمع کیا ہے اور فرعون اسکو خود بھی جانتا تھا مگر اُسنے ساحروں سے یہ بات جعلسازی و فریب و تلبیس سے اسواسطے بنائی کہ اپنے ارباب دولت و رعیت کے دل میں شک ڈالے اور وہ اسکی طرف سے بد اعتقاد نہو جاویں اور وہ جاہل لوگ اس فریب میں آگئے وقد قال تعالےٰ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ۔ اور ظاہر ہے کہ جس قوم نے اسکے اس قول کی کہ میں ہی تمھارا خالق و مالک و تمام

Marfat.com

قدرت والا ہون۔ تصدیق کرلی اور سچ مان لیا اس قوم سے زیادہ بیوقوف جاہل احمق گمراہ اور کون قوم ہوگی سدّی نے ابن مسعودؓ و ابن عباس وغیرہما رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ مقابلہ واقع ہونے سے پہلے ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے ساحرون کے سردار سے ملاقات ہوئی تھی اور موسیٰ نے کہا کہ بھلا اگر مین تجھے غالب کردون اور جتا دون تو تو اس بات پر ایمان لے آویگا کہ جو مین لایا ہون وہ برحق ہے اور میری باتون کی تصدیق کریگا وہ بولا کہ مین کل کے روز مقابلہ مین ایسا جادو لاؤنگا کہ اسپر غلبہ ہونا کسی جادو کو ممکن نہین ہے اور قسم ہے خدا ے آسمان کی کہ اگر تو مجھپر غالب ہو جاوے تو مین البتہ تجھے جانون اور ضرور مین تجھپر ایمان لاؤن اور گواہی دون کہ تو برحق ہے اور فرعون ان دونون کی طرف دیکھ رہا تھا پس اسیواسطے اُسنے یہان یہ بات بہتان لگانے کا موقع پایا کہ تم نے شہر مین مکر گانٹھا تھا تاکہ شہر والون کو یہان سے نکال دو۔ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ عنقریب تم جانو گے کہ تمھارا کیا انجام ہوتا ہے یہ اسنے تہدید مجمل کی تھی اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ مفصل کہنے لگا لَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ البتہ کٹواؤنگا مین تمھارے ہاتھ و پانون خلاف سے یعنے ہر ایک کا دایان ہاتھ اور بایان پانون کٹواؤنگا پھر البتہ تم سب کو سولی دیدونگا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دایان ہاتھ اور بایان پانون جسنے سب سے پہلے کاٹا اور جسنے سب سے پہلے سولی دی وہ فرعون ہے۔ یعنے اسطرح سزا کو اُسی نے پہلے ایجاد کیا پھر اللہ تعالے نے شرع مین اسکو راہزنون کی سزا مقرر فرمایا کذا فسرہ فی السراج۔ لطائف سے اس مقام پر یہ ہے کہ اوتعالے نے ان ساحرون کو دنیا مین انکے لوث سحر سے پاک کرکے اٹھا لیا اور اب رحمت کاملہ ہے کہ اگر کوئی بندہ مسلمان ہو جاوے تو چاہے کچھ گناہ کرتا رہا ہو وہ اسلام لانے سے عفو ہو جاوینگے پھر بعد اسلام کے جو گناہ کریگا انہین ماخوذ ہوگا اور شرع مین سزاے ساحر یہی مقرر ہے اور بعض نے کہا کہ قتل کیا جاوے اور سورہ بقرہ پارہ اول مین

تحقیق و تفصیل گذری ہے پس ساحرون کے واسطے افضل عبادت بعد ایمان کے یہ تھی کہ فرعون کے ظلم پر ثابت رہے

قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ۚ۝ وَ مَا تَنۡقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتۡنَا ؕ رَبَّنَاۤ

بولے ہمکو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے اور تو ہم سے یہی بیر کرتا ہے کہ ایمان لائے ہم نے اپنے رب کی نشانیان جب ہم تک پہنچین اے رب ہمارے

اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسۡلِمِیۡنَ ۝ ۱۴ ع ۱۸ ۴

دہانے کھولدے ہمپر صبر کے اور ہمکو مار مسلمان

قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ۔ بولے کہ ہم ضرور اپنے پروردگار کی طرف پھر جانے والے ہین بعد موت کے خواہ کسیطرح موت ہو۔ یہ فرعون کو اُسکے دھمکانے کا جواب دیا اور نصیحت آمیز کلمات سے کہا۔ وَ مَا تَنۡقِمُ مِنَّاۤ۔ اور نہین انکار کرتا ہے تو اے فرعون ہم سے یعنے نہین ہمپر عیب لگاتا ہے تو۔ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتۡنَا۔ مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اپنے پروردگار کی آیات پر جبکہ آیات ہمارے پاس آئین۔ حاصل آنکہ یہ بات جسپر تو ہمکو دھمکاتا ہے اور عذاب کرنا چاہتا ہے یہی ہے کہ ہم اپنے پروردگار کی آیتون پر ایمان لے آئے حالانکہ یہ بات اکرام و بزرگی کے قابل تھی نہ آنکہ عذاب و دشمنی کے قابل پھر وہ لوگ اپنے پروردگار کی جناب مین گڑگڑائے۔ رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا اے پروردگار ہمارے بہادے ہمپر صبر کو یعنے اسوقت کہ جب وہ فعل واقع ہو جس سے فرعون نے ہمکو وعید کی ہے یعنے جسوقت ہمارے ہاتھ پانون کاٹے جاوین اور سولی دیجاوے اسوقت ہمپر صبر بہادے تاکہ ہم صابر رہین اور کافر نہو جاوین۔ وَّ تَوَفَّنَا مُسۡلِمِیۡنَ۔ اور وفات دے ہمکو اس حال مین کہ ہم مسلمان ہون بعض نے کہا کہ فرعون انکے قتل پر قادر نہین ہوا لقولہ تعالے اَنۡتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَکُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ۔ اور طیبی ؒ نے کہا کہ فرعون نے انکو جیسا کہا تھا اُسی عذاب سے شہید کیا اور یہی صحیح ہے اور حضرت ابن عباس وغیرہ سے جو مروی ہوا کہ دن کی ابتدا

Marfat.com

مین جادو کرتے تھے اور آخر دن مین شہید مرے۔ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ قال فی السراج اس آیت مین چند فوائد ہین۔ اول آنکہ افرغ علینا
صبرا بہ نسبت۔ انزل علینا کے زیادہ بلیغ ہے اسواسطے کہ افراغ یہ ہے کہ جو کچھ برتن مین ہو سب بہا دیا جاوے پس گویا انھون نے پورا صبر انکا
دوم صبر الصیغۃ تنکیر مین کمال درجہ کا صبر مقصود ہے اے صبرًا کاملا۔ سوم صبر کا فعل انکی جانب سے ہے اور انھین کا عمل ہے مگر انھون نے
اسکو اللہ تعالے سے مانگا تو صریح دلالت ہے کہ بندہ کا فعل اسکو حاصل نہین ہوتا مگر اسی طور پر کہ اللہ تعالے اسکے قصد پر پیدا فرما دیتا ہے اور
یہی اہلسنت کا مذہب ہے۔ چہارم آنکہ بیضاویؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اسلام و ایمان ایک ہی چیز ہے کیونکہ انھون نے اولاً آمنا بآیات
ربنا کہا پھر ثانیا کہا کہ توفنا مسلمین پس وہ ایمان یہی اسلام ہے۔ قال المترجم یہی قول ابو حنیفہؒ ہے اور فرق کرنا نزاع لفظی ہے فافہم۔ ف
فی العرائس فی قصۃ موسیٰ۔ قولہ تعالے حکایۃ عن کلیمہ موسی علیہ السلام حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق۔ جب حجت موسی علیہ السلام
غالب ہوئی از انبساط کے مرتبہ مین گفتگو کی اور ہیبت کا لفظ کہا اور حقیت کا دعوی کیا کیونکہ وہ مقام قرب و مشاہدہ مین تھے پس آگاہ کیا کہ مین
حق بات سے حق کے واسطے حق مین حق کے ساتھ کلام کرتا ہون کیونکہ کلام حق تھا جو زبان موسی علیہ السلام سے صادر تھا کیونکہ صدور افعال
اہل حق کا بقوت الٰہیہ ہے اور کوئی کلام نہین کیا مگر وہی جو سزاوار بجناب حق عزوجل ہوا اور جو شخص کہ مقام حقیقت مین پہونچا اس سے حق کے
واسطے حق کا ظہور ہوتا ہے پس اسکی حرکت و سکون و بات چیت و خاموشی قائم بحق بوصف مشاہدہ ہے نہ بوصف غلبت۔ ابن عطاءؒ نے کہا کہ جبکہ
تحقق بحق ہوا وہ حق تعالے کی شان مین نہین کہتا مگر وہی جو لائق بحق ہو۔ خرازؒ نے کہا کہ اللہ تعالے کی طرف واصل ہونے والون کی راہ یہ ہے
کہ بات نہین کرتا مگر بحق اور نہین سنتا مگر از حق۔ اور نطق نہین کرتا مگر بحق کیونکہ حقایق حق جب متحققین پر مستولی ہوتے ہین تو ماسوائے حق کے سب ان
لوگون سے ساقط کر دیتے ہین اور ان درجات مین سے کوئی کسی درجہ کو نہین پہونچتا یہانتک کہ حق اسکے تمام اوقات کو مستولی ہو وے پس وہ اس حال سے
باقی رہجاتا ہے کہ اسکے واسطے خود کوئی وقت نہین اور ایسے حال مین کوئی حال نہین ہوتا واللہ اعلم۔ استادؒ نے کہا کہ جو شخص ایسا ہو کہ نہین صحیح ہے
اس سے یہ کہ حق تعالے کی شان مین کچھ کہے سوائے حق کے اور وہ موجود ازلی مین محو ہے تو حقائق جمع مین پھر کونسے آثار تفرقہ مین کوئی اثر باقی رہا۔ قال تعالے
فالقی عصاہ فاذاہی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذاہی بیضاء للناظرین۔ ع۔ فات فعل سے ظہور آثار الٰہی ہوا اس عصا پر اور ید اسکے قلب کے اسکو
لباس عظمت پہنایا اسواسطے کہ کفار خوفناک ہون اور ساحر بھاگ جاوین اور انکے خیالات مین فساد ڈالنے والی باتون کو کھا جاوے (یعنے جل جانے کے ۱۲) اور نور صفت
کے ساتھ دست موسیٰ سے ظہور ہوا تاکہ یقین و ایمان کی آنکھین اسکے انوار صفت سے کھلین جس وقت کہ برہان ظاہر ہو کیونکہ جمادات محل تصرف
فعل عام کے از راہ اس امر کے ہین جو انمین قائم ہے اور حیوانات محل تصرف فعل خاص ہین جو قائم بصفت ہے کیونکہ وہ معدن ارواح طباعیہ
ہین اور انسان محل تصرف صفت ہین جو قائم بذات ازلی ہے کیونکہ وہ عرش سے تحت الثری تک جملہ مواضع اور محال مین سے افضل و اشرف ہے
اسلیے کہ وہ محل عقل قدسی و قلب ملکوتی اور روح قدسیہ ہے پس عصا سے ظہور بفعل ہوا واسطے عموم کے اور موسیٰ سے ظہور بصفت ہوا بسبب
خصوص کے اور او تعالے کی قدرت مین ظہور معجزہ موسی علیہ السلام ہوا کیونکہ عصا کا انقلاب بسوئے اژدر یعنے اژدہا ہو جانا بغیر اختیار موسی علیہ السلام
ہوا اور دست نورانی یعنے ید بیضاء کا اخراج بھی یون ہی بغیر اختیار ہوا اور یہ امر انکے معجزے مین زیادہ تر صدق کے واسطے داعی تھا کہ انمین سے
کسی بات مین انکو اختیار نتھا۔ قولہ تعالے وانکم لمن المقربین۔ اللہ تعالے نے اپنے اولیاء کو اعداء کا لباس پہنایا تھا اسمین انکا خود امتحان تھا اور
غیرون کا بھی امتحان تھا پس قہر کے ساتھ انکو لطف کی طرف ارشاد فرمایا اسواسطے کہ اصل انمین وہ اصطفائیت تھی جو ازل مین انکے واسطے
سابق ہو چکی تھی مگر وہ لوگ بسبب پردہ قہر کے میدان امتحان مین دیدار لطف سے محجوب تھے پھر جب سحر کے ارادہ مین فرعون سے تقرب چاہنے آئے

Marfat.com

بمقتضائے طبیعت آور حال یہ کہ ازل مین دیدار حق سے انکا تقرب مقدر ہوچکا تھا تو اللہ تعالے نے دشمن کی زبان سے انکے واسطے جو سابق انعام مقدر تھا وہ کہلوایا یعنے بقولہ نعم وانکم لمن المقربین۔ اس خبر کا صادر فرمانے والا اور پیدا کرنے والا بزبان فرعون مردود درحقیقت اللہ تعالے ہے اگرچہ انکو بمقام خطاب سے اسوقت کچھ معرفت نہ تھی ولیکن موافق عنایت ازلی کے انپر خبر غیب جاری ہوئی اور فرعون تو درمیان مین اس خبر کا فقط واسطہ تھا اور حقیقی خطاب از جانب حق تعالے شانہ تھا بعض مشائخ نے کہا کہ فرعون نے ساحرون کو اپنے تقرب کی دعوت کی اور ازل مین انکے واسطے جناب حق عزوجل سے قرب جاری ہوچکا تھا فرعون نے کہا کہ البتہ تم میرے مقربین سے ہو۔ اور عنایت ازلی نے اُن کو بندگان ابرار واخیار کی نزدیکی سے سرفراز کیا اور بدبخت واشقیار کے قرب سے دور رکھا۔ قولہ تعالے فوقع الحق وبطل ماکانوا یعملون سحر حقیقی تو عالم فعل سے بواسطہ کسب بشری ہوتا ہے اور معجزہ عالم قدرت قدیمہ سے ہے لہذا جب ظہور صفت ہوا واسکا آفتاب نکلا تو معالم اکتساب پارہ پارہ ہوگئے اور تاثیر فعلیت سب نابود ہوگئی سوسیؒ نے فرمایا کہ حق عزوجل نے ایک لطیفہ اپنی صنعت کا ایک لکڑی مین ظاہر فرمایا جس سے تمام ساحر عاجز ہوگئے اور وہی انکے نجات کا واسطہ کردیا۔ فقال وقع الحق یعنے ایک جماد مین ظہور قدرت حق ہوا۔ وبطل ماکانوا یعملون فعل سحر وباطیل سب نابود ہوے۔ اور جب قہر قدم بلباس عظمت عصائے موسی علیہ السلام سے ظاہر ہوا تو اسکی عظمت کے حضور مین ٹھہرے اور اسکے سطوات سے اُلٹے پاؤن بھاگے۔ کاش اگر ٹھہرتے اور لباس عظمت مین جلال کا مشاہدہ کرتے جسکے عصا سے تجلی ظاہر تھی حتی کہ انکا حال بھی ساحرون کے مانند ہوجاتا لیکن کہان ٹھہر سکتے تھے کہ قبولیت سے محروم تھے اضلال ازل کے سمندر مین ڈوب گئے اور چہرہ جلال قدم سے کشف نور سے جو توفیق ساحرون کو نصیب ہوئی اس سے یہ لوگ فرعونی محروم رہے حالانکہ ساحرون نے بلاحجاب دیکھا اور اسکے عشق ومحبت مین بصد یقین وشوق گر پڑے کہ مشاہدہ نصیب ہوا اور جو ہوا اسکا شکریہ ہے چنانچہ اوتعالے عزوجل نے آگاہ فرمایا بقولہ فغلبوا ہنالک وانقلبوا صاغرین یعنے مردودین ازلی فرعونیہ کا یہ حال ہوا اور۔ والقی السحرۃ ساجدین ہم نے تصدیق کرلی جو ہمکو زبان موسیٰؑ وہارون سے خبر پہونچی اور بالمشاہدہ ہم نے اسکو معائنہ کیا حتی کہ اب ہمارے نفوس کو بمقتضائے طبیعت انسانیہ وخطرات شیطانیہ کوئی معارضہ نہین رہا۔ واسطیؒ نے کہا کہ سابق ازل مین جو سعادت انکے لیے مقدر ہوئی تھی وہ انکو پہونچی اور ہاتھ پکڑلیا پس انھون نے سجود ظاہر کیا جعفرؓ نے فرمایا کہ ہوائے عنایت قدیمہ سے خوشبو پائی پس شکریہ سجدہ سے التجا کی اور کہا کہ آمنا برب العالمین۔ ابوسعید قرشیؒ نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے فرعون کے ساتھ اُسکی طول عمر تک منازعہ کیا حالانکہ اوتعالے نے مقدر فرمایا تھا کہ وہ مسلمانون مین سے نہین ہے لیکن منازعت مذکورہ ساحرون کی نجات کا باعث ہوئی کہ بولے آمنا برب العالمین رب موسی وہارون پھر فرعون نے انکو تہدید کی۔ کما حکاہ اللہ تعالے لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لاصلبنکم اجمعین۔ اور فرعون نے نہ پہچانا کہ جس پاک پروردگار نے انکو امتحان مین ڈالا اسی کے دیدار جمال مین وہ غرق ہورہے ہین اور یہ نہوتا تو کبھی نہ کہتے کہ لن نؤثرک علی ماجاءنا من البینات والذی فطرنا فاقض ما انت قاض۔ شیخ سمنونؒ نے کہا کہ جسم کا یہ حال ہے کہ مشاہدہ کی حالت مین وہ ایسی بلاؤن ومشقتون کو اٹھالیتا ہے جنکو حالت غیبت مین جسم برداشت نہین کرسکتا۔ کیا تو نہین دیکھتا کہ فرعون نے ساحرون کو بعد انکے مومن پاکیزہ ہوجانے کے کتنی تہدید کی مگر اُنھون نے کچھ پروا نہ فرمائی اور یون کہا کہ۔ انا الی ربنا منقلبون۔ یعنے فرعون کو جواب دیا کہ ہم لوگ شوق ومحبت کے ساتھ اپنے پروردگار کے مشاہدہ کو جاتے ہین ہم دنیا بھر کی بلاؤن سے نہین ڈرتے ہین کیونکہ جسنے اسکو معائنہ کیا اُسمین بلاؤن کا دکھ کچھ اثر نہین کرتا اور جسبلا مین ڈالا ہے اُسے دیدار سے محجوب نہین کرتا ہے قلت الاتری الے الذین جاہدوا فی اللہ واحتملوا من الجراحات مالا یحتملہا غیرہم پھر واضح ہو کہ فرعون نے بعد اس واقعہ کے حضرت موسی علیہ السلام سے کچھ تعرض نہین کیا کیونکہ وہ جب موسی علیہ السلام کو دیکھتا تو اسپر سخت

Marfat.com

خوف غالب ہوتا تھا مگر اسکی قوم کو یہ بات نہیں معلوم تھی لہذا انھوں نے مطالبہ کیا۔ کما حکی اللہ تعالےٰ

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ

اور بولے سردار قوم فرعون کے کیوں چھوڑتا ہے موسیٰ کو اور اسکی قوم کو کہ دھوم اٹھاویں ملک میں اور موقوف کرے تجھکو اور تیرے بتوں کو

قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ۝

بولا اب ہم ماریںگے انکے بیٹے اور جیتی رکھینگے انکی عورتیں اور انپر ہم زبردست ہیں

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ۔ یعنے اور کہا قوم فرعون کے اشراف لوگوں نے فرعون سے۔ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ کیا تو چھوڑتا ہے موسیٰ اور اسکی قوم کو یعنے بنی اسرائیل کو تاکہ فساد کریں زمین میں یعنے ملک مصر میں۔ مراد ان بدبختوں کی فساد سے یہ تھی کہ بنی اسرائیل لوگوں کو بت پرستی سے منع کرتے تھے چنانچہ کہا کہ۔ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ اور چھوڑے تجھکو اور تیرے آلہہ کو۔ واضح ہو کہ فرعون خود الوہیت کا دعی تھا کما حکاہ اللہ تعالےٰ اعلمت لکم من الٰہ غیری۔ یعنے اپنے سوائے میں تمھارا کوئی الٰہ نہیں جانتا ہوں۔ اور قولہ انا ربکم الاعلیٰ میں ہی تمھارا بڑا خدا ہوں۔ پھر یہاں آلہتک کے کیا معنے ہیں تو بعض نے کہا کہ آلہتک ای عبادتک۔ اور واو حالیہ ہے یعنے اتذرہ وقومہ یفسدون فی الارض قد ترک عبادتک۔ اور یہی اُبی بن کعبؓ کی قراءۃ سے ظاہر ہے کہ پڑھا وقد ترکوک ان یعبدوا آلہتک۔ اسکو ابن جریرؒ نے حکایت کیا۔ اور ابن عباسؓ و مجاہدؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ انھوں نے آلاہتک پڑھا یعنے تیری عبادت کو۔ اور بعض نے واو عاطفہ قرار دیا اور یذرک عطف ہے لیفسدوا۔ پر اور نصب ہے اور یہی قراءۃ جمہور ہے اور تاویل یا تو وہی ہے جو مذکور ہوئی اور عطف تفسیری ہے اور زجاج وغیرہ نے کہا کہ فرعون کے آلہہ اس معنے کر نہیں کہ وہ خود انکی عبادت کرتا تھا بلکہ با این معنے کر اسنے قوم کے واسطے مقرر کر دیے تھے پس فرعون کی طرف تقرب کے واسطے قوم والے انکو پوجتے تھے اور اسیواسطے اسنے اپنے آپ کو بڑا خدا کہا تھا۔ یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور سدیؒ نے کہا کہ باوجود دعویٰ الوہیت کے فرعون کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی خوبصورت گائے دیکھتا تو لوگوں کو اسکی پرستش کا حکم دیتا تھا اور سراج میں نقل کیا ہے کہ خود فرعون کی بھی ایک خوبصورت گائے تھی جسکی پرستش کرتا تھا اور اس قول کو ابن عباسؓ کی طرف نسبت کیا اور کہا کہ سدیؒ نے فرمایا کہ قوم کے واسطے اُسنے بُت بنوائے تھے جنکی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔ رازی وغیرہ نے لکھا کہ اقرب یہ ہے کہ فرعون دہریہ تھا صانع قدیم کے وجود سے منکر تھا اور اس عالم سفلی کا مدبر ستاروں کو قرار دیتا تھا اور انھیں کی صورت پر بت بنائے تھے جنکی عبادت کراتا تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ زمین میں مخدوم مطاع میں ہوں اسیواسطے قوم سے کہتا کہ میں تمھارا بڑا خدا ہوں و ذکرہ الخطیب فی السراج وقال اور یہ اسوجہ سے ہے کہ قول فرعون کے یہ معنے لینا بعید ہیں کہ وہ اپنے آپ کو آسمان و زمین کا خالق سمجھتا تھا کیونکہ ذرا بھی عقل ہو تو وہ ایسا نہیں سمجھیگا پس وہ انھیں چھوٹے بتوں کی نسبت کر کے اپنے آپ کو بڑا خدا کہتا تھا اور اپنے آپ سے بڑھکر اس عالم سفلی میں کسی کو نہیں مانتا تھا اور آسمان وغیرہ کا مدبر اور کسی کو مانتا ہوگا کیونکہ دہریہ تو صانع کے وجود سے منکر ہیں اور بخت و اتفاق کے قائل ہیں۔ بالجملہ دو قول یہاں اقرب ہیں اول آنکہ آلہتک کے معنے یہ کہ تیری عبادت کو۔ اور دوم آنکہ تیرے بنائے ہوئے معنے مقرر کیے ہوئے بتوں کو چھوڑے۔ اور استفہام انکاری ہے حاصل معنے یہ کہ تو موسیٰ و اسکی قوم کو مت چھوڑ کہ ملک مصر میں تیرے خلاف لوگوں کو بہکا دیں اور فساد کریں اور تجھکو الٰہ سمجھنے سے اور تیری عبادت سے منہ موڑیں یا تجھکو اور تیرے مقرر کیے ہوئے آلہہ کو چھوڑیں۔ قَالَ سَنُقَتِّلُ۔ بتشدید اکثر کی قراءۃ ہے اور ثلاثی مجرد سے ابن کثیر و نافع کی قراءۃ ہے۔ یعنے فرعون نے قوم والوں کی درخواست قبول کی اور کہا کہ عنقریب ہم قتل کرینگے یا پارہ پارہ کرینگے۔ أَبْنَاءَهُمْ۔ انکے لڑکوں کو جو پیدا ہوں۔ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ اور جناب میں رکھینگے یعنی زندہ باقی رکھینگے انکی عورتوں کو

خواہ بڑی ہون یا بچہ ہون یا پیدا ہون جیسے ہم موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے کرتے تھے۔ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ۔ اور ہم اُنسے فوق وبالا منزلت قاہر وغالب ہین یعنے ہم اُنپر غالب اور وہ ہر طرح مغلوب ہین چنانچہ ہم جو چاہین وہ کرین جیسے پہلے کرتے تھے۔ بدبخت نے یہ نہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو نہ چھوڑونگا کیونکہ سخت خوفناک تھا اور جانتا تھا کہ مین اسپر قابو نہ پاؤنگا اور تاکہ لوگون کو وہم نہو کہ موسیٰ علیہ السلام یہ وہی لڑکا ہے جسکی نجومیون وکاہنون نے خبر دی تھی کہ پیدا ہو کر تیرے ملک وسلطنت کی بربادی کا باعث ہوگا اور تاکہ بنی اسرائیل مین جماعت زیادہ نہونے پائے کہ میرے لشکر کا مقابلہ کرین اور چونکہ اس مدت تک سلطنت پر رہا تو شاید اگر وہ لڑکا کوئی اور ہو تو زندہ نہ رہنے پاوے اور تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے غلبہ کا اثر لوگون کے دلون سے دور ہو اور یہ نجانا کہ اب عنقریب غضب الٰہی مین گرفتار ہوا چاہتا ہے بالجملہ اسنے بنی اسرائیل کے ساتھ پھر یہی کرنا شروع کیا کہ لڑکے مار ڈالتا اور لڑکیان چھوڑ دیتا پس بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ مدد مانگو اللہ تعالےٰ سے اور ثابت رہو زمین ہے اللہ تعالیٰ کی اسکا وارث کرے جسکو چاہے اپنے بندون مین سے

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ

اور آخر بھلا ہے ڈر والون کا بولے ہمپر تکلیفین رہی تیرے آنے سے پہلے اور جب تو ہم مین آچکا کہا نزدیک ہے کہ رب تمہارا

اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۵ ع ۳ ۵

کھپاوے تمہارے دشمن کو اور نائب کرے تمکو ملک مین پھر دیکھے تم کیسا کام کرتے ہو

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ۔ کہا موسیٰ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے۔ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا۔ استعانت مانگو اللہ تعالےٰ سے۔ فرعون واسکی قوم پر اس بلا مین جو تمپر نازل ہوئی کہ اللہ تعالےٰ ہی تمہارا کافی ہے اور صبر کرو اس مصیبت پر جو تم کو پہونچی کہ تمہارے فرزند قتل ہوتے ہین اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ۔ البتہ ملک اللہ تعالےٰ ہی کا ہے یا ملک مصر کیونکہ اسی کے حاکم سے یہ اذیت پہونچی۔ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ وارث کرتا ہے زمین کا جسکو چاہتا ہے اپنے بندون مین سے۔ اس مین انکو تسلی دی اور ثابت قدمی دلائی اور اللہ تعالےٰ سے استعانت پر آمادہ کیا۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ اور عاقبت متقیون کے لیے ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انجام کار وہی عاقبت ہے وہ تو سب کے لیے ہوتی ہے۔ جواب یہ کہ عاقبت نیک مراد ہے یعنے نیک انجام پرہیزگارون کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انکے واسطے بھلائی کا وعدہ دیا اور آخرت مین بھی نیک وعدہ ہے اور اسمین بنو اسرائیل کو وعدہ یاد دلایا کہ جو اُنسے کیا تھا کہ قبطی ہلاک ہونگے اور بنو اسرائیل کو اللہ تعالےٰ ملک مصر وغیرہ کا وارث کریگا۔ قَالُوْٓا۔ بنو اسرائیل نے کہا کہ۔ اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا۔ ہم کو ایذا دیگئی پہلے اُس سے کہ تو ہمارے پاس آوے۔ وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا۔ اور بعد اسکے کہ تو ہمارے پاس آگیا۔ یعنے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے آنے کے بعد ہم کو دونون وقت ایذا پہونچی۔ معالم وغیرہ مین ہے کہ قبل حضرت موسیٰ کے فرعون بنو اسرائیل سے جزیہ لیتا اور دوپہر تک سخت کام لیتا اور لڑکے مار ڈالتا اور لڑکیان چھوڑ دیتا اور رفاہ وتنعم سے مانع ہوتا پھر جب موسیٰ آئے اور ماجرائے مذکور گذرا تو پھر اُسنے زیادہ تشدد کیا اور بغیر مزدوری کے دن بھر محنت لیتا پس یہی بنو اسرائیل نے شکایت کی۔ اگر کہا جاوے کہ ظاہر کلام سے وہم ہوتا ہے کہ انکو موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے کراہیت ہوئی اور یہ کفر ہے تو جواب دیا گیا کہ نہین بلکہ بات یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے انکو مشقت زائل ہونے بلکہ بادشاہت ہونے کا وعدہ دیا تھا پس وہ سمجھے کہ فی الفور ایسا ہوگا۔ پھر جب مشقت بڑھ گئی تو اُنھون نے پوچھا کہ یہ کب ہوگا اور حق یہ ہے کہ بدون کراہت کے فقط بامید خلاص یہ

معاملہ بیان کیا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو جواب دیا اور آگاہ کیا کہ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ
کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہ قریب اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کرے یعنے فرعون و اُسکی قوم کو اور تمکو زمین مین خلیفہ کرے۔
قال البیضاویؒ اسمین مصرح کر دیا جو پہلے بطور کنایہ کے بیان کیا تھا بقولہ والعاقبۃ للمتقین۔ کیونکہ دیکھا کہ بنو اسرائیل نے وعدہ کنایہ پر
تسلی نہین پائی ہے۔ شاید لفظ عسیٰ جو طمع و امید کے واسطے ہے اسواسطے بیان کیا کہ ایک تو ادب ہے اور دوسرے یقین نہین کہ خاصکر یہی موجود
لوگ حاکم ہونگے یا انکی اولاد وارث ہوگی۔ اور مروی ہے کہ مصر کا ملک بنو اسرائیل نے زمانہ داؤد علیہ السلام مین فتح کیا ہے۔ فَيَنْظُرَ كَيْفَ
تَعْمَلُوْنَ۔ پھر دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ اسمین انکو سطوات الٰہی سے دھمکایا اور معنے یہ ہین کہ تمہارے ساتھ وہ معاملہ کرے جو امتحان لینے
والا کرتا ہے حالانکہ او تعالےٰ علم قدیم مین جانتا ہے کہ جو کچھ تم کروگے۔ ولیکن عادت الٰہی عزوجل جسطرح جاری ہے تمہارے ساتھ یون معاملہ ہوگا
تاکہ تمپر حجت قائم ہوجاوے۔ واضح ہو کہ قرآن مجید مین ایک حالت معانی کی ظاہر ہے اور بہت سے اشارات و دلالات مبطون ہین کہ علماء راسخین
و اہل کمال انسے بتوفیق الٰہی واقف ہوتے ہین اور محققین نے اتفاق کیا ہے کہ قولہ لارطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ بلا تاویل ہے اور جملہ علوم
اعجاز تمام اس قرآن مجید مین موجود ہین مگر ہر شخص اسیقدر پر واقف ہوتا ہے جتنا ظاہر ہے اور علماء راسخین دیگر اسرار سے آگاہ ہوجاتے ہین
اور منجملہ ان اسرار کے ایک عجیب وہ ہے جو یہان ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا کہ ہمین اہلبیت پر شروع ہوا اور ہمین پر خاتمہ ہوگا اور ضرور ہے
کہ بنو ہاشم کی سلطنت و دولت واقع ہو پس دیکھتے رہو کہ بنی ہاشم مین سے کن لوگون مین ہوتی ہے اور انھین کے حق مین نازل ہوا ہے قولہ عسیٰ ربکم
ان یہلک عدوکم ویستخلفکم من بعدہ الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم ولیکن اسکی اسناد سے آگاہی نہین ہے اور یہ اشکال کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل
سے کہا ہے پھر بنی ہاشم کے حق مین کیونکر نازل ہوئی اسکے دفع کی طرف مترجم نے اشارہ کر دیا کہ مراد بطریق دلالت و اشارت ہے نہ بطریق
صراحت فافہم اور مؤید اس روایت کی ہے جو سراج مین لایا کہ منصور جو خلفاء عباسیہ مین سے ہے اسکے خلیفہ ہونے سے پہلے عمرو بن عبید رحمہ اللہ
اسکے پاس گئے تو منصور کے دسترخوان پر ایک روٹی یا دو روٹیان تھین پس اُسنے تلاش کیا کہ عمرو کے واسطے کچھ اور بھی مل سکتی ہے مگر گھر مین نہ نکلی پس
عمرو بن عبید نے یہی آیت پڑھی۔ عسیٰ ربکم ان یہلک الآیۃ۔ پھر جب وہ خلیفہ ہوچکا تو ایک روز اسکے پاس گئے پس منصور نے بر سبیل تذکرہ انکا آیت کا
پڑھنا یاد دلایا تو عمرو بن عبیدؒ نے فرمایا کہ ہان ولیکن یہ باقی رہا کہ فینظر کیف تعملون۔ یعنے اب تمہارے اعمال دیکھے جاوین کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔
اور روے زمین مین عدل کرتے ہو یا جور و ظلم کرتے ہو۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ قال موسیٰ لقومہ استعینوا باللہ واصبروا۔ اے بندہ خدا تو
اس آیت مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ ادب کو دیکھ کہ راہ الٰہی مین کس ادب کے ساتھ اپنی مجبوری ظاہر کی۔ اور قوم کو اللہ تعالےٰ کی
جناب مین التجا کرنے اور اسی پاک پروردگار سے استعانت چاہنے و اسی سے فریاد کرنے کا حکم دیا اور صبر کی مشقت اٹھانے اور بلا مین رضامندی حاصل
کرنے کی تاکید کی اور انکو آگاہ کیا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین صبر اُٹھاتا ہے وہ تمام مراد پر مظفر و منصور ہوتا ہے اور زمین پر اسکا خلیفہ ہوتا
ہے۔ ابو عثمانؒ نے کہا کہ جو شخص اپنے معاملات مین اللہ تعالےٰ سے استعانت چاہتا ہے اور جو راہ استعانت مین لاحق ہو اُسپر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ
کی طرف سے اسکو کشود کار حاصل ہوتی ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حکایت فرمایا کہ استعینوا باللہ واصبروا۔ سہلؒ نے کہا کہ امر الٰہی مین اللہ تعالےٰ
ہی سے استغاثہ کرنے کا حکم دیے گئے۔ اور ادب یہ ہے کہ صبر کرین پھر جب صبر و استعانت کا حکم دیا تو بنی اسرائیل نے دشمنون کی اذیت سے
شکوہ کیا بقولہ قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے انکو جواب دیا بقولہ قال عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم و
یستخلفکم فی الارض۔ اشارہ ہے کہ اگر نفوس کی مخالفت پر صبر کرے اور شہوات کو دفع کرتا ہے اور دنیاوی حظوظ کو چھوڑ دے تو اللہ تعالےٰ

تمھارے دلون سے غبار ہواجس نفسانیہ کو دور کرکے مشاہدہ کے واسطے پاک فرماویگا اور اپنے ملک وزمین مین تمکو خلیفہ بنادیگا بعض نے کہا کہ سب سے بڑھکر تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہے پس اگر استعانت اور صبر کرے تو قریب ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکے ہواجس کو تجھ سے دفع کرے اور اس کی بیہودہ خواہشین دور رکھے اور تجھکو اپنے جوارح پر قابو دیدے اور تیرے قلب کو انپر امیر وحاکم کردے پس تیرے نفس کو مع اسکی مقتضیات کے مقہور کرے اور تجھکو غالب کرے پھر دیکھے کہ تو کیسے عمل کرتا ہے اور جو تجھپر نعمتین فرمائین اسکا شکر تو کیونکر ادا کرتا ہے۔ قال المترجم تمام قصہ آگے ہے اسمین یون غور کرو پھر اللہ عزوجل نے قوم فرعون وانکی سہادی ہلاکت کو شروع فرمایا بقولہ

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ

اور ہمنے پکڑا فرعون والون کو قحطون مین اور میوون کے نقصان مین شاید وہ دھیان کرین پھر جب پہونچی انکو

الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

بھلائی بولے یہ ہمارے واسطے اور اگر پہونچی انکو کوئی برائی توشومی بتاتے موسےٰ کو اور اُسکے ساتھ والون کو سن لو شومی انکی اللہ تعالےٰ ہی پاس ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ولیکن اکثر لوگ نہین جانتے ہین

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ۔ لام قسم مع حرف قد ہے اور قریب ہے کہ بدون قد کے مستعمل نپایا جاوے اے واللہ لقد اخذنا۔ اور لام قسم سے جملہ کا مصدر ہونا اس امر کا اظہار ہے کہ اس بیان پر توجہ ضروری ہے اور معنے یہ کہ البتہ ہم نے امتحان مین ڈالا اور مبتلا کیا۔ اٰلَ فِرْعَوْنَ یعنے فرعون واسکی قوم کو۔ بِالسِّنِيْنَ۔ قحط مین سنین جمع سنہ اور وہ اہل لغت کے نزدیک قحط کے معنے مین معروف ہے اور ہرچند عام معنے سال تھا۔ ولیکن غالب استعمال اسکا سال قحط کے واسطے ہوگیا بسبب آنکہ کثرت سے اسکا مذکور ہوتا ہے اور مورخین لکھتے ہین پھر اس سے اشتقاق بھی آیا چنانچہ بولتے ہین کہ اسنت القوم یعنے قحط مین مبتلا ہوے اور سنین اے سنۃ بعد سنۃ یعنے سال کے بعد سال پے درپے کرکے قحط مین مبتلا کیا کما فی الحدیث اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسفؑ۔ یعنے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ مین پے درپے قحط پڑا تھا سات برس تک ویسے ہی قریش پر پڑے۔ حاصل آنکہ ہمنے آل فرعون کو پے درپے کئی سال تک قحط مین مبتلا کیا۔ اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ سنین یعنے جوع یعنے بھوک ہے اور مجاہدؒ سے روایت ہے سنین یعنے جوائح ہے جمع جائحہ یعنے شدت فقر ومحتاجی۔ اور مراد سب اقوال مین وہی قحط ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جب آل فرعون کو سنین مین مبتلا کیا تو انکی جو چیز زراعت ونبات سے تھی وہ خشک ہوگئی اور انکے مواشی مرگئے اور وہ کھاگئے یہانتک کہ دریاے نیل بھی خشک ہوگیا اور قبطی لوگ جمع ہوکر فرعون پاس آئے اور کہا کہ اگر تو ہی رب ہے جیسا کہ وہ زعم کرتا تھا تو ہمارے واسطے دریاے نیل مین پانی جاری کردے تو کہنے لگا کہ صبح کو اسمین پانی آجائیگا پھر جب لوگ اسکے پاس سے چلے گئے تو دل مین کہنے لگا کہ اگر مین نے انکے واسطے یہ نہ کیا تو پھر کیا کیا کہ مین دریاے نیل مین پانی جاری کرنے پر قادر نہ ٹھہرا اور اگر صبح اسمین پانی جاری نہوا تو میری تکذیب کرینگے پس جب آدھی رات ہوئی تو نہاکر بالون کی کملی اوڑھکر دریاے نیل پر گیا اور کہا کہ اے پروردگار تو جانتا ہے کہ مین یہ جانتا ہون کہ تو دریاے نیل مین پانی جاری کرسکتا ہے اور مین نہین جاری کرسکتا ہون تو اسکو پانی سے بھردے پس اسوقت خبردار ہوا کہ پانی کی رو اسکے قریب پہونچی پس نکلکر چلا آیا اور نیل مین زور سے دھارا روان تھا اور یہ اسوجہ سے تھا کہ اللہ تعالےٰ نے انکے ہلاک کرنے کی مشیت لکھی تھی قال المترجم یہ روایت مؤلف فتح البیان نے نقل کی ہے اور عادت کے موافق یہ نشان نہ دیا کہ اسنے کہان سے لکھی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ

Marfat.com

ابن عباسؓ سے صحیح نہین ہے تو یہ نہین دیکھتا کہ اگر در واقع یہی بات تھی کہ فرعون کے دل مین تمام قدرت الٰہی و معرفت موجود تھی تو پھر اسکے کفر کے کیا معنے ہین۔ اور ایسے قصص سے جنکا ثبوت نہو نہ لکھنا بہتر ہے اور تفسیر کلام ربانی مین انکی کچھ حاجت نہین ہان جو ثابت ہو یا جسکی ضرورت ہو یا جس سے نفع ہو اسکے لکھنے مین مضائقہ نہین ہے۔ بالجملہ یہان اتنا ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے آل فرعون کو سالہاے قحط مین گرفتار کیا۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ۔ اور پھلون یا پیداوار کی کمی مین گرفتار کیا جو بسبب مینھ نہ برسنے اور کثرت سے آفات پہونچنے کے تباہ ہوگئے قتادہؒ نے کہا کہ سنین تو دیہات والون کے واسطے تھے کہ وہان کچھ کھیتی نہین پیدا ہوتی تھی اور نقص ثمرات شہر والون کے واسطے تھا۔ ابو اسحاق نے رجاء بن حیوہؒ سے روایت کی کہ درختون کی یہ کیفیت تھی کہ ایک پھل آگیا اور کچھ نہ آیا۔ کعبؒ سے روایت ہے کہ لوگون پر ایسا ایک زمانہ آویگا کہ خرما کے درخت مین فقط ایک ہی چھوارا پھلیگا۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ۔ یعنے قحط خشک سالی اور پھلون کی کمی مین اسواسطے گرفتار کیا کہ شاید وہ تذکر کرین یعنے تاکہ متنبہ ہوجاوین کہ یہ بلا انپر انکے کفر کی شومی اور گناہون کی بدبختی سے ہے پس نصیحت پذیر ہوکر ایمان لاوین یا یہ معنے ہین کہ ان شدائد و تکالیف کو برداشت کرنے سے نرم دل ہون اور اللہ تعالے کی طرف رجوع لاوین اور او تعالے سے خیر و برکت کے طالب ہون کیونکہ ایسی حالت مین انسان اپنے رب کی طرف رجوع لاتاہے چنانچہ فرمایا واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ الآیۃ۔ اور قولہ واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض الآیۃ۔ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ فرعون نے (۴۰۰) برس تک اپنے نفس کے واسطے کوئی امر مکروہ نہ دیکھا اور اگر اس مدت مین اسکو درد یا بھوکھ یا بخار کی کوئی تکلیف پہونچتی تو اپنی ذات کے واسطے ربوبیت کا دعوی نہ کرتا۔ حاصل آیت کریمہ یہ ہے کہ ہم نے آل فرعون کو قحط و نقص ثمرات مین کئی سال مبتلا کیا تاکہ متنبہ ہوکر رجوع کرین و ایمان لاوین۔ پھر آگاہ فرمایا کہ یہ بدبخت لوگ ان بلاؤن کے نازل ہونے کے وقت اور زیادہ کفر و معصیت پر اقدام کرتے ہے چنانچہ فرمایا۔ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ پھر جب آتی اُن کے پاس بھلائی یعنے مانند فراخ سالی و توانگری و عافیت و سلامتی کے۔ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ کہتے کہ ہمارے ہی واسطے ہے یہ۔ یعنے ہم ہی اسکے مستحق ہین پس اسکو اپنے استحقاق سے سمجھتے اور اللہ تعالے کے فضل و کرم سے نہین جانتے اور کچھ بھی شکر ادا نہ کرتے۔ قال فی السراج یعنے بنابر عادت کے کہ ہمارے واسطے نعمت کثیرہ اور وسعت رزق رہی ہے ہمین اسکے مستحق ہین۔ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ۔ اور اگر انکو کوئی برائی و مکروہ چیز پہونچتی مانند قحط و بیماری وغیرہ کے۔ يَطَّيَّرُوا۔ یتطیروا۔ تطیر کیا اور شوم رکھا اسکو۔ بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ۔ بوجہ موسی و اسکے ساتھ والے مومنون کے۔ یعنے کہنے لگے کہ یہ کروہ ہمکو بسبب موسی و اسکے ساتھ والے لوگون ہی کے پہونچا ہے۔ یہ مبالغہ ہے ان لوگون کی غباوت و جہالت و سخت دلی کے بیان مین کیونکہ سختیون سے دل نرم ہوجاتے ہین اور طبیعتین سرکشی سے عاجزی کی طرف مائل ہوجاتی ہین اور اکثر نادر ہوجاتا ہے خصوصاً جبکہ آیات مشاہدہ کرلی ہون اور ان باتون نے ان لوگون مین کچھ اثر نہ کیا بلکہ غباوت و جہالت اور زیادہ ہوگئی اور شدت سے سرکشی کرنے لگے۔ اور حسنہ کو اسواسطے معرف باللام بیان فرمایا اور آداۃ التحقیق کے ساتھ ذکر کیا کہ وقوع اس کا کثرت سے ہے اور بجنب الذات اس کا ہی دینا منظور ہے اور سیئۃ کو نکرہ بیان فرمایا اور اس کو حرف شک کیساتھ ذکر کیا بوجہ اس کے کہ نادر ہے اور قصد اسکا بالذات نہین بلکہ بالتبع ہے کذا ذکرہ البیضاوی یعنے او تعالے بندون کو دراصل بھلائیان ہی دیتا ہے اِن ان کی سرکشی و کفر وغیرہ دور کرنے کو تبعاً کچھ برائی پہونچاتا ہے اور حق یہ ہے کہ بھلائی و برائی او تعالے کے اختیار مین ہے جسکو جسطرح چاہتاہے پہونچاتا ہے لیکن یہان الحسنۃ معرف باللام سے اشارہ ہے کہ انکو بھلائیان تحقیقاً کھلی کھلی پہونچین اور برائی تو شاذ و نادر اس غرض سے پہونچائی گئی کہ نرم ہوکر ایمان لاوین ولیکن بجاے اسکے ان لوگون نے اس سے ایک کفریہ اعتقاد اور پیغمبر خدا کے حق مین بہتان باندھا ہے یعنے اس برائی کو حضرت

Marfat.com

موسی علیہ السلام و اسکے ساتھی مومنون کے شوم سے سمجھنے لگے اور ان سب پاک بندون کو شوم ٹھہرایا پس حضرت حق تعالے عزوجل نے اسکو رد فرمایا بقولہ۔ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ۔ خبردار ہو کہ شوم انکا اللہ تعالے کے پاس ہے وہ انکو پہونچاتا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ طائرہم بمعنے مصائبہم۔ ہے یعنے انکی مصیبتین۔ عند اللہ ہین اور ابن جریج نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عند اللہ اے من قبل اللہ۔ یعنے اللہ تعالے کی جانب سے ہین۔ حاصل آنکہ خبردار ہو کہ ان لوگون کو جو مصیبتین پہونچتی ہین وہ اللہ تعالے کی طرف سے ہین وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ولیکن اکثر انمین کے نہین جانتے ہین۔ یعنے نہین جانتے کہ جو کچھ انکو مصیبت پہونچتی ہے وہ اللہ تعالے کی جانب سے ہے یا یہ معنے کہ نہین جانتے کہ وہ اعمال کے شوم سے ہے۔ یعنے انکے اعمال کی جزا فی الجملہ انکو دنیا مین بھی دیدی گئی ہے۔ واضح ہے کہ شوم کچھ چیز نہین ہے اور عوام بداعتقاد لوگ جو بعض چیز کو شوم جانتے ہین یہ محض جہالت ہے اور حدیث مسلم وغیرہ مین ہے کہ اگر شوم کسی چیز مین ہوتا تو گھر اور عورت اور گھوڑے مین ہوتا یعنے کسی چیز مین ہے نہین لیکن اگر فرض کیا جاوے تو یہ چیزین اسکے واسطے بہ نسبت اور چیزون کے مقدم ہین۔ جو لوگ کسی چیز مین شوم تصور کرتے ہین وہ اسکی جانب سے تاثیرات بد کے قائل ہین جیسے قوم فرعون تھی اور یہ کفر ہے اور تمام اہلسنت متفق ہین کہ تاثیر کرنے والا سوائے اللہ تعالے عزوجل کے اور کوئی نہین ہے اور مسلمان آدمی اگر کہتا ہے کہ مینہ نے کھیتی اگائی تو اسپر کفر کا فتوی نیک گمان کر کے نہین دیتے ہین یعنے نظر اسکی اس کہنے کے وقت اللہ تعالے پر تھی اور زبان سے یون نکلا یعنے اللہ تعالے نے مینہ کے ظاہر سبب سے کھیتی اگادی پس اگر کوئی مسلمان ایسا ہو کہ درحقیقت اسکی نظر اللہ تعالے پر نہین تھی تو اُس شخص سے بڑا افسوس ہے پس اگر اہل اسلام اپنے افعال مین نظر رکھین تو اس زمانہ کے اہل علم ایسے ملینگے کہ واقعی انکی نظر ان باتون مین اللہ تعالے پر نہین ہوتی ہے پس متنبہ رہنا چاہیئے اور اس زمانہ مین بعضے پڑھے لکھے ایسے ہین کہ اکثر چیزون مین شوم ثابت کرتے ہین اور یہ کفر پھیلانے کی جڑ ہے اللہم اہدنا و تب علینا و انک انت التواب الرحیم۔ امام رازیؒ نے کہا کہ اکثر آدمی ایسے ہین کہ دنیا مین جو چیزین پیدا ہوتی ہین انکو ظاہری اسباب کی طرف منسوب کرتے ہین حتی کہ قضاء الہی سے قطع نظر کرتے ہین اور حق یہ ہے کہ سب جو کچھ پیدا ہو وہ اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہے کیونکہ ہر چیز جو موجود ہے یعنے اُسپر موجود کا لفظ صادق ہے دو حال سے خالی نہین یا اپنی ذات مین واجب ہوگی یا ممکن ہوگی پھر واجب لذاتہ۔ تو فقط ایک ذات پاک وحدہ لاشریک ہے تو باقی سب اپنی ذات سے ممکن ہین اور جو ممکن لذاتہ ہے وہ بدون واجب لذاتہ کے پیدا نہین ہو سکتا پس سوائے حق تعالے جو کچھ موجود ہو وہ حق تعالے کی ایجاد سے ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس دلیل کے سب مقدمات وہ ہین جنکو اہلسنت نے قطعاً اعتقاد کیا ہے حتی کہ آدمی کے جملہ افعال سب اللہ تعالے کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتے ہین آدمی خود کسی چیز کا خالق نہین ہے ہان کاسب ہے پس جسقدر اسکے کسب سے تعلق ہے اسی پر عذاب و ثواب ہے پس کسی چیز کی نسبت سوائے اللہ تعالے عزوجل کے کسی غیر کیطرف کرنا حضرت او تعالے عزوجل کے اوپر یقین نہین ہے اور ایسا شخص جاہل ہے پس بعد اسلام و ایمان کے ایسا اعتقاد کرنا بہت افسوس ہے۔ اللہم اہدنا فیمن ہدیت و عافنا فیمن عافیت وارحمنا و انت ارحم الراحمین۔ قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے شوم جاننے پر کفایت نہ کی بلکہ صریح کہا جیسا کہ او تعالے نے حکایت فرمایا۔

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور کہنے لگے کہ جو تو لاویگا ہم پاس کوئی نشانی کہ ہمکو اُس سے جادو کرے سو ہم تجکو کبھی نہ مانینگے

وَقَالُوْا۔ اور قوم فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ جو کہ لاتا ہے تو اسکو آیت سے ہمارے پاس لِتَسْحَرَنَا

Marfat.com

پھیلا تا کہ ہم کو اُس سے سحر مین ڈالے۔ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ پس ہم ہرگز بھی تجھپر ایمان لانے والے نہین ہین ف مہما مین اختلاف ہے خلیل و بصریون کے نزدیک دراصل ماما تھا پہلا ما شرطیہ ہے اور دوسرا ما زائدہ ہے جو اسکے ساتھ لا دیا گیا بغرض تاکید جزا کے پھر دو حرف متجانس کا اجتماع ثقیل سمجھکر اول کا الف بدلکر ہا کر دیا گیا پس مہما ہو گیا اور اس بنا پر تاتنا جو دراصل تاتینا تھا بسبب جزم ما شرطیہ کے تاتنا ہوا اور بہ کی ضمیر ما کی طرف راجع ہے اور من آیۃ اسکا بیان ہے اور بہا کی ضمیر بھی اسی کی طرف راجع ہے۔ پس اول ضمیر مذکر اسکی طرف باعتبار لفظ کے راجع ہے اور دوم ضمیر مونث باعتبار معنے کے راجع ہے کیونکہ مراد اس سے آیت ہے اور اول کی تذکیر اسوجہ سے کہ من آیۃ کا بیان ضمیر سے موخر ہے اور دوسری ضمیر مؤنث بعد بیان مذکور کے ہے۔ پھر جزا محذوف ہے یعنے مہما تاتنا بہ من آیۃ لتسحرنا بہا فائتنا بہ یعنے جو کوئی آیت تو ہمارے مسحور کرنے کو لاتا ہے وہ لا اسواسطے جزا حذف ہوئی کہ قولہ فما نحن لک بمؤمنین اسپر دلالت کرتا ہے اور ان خبیثون نے جملہ انکار کو سخت تاکید سے بیان کیا اول تو جملہ اسمیہ دوم ضمیر سوم تاکید چہارم خبر پر با مؤکدہ وغیر ذلک اور اللہ تعالے جل جلالہ نے بھی انکو بحر ضلالت مین غرق فرمایا۔ کسائیؒ وغیرہ کے نزدیک مہما مرکب ہے مہ و ما سے اور مہ وہ لفظ ہے جو کسی کام سے منع کرنے والا کہتا ہے یعنے اکفف گویا ان لوگون نے کہا کہ ٹھہر جا باز رہ کیا تو یہ آیات لاتا ہے ہمارے پاس تاکہ ہمکو اس سے سحر مین پھنساوے ہم تجھپر کبھی ایمان نہین لاوینگے یہ سب بیضاوی وغیرہ مفسرین نے ذکر کیا اور سراج مین کہا کہ معتمد وہ ہے جو ابن ہشام وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ یہ لفظ بسیط ہی کیونکہ مرکب ہونے کے دعوی پر کوئی دلیل قائم نہین ہوئی ہے اور وزن اسکا فعلی ہے اور الف اسمین الحاق یا تانیث کا ہی کشاف مین کہا کہ یہ کلمہ بھی ان کلمات کے شمار مین ہے جنکو زبان نہ جاننے والا تحریف کر ڈالتا ہے اور بے موقع لاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ متی ما کے معنے مین ہے اور یون بولنے لگتا ہے کہ مہما جئتنی اعطیتک یعنے جسوقت تو میرے پاس آویگا مین تجھے روپیہ دونگا حالانکہ اس معنے مین متی ما صحیح ہے۔ صحیح نہین ہے۔

واضح رہے کہ فرعونیون نے آیۃ لانے کو تحقیق طور پر نہین کہا بلکہ آیت اسکو باعتبار تسحر کے کہا چنانچہ قولہ لتسحرنا بہا۔ اسپر دلالت کرتا ہے یا آیت بمعنی لغوی لیا یعنے ایسی چیز جو ایک نشانی سمجھی جاوے ابن عباسؓ نے کہا کہ جب فرعون و اسکی قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ جو کچھ تو آیات سے ہمارے مسحور کرنے کو لاتا ہے لا مگر ہم تجھپر ایمان لانے والے نہین ہین اور ہمارے نزدیک یہ سب تیرا جادو ہے اور حضرت موسی مرد غصہ ور تھے یہ سنکر بد دعا فرمائی اور اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر انپر متواتر عذاب بھیجا۔ کما قال۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ نقف فَاسْتَكْبَرُوا

پھر بھیجا ہمنے اُن لوگون پر غرقاب اور ٹڈی اور چچڑی اور مینڈک اور لوہو کتنی نشانیان جدی جدی پھر تکبر کرتے رہے

وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝

اور تھے وہ لوگ گنہگار قوم

سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ جب ساحر لوگ ایمان لائے اور فرعون مغلوب ہو کر واپس آیا اور کفر و طغیان پر جما رہا اور اسی ہٹ کی اور یون انکار کیا کہ کبھی ایمان نہ لاوینگے تو پہلے اللہ تعالے نے انکو سنین قحط مین گرفتار کیا اور ثمرات مین نقصان دیدیا اور پہلے معجزات عصا و ید بیضا دکھلا دیے تھے مگر وہ ایمان نہ لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے بد دعا کی کہ اے پروردگار تیرے بندہ فرعون نے ملک مین سر اٹھایا ہے اور لوگون پر ظلم و خونریزی کرتا ہے اور عہد توڑا ہے اور ایمان و نیک چال چلنے والے اسکے ظلم مین پڑے ہین پس تو اسکو عذاب مین گرفتار کر جو میری قوم کے واسطے نصیحت ہو اور آیندہ آنے والون کے لیے عبرت ہو پس اللہ تعالے نے انپر پے در پے عذاب آمیز آیات بھیجنی شروع فرمائین

چنانچہ فرمایا۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ۔ ابن عباس سے اکثر روایات مین ہے کہ سخت بارش تھی جس سے تمام چیزین ڈوب گئی تھین اور کھیتیان وپھل تلف ہوگئے تھے اور یہی ضحاکؒ کا قول ہے اور دوسری روایت مین ابن عباس سے ہے کہ وہ موت کی کثرت تھی اور یہی عطاءؒ کا قول ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ وہ پانی کی کثرت اور موت کی کثرت تھی۔ اور ابن جریرؒ نے عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ طوفان موت ہے۔ رواہ ابن مردویہ ایضاً اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین یہ بھی تصریح نہین کہ اسی طوفان کی موت سے تفسیر فرمائی۔ اور ایک روایت مین ابن عباس ومجاہد سے ہے کہ وہ ایک امر الٰہی تھا۔ بالجملہ اکثر مفسرین نے قول اول اختیار کیا ہے اور یہی مفسرؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور کیفیت اسکی آئندہ آویگی پس ایک طوفان پانی کا تھا وہ ایک ہفتہ رہا۔ وَالْجَرَادَ اور دوسرا عذاب جراد تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ وہ جانور معروف ہے یعنے ٹیڑی اور اسکا کھانا جائز ہے جیسا کہ صحیحین کی روایت مین عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد کے کئی سفر کیے درحالیکہ ہم ٹیڑیان کھاتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس کو خود نہین کھایا کما فی روایۃ ابی داؤد عن سلمانؓ اور ابن عساکرؒ نے جو رسالہ اس بارہ مین جمع کیا اسمین ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم ٹیڑی و گردے اور ضب نہین کھاتے تھے بغیر اسکے کہ ان چیزون کو حرام کرین پس جراد اسوجہ سے کہ وہ عذاب ہے اور کلیتان [گردے] اسوجہ سے کہ بول سے قریب ہین اور ضب اسوجہ سے کہ فرمایا مجھے خوف ہے کہ وہ مسخ شدہ نہو۔ قال ہذا حدیث غریب اور اوزاعیؒ سے روایت ہی کہ مین جنگل کو گیا تو ناگاہ مجھکو ایک دل [گروہ] ٹیڑیون کا آسمان مین نظر پڑا اور اسمین مین نے دیکھا کہ ایک شخص ہتھیار باندھے ہوے ایک ٹیڑی پر سوار ہے اور جدھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے اسی طرف ٹیڑیان جھک جاتی ہین اور وہ کہتا ہے کہ دنیا سب باطل ہے اور جو کچھ اس مین ہے سب باطل ہے برابر یہی کہتا جاتا ہے۔ رواہ ابن عساکر۔ اور انس وجابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم جب ٹیڑیون کے حق مین بددعا کرتے تو یون کہتے اللھم اہلک کبارہ واقتل صغارہ وافسد بیضہ واقطع دابرہ وخذ بافواہہ عن معاشنا وارزاقنا انک سمیع الدعاء الحدیث رواہ ابن ماجہ وغیرہ۔ پس ایک ہفتہ انپر ٹیڑیون کا عذاب رہا۔ سوم عذاب۔ وَالْقُمَّلَ مفسرؒ نے کہا کہ وہ سوس ہے یعنے گھن یا قراد [چیچڑی] کی قسم ہے۔ اور حافظؒ نے تفسیر مین کہا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قمل وہ سوس ہے جو گیہون مین پیدا ہوتا ہے اور ایک روایت مین ہے کہ وہ دبا ہے اور وہ چھوٹی ٹیڑی ہوتی ہے جسکے پر نہین ہوتے ہین اور یہی مجاہد وعکرمہ وقتادہ کا قول ہے اور حسن بصری وسعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ چھوٹے چھوٹے سیاہ کیڑے ہوتے ہین اور عبدالرحمن بن زید سے روایت ہے کہ وہ براغیث ہین یعنے پسو۔ اور ابن جریرؒ نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کر اور اُسنے نہ مانا تو اللہ تعالےٰ نے انپر طوفان بھیجا اور وہ مینھ کا پانی اس کثرت سے تھا کہ انھون نے غرق ہوجانے کا خوف کیا پس موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ یہ شدت مینھ کی موقوف فرمادے تو ہم آپ پر ایمان لاکر بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کر دینگے پس موسیٰؑ نے دعا فرمائی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے اور نہ بنی اسرائیل کو بھیجا پھر اس سال انکے یہان اسقدر کثرت سے پیداوار ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہوئی تھی تب کہنے لگے کہ یہی ہم تمنا کرتے تھے پس موسیٰؑ کا اس مین دخل نہین ہے پس اللہ تعالےٰ نے ٹیڑیان بھیجین جنھون نے تمام گھاس چاٹ لی تو جب ان لوگون نے یہ حال دیکھا تو موسیٰ سے دعا چاہی کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ اگر ٹیڑیان جاتی رہین تو ہم ایمان لاکر بنو اسرائیل کو تمھارے ساتھ کر دینگے پس موسیٰؑ کی دعا سے ٹیڑیان جاتی رہین مگر ایمان نہ لائے اور بنی اسرائیل کو نہ بھیجا اور تمام کھیتی کاٹ کر اپنے گھرون مین بھر لی اور کہنے لگے کہ اب ہم فارغ ہین پس اللہ تعالےٰ نے اُنپر قمل بھیجے اور قمل وہ کیڑے ہین جنکو سوس کہتے ہین اور وہ اناج

Marfat.com

مین پیدا ہو جاتے ہین پس یہ حال ہو گیا کہ آدمی دس جریب لہ کے گیہون چکی مین ڈالتا مگر اس مین سے تین قفیز بھی آٹا نہ نکلتا تب پھر موسیٰ علیہ السلام سے خواستگار ہوئے کہ دعا فرماؤ کہ یہ عذاب دور ہو تو ہم ایمان لاکر بنو اسرائیل کو تمھارے ساتھ کر دین پس موسیٰ نے دعا فرمائی اور یہ عذاب دور ہوا مگر ایمان نہ لائے اور بنو اسرائیل کو ساتھ بھیجنے سے انکار کیا پس فرعون کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے مین مینڈک کی آواز سُنی جو کہ چوتھا عذاب اللہ تعالے نے فرمایا ہے بقولہ۔ وَالضَّفَادِعَ جمع ضفدع بمعنے مینڈک پس فرعون سے کہنے لگے کہ تجھکو و تیری قوم کو اس جانور سے کیا پہونچیگا تو بولا کہ اسی ساحر کا مکر معلوم ہوتا ہے پس یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھا ہے اس حال مین کہ مینڈک اسکے ٹھوڑی تک ہین پس اُسنے بولنا چاہا کہ مینڈک اُسکے مُنھ مین پہونچا پس موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ دعا کرو کہ اگر یہ عذاب دور ہو تو ہم ضرور ایمان لاکر بنی اسرائیل کو تمھارے ساتھ کرینگے مگر پھر ایمان نہ لائے تب پانچوان عذاب نازل ہوا جو اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَالدَّمَ۔ یعنے خون۔ پس یہ حال ہوا کہ کنوؤن اور نہرون سے پانی بھرتے وہ خون تھا اور جو انکے برتنون مین تھا وہ سب خون تھا پس فرعون سے شکایت کی کہ ہم خون کی مصیبت مین پھنسے ہین اور ہمارے پینے کو کچھ نہین ہے وہ بولا کہ موسیٰ نے تیر جادو کیا ہے تب ان احمقون نے جواب دیا کہ اسنے جادو کہان سے کیا ہے ہم تو اپنے کسی برتن مین نہین پاتے مگر خون ہی خون پھر سبھون نے آکر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ یہ خون ہم سے دور ہو ہم ضرور ایمان لاکر بنو اسرائیل کو تمھارے ساتھ کرینگے پس حضرت موسیٰ نے دعا کی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے اور نہ بھیجا۔ قال الحافظ۔ اور اسی کے مانند حضرت ابن عباس و سدی و قتادہ و بہت سے علماء سلف سے مروی ہے۔ اور حافظ رحمہ اللہ و امام بغوی وغیرہ نے یہان متعدد علماء سلف سے اسی کے مانند تھوڑے تھوڑے اختلاف سے روایات نقل کی ہین اور ہر آیت کے بعد چونکہ اللہ تعالے کو اس قوم خبیث ظالم تبہ کار کا ہلاک منظور تھا ایک ایسی صورت ظاہر کر دی جس سے وہ لوگ سمجھے کہ اس بات مین یہ بھید تھا مثلاً بعد کثرت بارش و طوفان پانی کے جب دعاے موسیٰ علیہ السلام سے کھلا اور ہوا چلکر خشک ہوا تو نہایت کثرت سے پیداوار ہوئی پس سمجھے کہ یہ پانی کچھ طوفان نہ تھا بلکہ ہمارے حق مین نہایت بہتری تھی۔ اور ان آثار مین مذکور ہے کہ ہر عذاب ان پر ایک ہفتہ تک رہا اور ایک مہینہ بیچ کرکے دوسرا عذاب آیا۔ اور ضفادع کی نسبت لکھا ہے کہ گھر و کھانا و پانی بھر گیا اور آٹے مین کود پڑتے اور جلتی ہانڈی مین اچک کر گرتے اور تنور مین گر پڑتے آگ بجھا دیتے کھانے کے وقت نوالہ سے پہلے اُسکے مُنھ مین گھُس جاتے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان جانورون نے حکم الٰہی کی تعمیل مین اپنی جانون پر یہ صدمات اُٹھائے تھے پس بعوض انکے خشکی کے ٹھکانے کے اللہ تعالے نے انکو سمندرون و دریاؤن مین مسکن عطا فرمایا۔ اور خون کے عذاب مین سخت عاجز ہوئے حتی کہ درخت سے جو نچوڑتے وہ خون ہو جاتا تھا اور ایک ہفتہ یہی انکے پینے مین آیا۔ اور چونکہ محقق بیضاوی نے ان آثار سے جو ثابت ہے اسکو عمدہ طور سے تلخیص فرمایا ہے لہذا مین اسی کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہون۔ قال رحمہ اللہ قیل سے بعض نے کہا کہ قراد بالضم یعنے کنہ مراد ہین اور بعض نے کہا کہ ٹڈیون کے بچے جب تک انکے پر نہ جمے ہون اور ضفادع و دم معروف ہین اور مروی ہے کہ ان پر آٹھ روز تک گھٹا ٹوپ اندھیرا رہا اور پانی برستا رہا حتی کہ اس سخت اندھیرے مین کوئی اپنے گھر سے باہر نہین نکل سکتا تھا اور پانی کی یہ کثرت ہوئی کہ اُنکے گھرون کے اندر بھر گیا حتی کہ کھڑے رہے اور پانی انکی گردن تک چڑھا تھا اور بنی اسرائیل کے گھر انکے گھرون سے ملے ہوے مانند جال کے خانون کے تھے مگر حسن قدرت الٰہی ہے کہ بنی اسرائیل مین سے کسی کے گھر مین ایک قطرہ پانی کا داخل نہین ہوا اور قبطیون پر یہ نوبت تھی اور قبطیون کی کھیتی و باغ خون مین بہا آگئی تمام دلدل ہو گئی کوئی کام اس مین نہین ہو سکتا تھا اور ایک ہفتہ برابر یہی کیفیت تھی تب موسیٰ سے کہا کہ آپ دعا کرین کہ آپ کا پروردگار ہم سے اسکو دھو کرے تو ہم آپ پر ایمان لاکر بنو اسرائیل کو آپ کے ساتھ کر دینگے پس موسیٰ نے دعا کی اور وہ دور ہوا اور ہوا بھیجی گئی جسنے تمام پانی خشک کیا

لہ جریب ایک پیمانہ ہے جو تقریباً ایک من اناج کا ہوتا ہے اور دس جریب تقریباً بارہ من ہوتے ۱۲

اور قبطیون کی زمینون وباغون مین اناج ومیوہ وگھاس اس کثرت سے پیدا ہوئی کہ اسکے مثل پہلے کبھی نہ ہوئی تھی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے پس اللہ تعالے نے انپر ٹیڑی بھی جسنے انکی کھیتیون وپھلون کو کھالیا پھر دروازے وچھتین وکپڑے چاٹنے شروع کردیے پس گھبراکر آخر موسیٰ علیہ السلام سے رجوع لائے پس جنگل کو جاکر موسیٰ نے مشرق ومغرب کی جانب اشارہ کیا تو جہان سے آئی تھی وہین چلی گئین اور یہ فصل دبار کے بعد تھا اور بنی اسرائیل کے گھربار اس عذاب سے بھی محفوظ تھے پھر قبطی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالے نے انپر قمل کو مسلط کیا تو ٹیڑیون نے جو کچھ چھوڑا تھا وہ قمل کھانے لگے اور انکے کھانون مین گرتے اور کپڑون مین گھستے اور بدن مین چپٹکر انکے خون چوستے آخر سونا بیٹھنا حرام کردیا ناچار موسیٰ سے رجوع لائے اور وہ رفع ہوا تو کہنے لگے کہ ہمکو تحقیق ہوا کہ ضرور یہ شخص بڑا جادوگر ہے کہ ایک ریگ کے ٹیلہ مین عصا مارکر اسقدر جوئین پیدا کردین۔ پھر اللہ تعالے نے انپر ضفادع بھیجے کہ کوئی برتن وکھانا وکپڑا نہین کھولتے مگر اسمین مینڈک نظر آتا اور گھر وبستر انکے اس سے بھرے ہوے تھے اور کپتی ہانڈی مین کود پڑتے اور چلتے تنور مین گھس جاتے اور بات کرنے مین انکے منہ مین اُچکتے ان لوگون کی زندگی حرام کردی آخر گھبراکر حضرت موسیٰ سے زاری کی پس انسے عہد وپیمان لیکر دعا کی اور اللہ تعالے نے اسکو دفع کیا پھر قبطیون نے عہد توڑا تو اللہ تعالے نے انپر خون روان کردیا پس انکے سب پانی خون ہوگئے اور فرعون خبیث نے ایک برتن مین اسرائیلی وقبطی کو جمع کیا پس اسرائیلی کے ہاتھ مین طعام آتا اور قبطی کے ہاتھ مین خون ہوجاتا حتی کہ اسرائیلی کی کلی اپنے مُنھ مین لیتا وہ قبطی کے مُنھ مین خون ہوجاتی اور ہر جگہ نہایت سُرخ تازہ خون نظر آتا تھا یہ نہایت کُھلی ہوئی آیات تھین چنانچہ فرمایا۔ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۔ نصب اسکو بنابر آنکہ حال ہے یعنے ہم نے قبطیون پر طوفان وجراد وقمل وضفادع وخون کو بھیجا درحالیکہ یہ آیات مفصلات ہین کسی عاقل پر اس مین ذرا بھی شبہہ نہ تھا کہ یہ آیات الٰہی ہین اور ان لوگون پر عذاب ہین یا مفصل کے معنے منفصل ہین یعنے جدا جدا کرکے بھیجین تاکہ انکے احوال کا امتحان ہوجاوے ہر ایک آیت انمین سے ایک ہفتہ رہی اور ہر دو آیت کے بیچ مین ایک مہینہ کا وقفہ دیا گیا تھا اور مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بعد فرعون کے مغلوب ہونے کے انمین بیس سال تک رہے اور مہلت کے ساتھ انمین یہ آیات دکھلاتے رہے۔ فَاسْتَكْبَرُوْا۔ مگر قبطیون نے ان آیات پر ایمان لانے سے سرکشی کی اور ایمان نہ لاے وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۔ اور یہ قوم مجرم تھی بسراج مین کہا کہ اگر پوچھا جاوے کہ اللہ تعالے کو ان لوگون کا حال معلوم تھا کہ ایمان نہین لاوینگے تو اس کثرت سے آیات پے درپے بھیجنے مین کیا حکمت تھی جواب دیا جاوے کہ اوتعالے عزوجل قادر مختار ہے وہ جو چاہے وہ کرے اس کی جناب مین اس سوال کو گنجائش نہین ہے لایسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ اور یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو منظور ہوتا ہے وہ حکم دیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ سوال مذکور کی دو راہ ہین۔ اول آنکہ اصل حکمت اسمین کیا ہے تو اسکا جواب یہی ہے کہ علم وحکمت الٰہی بندہ کی طاقت ووسعت سے باہر ہے وہ بڑا سخت جاہل اور بیوقوف ہے جو اسکا ارادہ کرے کہ مین حکمت الٰہی دریافت کرونگا اور یہ بہت کھلی بات ہے شاید اُسی شخص کی سمجھ مین نہ آوے جو ازلی مردود اور مثل شیطان کے مطرود ہے کیونکہ شیطان نے بھی اسی دریافت مین جہالت کی اور ملعون ہوا۔ اور دوم آنکہ اشارات سے بطور فوائد کے کیا بات ظاہر ہوتی ہے تو بسا اوقات سوائے اصلی حکمت کے فوائد کا ظہور ہوجاتا ہے پس اس مقام پر واضح ہو کہ اول آنکہ بنو اسرائیل پر انسے سخت مشقت ڈالی تھی اور اللہ تعالے نے ان خبیثون کو ان بلاؤن مین مبتلا کیا۔ دوم ضفدع جانور مطیع وفرمانبردار ہوکر مستحق انعام ہوا۔ سوم دعاے موسیٰ کا اثر ظاہر ہوکر بنی اسرائیل کو مفت اس درجہ تکمیل الیقین کا باعث ہوا۔ چہارم قیامت مین لوگ پسینے مین بقدر اپنے اعمال کے غرق ہونگے جیسے یہان بنی اسرائیل کے گھر بالکل صاف رہے اور قبطی گلے تک ڈوبے کھڑے تھے پنجم ہر جانور مسخر ومطیع حکم الٰہی ہے ششم ہر چیز جو ظاہر مین اسباب پر مربوط معلوم ہوتی ہے وہ بالکل وہم وخیال ہے ہر ایک بتاثیر الٰہی ہے حتی کہ ہرا فشدہ درخت خون ہوجاتا تھا

ہفتم اختلاط طعام کے باوجود قبطی کو خون تھا اور اسرائیلی کو مزہ کا کھانا تھا۔ ہشتم ایجاد الٰہی فی الحال سے زیادہ سریع ہے جو جاپادہ ہوگیا نہم افعال وصنائع الٰہی ایسے حال سے ہین کہ ہر ایک مین اگر شیطانی نظر سے غور کرنے لگا تو مکر مین مبتلا ہو کر گمراہ ہوا جیسے قبطیون نے ہر آیت مفصل مین یون ہی غور کیا۔ دہم پیداوار موقوف باسباب نہین بلکہ ببرکت وخلق الٰہی ہے کہ باوجود اسقدر خرابی کے کثرت سے پیدا ہوا۔ یازدہم ٹیڑی اور مینڈک ان جانورون سے ہے جنسے عذاب کیا گیا اگرچہ وہ فی نفسہ مطیع وخوب ہین اور حدیثین جو انکے حق مین بددعا آئی ہے وہ محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنسے عذاب نہ فرماوے۔ دوازدہم آنکہ عہد توڑنا زیادہ موجب ہلاکت وعدم قبول توبہ ہے وفیہا من اللطائف ما لا یحتملہا البیان واللہ تعالیٰ ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم بدبخت کے اوپر حجت پوری فرماکر ہلاکت کا حال فرمایا

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ

اور جب پڑا اُنپر عذاب بولے اے موسیٰ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو جیسا سکھا رکھا ہے تجھکو اگر تو نے اُٹھایا ہم سے یہ عذاب

لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ

تو بیشک تجھکو مانینگے اور رخصت کرینگے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے اُٹھا لیا اُنسے عذاب ایک وعدے تک کہ اُنکو وہ پہونچنا تھا

إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝

تبہی وہ لوگ مکر ہو جاتے

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ۔ اور جب واقع ہوا اُنپر رجز یعنے جب نازل ہوا اُنپر عذاب۔ فی السراج یہ عذاب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے طوفان ومابعد کو ذکر فرمایا ہے اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ رجز وہ عذاب طاعون ہے یعنے کثرت سے موت پھیل جانا۔ اور اس قول پر پانچ آیات مذکورہ کے بعد یہ چھٹا عذاب ہے اور سعیدؒ نے کہا کہ قبطیون پر طاعون واقع ہوا حتی کہ ایک روز مین ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رجز طاعون ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم بنی اسرائیل پر اور جو تم سے پہلے گذرے ہین اُنپر بھیجا تھا پھر جب تم کسی زمین مین اسکو سنو تو وہان مت جاؤ اور اگر ایسی زمین مین واقع ہو جہان تم موجود ہو تو بھاگنے کی نیت سے وہان سے مت نکلو رواہ الشیخان۔ رازیؒ نے کبیر مین کہا کہ رجز سے مراد عذابہائے مذکورہ یعنے آیات مفصلات ہونا اولیٰ ہے کیونکہ لفظ رجز محلی باللام ہے پس معہود سابق کی طرف منصرف ہوگا اور یہان معہود سابق وہی پانچون انواع مذکورہ ہین اور ماسوائے انکے چھٹا مراد لینا تو اسمین احتمال ہے کہ شاید چھٹا مراد ہو پس جو معلوم ہے اسپر محمول کرنا بہ نسبت محتمل کے اولیٰ ہے۔ حاصل آنکہ جب قبطیون پر کوئی عذاب منجملہ مذکورہ بالا کے واقع ونازل ہوا تو۔ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ۔ کہنے لگے کہ اے موسیٰ دعا کر ہمارے لیے اپنے پروردگار سے ساتھ اس چیز کے جو تیرے پاس تیرے پروردگار نے عہد کیا ہے۔ یعنے یہ کہ اگر ہم لوگ ایمان لاوین تو عذاب دور کیا جائیگا کذا قال المفسر اور سراج وغیرہ مین کہا کہ عہد سے عہد نبوت ورسالت مراد ہے اور عہد اسکو اسواسطے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر کو کرم فرماوے یا ان لوگون کی یہ مراد تھی کہ ایسی چیز کے ساتھ دعا کر جو تمہارے پاس معہود تھی ہے کہ اگر اس سے دعا کریگا تو قبول ہوگی۔ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ۔ جملہ قسمیہ ہے یعنے قسم ہے کہ اگر تو دور کردیگا ہم سے رجز کو تو ضرور ہم تجھپر ایمان لاوینگے۔ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ۔ اور ضرور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجدینگے یعنے تو انکو ملک شام وغیرہ جہان چاہے لیجاوے فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ۔ پھر جب بدعاء موسیٰ علیہ السلام ہم نے ان لوگون سے عذاب کو دور کیا ایک ایسی مدت تک

Marfat.com

کہ وہ اس تک پہونچنے والے ہین- یعنے زمانہ کی ایک حد تک کے لیے جسکو وہ خواہ مخواہ پہونچکر عذاب ہلاک مین گرفتار ہونے والے ہین اس عذاب کو دور کر دیا- اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ- تو ناگاہ یعنے بلا توقف و تامل کے اسیوقت لگے عہد توڑنے اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ پھر جب ہم نے انسے عذاب دور کر دیا ایک مدت تک جو انھون نے اپنے ایمان لانے کے واسطے مقرر کی ہے تو عہد توڑنے لگے اور اس مدت پر ایمان نہ لائے- اسی واسطے فرمایا بقولہ

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَاَوْرَثْنَا

پھر ہم نے بدلا لیا انسے سو ڈبو دیا انکو گہرے پانی مین اس سبب سے کہ جھٹلائین ہماری آیتین اور کر رہے انسے تغافل اور وارث کر دیے ہم نے

الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ

جو لوگ کہ کمزور ہو رہے تھے اس زمین کی شرق کے اور مغرب کے جسمین برکت رکھی ہم نے اور پورا ہوا نیکی کا وعدہ

رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا

تیرے رب کا بنی اسرائیل پر اس بات پر کہ وہ ٹھہرے صبر کیے ہوے اور خراب کیا ہم نے جو بنایا تھا فرعون اور اسکی قوم نے اور جو

كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝

انگور چڑھاتے تھے چھتریون پر

ربع

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ- پھر انتقام لیا ہم نے اس قوم سے- یعنے انتقام لینے اور انکے کردار کی سزا کو پہونچانے کا ہم نے ارادہ کیا- فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ- پس غرق کر دیا ہم نے انکو یم مین- مفسرؒ نے کہا کہ وہ شور پانی کا بحر ہے یعنے بحر شور کو یم کہتے ہین- ازہریؒ نے کہا کہ یم کا لفظ شور پانی اور شیرین پانی دونون پر اطلاق ہوتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ کی ماں کو جو حکم ہوا کہ موسیٰ کو دریا مین ڈالدے تو فرمایا- فاقذفیہ فی الیم- ڈالدے اسکو یم مین حالانکہ دریائے نیل مین ڈالدینے کا حکم ہوا تھا اور اسکا پانی شیرین ہے- کذا فی السراج- بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ فی الیم یعنے ایسے سمندر مین جسکی تھاہ نہین ملتی- اور بعض نے کہا کہ لجۃ البحر- مراد ہے- بہرحال اب کلام اسمین ہے کہ یہ کون سمندر تھا پس شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وہی سمندر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے جدا کیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ و بنی اسرائیل اس سے پار ہو گئے تھے اس بیان سے تو کچھ معلوم نہوا اور مؤلف فتح البیان نے لکھا کہ قال الازہری الیم معروف لفظۃ سریانیۃ عربتہا العرب ویقع علے البحر الملح والعذب والمراد بہ نیل مصر وھو عذب انتہی کلامہ- اور یہ مؤلف مذکور کا سہو ہے اسنے سراج کی عبارت تلخیص کرنے مین یہ دھوکا اٹھایا اور ازہریؒ وغیرہ نے یہ نہین کہا کہ نیل مصر مراد ہے بلکہ قولہ فاقذفیہ فی الیم- مین اسنے کہا کہ اس یم سے دریائے نیل مراد ہے جو شیرین ہے پس یم کا اطلاق دریائے شیرین پر بھی ہوتا ہے اور یہ مطلب نہین ہے کہ اس مقام پر یم سے دریائے نیل مراد ہے اور البتہ بہت سے اہل تفسیر اس مقام پر بلا تحقیق لکھ گئے ہین کہ مراد نیل مصر ہے اور محققین نے کہا کہ وہ بحر قلزم کا اوپر کا سرا ہے جو اس زمانہ مین آبنائے سویز سے بحیرہ روم سے مل گیا ہے اور خطیب رحمہ اللہ نے ابتدائے سورۂ بقر مین اسپر تنصیص کر دی ہے جیسا کہ وہان نقل ہو چکا حاصل یہ ہوا کہ قولہ فاغرقناہم فی الیم- یعنے ہم نے انکو سمندر مین غرق کیا- وہ بحر قلزم ہے- بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا- با سببیہ ہے یعنے بسبب اسکے کہ ان لوگون نے جھٹلایا ہماری آیات کو- وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ- اور تھے ان آیات سے غفلت رکھنے والے- یعنے ان آیات مین تدبر اور فکر نہین کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عنہا کی ضمیر نقمۃ کی طرف راجع ہے جو فانتقمنا سے مفہوم ہے مگر قول اول صحیح ہے- اگر کہا جاوے کہ غفلت تو فعل انسان نہین اور اسکے

Marfat.com

اختیار سے حاصل نہین ہوتا پس غفلت پر وعید کیونکر وارد ہوئی جواب دیا گیا کہ غفلت سے یہان اعراض کرنا مراد ہے اور آیات کی طرف التفات ذکرنا اور اُسمین فکر نکرنا حتی کہ مانند غافلون کے ہوگئے گویا آیات سے غافل تھے پس یہ مبالغہ ہے انکے اعراض اور بے پروائی کرنے مین ۔ اگر کہا جاوے کہ جھٹلانے و غفلت کرنے کے ساتھ ان لوگون نے اور بہت سے افعال ذمیمہ و ظلم و جور نہین کیئے تھے جنکی تعداد کثیر ہے پھر انتقام انھین تکذیب و غفلت دو باتون سے کیونکر ہوا تو جواب دیا گیا کہ دو باتون کے ذکر کرنے سے اور باتون کی نفی نہین نکلتی ہے پس بڑی بڑی دو باتین ذکر فرمائی گئی ہین ۔ امام رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس آیت مین دلالت ہے کہ آیات الٰہی مین نظر کرنا واجب ہے اسیواسطے قوم قبط پر مذمت وارد ہوئی کہ وہ لوگ ان آیات سے غافل رہے اور اسمین دلالت ہے کہ محض تقلید کرنا مذموم ہے کذا فی السراج پھر جب اللہ تعالے نے قوم نابکار کا غرق بیان فرمایا تو بعد اسکے مومنین پر احسان ذکر فرمایا کہ ہم نے انکو روے زمین کا وارث کیا بقولہ ۔ وَاَوۡرَثۡنَا الۡقَوۡمَ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا يُسۡتَضۡعَفُوۡنَ ۔ اور وارث کیا ہم نے اس قوم کو جو مستضعف بنائی جاتی تھی یعنے ضعیف خوار بنائے جاتے تھے اپنے طور کہ تکبر کرنے والے آل فرعون انکو غلامی مین پکڑ کر ذلیل و سخت محنت کے کام لیتے تھے اور وہ بنی اسرائیل ہین انکو وارث فرمایا ۔ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا ۔ مشارق و مغارب اس زمین کو جسمین ہم نے برکت دی ہے یعنے خوشگوار پانی سے اور درختان میوہ دار و دیگر اشجار سے اپنی برکت سے سرسبز کیا ہے اور وہ ملک شام ہے جسکی تعریف احادیث صحیحہ مین بھی آئی ہے اور اسپر ستر ہزار فرشتے سایہ کیے رہتے ہین اور حسن و قتادہ سے ارض مذکور کی یہی تفسیر مروی ہے اور مشارق و مغارب بصیغہ جمع سے مراد یہ کہ جمیع جہات ملک شام کا وارث کیا اور بیضاوی نے کہا کہ فراعنہ و عمالقہ کے بعد بنو اسرائیل ملک شام کے وارث ہوئے ہین ۔ قال الخطیب وہ دریاے فرات سے بحر سرف تک ہے جہان سے موسی علیہ السلام و بنو اسرائیل نے عبور کیا تھا اور فرعون مع لشکر اسمین ڈوب گیا تھا اور یہی بقاعی نے تفسیر سورۂ مائدہ مین توریت سے نقل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تمام روے زمین مراد ہے کیونکہ بنی اسرائیل مین سے داؤد و سلیمانؑ ہوئے جو اس طرح زمین کے مالک ہوے و قال المترجم ۔ اور یہ صحیح نہین کیونکہ قولہ التی بارکنا صفۃ الارض ہے پس خاص اس صفت کی زمین ہوئی نہ تمام زمین اور نیز حضرت داؤد و سلیمان تمام زمین کے بالکلیہ بادشاہ نہین ہوے ہین ہان بادشاہت جن و انسان پر ایک خاص طور سے تھی جو اور کسیکو نصیب نہین ہوئی اور قولہ تعالے غدوہا شہر و رواحہا شہر کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے بیان ہوگا ۔ وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ الۡحُسۡنٰى عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ بِمَا صَبَرُوۡا ؕ تمت الکلمۃ یعنے پورا و مستمر ہوا جیسے عرب بولتے ہین تم علیہم الامر یہ امر انپر تمام ہوا یعنے پورا جاری و ثابت ہوا اور مراد کلمہ سے وہ قولہ و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلہم ائمۃ و نجعلہم الوارثین الآیہ ہے اور یہی مجاہدؒ نے فرمایا اور اسکو ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے یا قولہ عسی ربکم ان یہلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض الآیہ مراد ہے اور دونون کی مراد ایک ہی ہے لیکن ثانی اقرب ہے گر آنکہ اول کا نزول پہلے ہوا ہو حسنی تانیث احسن ہے اور یہ کلمہ کی صفت واقع ہے اور بنی اسرائیل پر اس کلمہ حسنی کے تمام ہونے سے مراد بطریق مجاز آنکہ جو وعدہ انکو دیا گیا تھا کہ تمھارے دشمن کو ہلاک کرکے تمکو زمین مین خلیفہ کیا جائیگا وہ وعدہ پورا کیا گیا اور انجاز وعدہ کو مجازاً تمام الکلام اس لئے کہتے ہین کہ وہ وعدہ گویا معلق لٹکا رہتا ہے پھر جب وہ چیز جسکا وعدہ ہے حاصل ہوگئی تو وعدہ تمام ہوگیا اور کلمہ کے تا کو یہان رسم الخط مین کشیدہ لکھتے ہین اور بما صبروا کی با سببیہ ہے اور مترجم کے نزدیک اولی یہ ہے کہ با مقابلہ و عوض ہو یعنے بمقابلہ انکے صبر کے اور اللہ تعالے کے حکم پر ثابت رہنے کے ۔ اور یہ مالک کرنا اللہ تعالے کی رحمت و مشیت ہے کما قال ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ ۔ اور یہ کوئی بزرگی کمالی نہین الا آنکہ اس سے عاقبت کا تقوی حاصل ہو اور اسمین آگاہی ہے کہ صبر و ثابت قدمی کرنے اور نفس سے مخالفت کرنے مین بڑا درجہ

[illegible]

ملتا ہے۔ یعنی اور تیرے رب کا کلمہ نیک بحق بنی اسرائیل پورا ہوا بمقابلہ ان لوگوں کے صبر کے جو انھون نے دین توحید پر ثابت قدمی کرنے اور فرعونیون کے قتل و اذیت مین اٹھایا تھا۔ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ۔ تدمیر یعنے ڈھا دینا اور ہلاک کر دینا اور ما یصنع سے مراد عمارت و مکانات۔ ما یعرشون یعنے امینون لے ما یرفعون۔ جو عمارتین بلند کرتے تھے کذا روی عن ابن عباس و مجاہد۔ اور حسنؒ نے کہا کہ جو باغ انگور وغیرہ عریش پر چڑھاتے تھے ومنہ قولہ وہو الذی انشأ جنات معروشات الآیہ۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ ہلاک کرنا و ڈھا دینا بطور عموم مجاز کے ہو جیسے بولتے ہین کہ فلان کا غرور ڈھایا اور یہ محاورہ عرب کا بھی متوافق ہے پس جسنے عموم مجاز کو اختیار کیا اسکے نزدیک فرعون و اسکی قوم کی وہ سب چیزین جو ناپسند تھین اور تکبر کی تھین اللہ تعالےٰ نے ڈھا دین۔ یعنی اور ڈھا دیا ہم نے وہ کہ جسکو فرعون بناتا تھا اور اسکی قوم اور وہ جو وے بلند کرتے تھے۔ الحاصل فرعون و اسکی قوم سرکش کافر ظالم کا یہ انجام ہوا اور بنو اسرائیل مطیع ایماندار مظلوم صابرون کو یہ عوض ملا کہ بجاے ان لوگون کے حاکم ہوئے۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ولما وقع علیہم الرجز الآیۃ۔ اللہ تعالےٰ نے مفسدون کے عہد توڑنے کی خبر دی۔ امین وہ بھی داخل ہین جنھون نے واضح آیات و ظاہر معجزات اور روشن کرامات دیکھکر عہد توڑا اور بلاؤن مین عذاب چکھنے کے بعد جان بوجھکر انکار کیا حالانکہ رسالت و نبوت و ولایت کو پہچان لیا تھا پس فرعونیون کا یہ حال تھا کہ جب ورطہ ہلاکت مین پڑے تو نبی اللہ موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی حالانکہ پہلے جفا کر چکے تھے مگر اس التجا و توبہ نے کچھ نفع نہ دیا اور کیونکر نفع دیتی کہ علم ازل مین انکے حق مین شقاوت جاری ہو چکی تھی پس تیر نبوت انکی نجات مین بسبب انجام کار کارگر نہوا یہی حال ان لوگون کا ہے جو مشائخ کے حق مین رعونت اور بے ادبی سے جفا کرتے ہین پس عوام سے انکی استعانت کچھ مفید نہوگی۔ قاسمؒ نے کہا کہ جو لوگ اوقات سلامت مین اسرار اولیار کی رعایت نہین رکھتے تو انکو مصیبت کے وقتون مین اولیار کی طرف التجا بھی مفید نہوگی۔ تو نہین دیکھتا کہ فرعونیون کو نزول عذاب کے وقت التجا کرنا کچھ مفید نہوا جبکہ اُنھون نے موسیٰ سے مخالفت کی تھی حتی کہ وہ ہوا جو اللہ عزوجل نے فرمایا بقولہ فانتقمنا منہم فاغرقناہم فی الیم الآیۃ۔ یعنے عذاب و نقمت الٰہی مین گرفتار ہو کر غرق ہو گئے۔ قولہ تعالےٰ وتمت کلمۃ ربک الحسنیٰ الآیۃ۔ مواردحکمت مین آیت کے معنے سے اشارہ لیا جاتا ہے کہ کلمہ صفت ازلی ہے اور یہ یون ہے کہ اوتعالےٰ عزوجل نے انکو سابق علم مین یاد فرمایا کہ عبادت خالصہ کی انکو توفیق ہوگی اور معرض امتحان مین مقبول ہونگے اور بلا و محنت مین صابر رہینگے اور یہ محض عطار و رحمت ہے کیونکہ وقوع فعل و جزار اور صبر و رضار کی انکے حق مین اوتعالےٰ سے یہ نعمت انکو مل چکی تھی پس وہ انکے وجود سے پہلے محض انعام و فضل سے انپر پوری ہو چکی تھی پس توفیق طاعت و عطار معرفت سے یہ کلمہ پورا ہو گیا اور عنایت الٰہی ازلی کچھ انکے صبر و احتمال ظلم پر معلق نہ تھی بلکہ کلمۃ الحسنیٰ کی میراث مین سے یہ بات ہے کہ اُن لوگون سے ایسے افعال صادر ہوئے اگر یہ نہوتا تو وہ کبھی صبر نہ کرتے۔ تو نہین دیکھتا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ واصبر وما صبرک الا باللہ پس تمت کلمۃ ربک الحسنیٰ کے یہ معنے ہین کہ بدون علت اکتساب کے ان لوگون پر عنایت ازلی پوری ہو گئی اور اوتعالےٰ کی صفات ازلی کسی علت حدوث کی محتاج نہین کیونکہ حدوث کو اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ کرنے مین کچھ دخل نہین ہے۔ قال الجنید رحمہ اللہ طالبوا تمام الکلمۃ بوجود النعمۃ والمواظبۃ علی الصبر فاستشعروا التثبت بحبائل الوفار عند من ابلاہم لتتم علیہم کلمۃ الحسنیٰ بجمیل الثنار علی الصبر الذی ضمن لہم اتمامہا بالوفار۔ اور ابو سعید الخرازؒ نے فرمایا کہ صبر پر مواظبت کرنے سے انھون نے تمام نعمت کو طلب کیا اور شعور حاصل پایا کہ جس وعدہ کے اتمام کا انسے وعدہ فرمایا ہے وہ اسوقت تمام ہوگا جبکہ شرائط صبر کو بجا لاوین ان بلاؤن مین جو انپر لازم ہوئی ہین اسیواسطے حق تعالےٰ نے فرمایا کہ کلمہ حسنیٰ انپر انکے بلا مین صبر کرنے سے تمام ہوا اور انکو میراث ملک دنیا و عقبیٰ عطا ہوئی۔ انتہی ما فی العرائس۔ سراج مین ہے کہ یہانتک اللہ تعالےٰ نے فرعونیون کی

Marfat.com

آگے یہ بیان ہے کہ بنی اسرائیل کو نجات دینے کا بیان فرمایا کہ انھون نے ناشکری سے بت بنانے کی درخواست کی اور حق تعالیٰ نے ان پر نعمت کی یاد دلائی
یعنی [illegible] بیان بقولہ تعالیٰ

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ

[illegible]

اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا

[illegible]

کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

[illegible]

وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر اور پار اتارا ہمنے بنی اسرائیل کو سمندر سے یعنے فرعون اور قوم کو ڈبانے سے پہلے بنو اسرائیل کو سمندر سے پار اتار دیا جیسا کہ پارہ اول مین بیان ہو چکا اور یہان خلاصہ قصہ اتمام کے واسطے ہے کہ بنی اسرائیل پر ہے۔ مروی ہے کہ سمندر سے عاشورہ کے روز پار اتارا تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس روز شکر کا روزہ رکھا تھا حضرت محمد صلعم نے رمضان سے پہلے عاشورہ کا روزہ رکھا اور حکم دیا [illegible] کیا کہ وہ سبب تھا بما اخرجہ البخاری ومسلم [illegible] خطیب نے لکھا کہ بنی اسرائیل پر [illegible] اور اسمین قید [illegible] تھون۔ یعنے [illegible] کیسے عمل کرتے ہو۔ مگر بنی اسرائیل نے پہلے ہی سے رعایت نعمت [illegible] کی چنانچہ ذکر فرمایا۔ فاتوا علی قوم یعکفون علی اصنام لہم [illegible] عبادۃ اصنام لہم پس گذرے ایک ایسی قوم پر جو اپنے بتون کی عبادت پر قائم تھے۔ ابن جریج نے کہا کہ گائے کی صورت کے بت بنے ہوئے تھے اور یہین سے بنی اسرائیل کے دلون مین ان بتون کی صورت جمی تھی حتی کہ جب سامری نے گوسالہ بنایا تو اسکے فتنہ مین پڑ گئے بعض نے کہا کہ یہ قوم جسکا بیان ہے قوم لخم سے تھے اور سمندر کنارے بستے تھے اور بعض مفسرین نے کہا کہ کنعانی لوگ تھے جن پر جہاد کرنے کا موسیٰ کو حکم تھا قالوا یموسی اجعل لنا الہا کما لہم الہۃ بنو اسرائیل بولے کہ اے موسیٰ ہمارے واسطے ایک الہ بنا دے جیسے ان لوگون کے الہ مین۔ بنو اسرائیل سے بعضے مراد ہین سب نہین کیونکہ حضرت موسیٰ کے ساتھ وہ ستر آدمی بھی تھے جنکو مناجات کو جانے کے وقت چھانٹ لیا اور ایسے صالحین بھی تھے کہ انکی شان بالیقین ایسے سوال کی نہین تھی۔ اور لفظ یا موسیٰ سے خطاب کرنے مین انکی جفا و سخت دلی کا اظہار ہے کہ بت بنا دینے کی درخواست کے مقابلہ مین اسکا کیا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیلین و آیات معجزات و فرعونیون پر متواتر طوفان وغیرہ کے نشانات دیکھ لیے اور فرعون کے معہ قوم غرق ہونے کو جان لینے کے باوجود انتہا درجہ کی جہالت سے یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے غیر کی عبادت بھی جائز ہے بلکہ [illegible] اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام کا جواب نقل فرمایا کہ قال انکم قوم تجہلون۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگون کو جواب دیا کہ تم ایسی قوم ہو کہ جہالت کرتے ہو۔ یعنے نئی نئی جہالت نکالتے ہو۔ اور تجہلون کا مفعول محذوف ہے یعنی نعمت الٰہی جو تمپر ہوئی اسکے مقابلہ مین جہالت سے غیر خدا کی عبادت مانگی۔ مفسرین نے لکھا کہ مفعول محذوف کرنے مین جہل مطلق کی تعریض ہے کیونکہ جہالت کے واسطے کوئی بات خاص نہین فرمائی۔ اور جملہ بحرف ان جو واسطے تحقیق کے ہے یہ انکی جہالت کی تاکید ہے کیونکہ بعد معائنہ ومشاہدہ ان آیات کثیرہ کے جو گذر چکی تھین پھر ایسا سوال کرنا سخت بعید تھا اور بہت شنیع تھا۔ فی السراج اسمین حضرت محمد صلعم کو تسلی ہے

کہ مدینہ کی قوم یہود سے جو جاہلانہ قابل تعجب باتین معائنہ کرتے تھے انکو انکے باپ دادون پر قیاس کرنا چاہیئے قال المترجم شاید خطیب کا
مقصود یہ ہے کہ بعد نزول ان آیات کے مدینہ مین یہ آیتین آپ کیلئے یہود کا حال دیکھنے کے وقت تسلی ہو گئی ہین ورنہ سورہ مکیہ ہے کما عرفت
فافہم۔ پھر حضرت موسیٰ کی نصیحت بیان فرمائی کہ جہان بنی اسرائیل کو سمجھایا۔ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ تبار بمعنے ہلاک اور
جو شکستہ برتن ہو گیا ہے۔ ان حرف تحقیق داخل ہے جملہ اسمیہ پر اور ہؤلاء مبتدا اور متبر ما ہم فیہ یعنے ہالک ہے وہ چیز جسمین وہ پڑے ہین
یہ جملہ خبر مبتدا ہے۔ حاصل ترجمہ یہ ہوا کہ البتہ یہ لوگ اس حال مین پڑے ہین کہ جس چیز مین وہ گھسے ہوے ہین وہ متبر ہے۔ فی البیضاوی رح
یعنے اللہ تعالے ڈھا دیگا انکے اس دین کو جسپر وہ جمے ہین اور انکے بتون کو ریزہ ریزہ کر دیگا۔ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور باطل و مضمحل
ہے جو یہ لوگ عمل کرتے ہین کہ ان بتون کی عبادت کرتے ہین اگرچہ اس سے انکی مراد یہی ہو کہ اللہ تعالے سے تقرب حاصل کرین کیونکہ اللہ تعالے
کے سوائے غیر کی عبادت مین مشغول ہوا تو اُسنے اپنے قلب سے معرفت الٰہی کو زائل کر دیا حالانکہ عبادت سے مقصود یہی تھا کہ معرفت حاصل ہو
یہین سے کہا گیا کہ جس چیز سے دل پر ہو وہی تیرا معبود ہے لہذا سوائے حضرت باری تعالے کے کسی تصور کو اسطرح رکھنا روا نہین ہے
اور یہ بڑی سخت بلا ہے اسیواسطے اس کلام کو نہایت سخت تاکیدات سے بیان فرمایا۔ فی البیضاوی۔ اس کلام مین بنی اسرائیل کو اس
چیز سے جو انھون نے مانگی تھی کمال نفرت دلانے اور تحذیر کرنے کے واسطے یہ تمام مبالغہ کیا کہ ہؤلاء اسم اشارہ کو آن کا اسم کیا اور جسمین وہ
پڑے ہین اسکو متبر فرماکر خبر دی اور انکے افعال کے باطل ہونے کی خبر دی اور دونون جملہ جو ان کی خبر واقع ہین انمین خبر کو مقدم فرمایا
یعنے ما ہم فیہ متبر مین خبر مقدم فرمائی اور باطل ما کانوا یعملون مین بھی ایسا ہی ہے پس تنبیہ ہے کہ اس حال کو ہلاکت ضرور لاحق ہے اور
انکے اعمال کو سوائے بطلان و نیستی کے کچھ نہین ہے۔ تمام کلام کا حاصل یہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ بنو اسرائیل کے جاہلون نے واقعہ
فرعون و قبط مین بڑی بڑی آیات و معجزات دیکھنے کے بعد سمندر سے اُترکر نجات پاکر جہالت سے ایک قوم کو بت پوجتے دیکھکر موسیٰ علیہ السلام سے
کہا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ایسا ہی بُت بنا دیجئے جیسے ان لوگون کے بت ہین۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ تم لوگ عظمت و جلال الٰہی
سے جاہل قوم ہو۔ اے نادانو یہ لوگ جس حال مین پڑے ہین یہ خواہ مخواہ ہلاک شدہ ہے اور جن اعمال مین پڑے ہین خواہ مخواہ حبط و نیست ہین
امام احمدؒ نے ابو واقد اللیثی سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین کو نکلے راہ مین سدرہ پر ہو کر گذرے تو
مین نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے واسطے بھی ایسا ہی ذات انواط بنا دیجئے جیسے کافرون کا یہ ذات انواط ہے اور کافرون کا قاعدہ تھا کہ ایک
سدرہ سے اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اسکے گرد اعتکاف کرتے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہ تو ویسا ہی سوال ہے جیسا بنو اسرائیل
نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ تم بھی اپنے اگلون کی راہ پر چلوگے وقد رواہ ابن ابی شیبۃ والنسائی وابن المنذر
وابن مردویہ وابو الشیخ والطبرانی وابن ابی حاتم والترمذی وقال حدیث صحیح

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ
کہا کیا اللہ کے سوائے ڈھونڈون تمکو کوئی معبود اور اُسنے تمکو بزرگی دی سب جہان پر اور وہ وقت یاد کرو جب بچا لایا ہمنے تمکو فرعون والون سے دیتے تھے تم کو بُری
الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ ع ۱۲ ۶
مار مار ڈالتے تمھارے بیٹے اور جیتی رکھتے تمھاری عورتین اور اسمین احسان ہے تمھارے رب کا بڑا
قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا۔ قال لہم موسیٰ علیہ السلام مجیبا علی وجہ التعجب والانکار اغیر اللہ ابغی لکم آلہا۔ یعنے موسیٰ علیہ السلام نے

جہان جہری ہے دریافت ہے ذات تسکو بازہ نعمین ۔ م
ذات انواط اسکی ایک بڑا جسکی پوجا کرتے ہین ۔ سرسبز درخت ہے لٹکا رکھا دیتے

ان لوگون کو انکے اس قول کا کہ ہمارے واسطے ایک الٰہ بنادے یہ جواب بطور تعجب کے انکار کرتے ہوئے دیا کہ کیا اللہ تعالے کے سوائے تلاش کردون مین کوئی الٰہ۔ کیونکر بنادیتا یہ تو تمھاری جہالت ہے مین تلاش بھی ہرگز نہین کرسکتا اور حال یہ ہے کہ وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اسنے تمکو عالمین پر فضیلت دی ہے۔ حاصل آنکہ الٰہ کوئی ایسی چیز نہین کہ طلب و تلاش کیجاوے اور بنالیجاوے بلکہ الٰہ تو وہی ایک حضرت رب العزۃ خالق عزوجل ہے جو ہر بات پر قادر ہے اور ایجاد کرکے زندگی دی ہے اور تمام نعمتین عطا فرمائین اور تمکو تمام عالمین پر فضیلت دی پس وہی اللہ تعالے الٰہ معبود ہے جسکی عبادت تمام مخلوق پر واجب ہے پس اسکی عبادت سے غیر کی عبادت کی طرف عدول کیونکر روا ہے۔ اسمین تنبیہ ہے کہ ان لوگون نے نعمت کے شکریہ کے مقابلہ مین بہت بیہودہ بات زبان سے نکالی کیونکہ اللہ تعالے نے انکو محض فضل سے بدون استحقاق کے انکے ہمسر و ہم مثل لوگون پر تخصیص دی اور ان لوگون نے قصد کیا کہ اللہ تعالے کی مخلوقات مین سے ایک نہایت خسیس چیز سے اسکی جناب مین شرک کرین۔ ذکرہ البیضاویؒ پھر واضح ہو کہ عالمین پر جو انکی تفضیل نکلتی ہے اُسکے معنے مین دو قول ہین اول آنکہ اللہ تعالے نے انکو انکے زمانہ کے عالمون پر فضیلت دی تھی سوا ے ایسے اہل علم کے جو از راہ عقل مخصوص ہون مانند انبیاء علیہم السلام کے۔ قول دوم آنکہ اللہ تعالے نے ان آیات و معجزات کے ساتھ انکو مخصوص فرمایا تھا پس مثل اسکے عالمین مین سے اور کسی کو حاصل نہین ہوئین اگرچہ اور لوگون کو ان آیات کے سوائے اور آیات اُنسے بہت بڑھکر حاصل ہوئی ہون مثلاً زید کو عمرو سے علم حساب خوب زیادہ معلوم ہے تو اس خاص فن مین اسکو فضیلت ہے اگرچہ عمرو اسکی بہ نسبت علم اقلیدس و علم مثلث و علم منطق و علوم عربیہ وغیرہ بہت سے علمون مین سے زید سے افضل ہو۔ اور مفسر رحمہ اللہ نے قول اول اختیار کیا اور یہ فضیلت ان کے زمانہ کے عالمین پر ان امور مین انعام کی وجہ سے قرار دی جو مابعد مین مذکور ہین بقولہ۔ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔ اے و اذکروا اذ انجینا کم۔ اور ابن عامر کی قراءۃ مین۔ اذ انجاکم۔ ہے یعنے اور یاد کرو اُسوقت کو کہ نجات دی ہم نے تمکو۔ یا نجات دی اُسنے یعنے اللہ تعالے نے تمکو آل فرعون سے درحالیکہ۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ تکلیف دیتے تھے اور چکھاتے تھے تم کو بہت سخت عذاب اور وہ یہ ہے کہ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ تقتیل سے یا قتل سے دونون قراءۃ سبعہ مین سے ہین پارہ پارہ کرتے یا قتل کرتے تمھارے لڑکون کو وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ۔ اور زندہ باقی رکھتے تھے تمھاری عورتون کو۔ وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس نجات دینے یا عذاب ہونے مین۔ بَلَآءٌ انعام ہے یا امتحان ہے مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ تمھارے پروردگار کی طرف سے بڑا۔ بلاء یعنے انعام بھی آیا اور امتحان بھی ہے لہذا یہان دو تفسیر کی طرف اشارہ کیا اور عظیم صفت بلاء ہے اور من ربکم اے کائن من ربکم۔ پس ایک تفسیر یہ کہ اس نجات دینے مین انعام بڑا تمھارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ دوم آنکہ اس عذاب مین امتحان بڑا تمھارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ انجینا کم حکایت بزبان موسیٰ ہے اور وہ وقت نجات دینے کا یاد دلاکر بصیغہ تکلم جناب باری تعالے کی طرف توجہ دلائی۔ حاصل آنکہ یہ نعمتین یاد کرکے نصیحت و عبرت نہین لیتے کہ جو تمنے بات کہی اس سے باز ہو۔ قصہ مین سب کو تنبیہ ہے۔ پھر جو تفسیر مذکور ہوئی یہی موجودہ تفاسیر مین ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور فتح البیان کے مؤلف نے جو لکھا کہ یہ تفسیر اس بنا پر کہ کلام حکایت از موسیٰ ہو۔ اور اگر محمد صلعم کے عصر کے موجودہ یہود کو خطاب قرار دیا جاوے تو یہ معنے کہ اذکروا اذ انجینا اسلافکم یعنے اے موجودہ یہود تم یاد کرو وہ وقت کہ ہم نے تمھارے اسلاف کو نجات دی الخ۔ تو اس تفسیر مین تامل ہے کیونکہ سورہ مکیہ ہے اور یہود مدینہ مین تھے اور مستثنیات مین یہ آیت مذکور نہین ہے فافہم ف فی العرائس قال اغیر اللہ ابغیکم الٰہا وہو فضلکم علی العالمین اللہ تعالے نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بنو اسرائیل کے جاہلون کا قول رد کردیا جو انھون نے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰہا کما لہم اٰلہۃ یعنے

تم لوگ انسانیت کے درجہ پر رہو اور عقل کا شرف باقی رکھو اور حیوانیت کے درجہ پر مت جاؤ اس قوم بت پرست کے مانند حالانکہ تم کو اللہ تعالے نے فضل دیا ہے اور توحید و شریعت کو تمھارے لیے پسند فرمایا ہے حاصل آنکہ تم غیر کو معبود بنانے کے لیے ڈھونڈھتے ہو محض خلاف مقتضاے عقل کرتے ہو حالانکہ اوتعالے نے اپنے کرم و رحمت سے عقل دی ہے جو اللہ تعالے کے سواے کسی غیر کی بندگی کو قبول نہین کرتی ہے کیونکہ وہی عقل سلیم ہے کہ قدیم کو حادث سے فرد اور اکیلا بتوفیق الٰہی اعتقاد کرتی ہے اور اس عقل کا وہی خالق ہے جسکی عبادت کرنی چاہتی ہے اور اُسی نے تم کو ایسی عمدہ صورت دی ہے کہ اگر تم اس سے عبرت حاصل کرو تو یقین جان لو کہ اسکا پیدا کرنے و بنانے والا وہی اکیلا پاک پروردگار ہے کوئی اسکا شریک و ضد و ہمتا کچھ بھی نہین ہے تم کو اسنے یہ فضیلت دی تمام عالمون پر کہ مجھے تم مین رسول کرکے بھیجا ہے اور مین تم پر اللہ تعالے کی نعمتین جو تمھارے مقدر مین پوری کردونگا۔ شیخ ابو عثمانؒ نے کہا کہ معنے آنکہ بھلا اللہ تعالے کے سواے تو غیر کو طلب کرتا ہے حالانکہ اسی نے تجھکو تیرے سواے تمام مخلوقات پر فضیلت دی پس سواے اللہ تعالے کے غیر کی طرف خضوع و بندگی کرکے ذلیل ہوتا ہے حالانکہ اوتعالے نے اپنے انعام سے تجھکو اس غیر پر سرفراز کیا ہے پس تو چاہتا ہے کہ ذلیل کے سامنے بندہ بنکر اس سے بھی زیادہ ذلیل و بدتر ہو جاوے اور غضب مین پڑے انتہی۔ پھر اللہ عز وجل نے اپنے نبی موسیٰؑ کو کتاب توریت دینے کا حال ذکر فرمایا جس سے انکو معلوم ہو جاوے کہ کیا کہنا و کرنا و اعتقاد رکھنا چاہیئے اور کیا نہین چاہیئے اور مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے مصر مین وعدہ کیا تھا کہ فرعون ہلاک ہوگا اور اللہ تعالے تمکو کتاب پاک دیگا پس اب اسکے عطا کو بیان فرمایا۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةًۚ وَقَالَ مُوْسٰى

اور وعدہ ٹھہرایا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا انکو دس سے تب پوری ہوئی مدت تیرے رب کی چالیس رات اور کہا موسیٰ نے

لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝

اپنے بھائی ہارون کو میرا خلیفہ رہ میری قوم مین اور سنوار اور نہ چل بگاڑنے والون کی راہ

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى۔ واعدنا از مواعدت تو اکثر قرا کی قراۃ ہے اور وعدنا سے بدون الف کے ابو عمرو کی قراۃ ہے۔ ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً تکلمہ عند انتہاءھا بان یصومہا۔ المعنی وعدہ دیا ہم نے موسیٰؑ کو تیس رات کا کہ ہم کلام کرینگے اس مدت کے پورے ہونے پر باین طور کہ روزے کے ساتھ اس مدت کو پورا کرے پس اگر شرط پوری کی تو ہم کلام کرینگے اور یہ مہینہ ذوالقعدہ کا تھا اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے جیسے مجاہدؒ و مسروق و ابن جریج ہین اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت مین دن کو روزے رکھے اور رات مین عبادت کی پھر جب مدت پوری ہونے کو تھی کہ موسیٰؑ علیہ السلام نے روزے کی وجہ سے جو منھ مین ایک قسم کی خلوف ہو جاتی ہے جسکو لوگ اپنے حواس و خیال سے بدبو سمجھتے ہین موسیٰ علیہ السلام نے بھی بمقتضاے بشریت اسکو برا سمجھ کر جس جنگل کے غار مین گوشہ نشین ہو کر عبادت مین تھے وہین ایک درخت کے ریشہ سے مسواک لیکر اس سے مسواک کرلی پس ملائکہ نے کہا کہ ہم آپ کے منھ سے مشک کی خوشبو پاتے تھے اور اُس کو آپ نے بگاڑ دیا اور مروی ہے کہ اللہ تعالے نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰؑ تو نے نہین جانا کہ روزہ دار کے منھ کے خلوف تو اللہ تعالے کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے پھر اللہ تعالے نے اور دس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تاکہ مع خلوف دہن کے کلام کرنے کو حاضر ہو جیساکہ اوتعالے نے فرمایا۔ وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ۔ اور پورا کیا ہم نے اس مدت کو دس راتون سے۔ اور یہ دس راتین ذی الحجہ کی تھین پس اس قول پر دسوین تاریخ ذی الحجہ کو کلام نصیب ہوا اور اسی روز اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کے واسطے دین پورا کیا۔ کما قال تعالے

Marfat.com

الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ جیسا کہ اسکی تفسیر مین گذرا کہ عرفات مین جمعہ کے روز اسکا نزول ہوا ہے۔ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً میقات موسیٰ سے کلام کرنے کا وقت وعدہ۔ پس میقات اور وقت مین فرق یہ ہے کہ میقات وہ وقت جسمین کوئی کام مقدر ہوا اور وقت الشی جو اس کے واسطے ہو عام اس سے کہ کوئی مقدار مقرر ہو یا نہو اور اربعین کو نصب بنا بر آنکہ حال ہے اور لیلۃ اسکی تمیز ہے اے تم بالغا بذہ العدۃ۔ اور یہ چالیس یعنے پہلی تیس راتین اور یہ دس راتین ملکر ہوئین اگر کہا جاوے کہ یہ تو ہر شخص جانتا ہے اسکے بیان مین کیا حکمت ہے جواب آنکہ اتمام بعشر مین ابہام تھا کہ تیس راتین ہی دس سے تمام ہون بایں طور کہ اول دو دہائی ہون پھر تیسری دہائی سے تمیم ہوئی لہذا چالیس سے تصریح کرنے مین ابہام دور ہوا۔ کذا ذکرہ المفسرون ولم یرض بہ المترجم حق رضا فانہ قلیل الجدوی علی انہ لو قیل بعشر سوا ہا لزال الوہم المذکور فافہم بلکہ اس مین اعلام ہے میقات الرب تبارک وتعالے چالیس ہے اور بعضے اہل تحقیق نے ذکر کیا ہے کہ عدد چالیس کے واسطے مقامات خاص مین ایک تکمیل خاص ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو چالیس برس پر نبوت ہوتی ہے اور نظائر اور بھی ہین فصلہ فی المواہب۔ معنے آنکہ بھرپور ہوگئی میقات یعنے پورا ہوا موسیٰ سے اسکے پروردگار کا کلام کرنے کا وقت وعدہ درحالیکہ پہونچا چالیس رات تک۔ سورۂ بقرہ مین ان چالیس کو مجمل ذکر فرمایا ہے اور یہان تفصیل کردی ہے۔ پھر جب میقات پوری ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کو جانے کا قصد کیا تب اپنے بھائی کو وصیت کی کما قال تعالے وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي۔ اخلفنی یعنے کن خلیفتی۔ تو میرا خلیفہ ہوکر رہ وَأَصْلِحْ امرہم۔ اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ تو میرا خلیفہ ہوکر رہ میری قوم مین اور اصلاح کر انکے کام کی۔ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ۔ اور مت پیروی کر مفسدون کے راہ کی۔ اگر کہا جاوے کہ ہارون علیہ السلام بھی نبی بزرگ تھے انکی شان سے نہ تھا کہ مفسدون کی راہ چلین اور وہ خود اصلاح کرتے اور خود نبی تھے انکو خلیفہ کیا مقرر فرمایا۔ تو جواب یہ ہے کہ راہ مفسدین کی پیروی سے یہ مراد ہے کہ کسی مفسد کی بات مین انکی موافقت نکرین اور مقصود اس سے تاکید ہے اور ہارون اگرچہ نبی بزرگ تھے مگر اس رسالت مین موسیٰ علیہ السلام کے تابع اور انکے مددگار اور وزیر تھے۔ کما حکی اللہ تعالے واجعل لی وزیرا من اہلی ہارون اخی الآیۃ۔ اور وزیر اصل نہین ہوتا بلکہ کار سلطنت مین بطور نیابت انجام دیتا ہے تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ یعنے تو میرا بھائی رشتہ دار میرا نائب اس کام مین ایسا ہے جیسے حضرت موسیٰ کے نائب ہارون انکے بھائی تھے پھر بعض مفسرین نے لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے میقات کو کوہ طور کے دامن مین تمام کرنے کے لیے جاتے وقت ہارون کو خلیفہ کیا تھا چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالے نے مجھے تیس راتون کے بعد وعدہ دیا ہے کہ مین ملون اور تم مین ہارون کو خلیفہ کرتا ہون پھر جب موسیٰؑ روانہ ہوگئے تو وہان میقات مین اللہ تعالے نے دس راتین اور بڑھادین پس بنی اسرائیل جو سامری کے فتنہ مین مبتلا ہوے وہ انھین دس راتون کے اندر مبتلا ہوے تھے۔ کما سیاتی القصۃ انشاء اللہ تعالے۔ بالجملہ موسیٰ علیہ السلام وصیت کرکے روانہ ہوے ف فی العرائس۔ قولہ تعالے وواعدنا موسیٰ ثلٰثین لیلۃ الآیۃ۔ سنت الٰہی عزوجل مین سے یہ بات ہے کہ جب کسی بندے کو کسی مقام مین مشرف کرنا چاہا جو اسکو حاصل نہ تھا اور قربت ومناجات دینی چاہی اور ملک وملکوت کے عجائب اسپر ظاہر کرنے چاہے تو اسکو ہر کدورت سے صاف اور ہر قصد وہمت سے خالص فرماتا ہے اور طرح طرح کے مجاہدہ سے اسکو مرتاض فرماتا ہے اور اسکے پیٹ کو کھانے پانی سے خالی رہنے کا حکم دیتا ہے الا اسقدر کہ جس سے اسکی بشریت قائم رہے تاکہ غواشی قلب بسبب اسکی شدت گرسنگی کے سوختہ ہوجاوین اور اسکے قلب سے مقام نظر پاکیزہ ہو اور آب ریاضت ومجاہدہ سے اسکے جوارح کو طاہر وپاک فرماتا ہے اور زاویہ خلوت مین لطائف

مناجات ومشاہدہ کا مشتاق فرماتا ہے اور اولیاء اللہ عزوجل کی راہ میں اولیاء کے گوش دل کھلتے اور چشم ارواح کشادہ ہونے کیساوقات خاص ہیں
تاکہ انکو اپنا کلام سنادے اور اپنا جلال وجمال دکھلادے اور ان اوقات میں نسیم مشاہدہ انکے خلوات ومناجات میں انکو پہونچتی ہے اور اسکو
وہی لوگ پاتے ہیں جو مراقبہ وریاضت میں قائم ہیں اور اسی طرف اشارہ ہے فیما یروی بقولہ ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا النفحات اللہ
اور یہیں سے چالیس رات کا چلہ۔ ابتداء حال میں اولیاء اللہ کے حق میں خالص نیت سے خلوت وریاضت وحصول حکمت ازلی واسرار عجیبہ و
مکاشفہ غریبہ کے واسطے سنت مقرر ہوگیا ہے کیونکہ انوار وحکمت الٰہی کا ظہور اسی شخص کے واسطے ہوتا ہے جو اللہ تعالے کے واسطے جملہ اغیار سے
حتی کہ اپنے نفس کی پرداخت سے بھی منفرد ہوجاوے ومن ہہنا یروی ان من خلص للہ اربعین صباحا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ۔
یعنے چالیس راتیں جو شخص خلوص نیت سے اللہ تعالے کی جناب میں عبادت پر قائم رہے اسکے قلب سے حکمت کے چشمہ اس کی زبان پر روان
ہوتے ہیں۔ پھر جب تیس راتیں پوری ہوئیں تو لذیذ خطاب سے اور لطف جمال سے وقت پورا نہوا یعنے اسقدر میں تکمیل نہوئی تو اور درخواست
کی پس دس راتیں اور زائد عطا ہوئیں اور یہ انکے غلبہ شوق وعشق ومحبت کا نتیجہ تھا اور یہی فرمایا کہ اتممنا ہا بعشر پس یہ شہود عین کا تمرہ تھا
چنانچہ پوری میقات کو فرمایا کہ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ اور اربعین سے مراد تواتر حالات اور استقامت بواردات ہے تاکہ اسکے بعد جملہ کشف کو
متحمل ہوسکے اور انوار قدم کے ظہور پر مستقیم رہے۔ اور رات کا ذکر اس معنے کرکے ہے کہ اغیار کی نظر سے اسرار مخفی رہیں اور مواصلت صافی ہو پس
سبحان اللہ کیا شان ہے رات کی کہ کیا کیا پاکیزہ خطاب سنتی ہے اور کیا کیا لطائف وعجائب دیکھتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے میں
ایک میقات اسواسطے مقرر فرمادی کہ شوق وخوف وہیجان ومحبت کا غلبہ ہوا ابوبکر بن طاہرؒ سے پوچھا گیا کہ یہ کیا بات تھی کہ موسیٰ علیہ السلام
جب پروردگار تعالے کی مناجات میں جاتے تھے تو بھوک نہ لگی اور جب خضر علیہ السلام کی ملاقات کو جاتے تھے تو آدھے دن میں بھوکھے
ہوگئے کما فی قولہ آتنا غداءنا لقد لقینا الآیۃ تو جواب دیا کہ مناجات الٰہی کی ہیبت نے اسکو کھانا پانی سب بھلادیا اور قصہ خضر کے سفر میں بار بار
پر بار زیادہ ہوئی کیونکہ وہ سفر تادیب تھا بخلاف مناجات کے کہ وہ سفر کرامت تھا۔ پھر جب مناجات کے سفر کا قصد کیا تو ہارون کو قوم پر خلیفہ
کردیا اور یہ غیرت لسماع اسرار ازل ہے وہو قولہ تعالے وقال موسیٰ لاخیہ ہارون اخلفنی فی قومی الآیۃ۔ ہارون کو شریعت پر خلیفہ کیا اور مقام
حقیقت میں خود منفرد ہوگئے کیونکہ حقیقت میں غیر کی گنجائش درمیان میں نہیں ہے عشق میں شرکت نہیں ہوتی ہے کیونکہ عشق کو عاشق کے
وجود پر غیرت ہے صرف معشوق کا باقی ہونا مقتضاے عشق ہے پھر غیر کی کہاں گنجایش ہے پس ہارون علیہ السلام نے جو نبی صالح تھے بلا گفتگو
خلافت کو قبول کرلیا اور کوئی درخواست نہیں کی اگرچہ انکے دل میں درگاہ مناجات تک ساتھ حاضر ہونے کا اشتیاق ہوا استادؒ نے کہا کہ
فرعون کی طرف بھیجے جانے کے وقت موسیٰؑ نے خود درخواست کی کہ واشرکہ فی امری الآیۃ۔ اور جب خطاب ومناجات کی طرف قصد کیا تو
ہارون سے کہا کہ اخلفنی فی قومی الآیۃ سا اور یہ علم ورضاے ہارون علیہ السلام پر دلیل ہے اور آیت میں دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خلیفہ ونجیب و
نقیب ہوتے ہیں مگر انکی یہی علامت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی سنت پر قدم بقدم چلتے ہیں اور انھیں کے اسوہ اور طریقہ کی پیروی کرتے ہیں
اور آخر انکے طفیل میں صدق ارادت کی وجہ سے درجات پاتے ہیں شیخ محمد بن حامدؒ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے خلیفہ اور انکے خلیفہ کے خلیفہ اسیطرح
برابر چلے آتے ہیں جو ایک دوسرے کے بعد امت میں بسنت اصحاب خلافت کرتے ہیں اور طریقہ انکا وہی ہوتا ہے جو اصحاب کا طریقہ تھا پس ہر ایک
اپنے مطاع کے بعد چونکہ اسی کے طریقہ پر ہوتا ہے اور وہ بطریقہ نبوت ہے لہذا سب بسنت نبی علیہ السلام ہوتے ہیں اور امت والے جس سنت کو
ضائع کرنا چاہتے ہیں اسکی یہ لوگ حفاظت کرتے ہیں اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سب سے اول اس مقام پر حضرت سید المرسلین

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قائم ہوئے تھے اور اگر اسطرح خلافت مین اولی بسنت قائم نہوتا تو انبیار علیہم السلام کی سنت کی حفاظت اپنے طریقہ پر نہوتی کیونکہ حفظ کسی چیز کا اسکے طریقہ پر منوط ہے اور وہ بعد الہام وعلم ہے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوا چنانچہ مرتدون کے قتال پر آمادہ ہوئے اور مانند اسکے امور صریح ہین۔ قال المترجم حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ پہلے ہم لوگون نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم کہ مرتد لوگون سے جہاد کیا جاوے مکروہ جانا تھا اور آخر کار جب انجام معلوم ہوا تو ہم نے بہت تعریف کی اور اللہ تعالے کی حمد وثنا ادا کی۔ قال الشیخ پھر جب موسی علیہ السلام کدورات بشریت سے پاک اور شوق ومشاہدہ مین مستقیم ہوئے اور میقات پوری ہوئی تو تعلقات خلائق سے منقطع ہونے کے بعد مقام مناجات آلہی کے واسطے حاضر ہوئے کما قال تعالے

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ

اور جب پہونچا موسے ہمارے وقت پر اور کلام کیا اُس سے اسکے رب نے بولا اے رب تو مجکو دکھا کہ مین تجکو دیکھون کہا تو مجکو ہرگز نہ دیکھے گا لیکن

انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ

دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف جو وہ ٹھہرا اپنی جاگہ تو آگے دیکھیگا مجکو پھر جب نمودار ہوا رب اُسکا پہاڑ کیطرف کیا اُسکو ڈھا کر برابر اور

خَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

گر پڑا موسی بیہوش پھر جب چونکا بولا تیری ذات پاک ہے مین نے توبہ کی تیرے پاس اور مین سب سے پہلے یقین لایا

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيْقَاتِنَا۔ اے للوقت الذی وعدناہ بالکلام فیہ۔ اور جب آیا موسی ہماری میقات پر یعنے ایسے وقت پر جسمین ہم نے اس سے کلام کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ اور کلام کیا اُس سے اسکے پروردگار نے۔ اگر کہا جاوے کہ اوپر کے سیاق سے ظاہر یون تھا وکلمناہ۔ اور ہم نے اس سے کلام کیا۔ تو جواب یہ کہ اسمین صنعت التفات ہے اور تصریح وتاکید ہے کہ کلام اسکے پروردگار ہی نے کیا بدون واسطہ کے اور کلام اسمین آتا ہے۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ۔ اے قال رب ارنی نفسک انظر الیک۔ یعنے کہا کہ اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھے اپنی ذات کو مین تیری طرف نظر کرون۔ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ اے لا تقدر علی رویتی۔ فرمایا کہ تو مجھے نہین دیکھیگا یعنے تو مجھے دیکھنے پر قدرت وطاقت نہین رکھتا ہے۔ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ ولیکن پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ جو تجھسے زیادہ قوی ہے۔ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ۔ پس اگر پہاڑ اپنی جگہہ پر ٹھہرا رہا فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ تو البتہ تو مجھے دیکھ لیگا ورنہ تجھے طاقت نہین ہے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پھر جب تجلی فرمائی اسکے پروردگار نے پہاڑ کے لیے جَعَلَهٗ دَكًّا تو کر دیا پہاڑ کو مدکوک زمین کے برابر۔ حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین۔ دکاء بعد ہمزہ ہے اور باقیون کی قراءۃ بالقصر ہے۔ وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا۔ اور گرا موسی صعق ہو کر یعنے غشی مین ہو کر فَلَمَّآ اَفَاقَ پھر جب افاقہ پایا۔ یعنے غشی سے اور بعض نے جو کہا کہ صعقا یعنے مردہ ہو کر ہے تو وہ ضعیف ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ پھر جب اُسنے افاقہ پایا۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ بولا اے پروردگار تو منزہ ہے مالک۔ تُبْتُ اِلَيْكَ مین نے تیری جناب مین توبہ کی ایسی بات کا سوال کرنے سے جسکے مانگنے کا مجھے حکم نہین ہوا تھا۔ یہ اگرچہ گناہ نہ تھا کیونکہ گناہگار کا ایسے مقام پر کیا کام ہے ولیکن بدون اجازت ملنے کے سوال کر بیٹھنا انبیار کی شان سے خوب لائق نہین ہے اسواسطے توبہ کی کیونکہ حسنات الابرار سیات المقربین ہوتی ہین۔ قال القرطبی اُمت کا اجماع ہے کہ یہ توبہ کسی گناہ سے نہتی۔ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مین مومنون مین سے اول ہون اپنے زمانہ مین کیونکہ ہر پیغمبر اپنے زمانہ مین ایمان مین اول ہے۔ ابن عباسؓ ومجاہدؒ نے کہا کہ مراد اگر بنی اسرائیل سے اول ہون ورنہ پہلے حضرت نوح وہود وصالح علیہم السلام وغیرہ انبیار گذرے ہین اور ابو العالیہ نے کہا کہ قبل موسیٰ کے اور مومن تھے

Marfat.com

ولیکن مراد یہ ہے کہ مین اول ایمان لایا ہون کہ قیامت تک تجھکو کوئی نہین دیکھ سکتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول عمدہ و متجہ ہے وقال المترجم اسکے معنے یہ لیے جاوین کہ اس حالت سے معائنہ کرکے ایمان لانا سب سے اول میرا ہی واقع ہوا ہے تو البتہ متجہ ہے ورنہ دیگر انبیاء علیہم السلام بھی ضرور ایمان رکھتے ہونگے کہ قیامت تک بالمعائنہ کوئی اللہ تعالے کو نہین دیکھ سکتا ہے فتامل۔ ف واضح ہو کہ آیت کریمہ مین دو مقام ہین کہ باوجود ظہور کے اہل بدعت و راے نے اپنی ہوا و ہوس سے بیجا تاویلین نکالین اور اعتقاد برحق جسپر انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور صلحاء اُمت قائم تھے اسمین رخنہ ڈالا پس بتوفیق الٰہی یہان دونون مقام مذکور ہوتے ہین الاول فی قولہ وکلمہ ربہ کلام باری تعالے۔ اس آیت کریمہ سے صریح ثابت ہے کیونکہ معنے یہ ہین کہ کلام کیا موسیٰ سے اسکے پروردگار نے۔ قال المفسرؒ اے کلمہ ربہ بلاواسطۃ کلاما یسمعہ من کل جہۃ یعنے کلام کیا پروردگار نے بلاواسطہ موسیٰ سے ایسا کلام کہ اسکو ہر طرف سے سُنا یعنے اسکے واسطے کوئی جہت خاص نہ تھی۔ زبان عرب مین تکلیم بلاواسطہ کلام کرنے کو کہتے ہین لہذا مفسرین نے بلاواسطہ کلام کرنے پر قطع کیا ہے۔ یعنے اپنا کلام بدون واسطہ اور بدون کسی کیفیت کے موسیٰ علیہ السلام کو سنایا اور موسیٰ اور اپنے کلام کے درمیان سے حجاب اُٹھا دیا پس اسکو موسیٰ علیہ السلام نے سُن لیا اور یہ مراد نہین ہے کہ موسیٰ کے واسطے اپنا کلام پیدا کیا جسکو موسیٰ نے سُنا کیونکہ اللہ تعالے کا کلام قدیم ہے۔ قال الزمخشری فی الکشاف اللہ تعالے نے موسیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا جیسے فرشتون سے کلام کرتا ہے لیکن تکلیم اسطرح کہ بولتا ہوا کلام بعض اجرام مین پیدا کر دیا جیسے مخطوط کلام یعنے لکھا ہوا کلام لوح محفوظ مین پیدا کر دیا ہے اور یہان ایک شجر مین پیدا کر دیا تھا جس سے موسیٰ نے سُن لیا انتہی اور یہی فرقہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ نہایت ہی ضعیف قول ہے اور خطیب و رازی وغیرہ نے کہا بلکہ باطل و خطا ہے اسکے باطل ہونے مین کچھ شک نہین کہ خلاف نص کتاب و سنت و خلاف اجماع سلف بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام ہے اور نیز درخت وغیرہ کسی جرم کو نہین ہو سکتا کہ یون کہے۔ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری جیسا کہ سورہ طٰہٰ کی آیت مین آیا ہے پس ثابت ہوا کہ معتزلہ کا قول تو باطل ہے اور بعضے حنابلہ و حشویہ نے کہا کہ اللہ تعالے کا کلام حروف و اصوات منقطعہ ہین اور وہ قدیم ہے۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ یہ قول بھی قابل التفات نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اگر مراد حنابلہ کی یہ ہے کہ حروف و اصوات منقطعہ سے یہی معنے ہین جو مفہوم ہوتے ہین مع کیفیت کے تو امام رازی کا قول صحیح ہے کہ قابل التفات نہین ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اسکی کیفیت سے آگاہی نہین تو حروف و اصوات کی تفصیل بیفائدہ ہے اور بعض نے کہا کہ حنابلہ کے قول کے یہ معنے کہ حروف و اصوات قدیمہ قائم بذاتہ تعالے کو سنا باین طور کہ موسیٰ علیہ السلام مین ایک ادراک پیدا کر دیا ہے اس سے موسیٰ نے سُن لیا۔ اور یہ معنے باوجود اسکے کہ حنابلہ سے ثابت نہین ہوے اسمین خلل ظاہر ہے کیونکہ حروف و اصوات کا ذات باری تعالے کے ساتھ قائم ہونا متصور نہین اور اگر کیفیت سے قطع نظر مراد ہے یعنے ہمکو کیفیت نہین معلوم تو پھر صفت کی طرف رجوع ہے لہذا حروف و اصوات کا بیان بیفائدہ ہے علاوہ برین کوئی ادراک جدید پیدا کر دینا خلاف منصوص ہے اور مسقط کمال ہے کیونکہ بعد اس وقت کے وہ ادراک باقی نہین رہا فافہم اور مدارک مین لایا کہ تاویلات مین شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک آواز سُنی جو کلام الٰہی پر دلالت کرتی تھی اور موسیٰ کا اختصاص اسوجہ سے کہ اللہ تعالے نے اسکو ایسی آواز جسکو خود پیدا کیا ہے سنا دی بدون اسکے کہ یہ آواز مخلوق مین سے کسی کی مکتسبہ ہو۔ اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ مآل اسکا یہ ہے کہ موسیٰ نے درحقیقت کلام الٰہی نہین سنا علاوہ برین کلام بواسطہ ہوا اور تکلیم بلاواسطہ ہے پس معتزلہ کے قول کے مانند ہے حتی کہ جو معتزلہ پر وارد ہے وہی اسپر بھی وارد ہے۔ امام رازیؒ نے کہا کہ اکثر علماء متکلمین اہلسنت کا قول یہ ہے کہ کلام الٰہی ایک صفت ہے جو ان حروف و اصوات کی مغائر ہے اور اللہ تعالے سے یہ صفت حقیقیہ ازلیہ سنی و ادراک کی

Marfat.com

باین طور کہ اللہ تعالے نے حجاب کو دور کر دیا اور جیسے کہ اللہ تعالے کی ذات پاک کا دیدار ہونا جائز و صحیح ہے حالانکہ وہ جسم نہیں اور نہ عرض ہے اسیطرح اسکی صفت کا دیدار اور کلام کا سماع جائز و صحیح ہے اگرچہ وہ حروف واصوات نہیں ہے اور یہ جو مروی ہوا کہ موسیٰ اس کلام کو ہر جہت سے سنتے تھے اسمیں تنبیہ ہے کہ اوتعالے کا کلام قدیم ہے اور وہ مخلوق میں سے کسی کے کلام کے مانند نہیں ہے۔ قال المترجم یہ قول جید و قوی ہے اور مآل اُسکا یہ ہے کہ کلام الٰہی ایک صفت قدیم قائم بذاتہ تعالے ہے پس اسکا سماع حاصل ہوا اور کیفیت اسکی بالکل معلوم نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات و ذات کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ اور صاحب مواقفؒ نے کہا کہ علماء اشعریہ نے جو یہ سمجھا کہ صفت قائم بذاتہ تعالے فقط معنے ہیں اور وہی فقط صفت قدیم ہیں اور رہی عبارات تو وہ مجازاً کلام ہیں درحقیقت نہیں ہیں تو یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مصحف میں جو لکھا ہے اگرچہ وہ نقوش و خط حادث ہیں لیکن جسکو حفظ ہے وہ درحقیقت کلام اللہ تعالے کا حافظ ہے حتیٰ کہ جو پڑھا جاتا ہے اگر کوئی انکار کرے کہ یہ کلام الٰہی نہیں تو وہ کافر ہے اور شیخ اشعریؒ نے جو کہا کہ کلام نفسی وہ معنے نفسی ہیں تو مراد یہ ہے کہ امر قائم بذات باری تعالے ہیں اور یہ لفظ و معنے دونوں کو شامل ہیں اگرچہ تلفظ کرنے میں بسبب اسکے کہ جو قوت ہم میں ہے وہ مساعد نہیں خواہ مخواہ اس سے تقدیم و تاخیر واقع ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ جس صفت سے کہ وہ قائم بذات باری تعالے ہے کوئی تقدیم و تاخیر نہیں ہے اور یہی محمد بن عبدالکریم الشہرستانی نے نہایۃ الاقدام میں اختیار کیا ہے۔ پس محصل یہ ظاہر ہوا کہ کلام الٰہی ایک صفت قدیم ہے اور وہ قائم بذاتہ تعالے ہے اور وہ الفاظ و معنے دونوں کو شامل ہے اور جیسے ہم لوگوں کے تلفظ میں تقدیم و تاخیر ہوتی ہے اس سے وہ پاک و بری ہے پس اسکو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا باین طور کہ اوتعالے نے حجاب مرتفع کر دیا اور بلا کیفیت اور بدون جہت سنا ہے اور ایک جماعت سلف و خلف نے صفت کلام الٰہی کی تاویل میں خوض نہیں کیا اور کہا کہ اوتعالے متکلم ایسے کلام قدیم سے ہے جو اسکی ذات پاک کے لائق ہے اور وہ کلام مخلوق سے مشابہ نہیں ہے جیسے اسکی ذات پاک و صفات پاک کسی چیز سے مشابہ نہیں ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے متواتر ثابت ہوا کہ اللہ تعالے متکلم بکلام ہے پس ہم اسپر ایمان لاتے ہیں اور اسکی کیفیت میں بحث نہیں کرتے کیونکہ اوتعالے اعلیٰ واجل ہے اس سے کہ کوئی اسکی ذات و صفات کی کیفیت ادراک کر سکے پس معنے قولہ تعالے فلما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ۔ پھر جب آیا موسیٰؑ ہمارے وعدہ کلام کے وقت مقررہ پر اور بلا واسطہ کلام کیا اس سے اس کے پروردگار نے ایسا کلام جو مخلوق کے کلام کے مانند حرف و آواز نہ تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے حجاب مرتفع کیا کہ اپنے صفت قدیم قائم بذات الٰہی عزوجل سے سنا۔ پھر واضح ہو کہ یہ سماع کلام فقط موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوا کیونکہ کلمہ ربہ میں موسیٰؑ کی تخصیص و تشریف ہے اور تخصیص بذکر دلالت کرتی ہے نفی ما عدا پر جیسا کہ اپنے موقع پر مقرر ہو چکا ہے۔ اور خطیب نے لکھا کہ قاضی نے کہا کہ نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان ستر آدمیوں نے بھی سُنا جو قولہ تعالے واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا الآیۃ سے ساتھ معلوم ہوئے ہیں کیونکہ انکے حاضر لانے سے غرض یہی تھی کہ قوم کو بیان کے ماجرے کی خبر دیدیں۔ و قال المترجم ظاہر یہ ہے کہ مواقیت متعدد تھے اور یہاں اول میقات کا ذکر ہے پس کوئی ساتھ نہ تھا جیسا کہ بعض کا قول ہے اور شاید کلام قاضی اس بنا پر ہے کہ ایک ہی میقات واقع ہوئی ہے جیسا کہ بعض دیگر کا قول ہے۔ واللہ اعلم۔ بالجملہ علماء نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کلام پروردگار کو سُنا تو غایت حلاوت سے بدون اجازت کے دیدار کا سوال کیا کما قال تعالے قال رب ارنی انظر الیک۔ اور اس میں دلالت ہے کہ دیدار باری تعالے جائز ہے اور یہی مقام دوم ہے اس مسئلہ میں اسلام کے فرقوں میں سے سوائے اہل السنۃ کے سب گمراہ و منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کا دیدار محال ہے اور یہ لوگ مخالف سنت بلکہ مخالف انبیاء علیہم السلام ہیں کہ جو انھوں نے خبر دی اس سے بیجا تاویل کر کے انکار کرتے ہیں اور اپنی ناقص عقل و رائے کی پابندی میں پڑ کر سنت سے منکر ہوتے ہیں اور

منشا اس گمراہی کا جدال و مقائس ہین جو شیطان کا اصل مادہ فساد تھا حالانکہ بدلائل قطعیہ منصوصہ دیدار باری تعالے ثابت ہے چنانچہ
مترجم کا اسمین ایک رسالہ مستقل ہے ولیکن یہان مختصر طور پر وہ دلائل جو اس مقام سے متعلق ہین لاتا ہے۔ اول آنکہ اس سوال موسیٰ علیہ السلام
مین دیدار باری تعالے جائز ہونے کی دلیل ہے اسواسطے کہ اگر دیدار محال ہوتا تو موسیٰ اسکو طلب نہ کرتے کیونکہ وہ نبی تھے اور انبیا علیہم السلام سے
محال بات کا طلب کرنا محال ہے خصوص ایسی چیز مین جو اللہ تعالے کے ساتھ جہالت کو مقتضی ہو یعنے اگر دیدار محال ہوتا تو لازم آتا ہے کہ موسیٰ کو
بدیہی معرفت الٰہی سے جہالت تھی کہ ایسی بات طلب کی جو اسکی شان مین محال ہے پس ثابت ہوا کہ دیدار باری تعالے ممکن ہے اگر کہا جاوے
کہ ممکن تھا تو حاصل کیون نہوا جواب یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کی نظر مین یہ استعداد نہین ہے کہ دیکھ سکے پس آخرت مین اللہ تعالے کے وعدہ پر
دیکھینگے جیسا کہ قولہ تعالے وجوہ یومئذ ناضرة الے ربہا ناظرة سے ثابت ہے اور بہت سی صحیح احادیث جو بدرجہ تواتر پہونچی ہین انمین مصرح ہے
کہ مومنین قیامت مین اپنے پروردگار تعالے کو بلا حجاب دیکھینگے جیسا کہ اسی آیت کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے مذکور ہونگی اور سلف صالحین
سب کا اس امر پر اجماع تھا جیسا کہ وہین انشاء اللہ تعالے بیان ہوگا۔ قال النسفی والبغوی ہذا السوال دلیل لاہل السنة علی جواز الرویة
فان موسیٰ اعتقد ان اللہ تعالے مرئی حتی سالہا واعتقاد جواز مالا یجوز علی اللہ تعالے کفر فثبت انہ جائز انتہی۔ فان قیل کانت وقوعہا مستحیلا
فیلزم ما الزم۔ قلت ان ارید انہ تخییل مطلقا فممنوع لما عرفت من الجواز وان ارید انہ تخییل من جہة انہ لم یحیل اسباب الرویة او من جہة انہ تعالے
وعدہا فی الآخرة فمسلم ولکن لا یلزم اعتقاد جواز مالا یجوز وہذا ظاہر۔ واجاب فی المعالم انہ سالہ ظنا منہ انہ یجوز ان یری فی الدنیا ایضاً۔ اور
کشاف مین زمخشری معتزلی نے بربنا مذہب اعتزال کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ دیدار باری تعالے محال ہے لیکن یہ سوال انکا
اپنی قوم کو چپ کرنے و سمجھانے کے واسطے تھا جو کہتے تھے کہ آرنا اللہ جہرة یعنی ہم کو اللہ تعالے کو عیانا دکھلادے۔ بیضاویؒ نے کہا کہ یہ خطا ہے
اسواسطے کہ اگر رویت مستحیل تھی تو واجب تھا کہ انکی تجہیل کرتے جیسے جب انھون نے بت مانگا تھا تو انکو قوم جاہل کہا تھا اور انکا شبہہ
دور کیا تھا۔ نسفی نے کہا کہ جو چیز اللہ تعالے پر محال ہے اسکی تقریر کرنا بھی کفر ہے حالانکہ موسیٰ نے سوال مین اسکے تقریر کی پس ثابت ہوا کہ محال
نہین ہے۔ معتزلہ مین سے کعبی و اصم نے جب دیکھا کہ قوم کو سمجھانے کی تاویل نہین بنتی ہے تو کہا کہ سوال کے معنے یہ ہین کہ رب ارنی آیة منک
اعلمک بہا بالضرورة کانی انظر الیک۔ یعنے اے رب تو مجھے اپنی طرف سے ایک آیت دکھلادے جس سے بالضرورة مین تجھے جان جاؤن گویا کہ
مین تیری طرف دیکھتا ہون۔ اور رد کر دیا گیا کہ حضرت موسیٰ نبی اولو العزم تھے کیا انکو یقین نہ تھا اور پھر انھون نے تخییل طور پر جو جائز نہین
ہے یہ کلام کہا حالانکہ اگر کفر نہین تو حرام ہے جو انبیا پر روا نہین ہے علاوہ برین یہ معنے خلاف نظم ہین جو تحریف ہوتی ہے پس وہ رد انہین ہے
لہذا صحیح ہوا کہ سوال امر جائز کا تھا اور دیدار باری تعالے دنیا مین جائز ہے اور قیامت مین واقع ہوگا۔ کشاف مین کہا کہ جواب اسکا استحالہ پر
دلالت کرتا ہے یعنے قولہ تعالے لن ترانی بیضاویؒ نے جواب دیا کہ جواب سے محال ہونے پر دلیل لانا نہایت سخت غلطی ہے اسواسطے کہ اسکے
معنے یہ ہین کہ تو مجھے نہ دیکھیگا۔ پس یہ تو اس بات پر بھی دلالت نہین کرتا کہ کبھی نہ دیکھیگا یا کوئی اور سوائے تیرے نہ دیکھیگا پھر محال ہونا تو اس سے
بڑھی ہوئی بات ہے اور یہ کہنا کہ بالضرورة یہ محال ہونے پر دلالت کرتا ہے یہ پوری جہالت ہے یا خواہ مخواہ انکار و مکابرہ ہے۔ نسفیؒ نے کہا کہ استحالہ
کیسا یہ تو خود جائز ہونے کی دلیل ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے یہ نہین فرمایا کہ لن اُری یعنی مین دیکھا نہین جاتا ہون بلکہ یون فرمایا کہ تو نہین دیکھیگا
اور اگر اللہ تعالے چاہتا تو دکھا دیتا پس اگر اللہ تعالے کا دیدار جائز نہوتا تو فرماتا کہ مین مرئی نہین ہون اسواسطے کہ یہان بیان کی حاجت ہے
اور اسوجہ سے کہ اللہ تعالے نے موسیٰ کو نہ مایوس کیا اور نہ عتاب کیا اور اگر محال ہوتا تو عتاب فرماتا جیسے نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کی بابت

عتاب کیا تھا کیونکہ وہ بالفعل ممنوع تھا اگرچہ امکان ذاتی ہو۔ معالم میں کہا کہ لن ترانی کے معنے یہ ہیں کہ دنیا میں چشم فانی سے کوئی بشر مجھ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ آخرت میں چشم باقی سے دیدار نصیب ہوگا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگلی بعض کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے موسیٰ دنیا کا کوئی جاندار مجھکو نہیں دیکھیگا مگر آنکہ مر جائیگا اور کوئی تر نہیں دیکھیگا مگر آنکہ خشک ہو جائیگا۔ قلت اسکو ابو نعیم نے حلیہ میں کئی طرق سے آثار میں روایت کیا ہے۔ لالکائی نے سنتہ میں ابن عمر و ابوہریرہ سے مرفوعاً و موقوفاً روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ انکم لن تروں ربکم حتی تموتوا۔ تم اپنے پروردگار کو نہ دیکھو گے یہاں تک کہ مر جاؤ۔ یعنے بعد مرنے کے اگر مومن ہو تو دیکھو گے پس نہ دیکھنے کی انتہا موت ہے۔ منکروں نے کہا کہ حرف لن واسطے نفی تابیدی کے ہے یعنے ابد تک کبھی نہ دیکھیگا اور اسمیں نفی کی تاکید ہے پس جب دائمی نفی ہوئی تو عدم جواز ثابت ہوا اور نہ سہی تو عدم وقوع لازم ہوا جواب دیا امام واحدی نے کہ لن کے یہ معنے کہ نفی تابیدی ہے محض جھوٹ ہے اہل لغت میں کسی نے نہیں لکھا اور نہ اسپر کوئی کتاب معتبر شاہد ہے اور نہ کوئی نقل صحیح پائی جاتی ہے منکروں نے اپنے باطل اعتقاد کے واسطے یہ افترا باندھا ہے بلکہ کتاب الٰہی شاہد ہے کہ لن برائے نفی تابیدی نہیں۔ امام بغوی نے کہا کہ لن نفی تابید کے واسطے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالے نے یہود کے حق میں کہا کہ لن یتمنوہ ابدا بما قدمت الآیۃ یعنے موت کی تمنا نہ کرینگے۔ پھر قیامت میں انکے حال کی خبر دی کہ تمنا کرینگے۔ کما قال تعالے ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک الآیۃ۔ اور فرمایا کہ تمنا کرینگے یالیتہا کانت القاضیۃ الآیۃ۔ پس ثابت ہوا کہ لن میں نفی تابیدی نہیں الا بدلیل خارجی کما فی قولہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ الآیۃ۔ کہ وہاں دوسری دلیل سے ثابت ہوا کہ بت کبھی ایک مکھی نہیں پیدا کر سکینگے۔ فان قلت ابدا فی قولہ ولن یتمنوہ ابدا۔ تاکید معنوی۔ قلت التاسیس اولی من التاکید فلا یصار الی المرجوح مع امکان الحمل علی الراجح وہذا الطل ان یا دلوا الآیۃ تخصیصہا بغیر الیہود۔ فان قلت لابد من التخصیص اذ لن مع قولہ ابدا یحرجہم بالضرورۃ والا یقع التناقض قلت الابد یضاف الی القدر الممکن للمضاف الیہ کما فی قولہ یاموسی انا لن ندخلہا ابدا ما داموا فیہا الآیۃ۔ فالمراد انہم لا یتمنون الموت ما وسعہم فانہم بعد الموت الموقت لا یسعون لتمنی الموت لانقطاع القدرۃ علی الافعال فافہم۔ خلاصہ یہ کہ لن ترانی سے استحالہ نہیں نکلتا بس معنے یہ کہ لن ترانی فی الدنیا۔ یا لن ترانی اعین فانیۃ۔ یا لن ترانی انت بقدر تک یعنے تو اپنی طاقت سے نہیں دیکھ سکتا۔ اور قیامت میں باکرام الٰہی دیکھ سکیگا۔ یا لن ترانی بالسوال۔ یا لن ترانی الی وقت موتک۔ پس ان امور کے ساتھ کیونکر دوسری آیت سے تناقض ہوگا جسمیں قیامت میں دیدار حاصل ہونا صریح ہے۔ اور محال کیسا کہ خود اللہ تعالے نے پہاڑ کے استقرار پر دیدار حاصل ہونا مشروط کیا بقولہ ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ اسمیں صریح دلیل ہے کہ دیدار باری تعالے ممکن ہے اور تقریر اسکی علامہ نسفی و امام بغوی نے لکھی کہ اللہ تعالے نے دیدار کو پہاڑ کے مستقر رہنے پر معلق کیا اور پہاڑ کا مستقر رہنا ممکن ہے پس دیدار بھی ممکن ہے کیونکہ جو چیز کہ کسی ممکن چیز پر مشروط ہو وہ اسکے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے اگر کوئی چیز کسی امر محال پر معلق ہو تو اپنے محال ہونے پر دلالت کرتی ہے اور پہاڑ کا استقرار ممکن ہونا اس دلیل سے ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا۔ یعنے اللہ تعالے نے اسکو دکوک کر دیا اور اگر نہ کرتا تو نہ ہوتا اور اللہ تعالے نے جو امر ایجاد کیا وہ اگر نہ ایجاد کرے تو نہ ہوا اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے اسکو ایجاد نہ کرتا کیونکہ اللہ تعالے قادر اور مختار ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے پس ممکن تھا کہ نہ دکوک کرتا کیونکہ مختار ہے پس دیدار جو اس ممکن پر معلق ہے وہ بھی ممکن ہوا۔ علاوہ بریں تجلی کے وقت پہاڑ کا ٹھہرا رہنا ممکن ہے جبکہ اللہ تعالے پہاڑ میں ایسی قوت پیدا کر دے کہ وہ ٹھہرا رہے پس ممکن پر جو معلق ہو وہ بھی ممکن ہوتا ہے پس دیدار محال نہوا۔ توضیح اسکی وہ ہے جو امام رازی نے بیان کی کہ اللہ تعالے نے فان استقر مکانہ فسوف ترانی میں دیدار کو مشروط کیا پہاڑ کے استقرار پر یعنے اگر پہاڑ مستقر رہے تو تجھکو دیدار حاصل ہوگا پس پہاڑ مستقر رہتا تو دیدار

واقع ہوتا اور مستقر نہ رہا تو دو حال سے خالی نہین یا تو مستقر رہنا محال تھا تو دیدار بھی محال ہوگا یعنے ہو ہی نہین سکتا۔ اور اگر مستقر رہنا ممکن تھا تو دیدار ہو سکتا ہے اگرچہ واقع ہوا۔ پس ہم کہتے ہین کہ پہاڑ کا استقرار محال نہین بلکہ ممکن ہی اسلیے کہ پہاڑ کا استقرار تین حال سے خالی نہین یا تو واجب ہے یا ممتنع ہے یا ممکن ہے اول و دوم دونون شق باطل ہین تو تیسری شق صحیح ہے بطلان اول اسلیے کہ واجب ہوتا تو زائل نہوتا کیونکہ واجب وہ ہے جو کسی حال مین کبھی زائل نہو چنانچہ حضرت حق تعالے عز وجل کے سوائے کوئی چیز واجب نہین ہے۔ ممتنع بھی نہین کیونکہ ممتنع وہ ہو جو کبھی کسی حال مین نہ پائی جاوے حالانکہ پہاڑ پہلے مستقر تھا پس تیسری شق ضرور باقی رہی وہی صحیح ہے۔ اعتراض کیا گیا کہ جس حال مین پہاڑ مستقر نہ تھا تب شرط ہوا پس شرط محال ہے تو مشروط بھی محال ہے بدین دلیل کہ شرط ہونے کے حال مین وہ پہاڑ متحرک تھا یا ساکن تھا اگر ساکن تھا تو مشروط پایا جانا چاہیے اور جب نہ پایا گیا تو وہ ضرور متحرک تھا وقت شرط کے۔ امام رازیؒ نے جواب دیا کہ کلام اسکے وقوع مین نہین بلکہ امکان مین ہے باعتبار اسکی ذات بدون لحاظ کسی امر کے حیث قال والجواب ان الكلام في استقراره من حيث هو هو فان اعتبار حالة الشئ من حيث هو مغائر لاعتبار حالة بشرط كذا فان الشئ على شرط الوجود واجب وعلى شرط عدمه ممتنع ومن دونهما من حيث هو ممكن فكذلك استقرار الجبل في نفسه ممكن۔ وقال العلامة التفتازاني واليضا لانم امتناع استقرار الجبل حال الحركة لان توارد احدهما على الآخر ممكن فيمكن ان يستقر ولا يتحرك وانما المحال وجودهما معا وهو غير لازم فاذا ثبت بطلان الامتناع ثبت انه في نفسه ممكن فاذا كان ممكنا وهو شرط للروية صار المشروط اے الروية ممكنا فبطلت الاستحالة۔ اور جب استحالہ باطل ہوا بلکہ ثابت ہوا کہ دیدار حاصل ہونا ممکن ہی تو امام رازیؒ نے کہا کہ بعد اسکے یہ یقین کرنا واجب ہے کہ مومنین کو قیامت مین حاصل ہوگا کیونکہ اُمت اسلامیہ مین دو ہی قول والے ہین ایک وہ کہ دنیا و آخرت دونون جگہ محال کہتے ہین۔ دوم وہ کہ دنیا مین جائز اور آخرت مین واقع کہتے ہین پس جب محال ہونا باطل ٹھہرا تو دوسرے قول پر اجماع ہوا کیونکہ تیسرا قول کسی کا نہین پس تیسرا قول کوئی نکالے تو باطل ہوگا۔ وقال المترجم الاولى في استدلال الوقوع ان يقال اذا ثبت ان الاستحالة باطلة وجب القول بالوقوع بدليل قوله تعالے وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة الآية۔ فان هذه الآية تدل على الوقوع بالنص اذ حاجة التاويل عند المأولين انما هي دليل الاستحالة الذي قرن بالمرجوح فاذا بطلت الاستحالة وجب المصير الى المعنے الراجح الذي هو وقوع روية الله تعالے اذ القول بالمرجوح مع الامكان بالراجح غير جائز فثبت وقوعها بالنص هذا هو المقصود فلله الحمد والمنة وبسط الكلام في رسالة المترجم۔

پھر واضح ہو کہ قولہ فلما تجلى ربه للجبل۔ کی تفسیر مین امام احمدؒ نے حضرت انس سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسقدر نور سے تجلی فرمائی آپ نے اپنی چھنگلیا کا اوپر کا ذرا سا کنارہ بتلایا۔ وقد رواه الترمذي وقال حسن صحيح والحاكم وقال على شرط مسلم ورواه الطبراني ايضا وقال المفسر اسناده جيد وقد رواه الحاكم لشاهد عن ابن عباس۔ علامہ نسفیؒ نے لکھا کہ شیخ ابو منصور ماتریدیؒ نے فرمایا کہ جبل کے واسطے تجلی کرنے کے معنے وہ ہین جو شیخ اشعریؒ نے بیان فرمائے ہین کہ اللہ تعالے نے پہاڑ مین قوت دیدار و علم پیدا فرما دی تھی یہان تک کہ اُسنے رب تعالے کی تجلی کو دیکھا اور تاب نہ لا کر مدکوک کیا گیا اور اسمین صریح تخصیص ہے کہ او تعالے شانہ کا دیدار ہوگا انتہی کلامہ معالم مین کہا کہ سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالے نے ستر ہزار پردون سے درم کے برابر نور ظاہر فرمایا پس پہاڑ کو مدکوک کر دیا یعنے با خاک برابر کر دیا۔

مترجم کہتا ہے کہ پہاڑ کے حق مین قوت دیدار پیدا کرنے کی تاویل بلا ضرورت ہے کیونکہ مفسرین سلف مین سے ایک بڑا گروہ اسطرف گیا ہے کہ پہاڑ وغیرہ چیزین اللہ تعالے کی معرفت رکھتی و توحید و تسبیح و تحمید کرتی ہین اور سابق مین یہ تحقیق گذر چکی ہے یہان اعادہ نہین کیا جاتا پھر پہاڑ یہ کوہ طور ہے اور ثبیر وغیرہ نہین ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث صعقة الطور سے جو اس آیت کی تفسیر مین ہی معلوم ہوتا ہے ف

Marfat.com

ثانیہ۔ فی العرائس قولہ تعالے ولما جاء موسی لمیقاتنا۔ میقات کی وہان کیا گنجائش ہے وہان شام وصبح کہان ہے ازل اسکا ابد ہے اور ابد اسکا ازل ہے مراد آنکہ اپنی ہر مراد سے منفرد ہو کر اپنی پوری تربیت پر پہونچا تاکہ اسکو دریاے قدم کی روانی مین اور ازل کے دھارے مین کھڑے ہونے کی گنجایش حاصل ہو اور عظمت کے سامنے استعداد بقا ہو اور اگر او تعالے اُسکو اپنے انوار قرب سے لباس نہ پہناتا تو اپنے رب کی میقات مین پگھل جاتا۔ اسکو اپنی مراد پانے کے واسطے ایک وقت مین مبتلا یا اور یہ علت بقاء بشریت ہے ورنہ ہر نفس کو اسکا ایک وقت اور کشف ہے۔ جاء لمیقاتنا مین احتجاب از میقات ہے اور اگر جاء لنا ہوتا تو احتجاب بالکل نہوتا۔ پردہ شب مین اپنے حبیب علیہ السلام کو عالم ملکوت کے واسطے لیا اور کچھ میقات نہ تھی۔ اور اسری بعبدہ مین اسکو اپنی طرف لیا حتی کہ اسکے حق مین زمانہ و مکان کچھ نہ تھا کیونکہ وہ بحر قدم کے دیدار مین مستغرق اور بلا سوال واصل ہوا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان نہ کچھ حرکت تھی اور نہ اشارہ اور نہ عبارت حتی کہ اسکے اور پروردگار کے درمیان کوئی وقت و زمانہ و مکان نہ تھا اور جو آنکھ اپنی طرف سے بہرہ فرمائی اُس سے دکھلایا اور اپنے دیے کانون سے سنایا۔ نبی کلیم اللہ کو ازل مین اپنے خطاب کے واسطے خاص فرمایا۔ کما قال تعالے وکلمہ ربہ جبکہ کلیم علیہ السلام کے سامع اسرار مین حدیث نفس و وسواس باقی نہ رہے تو اسکے سمع کو قوت ازلی کا لباس دیا اور اپنا کلام سنا دیا اور اگر یہ بات نہوتی تو کیونکر کلام قدیم سن سکتے تھے حالانکہ حدوث کے کان تھے۔ کلمہ ربہ مین اپنے فضل کا اشارہ ہے کہ جب موسی بصفت شوق و ہیجان و عشق و ہیجان آیا تو او تعالے جل جلالہ کی طرف سے یہ فضل ہوا کہ پروردگار نے کلام فرمایا اور موسی اپنی خودی سے فانی ہوے اور موقف فنا مین حضرت عظمت قدم وبقا مین متحیر فانی کھڑے ہوئے کچھ نہ جانا کہ مین کون ہون اور کیا ہون اور کیا چاہتا ہون اور کہان جاتا ہون نہ مکان ہے نہ زمان ہے او تعالے کے علم مین وہ ذہاب الذہاب کے مرتبہ مین مقرر ہوا اور بالبداہتہ اس سے او تعالے عزوجل نے کلام فرمایا پس سر موسی ہوا ہویت مین پرواز کر گیا اور روح موسی آسمان بقاء و دوام مین اڑی اور عقل موسی میدان ناپید اکنار احدیت مین اور قلب موسی انوار وحدانیت مین پرواز کر گیا اور مانند معدوم کے ہو گیا۔ پہلا کلام تعظیم و ہیبت ہے اور دوسرا کلام لطف و بسط ہے پس کلام اول مین فنا ہوئے اور دوسرے مین باقی ہوے اور اگر لطف و کرم الٰہی شامل حال نہوتا تو اول ہی خطاب مین نیست و نابود ہو جاتے ولیکن لطف سے اپنے بندہ برگزیدہ کلیم کو اپنے عجائب کلام سے سنایا تاکہ اسکو معرفت تمام عطا کرے کیونکہ کلام اسکا مفتاح خزائن صفات و ذات ہے۔ اور اگر ازلی لطف بحال موسی م نہوتا اور تمام غیر کلام وحی و الہام مین رہے تھے اور ہر دم اسی مین گذرا تھا تو بداہتہ خطاب کے وقت نابود ہو جاتے اور کوئی اثر باقی نہ رہتا اور لذت و حلاوت کلام سے اثر نہ رہتا۔ کاش اگر مجھے زبان ازلی ملے تو مین اس لذت خطاب کا وصف بیان کرون اسکو کون سمجھیگا جسنے کبھی اسکا مزہ نہین پایا۔ پھر جب موسیٰ کی ذات اس لذت خطاب سے پاکیزہ ہوا اور بحر وصال سے غرق شوق ہوئے تو مزید قرب و کشف مشاہدہ کی درخواست مین بیخود ہو گئے اور بسط و انبساط مین قدم اُٹھائے اور چہرہ محبت سے نقاب حیا دور کر کے جرأت کے میدان مین قدم رکھا حتی کہ یہ حال ہوا جو او تعالے نے ذکر فرمایا۔ قال رب ارنی انظر الیک۔ مواجید وصالی کا اسپر غلبہ ہوا اور رام کے پردہ سے نکلکر مقام عشق و بیہوشی مین رسوم ادب سے جدا ہو کر اس بیہوشی سے مقام دنو الدنو اور شہود عین العین کے خواستگار ہوے کیونکہ نسیم مشاہدہ سے خنکی وصال پا کر قرار نہ رہا اور کب بیقرار عشق بیتاب رہتی ہے جب فنا ہوے وابرح مایکون الشوق یوما اذا دنت الخیام من الخیام ہتیلی شوق پوچھٹے کیا خیمہ سے ملا ہوا ہے خیام۔ نستراگر موسی علیہ السلام نے کشوف غیب پردۂ التباس صفات مین نہ دیکھا ہوتا اور ہر پردہ سے مرآۃ وجود کو تجلی التباسی مین نہ پایا ہوتا تو مشاہدہ صرف کی طرف راہ نہ پاتا اور واللہ اگر دیدار حق الصبار بنظر معرفت نہوتا تو موسے م

Marfat.com

اس چیز کی درخواست نہ کرنا جو چشم مخلوق سے خفیہ ہے ۔ فلولا رجاء الوصل ماعشت ساعة + ولولا مکان الطیف لم اتہجع + اسکو کرامت
وصال نہین ملتی جو اسکے واسطے غیر کی آرزو رکھتا ہے لہ مناتی من الدنیا لقاؤک مرة + فان نلتہا استوفیت کل منایا + سلبت فؤادی
کی تکون سکانہ + فکن لی او فاردد علی فؤادیا ۔ جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ حق عزوجل نے اپنے بندہ موسیٰ کو پہلے زبان حرمت سے کلام سُنایا
پھر زبان جود وکرم سے سنایا اور دونون اسی کی طرف راجع ہین. ابوسعید خراز نے فرمایا کہ غیرت الٰہی سے یہ بات ہے کہ نہین کلام کیا موسیٰ سے مگر درمیان شب
مین اور ہر قوی حس سے اسکو غائب کر دیا تاکہ سوائے موسیٰ کے کوئی اسکے ساتھ حاضر نہو اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالے کے
کلام کرنے کا یہی دستور ہے. قرشیؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام سے اسی کی مقدار پر کلام کیا اور اگر حد عظمت پر کلام کیا ہوتا
تو پھلکر نابود ہوجاتا ۔ جعفرؒ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بشریت سے باہر ہوکر کلام الٰہی سُنا اور کلام کی اُسکی طرف اضافت کی اور
کلام اس سے لفنیت موسیٰ وعبودیت سے کیا پس موسیٰ علیہ السلام اپنے نفس سے غائب ہوا اور اپنی صفات سے فنا ہوا اور پروردگار
عزوجل نے حقائق معانی سے کلام کیا پس موسیٰ نے صفت موسیٰ کو اپنے رب سے سنا. اور محمد صلعم نے صفت رب کو رب سے سنا پس
پروردگار کے نزدیک وہ احمد المحمودین ہوئے اور اسی وجہ سے مقام محمد صلعم کا منتہی مقام ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کا مقام طور ہوا جب
او تعالے نے موسیٰ سے طور پر کلام کیا تب سے اسکی صفات فنا کر دین پس اسپر ثبات کا ظہور نہوا اور کسی کو اسپر قابو نہوا حسینؒ نے اس
آیت مین کہا کہ اللہ تعالے نے اس سے توقیف و ترتیب زائل کر دی اور اللہ تعالے کیواسطے اللہ تعالے کی طرف آیا اس طور پر کہ
اللہ تعالے نے اسکو بلایا اور پیدا کرنے والے نے اسکے واسطے چاہا اور اسی سے پیدا کیا اور بذل جہد و طاقات و صعب مشقات
کے ساتھ اسپر ظاہر کیا پھر جب اسپر کچھ لقیہ نرہا جو ممتنع ہو تو مقام مواجہہ و مخاطبہ مین کھڑا کیا گیا اور اطلاق کیا مضغہ لسان مراجعت و
مطالبہ کو. کیا تو نے قبل اسکے موسیٰ کا قول نہین سُنا جیسا کہ حال ربوبیت کا اسکو مطالعہ کرایا اور مقام الوہیت کا مکاشفہ تو سوال کیا کہ (یعنی زبان کھولدی ۱۲)
احلل عقدة من لسانی. تاکہ جب وقت آوے تو نطق و بیان کا مالک ہووے. بعض نے کہا کہ جب اپنے مالک سے شرح صدر کی
درخواست کی پھر اپنے لائق تر احوال کو دیکھا کہ اسکا کام آسان کر دیا گیا ہے پس اسکو پورا پورا مانگا تاکہ اس سے بہت بلند مقام پر ترقی کرے
اور وہ آمد بجانب حق تعالے بحق تعالے ہے کیونکہ جان لیا کہ جو اس تک واصل ہوا اسکو کوئی روکنے والا نہین رہتا. ایسی حالت مین
لائق ہوا کہ اکیلا اُس پاک ذات کی طرف حاضر ہو وہاں شریک و نظیر نہین ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے مواقیت کو پورے طور پر
وفا کیا احوال اس سے سب غائب تھے اسکا کچھ نشان نہ دیکھا اور اپنے غیب و ظہور سے اور ماسوائے انکے اور امور سے غائب
ہوا سوائے اس چیز کے جو حق تعالے کے واسطے اس سے یا اسکے ساتھ تھی یہانتک کہ متحقق ہوا قولہ ولقد اوتیت سؤلک یاموسیٰ ولقد
مننا علیک مرة اخری. پس یہ آمد کا حال ہے اور یہی معنے قولہ ولما جاء موسی لمیقاتنا کے ہین. پھر قولہ وکلمہ ربہ. کے معنے یہ ہین کہ وہ منفرد
ہوا اسکے کلام کے ساتھ کیونکہ قبل اسکے بواسطہ سر باطن و ملائکہ و وسائط کے کلام کیا تھا پھر جب اللہ تعالے کرم سے اسکو مقام اجل مین (بلند ۱۲)
لایا اور حال اعظم اسکو محقق کر دیا تو کشف پر کلام کرتے ہوے خطاب فرمایا اور اسکو ہر ایسی چیز سے جو بینندہ و دیدہ شدہ ہو اور ہر صورت
تکونہ و منشیہ سے غائب کیا مگر وہی کہ کلام کنندہ و کلام کردہ شدہ سے ہوا اور اللہ تعالے نے اپنے نزدیک شرف اعظم سے منفرد کیا پس
ایسا خطاب سُنا جو مخاطبات مخلوق کے مانند نہ تھا پس ہیجان شوق سے اس سے اور اسکے واسطے طلب چاہی مگر نہ ایسی طلب جو
مخلوق مین ہوتی ہے اور اللہ عزوجل سے ایسا سوال کیا جو پہلے نہین کرتا تھا پس او تعالے کی طرف نظر کرنے کا سوال کیا جبکہ اپنی

لہ اگر تیرے وصل کی امید نہوتی تو مین ایک دم نہ جیتا + اور اگر تیرے خواب کی آرزو نہوتی تو مجھے نیند نہ آتی ۲ـہ ترجمہ دنیا مین میری تمنا صرف ایکبار تیرا دیدار ہے اگر ملجاوے تو سب مراد ملی، تونے دل لیا کیجا کہ دل قائم ہو پس ایمیرے واسطے ہوجا [illegible]

حقیقت کی طرف رجوع لایا تو اللہ تعالے کو ہر منظور و مقصود میں دیکھا پھر جب اسکے واسطے یہ احوال محقق ہوئے تو کہا کہ رب ارنی انظر الیک
کیونکہ ہر مرئی تیری طرف راجع ہے جو کچھ تو دکھلا دے میں تیرے سوائے کچھ نہیں دیکھتا ہوں۔ تو نہیں دیکھتا خطاب و جواب قال الشیخ
قال المریدلک علی ذلک خطابہ ورجعتہ الیہ اذ ذاک جوابہ ارنی فالیک انظر واحضر ارنی ما شئت فلست غیرک اخضر بعد ان تحققت
منک بحال یوجب لی منک ذاک وحق لمن تحقق بہذا وتمکن فیہ ان ینفرد بسوال لا یشارک فیہ بالحقیقۃ۔ بعضے کہتے ہیں کہ موسیٰ سماع
خطاب کی حالت میں عین سکر میں ہو کر سوال کرنے لگے جو مذکور ہوا اور بیہوش کسی امر میں ماخوذ نہیں ہے تو نہیں دیکھتا کہ کتاب مجید میں
مجنون کے فعل پر ایک حرف بھی عتاب نہیں ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ عزت سماع نے اسکو پکڑا پس زبان اپنی قابو سے باہر ہوگئی اور بمقتضائے
انبساط اس کلام سے درخواست و سوال پر جاری ہوئی قصص میں لکھا گیا ہے کہ جاتے وقت اپنی قوم و اہل معرفت سے کہہ گئے تھے کہ
تمہارا کچھ مطلب ہے کوئی کام ہے میں اللہ تعالے کی جناب میں مناجات کو جاتا ہوں پھر جب خطاب سنا تو کچھ یاد نہ رہا اور وقت کے موافق
دیدار کی درخواست کی بعض نے کہا کہ جتنا زیادہ قریب اتنا ہی زیادہ مشتاق ہوتا ہے اور عین مناجات میں اپنی خودی سے خارج ہو کر
درخواست کی۔ بیخود نہ تھے بلکہ جتنا پیا اسیقدر پیاس زیادہ ہوئی کیونکہ کمال و تمام کوئی راہ وصال نہیں ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ موسی علیہ السلام
نے مقام تفرقہ میں رویت طلب کی پس لن ترانی سے جواب ملا یعنی الجمع اتم از عین التفرقہ ہے۔ پس موسیٰ کو چھوڑ دے کہ جا دیں بیہوش ہو کر
اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جاوے پھر بعد بیہوشی کے قالب میں حقائق احدیت کے مکاشفہ پاوینگے اور معالم موسیٰ کے محو کرنے کے بعد حق عز وجل کا
موسیٰ کے واسطے زندگی دینے والا موسیٰ کے واسطے ہونا موسیٰ کا اپنے واسطے ہونے سے بہتر ہے اور واضح ہو کر حق عز وجل سے حق تعالے کا
شہود بنا بر تحقیق کے خلق کا خلق کے ساتھ باقی ہونے سے زیادہ پورا ہے۔ مجھے یہاں ایک لطیف علم حاصل ہوا وہ یہ ہے کہ قولہ رب ارنی
انظر الیک میں موسی علیہ السلام نے اللہ تعالے عز وجل کا دیدار اللہ تعالے کی طرف مضاف کیا یعنے تو اے پاک پروردگار مجھے دکھلا دے کیونکہ
تو دکھلاویگا تو مجھے قوت حاصل ہوگی کہ تجھے دیکھ سکوں ورنہ نہیں کیونکہ موسیٰ آگاہ تھے کہ مجھے چشم حادثہ حاصل ہے اور اس سے دیدار قدم
ممکن نہیں ہے پس اللہ تعالے کی طرف سے ایسی آنکھ مانگی جس سے دیدار حاصل ہو اور وہ عین العین کو دیکھ سکے اور کنہ الکنہ اور قدم
القدم اور سر الذات اور حقیقۃ الحقیقۃ سے انکشاف پاوے اور یہ نہیں کہ دیکھا نہیں اسواسطے کہ جمیع ذرات سے جمال الٰہی ظاہر ہے پس
جب موسیٰ نے غلبہ سکر میں ہو کر دیدار کا سوال کیا تو جواب پایا کہ لن ترانی۔ یعنے دیدار صرف تجھے حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ تو حدوث میں
پڑا ہوا ہے اگرچہ تجھے میری طرف سے چشم ازلی اور ابصار ابدی عطا ہوئی ہے اسیواسطے موسیٰ علیہ السلام کو واسطہ پر حوالہ کیا بقولہ ولکن
انظر الی الجبل۔ اور لن ترانی میں امکان دیدار بلکہ وقوع دیدار کی بھی نفی موسیٰ وغیرہ مومنین سے نہیں ہے کیونکہ مراد یہ ہے کہ تو اپنی قوت
سے مجھے نہیں دیکھ سکتا ہے بلکہ میری قدرت سے دیکھیگا۔ قال المترجم فی حدیث البیہقی۔ وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء
الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن۔ یعنے قوم اور دیدار باری تعالے کے درمیان جنت عدن میں یہی حائل ہوگا کہ حجاب کبریائی سے نظر
نہیں اٹھا سکینگے بیہقی وغیرہ علماء نے فرمایا ہے کہ معنے یہ ہیں کہ آنکھوں کو بسبب حجاب کبریائی کے دیکھنے کی خود طاقت نہ ہوگی ہاں جب
اللہ تعالے چاہیگا تو ہر ایک سے اسکی منزلت کے موافق پردہ اٹھیگا پس دیکھنا نصیب ہوگا۔ قال الشیخ کیونکر چشم حدوث کو مجال دیدار
ہے اگر حق عز وجل کے دیدار سے دیکھے تو اسکو دیکھیگا اور دیدار الٰہی بلا واسطہ یعنے دیدار حق بحق اعلی واجل ہے اس سے کہ دیدار موسیٰ بلے موسیٰ ہو
اور نیز لن ترانی یعنے جب تک تو خود ہے نہیں دیکھیگا کیونکہ حدوث کو سطوات عظمت و کبریا کو بوصف قدم و بقا تحمل کرنے کی مجال نہیں ہے

پس جو حادث ہونے مین تیرے مثل ہے یعنے پہاڑ اسکو دیکھ کیونکہ بسبب علت حدوث کے بواسطۂ حدوث البتہ دیکھ سکتا ہے پس او تعالے نے
پہاڑ کو اپنے فعل کا آئینہ بنایا پھر اپنے فعل کے واسطے اپنی صفت خاصہ سے تجلی فرمائی پھر اُس سے پہاڑ کو تجلی نصیب ہوئی پھر موسی علیہ السلام
نے پہاڑ کے آئینہ مین جمال قدیم کو دیکھا کہ بیہوش ہو کر گرے کیونکہ اپنے حال کے اندازہ پر اپنے مقصود کو پہونچ گئے اور اگر موسیٰ کے واسطہ تجلی صرف
ہوتی تو موسی علیہ السلام نابود ہو جاتے یا یہ معنے کہ ظاہری وجود سے بھی نیست ہو جاتے اور اگر پہاڑ کے لیے بھی تجلی صرف یعنے خالص ہوتی
بدون پردہ و واسطہ کے تو اسکا پتہ بھی نہ چلتا کیونکہ پہاڑ کو عظمت قدم و سبحات ازل کی تجلی ہوئی تھی آنحضرت صلعم نے فرمایا حجابہ النور لو
کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ یعنے حجاب الٰہی عزوجل نور ہے اگر اسکو کشف فرماوے تو جلاوین اسکی وجہ پاک کے
سبحات جہان تک مخلوق سے نظر منتہی ہو۔ قال المترجم وجہ ایک صفت باری تعالے ہے اور یہ مراد نہین ہے کہ مخلوق کے چہرہ کے مانند
ہے کیونکہ اللہ تعالے عزوجل سے کوئی مخلوق کسی طرح کسی کیفیت مین مشابہ و مانند نہین ہے جیسا کہ بارہا بیان ہو چکا اور یہ حدیث ایک ٹکڑا
صحیح مسلم کی حدیث کا ہے اور طبرانیؒ نے اسکو سند جید سے روایت کیا ہے قال الشیخ مروی ہے کہ جب حق تعالے کسی چیز کے واسطے تجلی فرماتا ہے
تو وہ چیز اسکے واسطے خاضع یعنے پست و حقیر اور اپنے آپ کو ناچیز سمجھنے لگتی ہے۔ وہبؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے حکم فرمایا کہ اسکے عرش کو
ساتوین آسمان کے فرشتے اُٹھاوین و فرمایا کہ اسکو دکھلاوین جب نور عرش ظاہر ہوا تو کشادہ ہوا پہاڑ بسبب عظمت نور عرش کے جو اللہ تعالے
عزوجل کے نور پر نشانی ہے پس ایکبارگی آسمانون کے فرشتون نے اللہ تعالی کی پاکی و عظمت و وحدانیت کی تسبیح پڑھی پس پہاڑ کو ہلا ڈولا
آیا اور پارہ پارہ ہو گیا اور وہ درختون سمیت جل گیا اور بندہ ضعیف موسیٰ علیہ السلام سجدہ مین بیہوش گر پڑا ساتھ روح نہ رہی پس اللہ
عزوجل نے وہ پتھر جسپر موسیٰ تھے قبہ کے مانند کر دیا تھا کہ آتش عشق سے جلکر نیست نہو جاوے پس او تعالے کے سلطان کبریائی و عظمت
و جلال کی تجلی مین اس دنیائے فانی کی فانی چیزین نیست ہین ان عالم باقی مین بقا رحق تعالے قابل ہونگی اور وہ محض فضل الٰہی ہے
لہذا یہان فرمایا ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ یعنے تیرے لیے مین نور عظمت سے پہاڑ پر تجلی فرماتا ہون وہ تجھسے بہت
بڑا جسم اور سخت اجزا رکھتا ہے اگر وہ نہ اُٹھا سکے تو تیرا ضعیف و نحیف جسم کیونکر میرے نور عظمت کی تجلی برداشت کریگا قال المترجم یہ صریح
ہے کہ اس آنکھ و حواس و جسم مین بہ نسبت چشم دل کے تباین ہے اور یہ مت سمجھو کہ آخرت مین جسم دیگر ہوگا بلکہ قطعاً و یقیناً ننگے پانون بے ختنہ کئے
ہوئے جیسے اول پیدا ہوئے تھے اسی طرح محشور ہونگے مگر آنکہ اہل جنت سب موتی کے مانند پاکیزہ بے داڑھی مونچھ کے ایک صورت خاص پر
داخل ہونگے وہی باقی ہین اور وہی دیکھ سکینگے اور انھین پر فضل عظیم ہے۔ فافہم ولا یذہبنک اوہامک الی مہلکۃ الشیاطین ثم قال الشیخ تیری
مراد اگر یہ ہے کہ مجھے یہان دیکھے تو چشم روح و قلب سے دیکھ کہ مین دونون پر تجلی کرتا ہون قلب اسکو برداشت کرتا ہے کیونکہ نور ملکوت و جبروت
سے مخلوق ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی مین آیا کہ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن۔ قلت قد روی
بعبارات ونقدہ اہل التنقید فوضعہ البعض وضعفہ آخرون ولہ شواہد معنی فاحفظہ۔ شیخ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے دیدار چشم ظاہری
طلب کیا حالانکہ چشم قلبی و چشم ظاہری مین وہان حجاب تھا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین یہ حجاب نہ تھا چنانچہ چشم دل و چشم ظاہر سے دیکھا کما
قال تعالے ما کذب الفواد ما رای بعض نے کہا یہ معنے یہ کہ اسکے فواد نے جھوٹ نہ کہا جو اُس کی آنکھ نے دیکھا یعنے شب معراج مین اور تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ
وہان آویگی مترجم کہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اختلاف آمین تھا کہ آنحضرت صلعم نے دیکھا یا نہین پس جمہور کے نزدیک دیکھا اور یہ
ابن عباسؓ سے منصوص ہے اور حدیث صحیح مسلم مین ہے کہ نور انی اراہ۔ اسی پر دلالت کرتی ہے اور انکار عائشہؓ اس مین مضر نہین کیونکہ یہ

Marfat.com

کمال متعلق منصب نبوت ہے اور عورتون کی تکمیل اس جہت مین ناقص ہے اگرچہ اور جہت سے کامل ہو جاوے لہذا کوئی عورت نبی نہین ہوئی اور تحقیق سورۂ نجم مین انشاء اللہ تعالے آویگی یہان غرض یہ ہے کہ آثار مین دیدار بفواد مخصوص ہے اور شیخؒ نے آنکھ سے بیان کیا ظاہرا استخراج اسی دلیل سے ہے جو بیان کی کہ یہان دل و آنکھ کے درمیان سے حجاب مرفوع تھا مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ ہین واللہ اعلم کہ چشم دل کا انکشاف و انفتاح اس درجہ کمال پر تھا کہ چشم ظاہر کی احتیاج نہ تھی غیر ازینکہ حسن ظاہری اور قبل نبوت مین مفید تھی اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ تنام عیناي ولا ینام قلبي یعنے میری آنکھین خواب کرتی ہین اور میرا دل نہین سوتا ہے یعنے راحت تن اُنسے حاصل ہوتی ہے اسیواسطے آپ سوتے و جاگتے مین یکسان دیکھتے بلکہ نماز مین جو لوگ مقتدی ہوتے اُنکی حرکات کو دیکھا کرتے اور مصرح فرما دیا اور عین نماز مین دوزخ و بہشت دیکھتے اور جنون و شیاطین کو دیکھتےؐ فافہم بمترجم نے تنبیہ کر دی اگر اللہ تعالے ہدایت فرما دے تو اس سے بہت کچھ سمجھ حاصل ہو واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ قال الشیخ جسکے قلب ملکوتی کا دخل آنکھ مین ہوا وہ کشف تجلی جمال و جلال کو بلا حجاب برملا دیکھتا ہے اللہ تعالے کے بندے ایسے پڑے ہین جنکے قلوب کو نور جمال کا لباس دیا ہے اور نور ملکوت و جبروت کا انکی آنکھون مین سرمہ ہے پس اُنکے دل بنور غیب انکی آنکھون مین سما جاتے ہین وہ کوئی چیز نہین دیکھتے مگر آنکہ اسمین جمال آلہی نظر آتا ہے کما قیل ما رایت شیئا الا ورایت اللہ فیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول بکر گذرا اور تحقیق اسکی واللہ اعلم یہ ہے کہ موجود مصنوع فی ذاتہ اگر مستقل منظور ہو تو خفی شرک ہے اور اگر منظر فعل خاص ہو تو اسپر تجلی صفت ایجاد ہے اور وہ تجلی ذات جلت عظمتہ و کبریاءہ کے موجب ہے پھر تجلی صفت ایجاد مین مظہر فعل کی راہ سے تفاوت ہے اگرچہ ادنی مخلوق نفس امر مذکور مین مانند اعلی کے ہے الا ظہور مین تفاوت ہے حتی کہ خلقت انسانی آئینہ اکبر ہے اور وجہ ظہور مین دوسرے انسان سے خود اپنا وجود ہر انسان کو اظہر ہے اور یہی عموم سے خصوص کی طرف ترقی ہے فی قولہ تعالے سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق۔ اور انہ ہو الحق۔ نہین فرمایا کیونکہ مرتبہ ہو ہو حاصل نہین ہو سکتا اور یہی معنے ہین قولہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے اس بیان کو اہل ایمان کے مانند دیکھنا چاہیئے کہ انشاء اللہ تعالے بہت مفید ہے واللہ الموفق۔ قال الشیخ حضرت موسیٰ شہود صفات پاک مین ایسے غرق تھے کہ اپنی خبر نہ تھی اور گمان کیا کہ مین غائب از مشاہدہ ہون پس دیدار کا سوال کیا پس انظر الی الجبل۔ سے پہاڑ کی طرف متوجہ کر کے ہوشیار کیا کہ تو کہان ہے تاکہ ایکدم محروم ہو کر قدر وصال سمجھے اور وہین سے تجلی خاص پھر شاہد کر لیا۔ فافہم۔ قولہ تعالے فلما تجلی ربہ للجبل پہاڑ نے پہچانا کہ اسکے لیے تجلی عاریت ہے اور وہان حجاب امتناع احدیت ہے پس حسرت سے مدکوک ہو گیا۔ جب موسیٰ نے تجلی بالواسطہ دیکھی تو پہچانا کہ مقام اتحاد سے بسبب علت سوال کے واسطہ کی طرف ڈالے گئے پس حسرت سے بیہوش ہوئے کما قال تعالے جعلہ دکا وخر موسی صعقا پس لطف باری تعالے نے انعام مشاہدہ سے اُسکو زندہ کیا۔ قال تعالے فلما افاق۔ یعنے بیدار ہو کر جانا کہ مقام کی معرفت سے قاصر ہے پس عذر سے زبان کھولی۔ قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین۔ اور نیز حضرت موسی علیہ السلام بلغت ازلی مشاہدۂ صفات مین غرق تھے پس اس منارہ سے انکے سر باطن نے ادراک حقیقت ذات کو چاہا پس غیرت عظمت نے اسکو مقام عروج سے گرا کر بصفت بشریت و بمقام ابتدا کر دیا حتی کہ نظر بجبل سے حصول تفکر ہو کر واصل ہو پس اس بیداری مین وہ خطا کھل گئی جو حالت سکر مین سرزد ہوئی تھی کہ کنہ قدم پر اطلاع چاہی پس قولہ سبحانک۔ پاک ہے تو اے رب العزت جل جلالہ اس بات سے کہ حدوث کو تیری جناب قدم تک رسائی ہو اسطرح کہ دریافت کرلے۔ قولہ تبت الیک مین نے توبہ کی تیری جناب مین اس چیز سے جو مین نے چاہی تھی۔ قولہ وانا اول المؤمنین مین پہلا مقر ہون کہ حدوث کے پاؤن کبھی اس راہ مین نہین ٹھہر سکتے کہ کنہ ازل دریافت کرین اور اس چکنے پتھر کی چٹان پر روح اپنی سر کے

Marfat.com

بل چھلتی ہے۔ اس توبہ کے بعد آپ پھرے کہ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک سبحان اللہ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے اول شہود عین الکل مین یہی ثنا و تسبیح پڑھی اور موسی علیہ السلام کو یہ مقام بعد فنا و امتحان کے معلوم ہوا۔ یہ فضل الٰہی ہے جسکو عطا فرماوے۔ اس مقام پر موسی علیہ السلام نے ایک بار توبہ کی یعنے رجوع ہوے اور حضرت سید حبیب صلعم نے ستر بار توبہ فرمائی ہے کما فی الحدیث انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مسلم مین ہے اور مکرر گذر چکی ہے۔ قال الشیخ معرفت کے مقابل مین بحرت قدم مین پڑے تھے پس معرفت مین تقصیر ظاہر ہونے پر موسی علیہ السلام نے اقرار کیا پس رب العزت عز وجل نے عفو تقصیر سے تلافی فرمائی بقولہ فیما بعد انی اصطفیتک علی الناس الآیۃ۔ اور نیز توبہ مین اشارت ہے کہ مقام عشق مین تلوین سرزد ہوئی حتی کہ انظر الی الجبل سے وسائط کی طرف حوالہ کیے گئے پس توبہ کی بایں معنے کہ دعوی محبت مین مجھے توبہ کرنا چاہیئے لہذا توبہ سے رجوع کیا۔ اول مقام سکر مین زبان انبساط کے ساتھ سوال کیا پھر لن ترانی سنکر ہوشیار ہوئے اور زبان کو مار لے کلام انبساط پھر نہ پایا اور پہاڑ کی طرف دیکھنے مین حکم کی فوراً تعمیل کی وجبتک مقام سکر مین تھے سوال جرأت مین ماخوذ نہ ہوے جب حقیقت سے شریعت کی طرف پھیرے گئے تو پہاڑ کی طرف جرم نظر مین عفو تقصیر کے خواستگار ہوے۔ اور نیز قولہ سبحانک یعنے پاکی ہے تجھکو کہ تیری عطا و نوال مین اکتساب کو دخل ہو کیونکہ پہلے تو رب ارنی۔ کہا تھا پھر انظر الیک۔ مین اپنی طرف فعل کی اسناد کی پس اس سے توبہ ضروری ہوئی کیونکہ حدوث کو درگاہ قدم مین یہ کہان مجال ہے۔ بہت دقیق اشارہ اس توبہ مین یہ ہے کہ باشارہ نفس یہ سوال کیا تھا کہ دیدار دکھلاوے مین کون ہون کہ تجھکو دیکھون۔ مین اب توبہ کرتا ہون مین تجھکو تیری رحمت سے دیکھ سکتا ہون نہ اپنی خواہش سے بلکہ خودی و خواہش سے فنا ہو جاؤن تو ارحم الراحمین کا کرم و فضل پاؤنگا من و تو میرا و تیرا ذکر درمیان سے اٹھادے تو کون ہے کہ درمیان مین بولتا ہے فافہم اور اسی واسطے ملائکہ نے اسپر غیرت کی جب کہ وہ مصعوق و بیہوش ہوگیا علی نبینا وعلیہ السلام بعض کتابون مین روایت ہے کہ جب موسی علیہ السلام بیہوش پڑے تھے اسوقت آسمان کے فرشتے آئے اور اپنے پیرون سے ٹھکرانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ اے آدمی زادہ جو عورت کے حیض سے پیدا ہوا تو نے رب العزت جل جلالہ کے دیکھنے کا قصد کیا۔ ملائکہ معذور تھے کیونکہ وہ قرب سے بسبب تازیانۂ خوف عظمت کے ممنوع ہو رہے تھے اور یہ نہین جانتے تھے کہ یہ واقعہ ایسے بندے کے ساتھ ہوا جو ازل سے عشق و محبت مین برگزیدہ قرار پایا ہے اور اسی وجہ سے اسنے انبساط مین فرط محبت سے وہ سوال کیا جسکی مقربین کروبیون کو مجال نہین ہے اور یہ بھی نجانا کہ اس سوال و جواب و بیہوشی و غلبیت و سکر مین دریاے ازل و ابد مین ڈوب کر اپنی مراد پائی حالانکہ ملائکہ نے مقام شریعت سے آگے جانے پر اجازت نہین پائی اور اگر کنار وصال مین سے ایک ذرہ حضرات ملائکہ کو پہونچتا تو بیہوش کیا بلکہ جل جاتے۔ قال المترجم شیخ پر اللہ تعالے رحمت کرے بات شاید یہ ہوئی کہ ملائکہ کی تشنیع کا قصہ بعض کتابون خصوص معتزلہ کی کتابون مین مذکور ہے اور وہ دلالت کرتا ہے کہ موسی علیہ السلام کو کچھ حاصل نہوا تو شیخ نے توجیہ کردی کہ ملائکہ عالم شریعت مین محصور ہین انکو عالم عشق و محبت سے نصیب نہین رکھا گیا ہے لہذا بنظر ظاہر حال کے ان سے تشنیع واقع ہوئی اور اس سے زیادہ کی انکو خبر نہین ہے کیونکہ قولہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات الآیۃ سے اور قولہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ الآیۃ سے تخصیص آدم لعلم و امانت ہے اُس سے اور سب محروم ہین پس ملائکہ اس تشنیع مین بسبب لاعلمی کے معذور ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس توجیہ کی کچھ حاجت نہین ہے صحیح یہ ہے کہ معتزلہ کی روایت ایسے قصص کی محض دروغ ہے اسکا ثبوت ہی نہین ہے جیسا کہ علماے محدثین و اہل تنقید نے بیان کیا ہے اور ایسا ہی وہ اثر طول طویل جو محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ نے اس قصہ مین عجائب و غرائب احوال کے ساتھ جسیم و مہیب فرشتون کا آنا وغیرہ روایت کیا ہی پس یہ محمد بن اسحاقؒ کا دروغ تو نہین لیکن وہ بنی اسرائیل کے روایات یہود سے ماخوذ ہے جیسا کہ حافظ الحدیث

Marfat.com

شیخ عماد ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے پس اس قصہ سے کوئی اعتراض لازم ہی نہین آتا اگرچہ تفسیر معالم وغیرہ مین نقل کیا گیا ہے لیکن چونکہ توجیہ شیخ متضمن فوائد ہے مترجم نے باستیفاء الکلام ترجمہ کر دیا واللہ اعلم بالصواب. قال الشیخ پھر یہان ایک اور نکتہ منکشف ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے حلاوت خطاب ازل پائی اور یہ حلاوت انکی روح و سر باطن کو بہت خوشگوار آگئی تو اُسکی مزید کے طلب مین دیدار کا سوال کیا پس صعقہ بسبب غیرت ازل ہے کہ اس سے اس حلاوت کی طرف بشائبہ نفس رجوع کیا لہذا جب افاقہ ہوا تو تسبیح بیان کی کہ سبحانک تبت الیک. یعنے تو پاک ہے اس سے کہ کوئی اپنی حلاوت کے ساتھ انانیت کی جہت سے طلب کرے اور توبہ کی کہ مین اپنی خودی سے طلب نہین کر سکتا سوائے اسکے کہ فرد واحد بوحدت وانفراد حقیقی جو تصور وگمان سے باہر ہے وہ اُسی کی وحدانیت وتفرد سے مطلوب ہے نہ بشائبہ غیریت کہ کہان کہ تمام غیر ہو کیونکہ حلاوت حجاب مشاہدہ ہے. ثم ذکرہ الشیخ عن بعضہم تفسیر انحو ما ذکرہ الشیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ فی قولہ ولکن انظر الی الجبل بکمامر ثم قال. اللہ تعالے کے مشاہدہ کا برداشت کرنے والا پہاڑ وغیرہ نہین ہو سکتا بلکہ وہی قلوب ہین جو عرفان سے معمور و انواع کرامات سے مقدس اور تنویر الٰہی عزوجل سے منور اور اسی کے لطف ورحمت سے اس قابل مقدر ہین اور حامل مشاہدہ درحقیقت خود مشاہدہ ہے یعنے خود بخود حامل اس منظر کے حق مین کرامت ہے بدون حلول وغیرہ کے اور پاک ہے اللہ تعالے ہر وہم وگمان سے پس حق عزوجل کا مشاہدہ کرنے والا سوائے حق عزوجل کے کوئی اور نہین ہے اور جو مستقیم وعارف وصالح مقدر ہین انکے حق مین فنا کے بعد بقاء کے اس مشاہدہ مین کرامت ہے ولہ المثل الاعلی والحمد للہ تعالے اولا وآخرا الشیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ پہلے موسیٰ کو پہاڑ کی طرف مشغول کر کے تجلی فرمائی اگر یہ نہ ہوتا تو مر جاتے حسین رح نے کہا کہ اگر قولہ لن ترانی پر اقتصار ہوتا تو شدت تحمل شوق مین پارہ پارہ ہو جاتے لہذا کرم فرمایا کہ ولکن انظر الی الجبل. واسطی رح نے کہا حرف لن ایک وقت معلوم تک ہے اور ابد تک کے واسطے نفی نہین ہے حضرت جعفر الصادق علیہ السلام سے مانند قول ابن عطاء کے مروی ہے. واسطی رح نے قولہ جعلہ دکا مین کہا کہ پہاڑ کو نابود کر دیا گویا کچھ نہ تھا اور جو ہیبت پہاڑ پر آمد تجلی سے طاری ہوئی پہاڑ کے حق مین حتی کہ آسمان وزمین کے حق مین یون ہی ہے. ابو سعید قرشی رح نے کہا کہ جمال وکرم دونون باقی رہتے ہین اور ہیبت واجلال فنا ہو جاتے ہین یعنے انکے آثار کی یہ کیفیت ہوتی ہے اور یہ مراد نہین کہ نفس مؤثر مین زوال ہے نعوذ باللہ منہ کیونکہ وہ صفات باری تعالے قدیم ہین اسمین اہل ایمان مین اختلاف نہین ثم قال القرشی دیکھو پہاڑ مدکوک ہوا اور موسیٰ بیہوش ہوئے حالانکہ آخر اپنی بیوی کے پاس گئے تو کسی کو تاب انکے چہرہ کی طرف دیکھنے کی نہوئی. واسطی رح نے کہا کہ مخلوق کو اسکے صفات ونعوت سے ہر ایک کو اسکی مقدار کے اندازہ پر ملتا ہے کلیہ صفات سے کسیکو نصیب نہین جیسے تجلی کہ بکلیہ ذات نہین ہے. اور نیز واسطی رح نے کہا کہ مجھسے لوگ کہتے ہین کہ آپ تجلی کی نفی کرتے ہین یعنے مریدون ومعتقدون نے شیخ واسطی رح سے استفسار کیا کہ آپ کیونکر یہ بات فرماتے ہین کہ تجلی نہین ہوا کرتی حالانکہ اللہ تعالے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ فلما تجلی ربہ للجبل. اور خبر مین آیا ہے کہ اذا تجلی لشئ خضع لہ مین نے جواب دیا کہ اے اہل ایمان وصلاحیت تم میری بات سمجھو مین نے یہ کہا کہ تجلی سے ہر شخص کو اسکی طاقت وتقدیر کے موافق فیض ہوتا ہے حالانکہ بحکم قولہ تعالے اللہ نور السموات والارض. الی قولہ نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء الآیۃ تجلی کا ظہور ہے بھلا تمھارے نزدیک عقل سے یہ محال نہین کہ ہوا نے ایک خاص ذرہ کے واسطے تجلی کی. اللہ تعالے پاک برتر ہے اس بات سے کہ پوشیدہ ہو یا پردہ مین ہو اور پاک برتر ہے اس سے کہ کسی وقت ومیعاد پر دکھلائی دے اور تجلی فرماوے. وہ پاک برتر ہے اس سے کہ قوت لحاظ اسپر واقع ہو اور تحت اذہان بیان ہو. مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رحمہ اللہ نے واللہ اعلم یہ فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل اپنے نشان پاک وبرتر کے ساتھ ہر حال وہر وقت مین یکسان ہے اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے اور نیز احادیث شریف مین آیا ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے حجاب ہے اور نور اسکا حجاب ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ بندون کی بینائیون پر تاریکی ہے

لیکر نور تک کے ہزاروں پردے پڑے ہیں حتی کہ کافر لوگ بالکل تاریکی کے پردوں میں اندھے ہو رہے ہیں انکو نور بھی نظر نہیں آتا ہے اور مومنوں کو نور نظر آتا ہے حتی کہ جسقدر ایمان میں ترقی ہوتی ہے اسیقدر یکم قولہ نور علی نور کے ایک نور سے دوسرے نور کیطرف عنایت و فضل آلہی سے رسائی ہوتی ہے حتی کہ جو مقرب بندے ہیں انہیں کثیر پردے نور کے انکی بینائیوں پر رہتے ہیں اور دنیا میں وہ اس فانی بقاء حیات کی مقدار تک مرتفع نہونگے ہاں آخرت میں جب بخشے جاوینگے تو یہ بھی مرتفع ہو جاوینگے پس دنیا میں ہر شخص کے واسطے جسکے لیے تجلی ہونا ثابت ہوا اسکے یہ معنے ہیں کہ اسکی نظر و بینائی سے حجاب دور ہوا اور یہ معنے نہیں کہ نعوذ باللہ تعالے وہ حجاب اللہ تعالے کی وجہ جلال و عظمت پر ہے کیونکہ پردہ وغیرہ کوئی چیز نور ہو یا اور کچھ ہو اس حضرت پاک پروردگار سبحانہ و تعالے کے واسطے کیونکر حاجب ہو سکتا ہے سب اسکے زیر قدرت و تحت فرمان ہیں وللہ المثل الاعلی۔ پس شیخ واسطیؒ کے قول کا یہ مطلب ہے اور تجلی سے انکار نہیں ہے بلکہ اس سمجھ سے انکار ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اوتعالے عزوجل نے نعوذ باللہ کسی حجاب سے تجلی فرمائی تاکہ حجاب اسکا حاجب ہو بلکہ یہ مطلب کہ اس بندہ کی بینائی سے حجاب دور فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطیؒ رحمہ اللہ نے بہت پاکیزہ بات بیان فرمائی ہے اور یہی صحیح اور اسی پر اعتقاد ہے اور شیخ بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے سنن میں بعد روایت حدیث قولہ فما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن۔ یعنے جنت عدن میں اہل جنت کے اور اپنے پروردگار کو دیکھنے کے درمیان کچھ حائل نہوگا سوائے چادر کبریائی وجہ پاک کے۔ پس بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنے نہیں کہ اللہ تعالے کی وجہ پاک پر چادر حجاب ہوگی نعوذ باللہ من ذلک بلکہ یہ معنے ہیں کہ وہاں بندوں اہل جنت عدن کی نظروں پر کوئی حجاب نور کا جیسے دنیا میں یا دیگر اہل جنت پر ہوگا ان اہل جنت عدن پر نہوگا سوائے ایک حجاب کبریائی کے یعنے بوجہ حجاب کبریائی کے اس جنت والوں کو مجال خود بخود بلا اجازت نظر اُٹھانے کی نہوگی اور چونکہ کبریائی مخصوص بجناب باری تعالے ہے لہذا حضرت رب العزۃ ذو الجلال کی طرف نسبت کیا گیا تاکہ یہ وہم نہو کہ کبریائی سے اہل قوم کو کچھ نصیبہ ہوگا کیونکہ یہ کفر ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے جو شیخ واسطی و شیخ بیہقی رحمہما اللہ تعالے نے بیان فرمائے ہیں یہی یاد رکھنا چاہیئے اور یہی صحیح اور یہی اعتقاد اور اسی پر سلف صالحین و ائمہ اسلام ہیں اور بعضے لوگوں نے جو زعم کیا کہ ہم اللہ تعالے کو ہر نقص و عیب سے اور ہر وہم و گمان سے پاک و برتر جانتے ہیں اور رداء الکبریائی کی کیفیت ہمکو نہیں معلوم ہے تو اگرچہ اس قول میں کوئی خرابی نہیں لازم آتی ہے لیکن خواہ مخواہ جاہل بنکر عمدہ معرفت سے محرومی ہے۔ فافہم واحفظ والحمد للہ رب العالمین۔ شیخ واسطیؒ نے کہا کہ شیخ عارف جنیدؒ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا تو شیخ نے چیخکر بلند آواز سے کہا کہ تجلی سے نہیں بلکہ جہالت سے دکوک ہوا کیونکہ اسپر آثار تجلی واقع ہوتی تو کیفیت سے فنا ہو جاتا۔ ہمارے شیخ محمد بن حنیفؒ نے فرمایا کہ قولہ فان استقر مکانہ فسوف ترنی۔ کے وارد ہونے کے بعد کہا سبحانک تبت الیک۔ جو تیری طرف سے آوے اسکی تصدیق مجھپر واجب ہے علامات طلب کرنے سے میں توبہ کرتا ہوں پس جب کہ لن ترنی نے کفایت نہ کی یہانتک کہ پہاڑ کی طرف نظر کی تو اس سے توبہ کی بعض نے کہا کہ میں نے توبہ کی اس بات سے کہ خطاب کا سوال کروں تجھے کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی اور سوائے تیرے خود تیرا کوئی شاہد نہیں ہو سکتا۔ واسطیؒ نے کہا کہ برابر مقصود ممتنع رہا استغراق سے تو نہیں دیکھتا کہ موسی علیہ السلام نے کہا کہ سبحانک تبت الیک۔ بعض نے کہا کہ معنے اسکے یہ ہیں کہ لن ترنی بالسوال۔ یعنے سوال و دعاء سے تو مجھے نہیں دیکھ سکتا بلکہ عطاء و نوال سے دیدار پاویگا۔ کیونکہ روا نہیں کہ بندہ کے فعل دعاء کی جزاء اوتعالے جل جلالہ ہووے بعض نے کہا کہ نور سے ایک برق چمکی پس پہاڑ چرا اور پارہ پارہ ہوکر سمندر میں جا پڑا اور آگ بجھ گئی اور آفتاب کو کسوف ہوا اور موسیٰ بیہوش ہو گئے پھر کیونکر موسیٰ ثابت رہ سکتے تھے جبکہ مضبوط پہاڑ نہ ٹھہرا اور یہ تو ایک برق نور تھی۔ پھر حضرت انسؓ کی روایت مرفوع ذکر فرمائی جو بروایت طبرانی و ترمذی وغیرہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ ابو سعید خرازؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے کشف حجاب سے تجلی نہیں فرمائی اسکے

Marfat.com

واسطے کون ٹھہر تا یہان تو تجلی نوری سے موسی علیہ السلام بیہوش ہو گئے۔ اور اولیا پر نظر رحمت انپر پردہ دیکر ہے اور جب رحمت و محبت سے اقبال فرمایا تو وہان انکو علم و فوائد کثیرہ حاصل ہوتے ہین۔ قال علی بن موسی عن ابیہ عن جعفر الصادق علیہم السلام جب اوتعالے عز وجل نے اپنے بندہ کلیم سے کلام فرمایا اور موسیٰ نے سنا تو زبان عجز سے دیدار کا سوال کیا پس جواب پایا کہ بے وقت تو نہین دیکھ سکتا ہان میری برہان وشواہد سے اسوقت دیکھ یعنی پردۂ التباس سے مشاہدہ حاصل کر کیونکہ تو اسوقت نور جلال کا تحمل نہین ہو سکتا ولیکن پہاڑ پر نظر کر کے عجائب قدرت کا تماشا کر پس جب پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسکو مدکوک کر کے چار ٹکڑے کر دیا پس قلب موسیٰ کے چار ٹکڑے ہوے ایک ٹکڑا دریاے ہیبت مین دوسرا باغ محبت مین تیسرا دیدار منت مین اور چوتھا دیدار قدرت مین جا پڑا پھر شدت سے افاقہ پاکر بنظر حیا رتوبہ کی کہ بیوقت سوال کیا حسین بن منصور سے پوچھا گیا کہ موسیٰ نے کیون سوال کیا تو کہا کہ وہ حق تعالے کے واسطے منفرد ہوا پس حق عز وجل اُس کے واسطے جمیع معانی سے منفرد نظر آیا اور ہر منظور و مقابل سے مواجہہ فرمایا سوالے محظور کے بطریق کشف ظاہر کے نہ بطریق تغیب کے پس اسی بات نے اسکو دیدار کے سوال پر آمادہ کیا۔ قال المترجم جملہ امور مذکور بطریق اشارت مین جزوی فوائد مندرج ہین اور تحقیق علم مقصود نہین اور نہ وہ منصوص ہے لہذا اپنی اپنی معرفت سے سبیل ادب حاصل کرین۔ پھر جب دیدار سے محروم رکھے گئے تو اوتعالے عز وجل نے تسلی فرمانے کیواسطے دیگر اکرام سے سرفراز فرمایا چنانچہ فرمایا

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ

فرمایا اے موسیٰ مین نے تجکو امتیاز دیا لوگون سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا سو لے جو مین نے تجکو دیا اور رہ

الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

شاکر اور لکھدی ہمنے اُسکو تختون پر ہر چیز مین سے سمجھوتی اور بیان ہر چیز کا سو پکڑ اُنکو زور سے

وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اور کہہ اپنی قوم کو کہ پکڑے رہین اُسکی بہتر باتین اب مین تمکو دکھلاؤنگا گھر بیحکم لوگون کا

قال فرمایا اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام سے۔ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ اے موسی مین نے تجھکو برگزیدہ کیا لوگون پر بِرِسٰلٰتِيْ۔ اپنے رسالت کے ساتھ جمع رسالت اکثر قرار کی قرارت ہے اور برسالتی مفرد ابن کثیر ونافع کی قرارت ہے۔ وَبِكَلَامِيْ۔ اور اپنے کلام کے ساتھ۔ اگر کہا جاوے کہ آیت سے ظاہر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام سب لوگون سے برگزیدہ ہین کیونکہ الناس معرف باللام جمع مستغرق ہے تو جواب یہ کہ الف لام عہد کا ہے اور اسی زمانہ کے لوگ مراد ہین کیونکہ اصطفار علی الناس ہے نہ من الناس اور خصوص اصطفائیت برسالت وبکلام ہے اور یہ انھین لوگون کے اوپر ہوئی جنپر وہ رسول تھے لہذا الشیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اوتعالے نے موسیٰ کو خطاب فرمایا کہ مین نے تجھکو تیرے زمانہ والون پر رسالات یعنے انواع رسالت اعتقادات وعبادات ومعاملات کے احکام سے اور اپنے کلام سے برگزیدہ کیا اور اسمین شک نہین کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اولاد آدم مین اولین وآخرین سب کے سردار ہین اسیواسطے اوتعالے نے محمد صلعم کو خاتم الانبیاء والمرسلین کیا کہ تا قیامت آپ کی شریعت باقی ہے اور آپکے بعد حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا مرتبہ ہے پھر موسی علیہ السلام کا مرتبہ ہے اور قولہ بکلامی کی تفسیر مین شیخ جلالؒ نے کہا اے بتکلیمی ایاک۔ یعنے یون برگزیدہ کیا کہ مین نے تجھسے کلام کیا۔ اور یہی بیضاوی ومعالم وغیرہ مین مذکور ہے۔ اور شاید کلام سے توریت مراد ہو یعنے تجکو رسالت وکتاب سے برگزیدہ کیا اور علی ہذا قولہ۔ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ کے معنے یہ ہوئے

کہ جو مین نے تجھے دیا وہ لے یعنے رسالت وکتاب کو لے اور مفسرین رحمہم اللہ نے کہا کہ یعنے لے جو مین نے تجھے فضل دیا اور اپنی حد سے زیادہ مت طلب کر۔ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔ اور شکر کرنے والون مین سے ہو۔ یعنے میری نعمتون کا شکر ادا کر۔ قال البیضاوی مروی ہے کہ موسیٰ نے دیدار کا سوال بروز عرفہ کیا یعنے ذی الحجہ کی نوین تاریخ کو اور انکو دسوین ذی الحجہ یوم قربانی کے دن توریت ملی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ مرجح ہے کہ کلام سے مراد مناجات کے علاوہ توریت ہے اور زیادہ مربوط ہے اس سے قولہ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ اور لکھدی ہم نے موسی علیہ السلام کے واسطے الواح مین۔ یعنے الواح توریت مین۔ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ ہر چیز سے۔ یعنے ضرورت دین ودنیا کی ہر چیز سے جیسا کہ عقل اسپر دلیل ہے۔ مَّوْعِظَةً نصیحت وپند۔ وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ اور تبیین واسطے ہر چیز کے۔ یہ پہلے جار مجرور سے بدل واقع ہے حاصل آنکہ ہم نے الواح توریت مین موسیٰ کو اس کی قوم کے دین ودنیا کی ضرورت کی ہر چیز مفصل لکھدی۔ الواح جمع لوح اور یہ نام اسوجہ سے کہ اس سے معانی لائح ہوتے ہین اور کتبنا سے اوتعالے نے اپنی جانب لکھنے کی نسبت فرمائی یہ اس کتاب کی تشریف وبزرگی کا اظہار ہے۔ مؤلف فتح البیان نے لکھا کہ یہ الواح بحکم الٰہی لکھی گئین اور بعض نے کہا کہ اس کتابت کو اللہ تعالے نے الواح مین پیدا کر دیا اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور درخت طوبی اپنے ہاتھ سے لگایا رواہ الدارمی وابن النجار وغیرہ اور اسکا راوی ابو معشر ایک مرد مومن ہے لیکن اسکے حفظ وتوثیق مین کلام ہے اور دارمی نے میسرہؓ سے اسکے مانند روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے یہ امور متفرق احادیث صحاح مین ثابت ہین اور صحیحین مین قصہ آدم وموسی علیہما السلام مین ہے کہ آدمؑ نے کہا کہ تو موسیٰ ہے کہ تجھکو اللہ تعالے نے برگزیدہ کیا اور اپنے ہاتھ سے تیرے لیے الواح لکھین۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ مزید اختصاص کے ساتھ دست قدرت سے پیدا کین اور بعض علماء نے کہا کہ یہ ایک صفت باری تعالے ہے جو صفت ایجاد سے زیادہ خاص ہے بہرحال یہان ہاتھ سے یہ عضو ہرگز مراد نہین ہے اور اسپر اجماع ہے سوائے فرقہ گمراہ مجسمہ کے جو ایسا ہی عضو ہونا کہتے ہین اور یہ لوگ ملحد ہین ہم جناب باری تعالے مین ایسے عقیدے سے پناہ مانگتے ہین۔ پھر سدیؒ سے مروی ہے کہ جملہ امر ونہی ان الواح مین لکھے تھے اور یہی مجاہدؒ سے مروی ہے۔ بیضاوی نے کہا کہ مواعظ وتفصیل احکام سے ہر چیز لکھی تھی۔ پھر اسمین اقوال مختلفہ ہین کہ یہ الواح کتنے عدد تھین اور کیا طول وعرض تھا اور کس چیز کی تھین اور انمین توریت تھی یا اور کتابت تھی۔ قال ابن کثیرؒ بعض نے کہا کہ یہ الواح جوہر کی تھین اور مفسرؒ نے کہا کہ جنت کے درخت کنار بیر سے یا زمرد سے یا زبرجد سے سات یا دس تھین۔ بیضاوی نے زیادہ کیا کہ یا سرخ یاقوت کی تھین یا پتھر کی تھین جسکو اللہ تعالے نے موسیٰ کے لیے نرم کیا تھا۔ وفی العالم۔ لوح کی لنبائی بارہ ہاتھ کی تھی۔ اور ابن جریجؒ سے مروی ہے کہ جبرئیلؑ نے اسکو اس قلم سے لکھا جس سے ذکر لکھا تھا اور وہبؒ سے مروی ہے کہ دسون کلمات کی تحریر مین آواز قلم کو موسیٰؑ نے سُنا تھا اور یہ ذیقعدہ کا پہلا دن تھا اور بعض نے کہا کہ دسوین تاریخ ذی الحجہ تھی۔ اور بعض نے کہا کہ موسیٰ کے قد کی لنبائی پر دس الواح تھین اور بعض نے کہا کہ نو تھین اور بعض نے کہا کہ سات تھین اور ربیع بن انس نے کہا کہ توریت نازل ہوئی تو ستر بوجھ اونٹ کے تھے اس کو سوائے چار شخص یعنے موسیٰ ویوشعؑ وعزیر وعیسیٰ کے کسی نے نہین پڑھا یعنے حفظ نہین کیا یا تہ دل سے انہین چار نے پڑھا۔ فی تفسیر الحافظ۔ بعض نے کہا کہ توریت سے پہلے موسیٰ کو الواح ملی ہین۔ واللہ اعلم تحقیق یہ ہے کہ سلف صالحین ان امور کو یہود سے پوچھتے تھے اور مانند کعب احبار کے جو اپنی خوشی سے ایمان لائے تھے سچے وصالح لوگ تھے اور بہت کثرت سے جو یہودی طریقہ رکھتے بہت جھوٹے اور بہتان باندھنے والے اور نڈر لوگ تھے ولیکن افسوس یہ تھا کہ جو جھوٹے اور اپنی کتاب کے تحریف کرنے والے اور بیباک تھے اُنھون نے تو سچ نہین

مبتلا ہوگا اور جو صالح تھے اُنکے قول پر بھی اعتماد نہین ہے اسواسطے کہ وہ عمداً جھوٹ نہین بولتے تھے بلکہ انکی کتابین اسطرح تاریخ وقصص کی کتابون کے مانند خراب حالت مین ملتی تھین لہذا جو انمین لکھا تھا وہ بیان کردیتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصرح روایت ہے کہ کعب احبار مرد صالح ہے ولیکن ہم لوگ فرقہ صحابہ اسکی بات کا اعتبار نہین کرتے بسبب اسکے کہ بات اسکی جھوٹ نکلتی ہے اور مواہب وغیرہ مین مصرح ہے کہ یہ معنے نہین کہ وہ جھوٹ بولتا ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ وہ اپنی کتابون سے جو محض تواریخ وقصہ کے مانند ہین بات بیان کرتا ہی جو درحقیقت سچی نہین ہوتی ہے پس یہان جو امور مختلف مذکور ہوئے اسکا باعث یہی ہے کہ یہ اقوال یہودیون وبنی اسرائیل سے لیے ہوئے ہین اسیواسطے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین فرمایا کہ لفظ آیت کریمہ مین کچھ ایسی بات نہین ہے جو دلالت کرے کہ یہ الواح کسقدر اور کتنی اور کس چیز کی تھین اور انکی کتابت کی کیا کیفیت تھی پس اگر ایسی تفصیل کسی دلیل قوی سے ثابت ہو تو وہی قول کہنا واجب ہے ورنہ ایسی تفصیل بیان کرنے سے سکوت واجب ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ امام رحمہ اللہ نے بہت صحیح بات کہی درحقیقت ایسی تفصیل بیان کرنا جو علی العموم تفسیرون مین پائی جاتی ہے بدون اسکے کہ انپر کچھ کلام کیا جاوے بڑا اصل صحیح ہے پس واجب ہے کہ تفسیر آیت مین فقط اسقدر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو الواح عطا فرمائین اور وہ دست قدرت سے لکھی ہوئی تھین۔ اور اسقدر قطعی ہے کہ وہ کسی ایسی چیز سے تھین جو پھینک دینے سے ٹوٹ جاتی ہے اور یہ نہین معلوم کہ اسمین توریت تھی یا اور کوئی بات لیکن موعظت ضروری مفصل تھی اور یہ محتمل ہے کہ دس خصال ہون جنپر مدار دین ہے اور وہ قولہ تعالےٰ قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم الآیات مین گذرے ہین اور ان خصال کو یہود نے اور نصاریٰ نے لکھا ہے اور یہان سے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ جیسے نصاریٰ کے پاس اصل انجیل نہین ہے صرف اسکے ترجمے اپنی طور پر حواریون کے اقوال سے جمع کرلیے ہین اور کثرت سے انمین تحریف وتبدیل حتیٰ کہ تیئیس ہزار سے زیادہ جگہ تحریف موجود ہے اسیطرح یہود کے پاس بھی اصل توریت نہ ہی اور اگرچہ فی الجملہ عبرانی کا کچھ ترجمہ توریت مین ہی اور بعد کے یہود نے بہت کتابین ہاتھ سے لکھکر اسکو توریت بتلا دیا وہ عربی مین ترجمہ مشہور ہے یہ سب محض بےبنیاد ہین لہذا مسلمانون پر حکم ہے کہ برخلاف قرآن مجید کے یہود ونصاریٰ کا جو قول ہے وہ تحریف کیا ہوا ہے اور جو بات کہ توریت یا انجیل سے ایسی بیان کرین جسکا ذکر کلام مجید مین نہین ہے اسکو نہ سچ کہین اور نہ جھوٹ کہین پس اہل اسلام وایمان متنبہ رہین۔ فَخُذْهَا۔ اے فقلنا لہ خذہا عطف ہے کتبنا پر باضمار قول یا بدل ہے قولہ فخذ ما آتیتک۔ ے اور ہا راجع بالواح ہے یا الکل شی جو بمعنے اشیاء ہے یا رسالات۔ پس بنابر قول اول کے معنے یہ ہوے پھر ہم نے موسیٰؑ سے کہا کہ لے ان الواح کو۔ بِقُوَّةٍ بجد واجتہاد کوشش واجتہاد کے ساتھ۔ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا۔ اور حکم دے اپنی قوم کو کہ اختیار کرین اسکے احسن کو۔ اگر کہا جاوے کہ ضمیر بجانب الواح ہے تو قوم کے احسن الالواح اختیار کرنے کے کیا معنے ہین جواب آنکہ باحسنہا بمعنے باحسن مافیہا۔ ہے یعنے جو الواح مین ہے اسمین سے احسن کو اختیار کرین اور بنابر آنکہ فخذہا کی ضمیر بجانب اشیاء راجع ہو تو بات ظاہر ہے۔ اگر کہا جاوے ظاہر اسکا دلالت کرتا ہے کہ اسمین بعض وہ بھی ہے جو احسن نہین ہے اور قوم کو اسکا اختیار کرنا جائز نہین ہے اور یہ تناقض ہے تو جواب اسکا کئی طور پر دیا گیا۔ اول آنکہ ان تکالیف مین بعض حسن اور بعض احسن ہین جیسے اوسط بات اور اقتصاد وعفو کرنا اور صبر پس معنے آنکہ قوم کو حکم دے کہ اپنے نفس کو ہر شخص ایسی بات پر آمادہ کرے جو بھلائی مین زیادہ ہو اور ثواب اسکا بہت ہو بمانند قولہ تعالےٰ واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم الآیہ اور بمانند قولہ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ الآیہ۔ یہ جواب کشاف مین مذکور ہے اور بیضاوی وامام رازی نے اسی کی پیروی کی ہے ولیکن محقق تفتازانیؒ نے کہا کہ اس جواب کو منافات ہے اس بات سے جو مقرر ہو چکی کہ بنی اسرائیل پر قصاص ہی واجب کیا گیا تھا اور عفو نہ تھا مترجم کہتا ہے کہ جواب ہو سکتا ہے کہ عفو اگرچہ قصاص سے فی نفسہ احسن ہے لیکن چونکہ الواح مین بابت قصاص کے صرف قصاص ہی کا حکم تھا اور عفو مذکور نہ تھا لہذا انکے حق مین یہی احسن ہوا کیونکہ احسن مافیہا کی پیروی کا

حکم تھا اور مطلقاً احسن کی پیروی پر مامور نہ تھے علاوہ برین احسن تو بہ نسبت دیگر ہے پس انھین چیزون مین جاری ہو گا جنمین دو حکم مذکور ہون۔ فافہم اور نیز اس جواب پر اعتراض کیا گیا کہ اس تقدیر پر حسن کو اختیار کرنے سے منع لازم آتا ہے اور یہ اسکے حسن ہونے کا منافی ہے جواب آنکہ احسن کو لے لینا بطریق مندوب ہے پس حسن کو لینے سے منافی نہین ہے۔ دوم آنکہ حسن کے تحت مین واجب و مندوب و مباح سب داخل ہین اور واجب ان سب مین احسن ہے۔ سوم آنکہ احسن سے مراد وہ کہ حسن مین کامل ہو مطلقاً نہ باضافت جیسے عرب بولتے ہین کہ الصیف احر من الشتاء۔ گرما حارتر است از سرما یعنی سرما کی سردی سے گرما کی گرمی بہت بڑھی ہوئی ہے ایسے ہی یہان جس چیز کا حکم دیا گیا وہ ممنوع کی قباحت سے بہتری مین بڑھی ہوئی ہے۔ اسی پر دلالت کرتا ہے قول ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر مین چنانچہ فرمایا یعنے جو آمین حلال کیا گیا اسکو حلال رکھین یعنے حلال جانین اور اسی کے موافق عمل مین لاوین اور جو حرام کیا گیا اسکو حرام رکھین اور اس کے امثال کو فکر سے بنظر عبرت دیکھین اور جو آمین متشابہ مین وہان توقف کرین اور موسی علیہ السلام اپنی قوم سے زیادہ عابد تھے پس انکو وہ حکم دیا گیا جو قوم کو نہین دیا گیا تھا۔ سَاُورِیْکُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ عنقریب تمکو دکھلاؤنگا مین دار الفاسقین۔ یعنے دار فرعون واسکی اتباع کو اور وہ ملک مصر ہے تاکہ تم انسے عبرت حاصل کرو اور یہی عطیۃ العوفی کا قول ہے اور ارارۃ کے معنے یہان داخل کرنا بطور ارث کے اور اسی پر دلالت کرتی ہے قرارۃ ساورثکم بثاء مثلثہ جیسا کہ بعض سے مروی ہے اور اگر یہ مؤید تفسیر لیجاوے تو حسن و عطاءؒ سے جو مروی ہوا کہ دار الفاسقین سے مراد جہنم ہے وہ ٹھیک نہین ہو سکتا اور سدیؒ نے کہا کہ دیار جبابرہ و عمالقہ مراد ہین اور قتادہؒ نے کہا کہ ملک شام ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ انجام کار آخرت مین جائے بازگشت مراد ہے ابن جریرؒ نے کہا کہ قولہ ساریکم دار الفاسقین بطور تہدید و وعید کے ہے جیسے کہنے والا اپنے مخاطب سے کہتا ہی کہ مین تجھے دو روز مین دکھلادونگا کہ مخالفت کرکے کس بربادی کے گھر بستے ہین۔ پھر یہی معنے حضرت مجاہد و حسن بصری نے نقل کیے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی معنے اولے ہین کیونکہ یہ حکم بعد انفصال موسٰے و بنی اسرائیل کے ملک مصر سے تھا اور یہ تیہ مین بنی اسرائیل کے پھنسنے سے پہلے کا حکم تھا اور قرطبی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کے لوگ شام کو جانے سے لوٹ کر مصر مین آکر ملک فرعون و قبطیون کے مال و متاع کے وارث ہوئے اور یہی حسنؒ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ مصر مین نہین لوٹے۔ حاصل آنکہ جن لوگون کے نزدیک بنی اسرائیل بجانب مصر کے نہین لوٹے انکے قول پر شام کا ملک مراد ہونا مختار ہوگا ورنہ مصر مراد ہوگا فلیتامل ف عرائس مین ہے کہ قولہ تعالے قال یاموسٰی انی اصطفیتک علی الناس الآیۃ مین نے تیرے واسطے ازل مین اپنے برگزیدہ کرنے کو جو مقدس از علت حدوث ہے اپنی رسالت کے ساتھ سابق کر دیا یعنے تو میرے اولیا بندون کی طرف میرا رسول اور انپر سردار ہے اور یہ رسالت شامل ہے تمام ان مراتب کو جسکو اولین و آخرین چاہتے ہین یعنے مقام دنو الدنو و قرب اور قرب القرب و وصال و کشف جمال کیونکہ وہ مقام استقامت کا اور جملہ مرادات پانے کا ہے اور نیز یہ معنے کہ تیرے واسطے اصطفائیت اسطرح سابق ہو چکی تھی کہ تو مجھسے بلا واسطہ کلام کو سنیگا اور میرے اسرار ملک و ملکوت کے جان لیگا مین نے تجھکو اپنے فعل سے لباس رسالت پہنایا اور اپنے انوار کلام و صفت سے لباس ربوبیت پہنایا پس میرے برگزیدہ کرنے پر تو میری صفت سے موصوف ہوا پس تو پہلے میرے فعل کے نور مین پڑا پھر میری صفت کے نور مین پڑا حتی کہ معنے اتصاف ہین تو میری ذات پاک کا مشاہدہ کنندہ ہوا اور کوئی رویان تیرے بدن کا نہین جسمین میری قدرت سے آنکھ نہو پس تو ان آنکھون سے مجھکو مشاہدہ کرتا ہے پھر تو سوال ارنی سے اور کیا چیز طلب کرتا ہے یہ مراتب رفیعہ اور منازل سنیہ جو مین نے تجھے عطا فرمائین تو انکا شکر گزار ہو اور باوجود اپنی ذاتی قلت ادراک کے میرے کنہ قدم و ازل کے یم و غم مین مست سرگردان ہو بعض مشائخؒ نے کہا کہ اصطفائیت ازلیہ سے تکلیم و کلام کا مرتبہ حاصل ہوا اور یہ نہین ہے کہ تکلیم سے اصطفائیت حاصل ہوئی ہو اور بعض نے کہا کہ قولہ خذ ما آتیتک یعنے جو مین نے

تجھے عطا کر دیا اسکو لیکر شکر گزاروں میں سے ہوجا اور دعوی کرنے والوں میں سے مت ہو پس اسے تجھے برگزیدہ کرنا تیرے واسطے خود اپنے نفس کے لیے پسند کرنے سے بہت زائد ہے بعض نے فرمایا کہ اصطفائیت سے تو خلق پر سردار ہوا اور یہ پس افضل محض ہے کہ مین نے سابقہ تقدیر میں تجھے ایسا کیا تو ایسا ہوا اور یہ نہین کہ تیری سبقت میری درگاہ مین تھی جس سے تو مستحق اصطفائیت ہوا۔ قولہ کن من الشاکرین۔ یعنے اپنے شکور کا عارف ہو کیونکہ شکور کی معرفت حاصل کرنا یہی شکر ہے اور بس۔ اور استادؒ نے کہا کہ اس کلام مین لطیف اشارہ ہے کہ تمام نعمت سے شاکر ہو اور شکایت کرنے والا نہو یعنے اگر مین نے تجھے تیرے سوال سے جسمین شائبہ نفس ہے منع کیا اور محروم رکھا تو تجھے شکایت نہو۔ پھر واضح ہو کہ او تعالے نے اپنے کلیم موسیٰ پر مزید نعمت کو ذکر فرمایا کیونکہ اسکو مواضع حقائق علوم غیبیہ اور اسرار عجیبہ و اخبار ازلیہ غریبہ کی معرفت عطا فرمائی۔ بقولہ تعالے وکتبنا لہ فی الالواح من کل شئ موعظۃ الآیۃ۔ اسمین ایک لطیف اشارہ ہے کہ ہم نے اسرار لطیفہ کو اسی کے واسطے لکھا کیونکہ وہی انکا عارف ہے اور باقی لوگ تو مقلد ہین کیونکہ اسرار خطاب اشارات ازلیت بسوے ابدیت ہین اور انکو وہی پہچانتا ہے جو مصطفے ہو اسیواسطے ایک مقام پر فرمایا۔ اصطفیتک لنفسی۔ اور یہان فرمایا۔ اصطفیتک علی الناس برسالاتی۔ پھر قولہ فی الالواح من کل شئ مین اشارہ ہے کہ الواح قلب پر ذات وصفات سے تلویح علوم فرمائی۔ اور قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ مین یہی معنے ہین حاصل آنکہ ہم نے اسکو اپنے علوم ازلیہ سے مخصوص فرمایا اور اسکے الواح قلب کے انوار مین نقوش حروف اسرار وحدانیت لکھے یعنے قلب کے انوار سے اسرار وحدانیت لائح فرمائے اور من کل شئ سے اشارہ ہے کہ علوم ذات وصفات و افعال سے اسکو عطا ہوئے قال المترجم یہ بنابر اینکہ او تعالے پر اطلاق لفظ شئ آیا ہے اور شیخ مفسرؒ نے اسکے جواز پر تنصیص کی ہے حاصل آنکہ ہم نے اسکو علم گذشتہ و آئندہ سے تعلیم فرمایا اور یہ موعظت اسکی زبان سے عارفون و عاشقون و مشتاقون کو ہے جو ہمارے وصال کی راہین پہچاننا چاہتے ہین اور قولہ وتفصیلا لکل شئ۔ یعنے اشیاء کے اسرار باطنہ کی تبیین یعنے واضح بیان اور ایسے ہی اشارات سرمدیہ ازلیہ کی تفسیر یعنے بیان فرمائی۔ پھر جب موسیٰ نے اسکی قدر و معرفت کو پہچانا اور شکر کا موقع جانا تو موسیٰ کو حکم دیا کہ اقبال کرے اسکی طرف اسی کے ساتھ سواے اپنے نفس کے اور عمل کرے اسی کے ساتھ بدون اپنے نفس کے لہذا فرمایا فخذہا بقوۃ یعنے یہ ربوبیت کا بار گران ہے اسکو بقوت ازلیہ برداشت کر باین طور کہ اپنے نفس و اغیار سے فرار کرکے میری طرف مشغول ہو کر مجھسے استعانت لے اور مجھی سے قوت و نصرت حاصل کر پھر اس قوت الٰہیہ سے اسکو برداشت کر اور اپنے نفس کی قوت سے اُٹھانے کا ارادہ مت کر کیونکہ تیرے نفس کی قوت تو حادث ہے وہ ہرگز گرانبار ربوبیت کو برداشت نہین کرسکتی ہے ہان اسی طور پر کہ قوت الٰہیہ تیری مدد فرماوے اور تیری دستگیری کرکے راہ سے پار لگاوے پھر جب تو اس بار عظیم امانت کی سواری ہوجاوے تو قوم کو حکم کر کہ اسمین سے احسن کو لیوین یعنے جو اوامر و نواہی انپر آسان ہون وہ اختیار کرین کیونکہ اسمین سے جو حقائق ہین وہ سوائے تیرے مانند کے اورون کی لیاقت سے برداشت نہین ہوسکتے ہین نیز قولہ باحسنہا۔ سے یہ معنے کہ جو احکام انمین سے انکو خوب واضح معلوم ہون اُنکو لیوین یعنے آیات محکمات کو لیوین کہ وہی موجب ہین اور رہے آیات متشابہات جو صفات الٰہیہ کا وصف ہین تو انکو حسن اعتقاد سے لیوین یعنے تسلیم کرین کہ یہ اوصاف حضرت باری تعالے عزوجل کے اسی طور پر ہین لیکن او تعالے عزوجل جملہ مخلوق مین سے کسی کے مانند نہین ہے پس اسکی کیفیت کو او تعالے خود خوب جانتا ہے اور ہم اسیقدر جانتے ہین کہ او تعالے عزوجل مین سب خوبیان اپنے انتہار کمال پر ہین اور جو چیز کسی نقص کو موجب ہو اس سے اللہ تعالے کے فضل سے عقل نورانی کے اقتضار سے ہم اسکو پاک بہتر جانتے ہین۔ اور یہ اسوجہ سے ہے کہ حقائق آیات متشابہات کی ادراک بشری سے باہر ہین ہان علماء ربانی اسکے اسرار مین سے کچھ پاتے ہین بعض مشائخ نے اس آیت مین کہا کہ بندون کے پاس عموماً اور خاص بندون کے پاس خصوصاً جو اللہ تعالے کے اسرار ہین انکو بندون مین سے فقط وہی پاتے ہین جو بدن و قلب سے زیادہ قوی ہون تو نہین دیکھتا کہ اپنے کلیم علیہ السلام

Marfat.com

سے فرمایا کہ خذہا بقوۃ ۔ اور قوت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر بھروسا واعتماد بہت قوی ومضبوط ہو۔ **قال المترجم** یہین سے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ موسیٰ پر جو انکی ذات کے واسطے احکام سخت تھے ویسے انکی قوم کے واسطے نہ تھے اور یہ کلام **دلالت کرتا ہے** کہ قولہ وامر قومک یاخذوا باحسنہا مین احسن سے مراد سہل ہے بمقابلہ خذہا بقوۃ کے اور قولہ یاخذوا جواب امر ہے اے ان یاخذوا ۔ اور اسمین اس تقدیر پر ایک بڑا مسئلہ نکلتا ہے وہ یون کہ قوم بلکہ ہر فرد امت مامور ہے کہ شرع مین سے جہانتک جواز ہے اپنے واسطے اسہل وآسان کو اختیار کرین اور اسمین جو بھید واسرار ہین انکے بیان کا یہان موقع نہین ہے اور اسی معنے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت پاکیزہ حنیفیہ سہولت سے موصوف ہے اور کثرت سے علماء تابعین رحمہم اللہ سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نسبت آیا ہے کہ بہت کم تکلیف اور بہت آسان طریقہ والے اور ایسے ایسے لوگ تھے اور یہین سے محققین علماء رحمہم اللہ مین سے شیخ ابن الہمام بھی ہین تتبع رخص کو جائز کیا ہے اور **شیخ روزبہان نے** اہل حقیقت کے لیے ابتدائے حال مین تتبع رخص سے اجتناب کا اور انتہا رحال مین التزام کا اشارہ کیا ہے اور یہ امر اہل علم کے نزدیک منجملہ مہمات کے ہے بنظر آنکہ **وہ لوگ** مطاع ہین اور انکو حکمت آلہیہ سے نصیب عطا ہوا ہے پس کہانتک انکو راہ معرفت مین حسن تدبیر سے لیجاتے اور اسی سہل طریقہ مین فرعون نفس واسکے اعوان وانصار کو غرق کرتے ہین ۔ فافہم بعض مشائخ نے کہا کہ عطایاے آلہی کو اسی کے عطایا یعنے بار بردار یان اٹھا سکتے ہین بعض نے قولہ فخذہا بالقوۃ مین کہا کہ اسکو میری قوت سے برداشت کر اور اپنے نفس سے برداشت مت کر پس قوی وہ ہے **کہ اپنے واسطے** کچھ حول وقوت نہ ثابت کرے بلکہ اسکے حول وقوت وہی ہو جو خالق القوی والقدر سے اعتقاد کرے **قال المترجم** نماز بڑا رکن ہے اسکی اذان مین حی علی الصلوۃ کے وقت لاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم ۔ کہنا مسنون ہے اور معنے یہ ہین کہ نماز ادا کرنے کو آنا میری قوت مین نہین بلکہ مجھے کچھ بھی حول وقوت نہین مگر برحمت آلہی جو زبردست حکمت والا ہے شیخؒ نے لکھا کہ میرے استادؒ نے فرمایا کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا اور جو انکی قوم کو حکم دینے کا حکم دیا گیا ان دونون مین فرق ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا لینا تو حق عزوجل سے بروجہ تحقیق قربت اور تاکید وصلت ہے اور قوم کا لینا از راہ التزام طاعت ہے ۔ اور ان دونون مین بہت بڑا فرق ہے ۔ پھر جو لوگ کہ کفران نعمت کرکے درگاہ کبریائی وعظمت کی پھٹکار سے اپنی کچھ قدر وقیمت سمجھتے

انکے محروم ومردود ہونے کو بیان فرمایا بقولہ تعٰ

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰيٰتِيَ الَّذِيۡنَ يَتَكَبَّرُوۡنَ فِي الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ؕ وَاِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡا
مین پھیر دونگا اپنی آیتون سے انکو جو برائی ڈھونڈتے ہین ملک مین ناحق اور اگر دیکھین ساری نشانیان یقین نہ کرین

بِهَا ۚ وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الرُّشۡدِ لَا يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا ۚ وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الۡغَيِّ يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا ؕ
انکو اور اگر دیکھین راہ سنوار کی تو نہ ٹھہرادین اسے راہ اور اگر دیکھین راہ الٹی اسکو ٹھہرادین راہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا عَنۡهَا غٰفِلِيۡنَ ۝ وَالَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الۡاٰخِرَةِ
یہ اسواسطے کہ انھون نے جھوٹ جانین ہماری آیتین اور ہو رہے انسے بیخبر اور جنھون نے جھوٹ جانین ہماری آیتین اور آخرت کی ملاقات

حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ ؕ هَلۡ يُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝
ضایع ہوئین انکی محنتین وہی بدلا پاوینگے جو کچھ عمل کرتے تھے

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰيٰتِيَ ۔ آیات سے مراد وہ چیزین ہین جو اللہ تعالےٰ کی مخلوقات مین **اسکی قدرت** پر دلالت کرتی ہین اور نیز وہ آیات بھی اسمین شامل ہین جو اسرار شریعت واحکام پر دلالت کرتی ہین ۔ الَّذِيۡنَ يَتَكَبَّرُوۡنَ فِي الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ معنے یہ ہین **کہ جو لوگ** زمین مین

اور ون پر تکبر کرتے ہین جو کہ سراسر ناحق ہوا کرتا ہے انکو مین اپنی آیات کے سمجھنے سے محروم کرونگا یعنی طور کہ انکو خوار کر دونگا پھر اسمین فکر کرنے کی راہ
نہ پاوینگے۔ قال الحافظ آیات سے سرکشی کا نتیجہ جہالت حاصل ہوئی۔ قال البیضاویؒ جرم تکبر سے انکے دلون پر مہر ہوئی کہ ان آیات سے
کوئی عبرت و پند و نصیحت نہین پاتے جیسے قوم فرعون آخر ہلاک ہوئی۔ قال الحافظ جیسے اوتعالے نے فرمایا فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم۔ اور بعض
علماء نے کہا کہ شرم کرنے والا اور مغرور کبھی علم نہین پاتا بعض نے فرمایا کہ علم حاصل کرنے مین اگر ایک دم ذلت سمجھا تو تا ابد جاہل رہا۔ سفیان بن عیینہؒ
نے کہا کہ قرآن کی سمجھ اُنسے نکال لونگا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مراد یہ کہ حکم کچھ بنی اسرائیل سے خاص نہین ہے بلکہ ہر اُمت مین جسنے آیات الٰہی سے تکبر کیا وہ
جاہل مردود رہا۔ مترجم کہتا ہے کہ تکبر کا انجام شرک ہے اور اسکی مذمت احادیث صحاح مین تو وارد ہی ہے علی العموم لوگون کی زبان پر جاری ہے
بغیر الحق۔ توضیح ہے کیونکہ تکبر کبھی بر حق نہین ہوتا وہذا کقولہ یقتلون النبیین بغیر الحق۔ اور سراج مین لایا کہ یہ قید ہے کیونکہ تکبر کبھی برحق ہوتا ہے کیونکہ جو شخص
کہ حق پر ہے وہ باطل مذہب والے پر تکبر کر سکتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام شاید بطور مجاز ہوگا ورنہ تکبر کچھ بھی جائز نہین ہے اور صحیح وہ جو کہا لین
مین کہا کہ تکبر برحق کسی کے لیے نہین سوائے اللہ عزوجل کے۔ اور بیضاویؒ نے یہان کہا کہ تکبر کرتے ہین ایسی چیز کے ساتھ جو حق نہین باطل ہے اور
علی ہذا بلاغت مزید ہے یعنے تشنیع دو وجہ سے ایک تو تکبر کرتے ہین اور اسپر زیادہ تشنیع یہ کہ باطل پر تکبر کرتے ہین اور واضح رہے کہ باطل کے مقابلہ مین
ذلت ظاہر نہ کرنا تکبر نہین ہے حتیٰ کہ دنیا اور اہل دنیا کے مقابلہ مین دنیا کی حیثیت سے اپنے کو ذلیل نہ کرنا امر مستحسن ہے۔ فافہم۔ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ
لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا۔ یعنے اگر آیات مین سے ہر آیت دیکھ لین تو بھی ایمان نہ لاوینگے جنپر حکم ازل مقدر ہو چکا وہ کافر ہی رہینگے حتیٰ کہ فرعون نے بارہا
قصد کیا مگر ہامان کا ذرا سا وسوسہ اسکو بحکم تقدیر مؤثر ہوا اور آیات و معجزات سے متاثر نہوا۔ چنانچہ اوتعالے نے انکی حالت بیان فرمائی۔ وَاِنْ یَّرَوْا
سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا۔ اور اگر راہ ہدایت کو جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام لائے ہین یہ لوگ دیکھتے ہین تو اس کو
اپنی راہ نہین بناتے کہ اس راہ ہدایت پر چلین تاکہ یہ چند روزہ دنیا بسر کرکے رضوان الٰہی پاوین لیکن اس راہ نہین چلتے بلکہ۔ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ
الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا۔ اور اگر دیکھتے ہین راہ ضلالت کو تو اُسکو راہ بنا لیتے ہین تاکہ چند روزہ زندگی مین چین کرکے مرین تو ناپاک خبیث دوزخ
کے کندے غضب الٰہی مین پڑین۔ ذٰلِکَ۔ یہ پھیر دینا۔ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ۔ بسبب اسکے کہ ان لوگون نے
جھٹلایا آیات الٰہی کو اور اس سے غافل رہے کچھ بھی اسمین توجہ نہ کی بلکہ جو نفس و شیطان کہتا گیا اسی کو بے تردد مانتے رہے ف فی العرائس قولہ
ساصرف عن آیاتی الذین الخ۔ اسمین وہ مدعی بھی شامل ہین جو اپنی شان کو اچھا سمجھتے ہین یعنے کمال کے دعوی کرنے والے جنکو اپنی شان کبھی معلوم
ہوئی ہے اور مجازی بے تحقیق باتین کرکے مغرور ہین وہ ان جھوٹے دعوون کے سبب سے حقائق خطاب کی معرفت اور معانی کلام کی سمجھ سے
محروم ہوئے کیونکہ وہ کرامات اولیاء اور آیات اصفیاء سے منکر ہین حتیٰ کہ بدتر حال انکا یہ ہے کہ وان یروا کل آیۃ لا یومنوا بہا۔ پھر مزید بران یہ کہ درگاہ
قبول سے مردود و مطرود ہین کما قال تعالےٰ وان یروا سبیل الرشد الآیۃ۔ اگر انکو اللہ تعالےٰ کی طرف ہزار راہین کشادہ ہون تو محرومی ازلی
سے کبھی انکی پیروی نہ کرینگے اور منافقانہ اگر چندے چلے بھی تو کچھ اعتبار نہین ہے اور اگر گمراہی اور باطل دعوی کی ایک سلا بھی انپر ظاہر ہوئی کہ شہوات
کے پیچھے چلنا اسمین نصیب ہے تو اسکی پیروی کرنے لگے اور اسکو راہ حق قرار دیا کیونکہ انکی جبلت ٹیڑھی واقع ہوئی ہے پس راہ راست کو کج اور کج کو
راست سمجھتا ہے اور تکبر کرنے والا اگر تکبر کو جو کبریا رقدم کی شان پاک ہے پہچانتا تو کبھی تکبر کا اپنے یا کسی مخلوق کی طرف خیال بھی نہ کرتا پس مخلوق
مین جہان کہین تکبر ہے وہ کبریا حق سے جہالت کی وجہ سے ہے اور جہان کہین سطوت عظمت حضرت کبریا عزوجل ظاہر ہوتی ہے وہان ہر شئے
پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور سوائے تکبر حق عزوجل کے جو تکبر ہو وہ باطل ہے ان جس بندے کو اللہ تعالےٰ اپنے نور عظمت و ہیبت سے لباس عطا فرماوے

وہ حق کے ساتھ کلام کرتا اور حق کے ساتھ اسکا ہر کام ہے اور حق عزوجل کی صفت اس سے بوصف کبریائی ظاہر ہوتی ہے اور ہر مخلوق جو مطیع الٰہی ہو اسکے حضور مین بازو جھکاتی ہے اور وہ اپنی تمام جان وتن کو جناب کبریائی مین فنا کیے ہوئے ہے اور یہی معنے ہین اس قول کے کہ من خضع للّٰہ خضع لہ کل شئی جسنے اللہ تعالیٰ کی جناب کبریائی کے واسطے خضوع کیا اسکے لیے ہر چیز خضوع کرتی ہے۔ قال المترجم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شمائل شریف مین سے ہے کہ جسنے دور سے دیکھا وہ ہیبت ناک ہوجاتا اور جو پاس بیٹھا وہ بہت مانوس ہوکر اُٹھنے کا نام نہ لیتا۔ اور مشہور ومعروف ہے کہ اونٹ وجانور وغیرہ سجدے کرتے تھے ؎ ہیبت حق است این از خلق نیست ✤ ہیبت این مرد صاحب دلق نیست ✤ بعض نے کہا کہ تکبر دو قسم کا ہی ایک تکبر بحق اور دوسرا تکبر ناحق پس تکبر بحق تو فقیرون کا تونگرون پر ہے کہ جو تونگرون کے پاس ہے اُس سے فقرا کو استغنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو لیکر وہ تمام نعمتہائے فانی سے مستغنی رہتے ہین اور تکبر ناحق وہ تونگرون کا فقیرون پر ہے کہ انکی مفلسی ومحتاجی سے انکی حقارت کرتے ہین۔ واسطیؒ نے کہا کہ تکبر برحق تو یہ کہ تونگرون وفاسقون پر اور کافرون وبدعتیون پر ہو کیونکہ اثر مین مروی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والون سے ایسے چہرہ سے ملو کہ وہ حقیر ہون۔ اور سہلؒ نے کہا کہ قولہ ساصرف عن آیاتی الذین الآخر یہ پھیرنا اس طرح ہے کہ وہ قرآن مجید کی فہم سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا پانے سے محروم کیے جاوینگے۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ اوتعالیٰ جل جلالہ نے یہ فرمایا کہ انکے قلوب واسرار وارواح کو عالم قدس کی سیر سے محروم کیا جائیگا۔ شیخ ذوالنونؒ نے فرمایا کہ اوتعالیٰ عزوجل نے باطل اعتقاد واعمال والون کو قرآن مجید کے حقایق وحکمت عطا فرمانے سے انکار فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ اور جن لوگون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ۔ اور ملاقات آخرت کو یعنے قیامت مین بعث وحشر ہونے وغیرہ کو حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ نیست ہوگئے انکے اعمال یعنے دنیا مین مانند صدقہ وناتے دارون کے ساتھ سلوک وغیرہ کے جو بھلے کام کیے تھے انکا کچھ ثواب نہ پاوینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا جو ثواب پانے کی شرط تھی وہ نہین ہے۔ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ استفہام انکاری ہے اے مایجزون جزاءً الاجزاء ما کانوا یعملون من التکذیب والمعاصی۔ یعنے نہین جزا پاوینگے کچھ بدلا سوائے جزا اس فعل کے جو کرتے تھے یعنے آیتون کو جھٹلانا اور گناہ وشرک وغیرہ کرنا پس انھین کامون کی جزا پاوینگے اور انکی جزا سخت عذاب دردناک ہے اور کبھی کافرون کو اپنے نیک کامون کی جزا دنیا مین مل جاتی ہے اگر مشیت مین مقدر ہو۔ اسمین تنبیہ ہے کہ آیات الٰہی مین نظر وتامل کرنا واجب ہے ورنہ برکت وحی الٰہی جو قرآن مجید کی آیات سے ہے دلون سے جاتی رہیگی فضیل بن عیاض سے روایت ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جب میری اُمت والے دنیا کی چیزون کی عظمت کرینگے تو اُن لوگون سے ہیبت اسلام جاتی رہیگی اور جب آپس مین ایک دوسرے کو بھلائی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ دینگے تو وحی کی برکت سے انپر محرومی چھا جائیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مین پناہ مانگتا ہون کیونکہ اب اُس سے زیادہ بڑھا ہوا مرتبہ نظر آتا ہے کہ آپس مین ایک دوسرے کے دشمن ہین اللہم اعز الاسلام وارحم اہلہ انک انت التواب الرحیم پس درمیان قصہ مین یہ کلام تنبیہ ہے کہ دیکھو بنی اسرائیل نے آیات کو مشاہدہ کرکے غفلت کی تو انکا انجام ہلاکت ہوگیا اگر رحمت الٰہی نہوتی تو ہلاک ہوجاتے

کما قال تعالے

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ

اور بنالیا ۔ موسے کی قوم نے ۔ اُسکے پیچھے اپنے ۔ زیور سے ۔ بچھڑا ایک دھڑ اُسمین گائے کی آواز ۔ یہ نہ دیکھا کہ وہ اُنسے ۔ بات نہین کرتا

وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ

اور نہ دکھاوے ۔ راہ ۔ اُسکو ٹھہرالیا ۔ اور وہ تھے بے انصاف ۔ اور جب پچھتائے ۔ اور سمجھے کہ ہم

[illegible]

وقف لازم

Marfat.com

ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

بہکے کہنے لگے اگر نہ رحم کرے ہم کو ہمارا رب اور نہ بخشے تو بیشک ہم خراب ہونگے

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی۔ اور بنا لیا قوم موسیٰ نے مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ بعد موسیٰ کے یعنے بعد جانے موسیٰ کے کوہ طور پر مناجات کے لیے جبکہ اللہ تعالےٰ نے تیس راتون کا وقت مقرر فرمایا اور دس روز بڑھا دیے تھے اور انھین مزید دس راتون کے زمانہ مین قوم موسیٰ نے انکے پیچھے بنا لیا مین حُلِیِّهِمْ۔ اپنے زیورون سے عِجْلًا جَسَدًا ایک بچھڑے کو کہ جسد تھا اور جوکہ لَّهٗ خُوَارٌ۔ اسکے واسطے خوار تھی یعنے گاے کی آواز تھی کذا فسرہ ابن عباس والحسن وقتادۃ واختارہ جمہور المفسرین۔ یقال خار یخور دیخار خوارا۔ یعنے گاے کا آواز کرنا اور قولہ جسدا لہ خوار سے یہ توضیح وتحقیق ہے کہ وہ فقط بچھڑے کی صورت نہ تھا بلکہ منقلب ہو کر جسد ہو گیا یعنے خول دار جسم ہو گیا کہ گاے کی طرح آواز کرتا تھا اور بعض نے کہا کہ فقط سونے کا جسم تھا خالی از روح۔ مگر قول اول اصح ہے اور وہی مفسرین نے اختیار کیا اور دوسرے مقام پر کہ موسیٰ علیہ السلام کا اسکو جلا کر خاک کر کے دریا مین پھینکنا جو مذکور ہوا اس سے زیادہ مناسب ہے اور قصہ یہ ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ایک مہینہ کی میعاد سے جو بنی اسرائیل سے بیان کی تھی بسبب دس راتین بڑھائی جانے کے دیر کی تو بنی اسرائیل فتنہ مین پڑے اور سامری نے جو بعض علوم سے آگاہ اور اس قوم مین باآبرو تھا موقع پاکر بنو اسرائیل سے وہ زیور جمع کرایا جو انھون نے مصر مین بھاگنے سے پہلے قبطیون سے اپنے یہان خوشی کی آرائش کے واسطے مانگے لیا تھا اور وہ انھین کے پاس رہ گیا اور مصر سے بھاگنے کا حکم ہو گیا پھر قبطی مع فرعون کے ہلاک ہو گیے پس یہ زیور جمع کرا کے اس سے ایک بچھڑا بنایا اور اسمین وہ خاک ڈالدی جو جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان سے لی تھی چنانچہ دوسرے مقام پر مقولہ سامری حکایت ہے کہ بصرت بما لم یبصروا بہ فقبضت قبضۃ من اثر الرسول الآیۃ۔ اور اس خاک کا اثر حیات تھا پس وہ منقلب ہو کر خون وروح کا جسد ہو کر آواز کرنے لگا۔ اور بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمھارا و موسیٰ کا الٰہ ہے پس سمندر سے پار ہونے کے بعد ایک قوم کو گاے کی شکل کے بُت پوجتے دیکھکر بنی اسرائیل کے جاہل اثر پذیر ہو چکے تھے یہان تصدیق کر لی، اور آلہ بنا لیا پس حاصل تقدیر کلام یون ہے کہ واتخذ قوم موسیٰ عجلا الٰہا۔ یعنے بنا لیا قوم نے موسیٰ کے بعد ایک بچھڑے کو معبود پس الٰہا مفعول دوم محذوف ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ بچھڑا فقط ایک مرتبہ بولا تھا اور بعض نے کہا کہ بہت بار حتی کہ جب بولتا تو سجدہ مین گر پڑتے جب ہوتا تو سر اٹھاتے۔ وہبؒ سے روایت ہے کہ آواز کرتا بدون حرکت کے سدیؒ سے ہے کہ چلتا بھی تھا واللہ اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ زیور مستعار بیان ہوا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے مِنْ حُلِيِّهِمْ فرمایا تو جواب دیا گیا کہ اضافت باین معنے کہ انکے پاس تھا یا اس لیے کہ بعد ہلاک قوم قبط کے یہ مالک ہو گئے تھے کذا ذکرہ البیضاوی اعتراض ہوا کہ مستعار چیز بعد فوت ہو جانے مالک کے مستعیر کی ملک نہین ہوتی جواب دیا گیا کہ ہان ولیکن قوم فرعون کا ملک ومال اللہ تعالےٰ نے بنو اسرائیل کو حلال کیا تھا بدلیل قولہ تعالےٰ کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیہا فاکہین کذلک واورثناہا قوما آخرین حلی بضم اول و تشدید یا جمع حلی بفتح اول وسکون ثانی وتخفیف مانند ثدی وثدی۔ قراۃ حمزہ وکسائی بکسر اول بالاتباع ہے اور یعقوبؒ نے مفرد پڑھا۔ اگر کہا جاوے کہ اتخاذ تو فقط سامری کا تھا پھر اتخذ قوم موسیٰ کیونکر فرمایا۔ جواب آنکہ قوم والے اس فعل پر راضی تھے اور اولی یہ کہ سامری کا اتخاذ بمعنے ساخت ہے اور قوم کا اتخاذ بمعنے معبود بنا لینا۔ ابو السماک وعلی کی قراۃ مین جوار بجیم آیا اور یعنے آواز سخت مگر معروف قراۃ بخا معجمہ ہے۔ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا۔ استفہام توبیخ وجھڑکی دلالت ہے ان جاہلون کو کہ اتنی آیات توحید دیکھنے کے بعد یہ حرکت کی۔ معنے یہ کہ اُن جاہلون نے اسکو الٰہ بناتے وقت یہ نہ دیکھا کہ نہ اسکو باتین کرنے پر قدرت ہے اور نہ راستہ بتلا دینے پر قدرت ہے جیسے ادنی آدمی کو ہوا کرتی ہے

پھر کیونکر اسکو آدمیون وزمین وآسمان کا پیدا کرنے والا مان لیا یہ چشم ضلالت کا اثر تھا کہ مورتون کی محبت چھائی۔ حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا کسی چیز کو محبوب رکھنا اندھا و بہرا کر دیتا ہے۔ رواہ احمد و ابو داؤد۔ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۔ مکرر مذمت کرنے اور ملامت کرنے کو اتخذوہ فرمایا یعنے بنا لیا ان لوگون نے اس جانور کو اپنا معبود اور تھے یہ لوگ ظالم یعنے ہر چیز کو بے موقع رکھنے والے تھے اسی جہت سے ان لوگون نے عبادت کو اس جانور کے سامنے رکھا اور الوہیت کو اس چیز مین تصور کیا پس اسکو معبود بنانا ان لوگون کی طرف سے نئی بات نہ تھی۔ آیت مین تمام ان لوگون کو تنبیہ ہے جو الوہیت کو کسی مخلوق مین تصور کرتے ہین اور عقل و نظر سے بالکل اندھے بن جاتے ہین اور ذرا نہین سمجھتے کہ شان الوہیت کسی عاجز مخلوق مین کیونکر ہو سکتی ہے۔ فی السراج اس مین اختلاف ہے کہ کل قوم نے بچھڑا پوجا تھا یا بعض نے پس حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ سوائے ہارون علیہ السلام کے سب نے پوجا بدلیل عموم اس آیت کے اور بدلیل دعاء موسیٰ علیہ السلام کہ اپنی ذات اور اپنے بھائی کے واسطے استغفار کو مخصوص فرمایا اور دیگر علماء نے کہا کہ بعض قوم نے ایسا کیا تھا بدلیل آنکہ قوم مین اہل ارشاد و ہدایت بھی موجود تھے جنکی شان سے یہ امر بعید تھا۔ قال تعالے ومن قوم موسی امة یهدون بالحق الآیة اور یہی ظاہر کلام شیخ ابن کثیرؒ ہے۔ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ یعنے موسیٰ علیہ السلام کے میقات سے واپس ہونے کے بعد جب یہ لوگ نادم ہوئے۔ قال الواحدی مفسرین و اہل لغت کے اقوال سے ظاہر ہوا کہ سقط فی یدہ بمعنے نادم ہوا مستعمل ہے اور یہ نادم کی صفت مین آتا ہے اور اسکی اصل مین کوئی کلام پسندیدہ مین نے نہین دیکھا۔ قال البیضاوی یہ کنایہ ہے یعنے جبکہ سخت نادم ہوئے کیونکہ جو آدمی سخت ندامت و حسرت اپنے فعل پر اٹھاتا ہے وہ غم سے اپنا ہاتھ کاٹتا ہے پس اسکا ہاتھ سقوط فیہا ہو جاتا ہے کیونکہ اسکے ہاتھ مین اس کے دانت پڑتے ہین اور بعض قراءۃ مین سقط بوزن معروف ہے اے سقط العض فی ایدیہم۔ یعنے چبانا انکے ہاتھون مین واقع ہوا اور مراد یہی ہے کہ سخت نادم ہوئے اور ازہری و زجاج و نحاس وغیرہ نے کہا کہ قولہ لما سقط فی ایدیہم۔ یعنے انکے دلون مین ندامت واقع ہوئی بطریق تشبیہ کے کیونکہ اکثر کام آدمی اپنے ہاتھون کرتا ہے اور ایسے ہی قولہ یوم یعض الظالم علی یدیہ۔ کنایہ از حسرت و غم ہے۔ حاصل آنکہ جب وہ لوگ اپنے فعل پر سخت نادم ہوئے۔ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا۔ اور یقین جان لیا کہ وہ ضرور گمراہ ہوئے۔ یعنے بچھڑا پوجنے مین گمراہ تھے اور یہ علم انکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے کے بعد ہوا جیسا کہ سورۂ طٰہٰ مین مذکور ہے لیکن یہان انکے فعل مذموم اور قول توبہ کو ایک جگہ بیان کر دیا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا۔ بولے کہ اگر نہ رحم کریگا ہمارا پروردگار۔ یہ اکثر کی قراءۃ ہے اور ترحمنا بصیغہ خطاب قراءۃ حمزہؒ ہے پس ربنا منصوب بنا بر آنکہ منادی ہے یعنے اگر نہ رحم کریگا تو اے ہمارے پروردگار۔ وَيَغْفِرْ لَنَا۔ اور ہماری مغفرت نہ کریگا تو۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ البتہ ہم ہو جاوینگے خاسرین مین سے۔ اس کلام مین انکی طرف سے اقرار ہے کہ جو ہم سے صادر ہوا وہ بڑا گناہ ہے اسپر نادم ہو کر اللہ تعالے کی طرف رجوع و رغبت ہے کہ اس خطا کو معاف فرما دے پھر توبہ انکے گردن جھکا کر مقتول ہونے سے ہوئی ف فی العرائس قولہ واتخذ قوم موسی من بعدہ الآیة۔ قوم مذکور طالب حق تھی اور جس جہت سے بعض روائح خوشبوئے قرب انکے ناک مین پہونچی انکی طبیعت کی رعونت غالب ہو گئی اور قلب مین حلاوت پہونچی اور غالب صفات انسانیت ابھی فنا نہین ہوئی تھین کہ اس حلاوت سے یہ رعونات مختلط ہو گئین اور حلاوت قرب غائب ہو گئی اور انسانیت کا عشق جوش مین آیا پس حوادث مین سے خیالات کی صورت انکے دلون کو مطلوب ہوئی کیونکہ غلبہ خیالات سے صورت توحید و افراد قدم از حدوث جاتی رہی اور خیال کے طلب مین رہ گئے اور ہر متحرک کو اپنے تصور سے معبودیت کے لیے قبول کرنے لگے پس حق تعالے نے عجل مذکور کو قہر ربوبیت کا لباس دیدیا کہ قوم مذکور اسکی عبادت و تعظیم کرنے لگے اور قہر و امتحان سے محجوب ہوئے اور اگر متنبہ

ف ۱ جس دن ظالم اپنے ہاتھون کو کاٹیگا ۱۲ م

ہوجاتے تو مانند موسیٰ علیہ السلام کے خود ہی پہلے اسکو جلا کر خاک کر دیتے ایسا ہی جو شخص کہ درجۂ توحید کو نہ پہونچا اور عشق کی رعونت مین پڑا اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ توحید کی غیرت سے راہ معرفت مین اُسکا قتل واجب ہوتا ہے اسی سے ان لوگون کی توبہ بھی قتل نفس سے تھی اور جو توحید مین شرک ہو اسکا یہی انجام ہے سہل ؒ نے کہا کہ ہر انسان کا گوسالہ وہ ہے جسپر وہ متوجہ ہوا اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے بوجہ اس کے اعراض کیا خواہ جورو لڑکے ہون یا کوئی اور چیز ہو اور اس سے خلاصی نہین پاتا مگر جبھی کہ تمام اسباب حظوظ سے چھوٹ جاوے جیسے بُت پوجنے والے نہ چھوٹے یہانتک کہ مقتول ہوئے شیخ اُستاد ؒ نے فرمایا کہ ابتدا مین وہ لوگ توہم و ظنون سے پاک نہ تھے اور حقائق توحید سے بے خبر تھے پس ان توہمات مین انکے قدم پھسل گئے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جن قومون نے بچھڑے کو پوجا بھلا انکے دلون نے توحید کی خوشبو پائی تھی نہین ہرگز نہین ہرگز نہین اور جس کسی نے جبرئیل یا میکائیل یا عرش یا کرسی یا مخلوق مین سے کسی کی طرف لحاظ کیا یہی حال اسکا ہے کہ اس نے توحید کی خوشبو بالکل نہین پائی ہے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ

اور جب پھر آیا موسیٰ اپنی قوم مین غصے بھرا اور افسوس بولا کیا بری جگہ رکھی تم نے میری میرے بعد کیون جلدی کی اپنے

رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي

رب کے حکم سے اور ڈال دین وہ تختیان اور پکڑا سر اپنے بھائی کا کھینچنے اپنی طرف وہ بولا کہ اے میری ماں کے جائے لوگون نے مجھے بودا سمجھا

وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي

اور نزدیک تھے کہ مجھکو مار ڈالین سو مت ہنسا مجھ پر دشمنون کو اور نہ ملا مجھکو گنہگار لوگون مین بولا اے رب معاف کر مجھکو

وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝

اور میرے بھائی کو اور ہمکو داخل کر اپنی رحمت مین اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ اور جب لوٹا موسیٰ یعنے کوہ طور سے اپنی قوم کی طرف غضب مین بھرا ہوا۔ یعنے قوم کی طرف سے غضبناک کیونکہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو کوہ طور پر آگاہ فرمایا تھا کہ تیری قوم فتنہ مین پڑی لہذا غضبان آئے۔ اَسِفًا نہایت محزون۔ یہ قول ابن عباس ؓ کا ہے اور ابوالدرداء ؓ نے کہا کہ اسف ایک مرتبہ غضب سے زیادہ شدید ہے ذکرہ الحافظ۔ اور واحدی ؒ نے کہا کہ دونون قول قریب قریب ہین اسلیے کہ حزن سے غضب ہوتا ہے اور غضب سے حزن ہوتا ہے پس اگر کم مرتبہ والے سے مکروہ بات نظر آئی تو غضب آگیا اور اگر اونچے مرتبہ والے سے ظاہر ہوئی تو حزن ہوا پس اولی اس مقام پر شدت حزن سے تفسیر ہے۔ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي۔ اے قال لہم موسیٰ بئس خلافۃ خلفتمونیہا من بعدی خلافتکم ہذہ حیث اشرکتم۔ یعنے موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگون کو مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ بُری خلافت جو تم میرے بعد بجا لائے یہ تمہارا خلافت کرنا ہے کیونکہ تم نے شرک کیا۔ رسم الخط مین اس مقام پر بئسما متصل لکھنے پر اتفاق ہے اور ما سے مراد خلافت ہے اور قولہ خلفتمونی صفت ہے اور خلافتکم ہذہ مخصوص بالذم ہے اور حیث تعلیلیہ ہے۔ پھر اگر یہ خطاب بچھڑا پوجنے والون کو ہے تو معنے یہ ہین کہ تم نے میرے بعد بُرا فعل کیا اور اگر ہارون و مومنین کو ہے تو معنے یہ ہین کہ بُری طرح تم نے میری قائم مقامی کی۔ اور اول ظاہر ہے۔ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ۔ عجلہ کسی چیز کے وقت سے پہلے اسکے ساتھ تقدم کرنا اسیواسطے مذموم ہے۔ کما فی الحدیث عجلت شیطان کی طرف سے ہے اور سرعت کے معنے یہ ہین کہ کسی چیز کو اُسکے وقت کے اول مین ادا کرنا اور وہ مذموم نہین ہے اور حدیث مین جو آیا کہ تانی از جانب حق تعالےٰ ہے

Marfat.com

وہ اس سرعت کو شامل ہے لہذا نماز اول وقت ادا کرنا عجلت نہین بلکہ سرعت ہے فاحفظہ۔ مروی ہے کہ سامری نے جب اُنکے لیے بچھڑا نکالا تو کہا
تھا کہ یہ تمھارا اور موسٰی کا پروردگار ہے اور موسی اب لوٹ کر نہ آوینگے کیونکہ انکا انتقال ہو گیا۔ لہذا قولہ اَعَجِلۡتُمۡ اَمۡرَ رَبِّكُمۡ کے معنے مین بیضاوی نے کہا کہ
معنے یہ ہین کہ کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدہ مین جو اُسنے مجھسے چالیس راتون کا کیا تھا سبقت کی اور تم نے میری موت کو مقدر کیا اور میرے بعد
دین کو متغیر کر دیا جیسا در اُمتون نے اپنے انبیاء کے بعد کیا۔ یا عجلت متضمن معنے سبقت ہے لہذا مانند سبقت کے بلا واسطہ متعدی ہوا اور بولتے
ہین کہ عجل عن الامر جبکہ اس کام کو ادھورا چھوڑ دیا ہو لہذا یہ معنے ہونگے کہ تم نے امر الٰہی کو ناتمام چھوڑا۔ اور یہ جملہ بھی ملامت و انکار مین شامل ہے
وَاَلۡقَى الۡاَلۡوَاحَ۔ اور ڈال دیا موسی علیہ السلام نے الواح کو یعنے الواح توریت کو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جمہور مفسرین سلف و خلف کے
نزدیک یہ فعل حضرت موسٰیؑ کا اپنی قوم پر غضب کی وجہ سے تھا اور مفسرؒ نے کہا کہ قوم پر یہ غضب خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے تھا پس جب
الواح کو ڈالدیا تو وہ ٹوٹ گئین۔ الیسا ہی ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ الواح ٹوٹ گئین پس سوائے چھٹے حصہ کے باقی سب اٹھالیا گیا اور
ابو الشیخؒ نے روایت کیا کہ چھ ساتوین حصے اُٹھالیے گیے اور ایک ساتوان حصہ رہگیا۔ اور معنے اسکے واللہ اعلم یہ ہین کہ توریت کے الواح مین جو کچھ
لکھا تھا اس مین سے ایک ساتوان حصہ رہگیا باقی مٹ گیا کیونکہ آگے فرماتا ہے فلما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح۔ اور یہ دلیل ہے کہ خود
الواح باقی تھین اور اسی پر دلیل ہے جو مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جب موسٰیؑ نے الواح کو ڈالا تو اُمین سے تفصیل یعنے غیب کی خبرین جاتی رہین اور
ہُدٰی یعنے مواعظ و احکام باقی رہے اور بعض نے کہا کہ ڈال دینے کے معنے کہ الواح کو ایک مقام پر رکھ دیا تھا پھر قوم کو ملامت کر کے اُنکو وہان سے
اُٹھایا۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر مین کہا کہ قرآن مجید مین۔ مذکور نہین کہ موسٰیؑ نے الواح کو ڈال دیا اسطرح کہ وہ ٹوٹ گئین بلکہ صرف القا مذکور ہے
اور یہ غضب کی حالت مین رکھدینے کے معنے مین ہو سکتا ہے لیس اسطرح پھینک دینا کہ ٹوٹ جاوین یہ بڑی سخت جرأت ہے کتاب الٰہی پر جو کہ
شان انبیاء کے لائق نہین ہے اور حاصل آنکہ جب تک بدلیل قوی یہ بات ثابت نہو کہ ایسا ہوا تب تک اسکو نہین کہنا چاہیے اور ظاہر ایسا ثبوت
نہین ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ معنے یہ ہین کہ موسی علیہ السلام نے الواح کو رکھدیا۔ وَاَخَذَ بِرَاۡسِ اَخِيۡهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيۡهِ۔ دوسرے مقام پر داڑھی کا
لفظ بھی ہے لہذا مفسرؒ نے کہا کہ داہنے ہاتھ سے سر کو یعنے سر کے بالون کو پکڑا اور بائین ہاتھ سے داڑھی کو پکڑا اس حال سے کہ اپنی طرف اسکو
کھینچتا تھا بدین گمان کہ ہارون نے اس شرک و کفر کے روکنے مین کوتاہی کی۔ ہارون حضرت موسٰیؑ کے سگے بھائی اور تین سال بڑے تھے
اور نہایت حلیم تھے اسیواسطے بنی اسرائیل کو وہ زیادہ محبوب تھے۔ قَالَ ابۡنَ اُمَّ۔ ہر چند کہ ان و باپ سے حقیقی بھائی تھے ولیکن زیادہ مہربان
کرنے کے لیے ماں کا ذکر کیا اور بعض نے کہا کہ ماں مومنہ تھین اور بعض نے کہا کہ ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ ابن عامر و حمزہ و کسائی نے یہان
و سورۂ طٰہٰ مین ابن ام بکسر میم پڑھا اور اصل اسکی یا ابن امی ہے پس یاء کو بغرض تخفیف کے کسرہ پر اکتفا کر کے حذف کیا جیسے منادی مضاف
الی الیاء مین حکم ہوتا ہے اور باقیون نے ابن اُم بفتح میم پڑھا بغرض مزید تخفیف کیونکہ طویل ہے یا بوجہ تشبیہ بخمسۃ عشر کے بہر حال معنے یہ ہین کہ
ہارونؑ نے کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے تو میری داڑھی اور بال مت پکڑ۔ اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِىۡ۔ قوم نے مجھے کمزور بنایا۔ اسمین ہارونؑ
اپنی جانب سے کوتاہی کرنے کا وہم دفع کیا۔ حاصل آنکہ مین نے ان لوگون کے روکنے مین اپنی وسعت صرف کی یہانتک کہ اُنھون نے مجھکو مقہور کر لیا
وَكَادُوۡا يَقۡتُلُوۡنَنِىۡ۔ اور قریب ہوئے کہ مجھکو قتل کرین۔ پس میری طرف سے کوتاہی نہین ہوئی۔ فَلَا تُشۡمِتۡ بِىَ الۡاَعۡدَآءَ۔ پس مت
خوش کر میرے ساتھ دشمنوں کو باین طور کہ تو میری اہانت کرے یعنے میرے ساتھ ایسا فعل مت کر و اہانت کا جس سے دشمن خوش ہون۔ وَلَا تَجۡعَلۡنِىۡ
مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ۔ اور مت کر مجھکو بھی مواخذہ مین ان لوگون کے ساتھ جنھون نے بچھڑا پوجکر اپنی جانون پر ظلم کیا ہے۔ یعنے شرک و کفر

کیا ہے یعنے مین ان مشرکون مین نہین ہون اور نہ مین نے انکے روکنے و فہمایش کرنے مین قصور کیا ہے۔ شماتت۔ دراصل دشمن کے بُری بات مین مبتلا ہونے پر خوش ہونے کو کہتے ہین وہ مصدر از باب سلم یسلم ہو۔ اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا مین آیا۔ اللھم انی اعوذ بک من سوء القضاء و درک الشقاء و جہد البلاء و شماتۃ الاعداء پھر جب حضرت ہارونؑ نے یہ اعتذار و شماتت اعداء کو ذکر کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي۔ اے قال موسی داعیا الی اللہ تعالےٰ یا رب اغفر لی ما صنعت باخی واغفر لاخی۔ کہا موسیٰ نے کہ اے میرے پروردگار مجھے بخشدے اس کام مین جو مین نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا اور بخشدے میرے بھائی کو۔ قال المفسرؒ اپنے بھائی کو اس دعا مین شریک کر لیا ایک تو بھائی کو راضی کرنے کے واسطے اور دوم اس لیے کہ دشمنون کی شماتت نہ رہے کیونکہ اس دعا کی بڑی وقعت ہے و قال غیرہ۔ بھائی کے واسطے بھی مغفرت کی دعا کی تاکہ شاید انکی فہمایش و روکنا کامل طور پر درجہ قبولیت کو نہ پہونچا ہو تو اللہ تعالےٰ عفو فرمائے اور اسپر مزید یہ کہ۔ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ اور داخل کر دے ہم دونون کو اپنی رحمت مین یعنے ہمپر اپنی رحمت سے مزید انعام فرما اگرچہ بخشنا بھی تیری رحمت ہے۔ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ اور تو ارحم الراحمین ہے کیونکہ ہم اپنی جانون پر جسقدر رحم کرتے ہین اس سے تیرا رحم بہت زیادہ ہے اور بھید یہ ہے کہ ہم اپنے نفس پر ظاہری راہ سے رحمت کا قصد کرتے ہین حالانکہ اسکی واقعی کیفیت و انجام کار سے غافل ہوتے ہین اور تو پاک پروردگار خالق علیم حکیم ہے تیرا رحم اسپر تحقیق راہ سے ہوتا ہے اگر کہا جاوے کہ اس قصہ مین ثابت ہے کہ فتنہ بنی اسرائیل کی خبر اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر دی تھی حالانکہ موسیٰؑ وہان سے الواح لیتے آئے تو جواب اسکا وہ ہے جو حدیث ابن عباس رضہ مین ثابت ہے کہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ موسیٰؑ پر رحم فرماوے جو چیز معائنہ ہو وہ خبر دی ہوئی کے مانند نہین موسیٰؑ کو اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا تھا کہ موسیٰؑ کے بعد اسکی قوم فتنہ مین پڑی مگر موسیٰؑ نے الواح کو نہ ڈالا پھر جب انکو دیکھا اور معائنہ کیا تو الواح کو ڈال دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم من حدیث الحسن بن محمد الصباح عن عفان عن ابی عوانہ عن ابی البشر عن سعید بن جبیر عنہ وہذا کا تراہ اسنادہ لا باس بہ واللہ اعلم و معنے حدیث مین یہ وہم نہو کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کی خبر فرمانے مین تصدیق کامل نہوئی تھی حتی کہ معائنہ کیا کیونکہ موسیٰؑ وہان سے سخت غضبناک آئے تھے بسبب یقین امر مذکور کے بلکہ معنے یہ ہین کہ تغیر حالت مزاج بعد آنکھون دیکھنے کے زیادہ ہو گیا جیسے کسی امر فحش کی اگر دوسرے کو خبر دیجاوے تو بہ نسبت اسوقت کے تغیر کے اگر آنکھون سے دیکھے تو زیادہ متغیر ہوتا ہے اور بھید یہ ہے کہ مزاج از کیفیات جسم ہے اور دیکھنا و غیرہ اسی جسم کے حواس ہین اور تصدیق کرنا فعل عقل ہے فافہم ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ولما رجع موسی الی قومہ غضبان اسفا موسیٰ علیہ السلام کو کمال انبساط مین لن ترانی سے صدمہ پہونچا اور اسپر رجوع مین صدمہ فراق ہوا کہ وصول الوصول فوت ہو کر درد فراق آیا اور اس حالت مین شریعت عبودیت لیکر قوم کی طرف واپس ہو کر گوسالہ پوجنے والون کو دیکھکر شیر گرسنہ کے مانند اپنے بھائی و قوم پر غضبناک ہوئے کیونکہ حضرت کلیم علیہ السلام اس حال مین درگاہ ازل سے واپس آتے تھے جہان دونون جہان ایک ذرہ سے کہین حقیر ہین اور قلب انسان اس نور ازل کا محل اور اسی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے پس قوم کی نہایت کمینہ بہت دیکھکر کہ ایک چیز ہاتھون کا بیل بنائے ہوئے کو پڑے پوج رہے ہین سخت غضبناک ہو گئے۔ یہ عقل و فہم و علم و انسانیت کہان چلی گئی عقل کہان اس بات کو قبول کرتی ہے کہ جس چیز مین تغیر ہوتا ہوا آما زین کرتا ہو بساتا ہو جسم و خون و غلیظ چیزین رکھتا ہو آمین الوہیت ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ ان بیوقوفون کو کیا ہوا کہ اتنا نہین سمجھتے کہ الوہیت تو کامل صفات و پاک و منزہ از وہم و خیال ہے یہ شکلین اور یہ چیزین کیسی۔ ان ناقص و ناپاک چیزون کو وہان کیا دخل ہے۔ یہ بچھڑا تو گوشت پوست خون کا بساتا تھا۔ تو نہین سمجھتا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی عاجزی کی وجہ سے انسے باتین بھی نہین کر سکتا تھا وہ انکو راہ بھی نہین جلا سکتا تھا

ف اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری بری تقدیر سے اور بلا کی سختی سے اور بدبختی سے اور دشمنوں کی خوشی سے مصیبت میں ۔۔۔ ۱۲ م

Marfat.com

توسیدھی راہ نجات کیسی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مقصود یہ نہین کہ جوبات کرسکے وہ آلہ ہے اور جوراہ بتلاوے وہ آلہ ہے بلکہ یہ تشنیع وملامت ہے کہ گدھا بھی اس بیل کو اپنا خدا نہین بناتا پس یہ آدمی گدھے سے بدترہین۔ اورتنبیہ ہے کہ کلام ازلی ایسے بولنے وحروف وآواز وتلفظ وسانس سے پاک ہے اسکے ساتھ کوئی چیز مشابہت نہین رکھتی ہے وہان قیاس ووہم وگمان کو دخل نہین ہے بعض مشائخ نے کہا کہ اسف انکو یہ تھا کہ حق عزوجل سے خطاب کا وقت گیا اور ایسے لوگون سے باتین باقی رہین جنکی کچھ قدر نہین ہے۔ اور قریب اسکے بعض نے کہا کہ غضب اسوجہ تھا کہ حق عزوجل سے مکالمہ جاتا رہا اور اسف اسوجہ سے کہ مشاہدہ جاتا رہا۔ قلت ثم ذکر الشیخ ہہنا من وجہ کسر الالواح غیرۃ علی النبی صلعم لما رای من ذکر قربۃ فیہا وایضا کونہا مفضیۃ الی الکلام بالواسطۃ ووجہ جرراس الاخ اشتغالہ بالشرع عن تلک المواقف القدسیۃ وقد ترک المترجم زعما منہ ان ہذا مع کونہ قلیل الجدوی یشبہ بمقدمات الشعر ویتضمن مفاسد فقال شیخ ابوسعید قرشیؒ نے کہا کہ حق تعالے کے واسطے جسکی غیرت جوش مین آوے تو اللہ تعالے اسکو حدود شرع پر نگاہ رکھتا ہے تاکہ کسی امر مذموم کی طرف نہ چلا جاوے چنانچہ موسی علیہ السلام نے قوم کو بچھڑا پوجتے دیکھکر الواح کو ڈال دیا اور ہارون کے ساتھ وہ کیا جو مذکور ہوا اگر اللہ تعالے نے اسپر کچھ عتاب نہین فرمایا اور اگر کوئی شخص سوائے غیرت حق کے ایسا کرتا تو اوتعالے کی طرف سے اسپر بہت ملامت ہوتی اور موسی علیہ السلام کی حرکت مذکورفقط اللہ تعالے کی شان پر غیرت سے تھی اسمین ان کے نفس کا کچھ حظ نہ تھا کیونکہ خودی سے خارج تھے پس آنحضرت علیہ السلام کو اس سے قرب ہی زیادہ ہوا۔ قلت ہذا علی تقدیر ان الالواح قد انکسرت وسیاتی مافیہ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ

البتہ جنہوں نے بچھڑا بنالیا انکو پہونچیگا غضب انکے رب کا اور ذلت دنیا کی زندگی مین اور یہی

نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ۝ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ

سزا دیتے ہین ہم جھوٹ باندھنے والون کو اور جنہون نے کیے برے کام پھر اسکے بعد توبہ کی اور یقین لائے تیرا رب

مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اسکے پیچھے بخشتا ہے مہربان

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا اللہ تعالے نے فرمایا کہ جن لوگون نے بنالیا۔ الْعِجْلَ۔ گوسالہ کو اپنا معبود۔ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ عنقریب پہونچیگا انکو غضب یعنے عذاب انکے پروردگار کی طرف سے۔ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ اور ذلت حیات دنیا مین۔ یعنے جن لوگون نے گوسالہ کو معبود بنایا انکو آیندہ زمانہ مین عنقریب پروردگار کی طرف سے عذاب اور دنیاوی زندگی مین ذلت پہونچیگی۔ قال المفسرؒ چنانچہ بعد اسکے ان لوگون کی توبہ یون قبول ہوئی کہ اپنے آپ کو قتل کرین پس یہ عذاب تھا اور ذلت یہ کہ تا قیامت ان پر ذلیل پن کا ٹھپا کردیا گیا جیسا کہ ابتدائے سورہ بقرہ مین بیان ہوچکا ہے۔ قال البیضاویؒ ذلت یہ کہ اپنے دیار سے نکالے گئے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد جزیہ ہے کیونکہ وہ ذلیل ہے لقولہ تعالے حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ مترجم کہتا ہے کہ گوسالہ پوجنے والے ایک قول کے موافق بعض لوگ تھے اور دوسرے قول پر سب تھے پس بعض مقتول ہوکر باقیون کو عفو کیا گیا اور بنابر قول اول کے بعض مین سے بھی شاید بعض مقتول ہوکر باقی کی توبہ بدون قتل کے بدعا رموسی وہارون علیہما السلام قبول ہوئی ہو اور انکے حق مین ذلت حیات دنیاوی ہو اور ذلت کا ٹھپا تا قیامت بسبب قتل انبیا رہا اور نیز دیار سے نکالا جانا اور جزیہ مقرر ہونا بھی سوائے خاص گوسالہ پوجنے

والون کے اورون پر ہوا ہے لہذا تفسیر مین اشکال ہے مگر آنکہ غضب یہ قرار دیا جاوے کہ توبہ بدون قتل کرانے اپنی جان کے قبول نہوئی اور ذلت دیا تسلیم برائے قتل ہو کما قال الخطیب رحمہ اللہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین دو طریق رکھے ہین ایک یہ کہ الذین اتخذوا العجل سے حقیقت مراد ہے اور دوم آنکہ مجاز مراد ہے پس اگر حقیقت مراد ہے تو یہ وہی لوگ ہین جنھون نے درحقیقت گوسالہ پوجا تھا پس اُنپر غضب یہی تھا کہ اپنی جان کو قتل کراوین کیونکہ توبہ قبول ہوگی پس نفس قتل تو غضب تھا اور اپنی گردن جھکانا واسطے قتل کیے جانے کے یہ ذلت تھی یا اپنی جان پر گمراہی و ضلالت کا اقرار کرنا ذلت تھا۔ قال المترجم یہ اقرار تو عین ایمان تھا یہ ذلت نہین ہے بلکہ استسلام ہو سکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ سینالہم مین سین استقبال کا ہے تو ماضی کے واسطے کیونکر ہوگا جواب دیا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جس وقت اللہ تعالے نے قوم کے فتنہ مین پڑنے کی خبر دی تھی اسوقت یہ بھی فرمایا تھا کہ سینالہم غضب الآیہ پس اسمین استقبال ہے پس وقوع قتل و ذلت سے یہ کلام سابق تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالے واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم الآیہ سے واضح ہے کہ قتل نفس مین ذلت نہ تھی بلکہ انکے واسطے یہ بات کرنا پروردگار تعالے کے نزدیک بہتر تھا اور بعض احادیث مین بھی بطور مدح آیا ہے کہ ان لوگون نے تحقیق ایمان سے اپنے کو قتل کرانا منظور کیا۔ اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ بدون قتل کے توبہ منظور نہونا تو غضب ہی اور اس تسلیم سے اپنے آپ کو قتل کرانا ذلت ہے اگرچہ نتیجہ اسکا بہتر ہو جیسے محصن زنا کار اگر خود اقرار سے سنگسار ہونے کا عار اُٹھاوے تو عقبی الدار اسکو سزاوار ہے۔ طریق دوم آنکہ الذین اتخذوا العجل سے وہ لوگ مراد ہین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اور گوسالہ کو معبود بنانا اگرچہ انکے باپ دادون کا فعل تھا لیکن یہ انکی ذریات تھی اور اپنے باپ دادون پر فخر کرتے اور راضی تھے اور عرب کا دستور ہے کہ باپ دادون کے بد افعال سے اولاد کو عار دلاتے ہین جیسے انکے نیک افعال سے انکے حق مین تعریف بھی لاتے ہین چنانچہ ہمارے عرف مین بھی کہا کرتے ہین کہ یہ قوم تو ایسی ایسی ہین حالانکہ یہ صفت انکے باپ دادون کی تھی اور اس تقدیر مین آیت کے معنے یہ ہوئے کہ یہود جو اس زمانہ مین شرک و نافرمانی پر اٹلے ہوے رسول اللہ صلعم کے برخلاف ہین انکو عنقریب آخرت مین غضب الٰہی پہونچیگا اور زندگی دنیاوی مین ذلت پہونچیگی کہ قتل و خوار و شہر و دیار سے باہر کیے جاوینگے اور انپر جزیہ باندھا جاویگا اور بحمد اللہ تعالے ایسا ہی انکے حق مین واقع ہوا اگر کہا جاوے کہ سورہ مکیہ ہے تو جواب ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب نہین بلکہ خبر غیب ہے پس نزول کے وقت یہود و مدینہ مین ہونا کچھ مضر نہین ہے اور یہی تفسیر دوم حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت کیجاتی ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہوا کہ مفسر رحمہ اللہ کی تفسیر مین اشکال ہے کما لایخفی پس حاصل تفسیر یہ ہے کہ جن لوگون نے گوسالہ کو معبود بنایا اور درحقیقت اسکو پوجا انکو غضب الٰہی عنقریب پہونچیگا کہ بدون قتل نفس کے انکی توبہ قبول نہوگی اور زندگی دنیاوی مین ذلت باین طور کہ اپنی گمراہی کے معترف ہو کر قتل کے واسطے گردن جھکاوینگے۔ یا یہ معنے کہ جن لوگون کی یہ صفت ہے کہ اپنے باپ دادون کی گوسالہ پرستی پر راضی ہو کر گویا خود گوسالہ پرست اور حکم رسالت سے برخلاف چلتے ہین انکو عنقریب بعد موت کے غضب الٰہی و عذاب پہونچیگا اور دنیاوی زندگی مین قتل و خوار بجزیہ و شہر و دیار سے بدر اور دائمی مضروب الذلۃ والمسکنۃ ہو نیچے وکذلک۔ اسکا جزینا ہم کذلک نجزی المفترین نجزی الذین یفترون علی اللہ بالاشراک وغیرہ۔ یعنے جیسے ہمنے ان گوسالہ پرستون کو یہ عذاب و ذلت کا بدلا قرار دیا ایسے ہی ہم بدلا دیتے ہین ان لوگون کو جو اللہ تعالے پر شرک لگانے وغیرہ کا افترا باندھتے ہین پس عرب کے مشرکون کو بھی تہدید ہے جو احکام بحیرہ و سائبہ و مردار و بت پرستی و ننگے طواف کرنے وغیرہ سے افترا باندھتے تھے کہ اللہ تعالے نے ہم کو یہ حکم دیا ہے۔ اور اس تہدید مین اسلام کے بدعتی بھی شامل ہین کیونکہ وہ لوگ عقاید و اعمال ہین جو قول و فعل نکالتے ہین وہ افترا ہے قال الخطیب امام مالک بن انسؓ

نے فرمایا کہ کوئی بدعتی نہین مگر آنکہ ضرور اپنے سر پر ذلت پاویگا اگرچہ شعور نہو پھر یہی آیت پڑھی کیونکہ بدعت نکالنے والا دین الٰہی مین افترا پرداز ہے۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ اسواسطے کہ بدعت کی ذلت اور رسول اللہ صلعم سے مخالفت اسکے قلب سے جدا ہو کر اسکے دونون شانون کے بیچ مین قائم ہوتی ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بدعت کی ذلت انکے مونڈھون پر ہوگی اگرچہ وہ گھوڑون پر سوار پھرین اور ایساہی ایوبؒ نے ابو قلابہؒ سے روایت کیا کہ اُنھون نے یہ آیت پڑھکر کہا کہ واللہ یہ حکم قیامت تک ہر مبتدع مفتری کے واسطے ہے۔ اور سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا کہ ہر بدعت والا ذلیل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بندون کو تنبیہ کی اور راہ بتائی کہ غضب و ذلت سے بچنے کے واسطے یہ راہ راست ہے کہ توبہ کرلین اور اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے بندون کی توبہ کو خواہ کسی گناہ سے ہو کفر سے یا شرک سے یا نفاق سے یا بدعت سے یا اور کسی وجہ سے اسکو قبول فرماتا ہے۔ کما قال تعالےٰ۔ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ اور جن لوگون نے کیے گناہ۔ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا پھر رجوع کیا ان گناہون سے بعد انکے عمل مین لانے کے۔ وَاٰمَنُوْٓا۔ اور ایمان لائے اللہ تعالےٰ پر۔ یعنے تصدیق کی کہ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے اور وہ توبہ کرنے والون کی توبہ قبول فرماتا اور گناہون کو کیسے ہی بڑے ہون بخشتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ۔ تو البتہ تیرا پروردگار اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا تیرا پروردگار اے توبہ کرنے والے آدمی مِنْۢ بَعْدِهَا۔ بعد توبہ کے۔ لَغَفُوْرٌ۔ البتہ غفور ہے یعنے انکا پردہ ڈھکنے والا اور انکے بدفعل کو میٹ دینے والا ہے۔ رَّحِيْمٌ۔ انپر رحم کرنے والا ہے کہ انکو جنت بطور انعام عطا فرماوے۔ اس آیت مین دلیل ہے کہ گناہ خواہ چھوٹے ہون یا بڑے ہون توبہ سے مغفور ہونے مین برابر ہین اور السیئات جمع معرف باللام مفید استغراق ہے یعنے جسنے جملہ گناہ کیے پھر اللہ تعالےٰ کی طرف خلوص دل سے رجوع لایا اور مغفرت مانگی تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل و رحمت سے بخشتا ہے پس اسمین توبہ کرنے والون کو بڑی خوشی و بشارت ہے کذا فی السراج۔ یہان کسی نے مفسرین مین سے یہ تعرض نہین کیا کہ بعد توبہ کے ایمان لانے کو بیان فرمایا اسمین کیا حکمت ہے اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اسمین اعلام ہے کہ آیت کا حکم مومنین کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ جو شخص توبہ کرے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان ہو پس توبہ کر کے ایمان لاوے تو مغفرت اور رحمت پاویگا اور حدیث صحیح مین ہے کہ اسلام لانے سے اگلے سب گناہ مٹ جاتے ہین اور بندہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا آج مان کے پیٹ سے پیدا ہوا پس اگر مومن گناہ سے توبہ کرے تو آیندہ اسکا ایمان یہ ہے کہ تقویٰ و صلاحیت پر قائم رہے ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ان الذین اتخذوا العجل سینالہم الآیۃ۔ جب ان لوگون نے راہ حق کی طلب مین خطا کی اور ایسے شخص کی پیروی اختیار کی جو راہ حق کو نہین پہچانتا تھا تو اللہ تعالےٰ نے انکو گوسالہ کی محبت کی ہوس مین چھوڑ دیا اور موحدون و عارفون کے بیچ مین وہ ذلیل ہوگئے اور یہی حال ہر ایسے شخص کا ہے جو راہ سے بھٹکا ہوا امر باطل کا پیرو ہوا اور قولہ کذلک نجزی المفترین۔ اسپر دلیل ہے پس جو لوگ کہ ان مقامات و احوال کے مدعی ہین جو انکو حاصل نہین ہوئے ہین وہ مفتری ہین پس وہ اس سے باز آوین تو بہتر ہوگا۔ اور گوسالہ پرستون کو اپنے فضل سے موقع خطا پر آگاہ کر دیا چنانچہ قولہ تعالےٰ ولما سقط فی ایدیہم الآیۃ سے ظاہر ہے یعنے وہ لوگ اپنی تقصیر پر سخت نادم ہوئے اور یقین کیا کہ راہ معرفت مین ہم سے خطا سرزد ہوئی۔ قالوا لئن لم یرحمنا ربنا۔ یعنے ہم کو توحید کی شرک مین قتل فرماوے تاکہ ہم درجہ شہادت پاوین اور تغیر پانا یعنے غیر کے دیکھنے سے نکالکر اپنے دیدار کی معرفت عطا فرماوے کیونکہ اگر ایسا نہ فرمایا تو۔ لنکونن من الخاسرین۔ ہم ضرور ان لوگون مین سے ہوجاوینگے جو تیرا مشاہدہ چھوڑ کر تیرے غیر کیطرف متوجہ ہوگئے ہین شیخ ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا اسکو راحت قرب و قبول مبارک ہو۔ اور جسنے اوس تعالےٰ سے منھ موڑا اسکو باوجود عذاب آخرت کے دنیا مین قہر و ذلت و خواری نصیب ہے شیخ حسین بن الفضلؒ نے فرمایا کہ تو کسی مبتدع کو نہین دیکھیگا مگر آنکہ وہ ذلیل و خوار ہوگا اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وکذلک نجزی المفترین۔ یعنے اوس تعالےٰ نے

Marfat.com

حکم بتلا دیا کہ ہم ان لوگوں کو جو افترا کرتے ہیں ایسی ہی عذاب و ذلت کی سزا دیتے ہیں اور بدعتی مفتری ہے پس ثابت ہوا کہ بدعتی کو بھی ایسے ہی عذاب و ذلت کی سزا ہے چنانچہ ذلت تو دنیا ہی میں ظاہر ہوگی۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ

اور جب چپ ہوا موسیٰ سے غصہ اٹھائیں تختیاں اور انکی نقل جو لکھی اسمیں راہ کی سوجھ ہے اور مہر انکے واسطے جو اپنے

لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ۝ وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

رب سے ڈرتے ہیں اور چنے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد لانے کو ہمارے وعدہ کے وقت پھر جب انکو لرزے نے پکڑا

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا

بولا اے رب اگر تو چاہتا پہلے ہی ہلاک کرتا انکو اور مجھکو کیا ہمکو ہلاک کریگا ایک کام پر جو کیا ہمارے احمقوں نے یہ سب تیرا

فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ ۖ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنتَ خَيْرُ

آزمانا ہے بچلاوے اسمیں جسکو چاہے اور راہ دے جسکو چاہے تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا سو بخش ہمکو اور مہر کر ہم پر اور تو سب سے بہتر

الْغَافِرِينَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ

بخشنے والا ہے اور لکھدے ہمارے واسطے اس دنیا میں نیکی اور آخرت میں ہم رجوع ہوئے تیری طرف فرمایا میرا عذاب جو ہے سو ڈالتا ہوں

بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ

جسپر چاہوں اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو سو وہ لکھدونگا جو ڈر رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور جو

هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝

ہماری باتیں یقین کرتے ہیں

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ۔ اصل سکوت بمعنے سکون ہے۔ یقال جری الوادی ثلاثا ثم سکت تین روز نالہ چلتا رہا پھر ساکت ہوا۔ یعنے ساکن ہوا لہذا سکت بمعنے سکن ہے چنانچہ ایک قراءۃ میں سکن بھی آیا۔ بمعنے آنکہ اور جب ساکن ہوا موسیٰؑ سے غضب۔ یعنے بسبب ہارون علیہ السلام کے عذر کرنے اور قوم کی توبہ کرنے کے غصہ تھما اور یہی وقت تھا کہ انھوں نے رب اغفر لی ولاخی الآیۃ سے دعا کی تھی۔ قال البیضاویؒ اس کلام میں مبالغہ و بلاغت ہے کیونکہ غضب جسنے کہ انکو اپنے بھائی کے ساتھ بال پکڑ کر کھینچنے وغیرہ و الواح ڈال دینے پر آمادہ کیا اسکو مانند حکم دہندہ اور آمادہ کنندہ کے قرار دیا اور اسکے سکون کو سکوت سے تعبیر کیا۔ قال الخطیبؒ پس اس کلام میں دو استعارہ ہیں ایک استعارہ بالکنایہ کہ غضب کو شخص ناطق سے تشبیہ دیا گیا اور دوم استعارہ تصریحیہ یا تخئیلیہ جو سکوت میں ہے کہ غضب موسیٰؑ کے سکون کو ثابت کیا گیا۔ حاصل آنکہ غضب جو حضرت موسیٰؑ کو ان امور مذکورہ پر آمادہ کرتا تھا وہ خاموش ہوا عکرمہؒ نے کہا کہ اسمیں قلب ہے اصل یہ ہے کہ سکت موسیٰ عن الغضب۔ یعنے موسیٰ علیہ السلام غضب سے ساکن ہوئے پس اسکو قلب کر دیا جیسے بولتے ہیں کہ ادخلت القلنسوۃ فی راسی یعنے سر میں ٹوپی دی حالانکہ اصل یہ ہے کہ ادخلت راسی فی القلنسوۃ ولیکن ابلغ اول ہے جیسا کہ بیان ہوا بہر حال معنے یہ ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا غضب فرو ہوا تو۔ اَخَذَ الْأَلْوَاحَ لے لیں وہ الواح جنکو ڈال دیا تھا۔ قال الحافظؒ اور بہت سے مفسرین نے ذکر کیا کہ وہ ڈال دینے سے ٹوٹ گئی تھیں پھر اب انکو جمع کر کے لے لیا اور ان لوگوں نے کہا کہ وہ جواہر کی تختیاں تھیں اور انکی ٹوٹن بادشاہان بنی اسرائیل

Marfat.com

کے خزانہ مین تازمانہ دولت اسلامیہ موجود رہی ولیکن انکے اس قول کی صحت کا حال خدائے تعالےٰ کو معلوم ہوگا مگر انکے قول پر کوئی دلیل قطعی نہین کہ وہ جواہر کی تختیان تھین اور ڈال دینے سے ٹوٹ گئین حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ موسیٰؑ نے بعد سکون غضب کے ان الواح کو اُٹھالیا۔ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ اور الواح کے نسخہ مین ہدایت و رحمت تھی۔ قال البیضاوی وغیرہ۔ نسخہ بروزن فعلہ بمعنے مفعول ہی جیسے خطبہ بمعنے مخطوبہ۔ اور نسخ عبارت ہے نقل و تحویل سے پس اگر کسی کتاب کو حرف بحرف اُتارا تو اسکو نسخ کر لیا اور یہ الواح بھی لوح محفوظ ہی سے نسخ کی گئی تھین۔ اور مراد یہان وہ چیز ہے جو اسمین منسوخ کی گئی یعنے لکھی ہوئی تھی۔ پس اسمین گمراہی سے ہدایت تھی اور عذاب سے رحمت تھی اور بعض نے جو کہا کہ الواح ٹوٹ گئی تھین تو یہان کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسمین ہدایت و رحمت پائی اور باقی تفصیل جاتی رہی اور بعض نے کہا کہ اس شکستہ سے نقل لی گئی اور بعض نے کہا کہ بعد اسکے چالیس روز موسیٰؑ نے روزے رکھے پس دو لوح پائین اور امام رازیؒ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ الواح مین سے کچھ ٹوٹا نہین اور کچھ باطل نہین ہوا۔ اور اسی طرف کلام حافظ ابن کثیرؒ مائل ہے اور یہی اظہر و معتمد ہے اور حاصل معنے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے بعد سکون غضب کے الواح کو اُٹھا لیا اور الواح کی تحریر مین راہ حق کی ہدایت اور خیر و صلاح کی طرف ارشاد تھا۔ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ۔ واسطے ان لوگون کے جو اپنے پروردگار سے خوف کرتے ہین یا ان لوگون کے واسطے جو اپنے پروردگار ہی کے واسطے خوف رکھتے ہین پس اول معنے پر تقدیر کلام یون ہے کہ للذین ہم یرہبون ربہم پس لربہم کے لام کو کسائی نے کہا کہ زائد ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ رہبۃ متضمن بمعنے خضوع ہے لہ یخضعون لربہم۔ پس لام صلہ ہے اور مفسرؒ نے کہا کہ مفعول پر لام اسواسطے داخل ہوا کہ وہ مقدم ہے۔ قال البیضاوی یعنے مفعول کے مقدم ہونے سے فعل کا عمل ضعیف ہوا لہذا لام سے تقویت دی گئی معنے ثانی پر مفعول یرہبون محذوف ہے اور لربہم مین لام تعلیل ہے اور تقدیر کلام یون ہے یرہبون معاصی اللہ تعالےٰ لربہم یعنے اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اسکی معصیت کرنے سے خوف کرتے ہین اور ہدایت و رحمت ہونے کی تخصیص انھین لوگون کے ساتھ اسواسطے ہی کہ یہی لوگ اس سے انتفاع پاتے ہین۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے الواح مین دیکھا تو کہا کہ اے پروردگار مین الواح مین پاتا ہون ایک اُمت کہ بہترین اُمت ہوگی جو معروف کا حکم کرینگے اور ممنوع سے منع کرینگے سو انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین ایک اُمت پاتا ہون کہ پچھلے ہونگے اور سب سے سبقت کرنے والے ہونگے یعنے سب سے آخر مین پیدا ہونگے اور سب سے پہلے جنت مین داخل ہونگے سو انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ وہ اُمت احمد ہے عرض کیا کہ مین الواح مین پاتا ہون کہ ایک اُمت ہوگی جسکی انجیلین اسکے سینون مین ہونگی اسکو پڑھا کرینگے اور انسے پہلے لوگ اپنی کتاب کو دیکھ دیکھکر پڑھا کرتے تھے یہانتک کہ جب کتاب اُٹھا لیتے تو اس سے کچھ حفظ نہین رکھتے اور نہ جانتے اور اے اُمت تمکو اللہ تعالےٰ نے حفظ مین سے اسقدر حصہ دیا جو اور اُمتون مین سے کسی کو نہین دیا گیا موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے رب انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین ایک اُمت پاتا ہون کہ اگلی کتابون اور اپنی کتاب پر ایمان لاوینگے گمراہون سے جہاد کرینگے اور کانے دجال سے قتال کرینگے پس انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین ایسی اُمت پاتا ہون کہ اپنے صدقات اپنے پیٹون مین کھاوینگے اور اسپر ثواب پاوینگے اگلی اُمتون کا حال تھا کہ جب انھون نے صدقہ دیا اور وہ قبول ہوا تو آسمان سے آگ اُترتی اور اسکو کھا جاتی اور اگر قبول نہوا مردود کیا گیا تو اسی طرح پڑا رہا اسکو درندے جانور و پرند کھاتے تھے اور اللہ تعالےٰ تم لوگون مین یہ رحمت فرماتا ہے کہ تمھارے توانگر کو فقیر کو صدقہ دینے کا حکم دیا موسیٰؑ نے عرض کیا کہ ایسی اُمت میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین پاتا ہون کہ

ایک اُمت ہے کہ جب انمین کوئی شخص کسی نیکی کا قصد کریگا اور اسکو نہ کریگا تو ایک نیکی لکھی جائیگی اور اگر کرلی تو دس نیکیون سے لیکر سات سَو تک لکھی جاوینگی۔ پروردگار انکو میری اُمت کردے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین ایسی اُمت پاتا ہون کہ شفاعت کرنے والے ہونگے اور جنکی شفاعت کرینگے وہ بخشے جاوینگے سو انکو میری اُمت کردے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ نبی اللہ تعالے موسی علیہ السلام نے الواح کو لیا اور کہا کہ اے پروردگار مجھکو احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کردے۔ وکذا ذکرت الروایۃ فی المعالم وغیرہ بنحو ما ذکرتہ ہہنا۔ پھر اللہ تعالے نے موسیٰؑ و اُنکی قوم کا واقعہ بیان فرمایا بقولہ۔ وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا۔ اور چھانٹے موسیٰؑ نے اپنی قوم مین سے ستر مرد ہماری میقات کے واسطے۔ زمخشریؒ اسطرف گیا کہ یہ میقات وہی میقات اعطار توراۃ ہے۔ اور معالم مین سدیؒ سے نقل کیا کہ یہ میقات دیگر ہے جو گوسالہ پرستی سے عذر کرنے کے واسطے مقرر ہوئی تھی۔ اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ ستر مرد اپنی قوم سے چھانٹ کر ساتھ لاوے جو اپنے لوگون کے گوسالہ پوجنے سے عذر کرین اور یہ ستر آدمی وہ ہین جنھون نے گوسالہ نہین پوجا ہے۔ اور ابو الشیخ نے ابن عباسؓ سے بطریق قتادہؒ روایت کی کہ یہ لوگ اپنی قوم سے بروقت گوسالہ پوجنے کے الگ نہین ہوئے تھے بلکہ انکے ساتھ مجتمع رہے تھے اور قوم کو گوسالہ پوجنے سے منع بھی نہین کیا تھا اور یہی مجاہد و قتادہ و ابن جریج سے مروی ہے۔ اور قولہ واختار موسی قومہ کی تقدیر یہ ہے۔ واختار موسی من قومہ پس حرف من حذف کرکے بدون حرف کے فعل کا اثر پہونچایا گیا اور یہ خلاف قیاس مسموع ہے چنانچہ معدود چند مین سنا گیا اور وہ اختار۔ امر۔ سمی۔ کنی۔ زوج۔ استغفر۔ صدق۔ دعا۔ حدث۔ انبأ۔ افعال ہین۔ اور امام رازیؒ نے کہا کہ میرے نزدیک اسمین ایک وجہ دیگر بھی ہے یعنے تقدیر یہ ہے کہ واختار موسی قومہ لمیقاتنا اور مراد قوم سے یہی لوگ ہین جنکو مختار کیا بطریق اطلاق اسم خیر پر آنکہ مقصود ہے اور سبعین رجلا اسکا عطف بیان ہے اور اس توجیہ پر کوئی تکلف نہین ہے۔ میقات وہ وقت جو اللہ تعؔ نے احتذار کے واسطے مقرر کردیا تھا اور یہ بحکم الٰہی تھا حاصل آنکہ اللہ تعالے کے حکم سے موسی علیہ السلام ستر آدمی بنی اسرائیل مین سے چھانٹ کر میقات کو لے گئے تاکہ وہان اپنی قوم کی طرف سے جنھون نے بچھڑا پوجا تھا عذر کرین پس وہ لیکر روانہ ہوے اور وہان پہونچے۔ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ۔ پھر جب انکو زلزلہ شدید نے پکڑ لیا تو موسیٰؑ بولا کہ اے رب اگر تو چاہتا تو ہلاک کرتا انکو پہلے سے اور مجھکو۔ سدیؒ نے کہا کہ جب یہ لوگ اس مقام پر پہونچے جہان اعتذار کی میقات مقرر تھی تو موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ ہم تجھپر ایمان نہین لاوینگے جب تک ہم اللہ تعالے کو عیاناً نہ دیکھ لین سا تونے اس سے باتین کرلین ہمکو دکھلادے پس یہ عذاب کا باعث ہوا۔ ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ جن ستر آدمیون نے موسی علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ ہم کو اللہ تعالے کو دکھلادے وہ اور تھے انکو صاعقہ نے پکڑا تھا کما فی قولہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون۔ اور یہ ستر آدمی جنکو چھانٹ کر لے گئے یہ اور ہین انھون نے قوم کو گوسالہ پوجنے سے منع نہین کیا اور خود وہین مجتمع رہے الگ نہین ہوئے تھے اسی بات پر انکو رجفہ یعنے سخت زلزلہ نے پکڑا تھا۔ اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی قتادہؒ و مجاہد سے مروی ہے۔ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ موسیٰؑ ستر آدمی چھانٹ کر لیگئے تاکہ اپنے پروردگار سے دعا کرین پس انکی دعا مین سے یہ بھی تھا کہ اے پروردگار ہمارے ہمکو وہ کچھ دے کہ نہ تونے ہم سے پہلے کسی کو دیا ہو اور نہ ہمارے بعد ویسا کسی کو دے پس اللہ عزوجل نے اس دعا کو مکروہ قرار دیا پس انکو رجفہ نے پکڑا۔ تو موسیٰؑ نے کہا کہ اے پروردگار تو چاہتا تو ہلاک کردیتا انکو پہلے سے مفسرینؒ نے کہا یعنی میرے انکو یہان لانے سے پہلے ہلاک کردیتا تاکہ بنو اسرائیل انکو اپنی آنکھون معائنہ کرتے اور مجھکو متہم نہ رکھتے۔ اور سدیؒ کی روایت مین ہے کہ پھر موسی علیہ السلام نے کھڑے ہوکر رونا شروع کیا اور پروردگار سے

عرض کیا کہ اے پروردگار تو نے بنی اسرائیل مین سے اچھون کو ہلاک کردیا مین بنی اسرائیل سے ملکر انکو کیا جواب دونگا اور اگر تو چاہتا تو اُن کو
پہلے ہی سے ہلاک کرتا اور مجھکو۔ قال البیضاوی۔ ان لوگون کے ہلاک کے ساتھ اپنے ہلاک کی تمنا شاید اس معنے کرکے کہ یہ دن آنکھون نہ دیکھے
اور شاید یہ مراد ہو کہ پہلے تو نے رحم کرکے فرعون و سمندر کے ہلکہ سے نجات دی اگر اب بھی رحم فرما دے تو تمیم احسان سے بعید نہین ہے۔
بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ موسی علیہ السلام نے بارہ سبط مین ہر ایک سے چھ چھ آدمی لیے تب دو بڑھ گئے ولیکن جس سے کہا گیا کہ نہ جاوے
اسی نے جھگڑا کیا موسیٰ نے فرمایا کہ جو نجاوے اسکو وہی ثواب ملیگا جو جانے والے کو ملیگا پس یوشع بن نون و کالب بن یوقنا ٹھہر گئے۔ اور محمد
بن اسحاقؒ نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے بنو اسرائیل مین سب سے بہتر لیا پھر اسکے بعد جو بہتر تھا اسی طرح درجہ بدرجہ ستر آدمی لیکر انکو حکم دیا
کہ پاک ہو کر پاک کپڑے پہنکر روزے رکھو اور چل کر پروردگار تعالے سے توبہ کرو اور اپنی قوم کے واسطے مغفرت مانگو اور بدون حکم و اجازت
الٰہی عزوجل کے کوہ طور سینا پر نہین جاتے تھے پس ان لوگون کو لیکر میقات موعود پر روانہ ہوئے اور ان لوگون نے درخواست کی تھی کہ ہمارے
واسطے بھی آپ اجازت لیجیے کہ ہم بھی پروردگار تعالے کا کلام سنین موسیٰ نے کہا کہ اچھا اجازت مانگونگا پھر جب موسیٰ پہاڑ سے قریب ہوے
تو انپر عمود ابر آیا حتی کہ اُسنے تمام پہاڑ کو ڈھانپ لیا اور موسیٰ قریب ہو کر اسمین داخل ہو گئے اور موسیٰ جسوقت اللہ تعالے سے کلام کرتے تو جبہہ
شریف موسیٰ سے ایک ایسا نور ساطع ہوتا کہ بنی آدم مین سے کسی کو انکی طرف نظر کرنے کی مجال نہین ہوتی تھی پس اپنے درمیان پردہ کر لیا تھا
اور قوم کے لوگ قریب ہو کر غمام مین داخل ہوتے ہی سجدے مین گر پڑے اور سنا کہ اوتعالے عزوجل موسیٰ کو امر و نہی فرماتا ہے پھر جب موسی ع
اس حال سے فارغ ہو گئے اور ابر کھل گیا تو موسی ع انکی طرف متوجہ ہوئے پس ان لوگون نے کہا کہ یا موسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ۔
پس انکو رجفہ نے پکڑ لیا اور یہی صاعقہ ہے پس انکی روحین لے لین اور سب کے سب مردہ رہگئے پھر موسی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر
جناب باری تعالے کی عظمت و جلال کے سامنے گریہ وزاری کرکے رغبت و رہبت سے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار تو چاہتا تو انکو پہلے
سے ہلاک فرماتا اور مجھکو۔ قال المترجم ارجح الاقوال وہی ہے جو ابن عباس و قتادہ و مجاہد وغیرہ سے مذکور ہوا کہ رجفہ و زلزلہ شدیدہ ان لوگون
کو اسی بات پر پہونچا تھا کہ قوم کو انکی حرکت سے نہ روکا اور نہ انکا ساتھ چھوڑا اور اسی سے زیادہ مربوط و مناسب ہے جو موسی علیہ السلام کا
قول نقل فرمایا کہ۔ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا کیا تو ہلاک کریگا ہم بندون کو بجرم اسکے جو ہم مین سے سفیہ لوگون نے کیا ہے۔ یہ
استفہام استعطاف یعنے عطوفت و رحمت کی درخواست ہے بایں معنے کہ ہم مین سے بیوقوفون نے جو گوسالہ پوجا انکے جرم مین اپنی رحمت سے
ہمکو مت ماخوذ فرما۔ ف امر معروف و نہی از منکر واجب ہے ورنہ مجرمون کے ساتھ ماخوذ ہوگا الا آنکہ اوتعالے رحمت سے عفو فرما دے
اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ما ہذہ الفتنۃ التی وقعت فیہا السفہاء الا فتنتک نہین یہ فتنہ جسمین ہمارے بیوقوف لوگ پڑ گئے مگر تیرا فتنہ۔ یعنے یہ تیرا ہی
امتحان ہے۔ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ گمراہ کرے تو اس فتنہ سے جسکو چاہے یعنے جسکا گمراہ کرنا چاہے۔ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ اور ہدایت
کرے تو جسکو چاہے یعنے جسکی ہدایت کرنا چاہے۔ اَنْتَ وَلِيُّنَا متولی امورنا۔ تو ہی ہم بندون کے امور کا متولی ہے۔ فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ۔ تو ہم کو بخشدے یعنے جو ہمنے گناہ کیے وہ بخشدے اور ہم پر رحم کر اور تو ہی سب سے بھلا بخشنے والا ہے کہ گناہ بخشتا اور
اسکو بھلائی سے بدل دیتا ہے۔ وَاكْتُبْ لَنَا۔ اور لکھدے ہمارے واسطے یعنے واجب کر دے یا ثابت کر دے ہمارے لیے جب تک تو ہمکو
زندہ رکھے۔ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا۔ اس دنیا مین جو سامنے حاضر ہے حَسَنَةً بھلائی سے زندگی اور طاعت کی توفیق کو۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ
یعنے اور لکھدے ہمارے لیے حیات آخرۃ مین حسنہ جو کہ جنت ہے۔ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ۔ ہم نے توبہ کی تیری طرف ہر ایسی چیز سے جو تیری

جناب کے لایق نہین ہے۔ اصل ہَود بالفتح بمعنے نرمی کے ساتھ رجوع کرنا ہائد بمعنے تائب اے توبہ کرنے والا جمع آن ہُود بالضم بعض نے کہا کہ اسی سے یہودیون کا نام ہُود ہوا اور انکی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے انکے واسطے مدح کا نام تھا اور بعد نسخ شریعت کے مذمت کا نام ہوگیا۔ یعنے پہلے تو بُری چیز سے رجوع کرنے والا طرف اچھی چیز کے صادق تھا اور جب حضرت عیسیٰؑ اور پھر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور اپنی شرع سے جو اللہ تعالے نے مقرر فرمائی تھی مُنھ موڑا تو بھلی چیز سے اپنے نفس کی خواہش کی طرف رجوع کرنے والا اُنپر صادق آیا پس مذموم ہوا کذا ظہر للمترجم واللہ اعلم۔ اس دعاے مذکور کا جواب ملا۔ قَالَ۔ اللہ تعالے نے فرمایا عَذَابِيٓ أُصِيبُ بِهٖ مَنْ أَشَآءُ کہ میرا عذاب اختیاری ہے دیتا ہون اس سے جسکو عذاب دینا چاہتا ہون یعنے اپنی مخلوق مین سے جسکو چاہون عذاب دون حتی کہ اگر گنہگار نہو اسکو بھی چاہون تو عذاب دون لیکن کرم و رحمت ہے کہ بیگناہون کو عذاب نہین فرماتا اور اس سے یہ لازم نہین کہ او تعالے مختار نہین ہے نعوذ باللہ تعالے بلکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے اور جو کچھ وہ بندون کے حق مین کرے وہ اپنے ملک مخلوق مین واقع ہوگا پس کچھ بھی ظلم نہوگا اور اللہ تعالے پر کسی کا اعتراض نہین چل سکتا۔ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ اور میری رحمت عموماً شامل ہے ہر چیز کو یعنے دنیا مین میری رحمت سے ہر مخلوق بار احسان لادے ہوئے ہے اور پہلی رحمت تو یہ کہ اسکو معدوم سے موجود کردیا اسمین کسی مسلمان و کافر و مطیع و عاصی کی تخصیص نہین ہے۔ بیہچ پوچ دنیا و اسکی نعمتین جو آنکھون مین سمائی ہین بمقابلہ نعمہاے آخرت کے ایسی ہین جیسے تختگاہ شاہی اور گوہ ڈالنے کا گھورا ولیکن چونکہ آخرت کی نعمتین نہین دیکھی ہین لہذا فرق نہین کھلتا مگر انھین لوگون پر جو صادق الایمان ہین لہذا دنیا مین بھی عموم رحمت سے اہل ایمان جو اعمال خیر و توفیق ثواب پاتے ہین وہ نعمتین کہین بڑھکر کافرون و عاصیون کی نعمت سے ہین لیکن عموم رحمت ہر کس و ناکس کو ہے اور یہی معنے ہین حدیث ابوہریرہؓ کی جو صحیحین مین ہے کہ رحمتی سبقت و فی روایۃ غلبت غضبی۔ یعنے او تعالے کی رحمت سبقت لیگئی اسکے غضب پر۔ قتادہؒ سے روایت ہے کہ جب نازل ہوا قولہ ورحمتی وسعت کل شئی۔ تو ابلیس نے کہا کہ مین بھی کل شئی مین سے ہون تو دنیا مین وہ بھی کل شئی مین سے ہے پھر آخرت کی رحمت سے نکلا۔ بقولہ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ پس مین اسکو عنقریب لکھ دونگا یعنے مخصوص نازل کرونگا انھین لوگون کے واسطے دار آخرت مین جو یہان تقوی کرتے ہین اللہ تعالے سے وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ اور زکوۃ دیتے ہین۔ وَالَّذِينَ هُم بِـَٔايَٰتِنَا يُؤْمِنُونَ اور وہی لوگ کہ ہماری آیات پر ایمان لاتے ہین۔ اس کلام سے ابلیس کو آخرت کی رحمت سے مایوسی ہوگئی پس جو لوگ کہ ابلیس کے پیرو ہون وہ بھی مایوس ہونگے۔ اسمین زکوۃ کو خاصکر ذکر فرمایا کیونکہ تقوی تو اپنی ذات کے واسطے بندہ کرتا ہے اور زکوۃ سے دوسرون کو نفع پہونچتا ہے اور اسلیے کہ ان لوگون پر زکوۃ بسبب حرص مال کے زیادہ گران تھی۔ اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بعض مفسرین نے جو وہم کیا کہ یہ آیت مکیہ ہے اور زکوۃ مدینہ مین فرض ہوئی ہے یہ وہم بے وجہ ہے اسواسطے کہ آیت جواب دعا ہوسی ہے اگرچہ دعا و موعظت کا حکم عام ہے ہان یہ ہوسکتا ہے کہ زکوۃ سے معنے اعم مراد لیے جاوین جو زکوۃ جان و زکوۃ مال دونون کو شامل ہون پس زکوۃ جان یہ کہ اسکو گناہون و نافرمانی سے پاک رکھے۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ فسأکتبہا بمعنے اوجبہا ہے یعنے واجب و ثابت کردونگا اور ایسے ہی قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ یعنے او تعالے نے اپنی ذات پاک پر رحمت لکھدی یعنے واجب و ثابت کردی پس اس سے معلوم ہوا کہ بعض امور اللہ تعالے پر واجب ہین تو جواب یہ کہ اللہ تعالے پر کوئی امر واجب نہین معنے آنکہ او تعالے اسکے سواے اور نہین کرسکتا کیونکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے اور یہان یہ معنے ہین کہ رحمت و احسان سے اُسنے یہ واجب کردیا ہے کہ متقیون کو جنت عطا فرماویگا۔ پھر اللہ عزوجل نے اُن لوگون کو جنکے یہ صفات

Marfat.com

ہونگے آگے کی آیت مین بیان فرمادیا بقولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الآیہ پس یہود ونصاری جو زعم کرتے تھے کہ ہم بھی تقوی کرتے
اور زکوۃ دیتے اور آیات پر ایمان لاتے ہین انکا زعم باطل ہوا کیونکہ یہود تو بعض آیات سے منکر ہو کر کل سے منکر ٹھہرے کیونکہ ایک آیت الٰہی سے
انکار کرنا بھی کفر ہے اور نصاری منکر و مشرک دونون ہین پس مومن وہی ہین جو پورے طور سے ایمان لائے جیسا کہ بیان آتا ہے
انشاء اللہ تعالے۔ ف فی العرائس قولہ واختار موسی قومہ سبعین رجلا۔ موسی علیہ السلام نے اپنے اولیاء امت مین سے ایسے لوگ لیے
جنکا شرب ولایت ونبوت مین تھا چنانچہ تونہین دیکھتا کہ جب اُنھون نے خطاب حق تعالے کو سنکر لذت وشکر سے فنا ناقص پائی تو
دیدار کا سوال کیا کہ ارنا اللہ جہرۃ۔ اور کیونکر انکو صاعقہ نے پکڑ لیا کیونکہ وہ حقائق مین ضعیف تھے۔ ستر آدمی اسواسطے مختار تھے کہ ہر اُمت
مین ستر ایسے ولی وابدال ونجیب ہوتے ہین اور ایسی ہی اُمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین بھی ہر وقت وزمانہ مین یہی حال ہے بعض نے کہا کہ
موسی علیہ السلام نے گذشتہ اُمتون کے اولیاء کی تعداد پر اپنی اُمت سے لیے اور یہی ستر ہین کہ مخلوق انھین کی طرف حالت فزع مین
رجوع کرتی اور انھین سے محفوظ ہوتی ہین پھر جب صاعقہ اس قوم کو پہونچا اور ہر چند کہ موسی علیہ السلام بھی تھے مگر قوم مذکور بسبب
ضعف قلوب کے فنا ہو گیے اور سطوات عظمت کو نہ اُٹھا سکے پس سر باطن کلیم اللہ تعالے علیہ السلام انبساط مین آیا کما قال تعالے فلما
اخذتہم الرجفۃ قال رب لو شئت اہلکتہم من قبل وایای۔ یعنے بنی اسرائیل کے درمیان جب اُنھون نے گوسالہ پر نظر کی تھی تو انکو چاہتا تو
ہلاک کر دیتا اور مجھکو صعقہ طور مین ہلاک فرماتا پس اب بھی رحم فرماوے۔ اتہلکنا بما فعل السفہاء منا۔ یعنے گوسالہ پوجنے والون کے جرم پر تو
ہم بندون کو ماخوذ نہ فرما۔ قال المترجم۔ تحقیق ہوا کہ ان لوگون نے دیدار کا سوال نہین کیا تھا بلکہ مغفرت اور عاجزی کے بجاے
بڑی بڑی نعمتین مانگی تھین پس انکو رجفہ نے پکڑا اور مر گئے پس موسی علیہ السلام نے دعا کی اور یہ بھی ادب سے عرض کیا کہ اتہلکنا بما فعل
السفہاء منا۔ شیخ نے لکھا کہ یہ بادشاہون کی عادت ہے کہ جب عوام رعایا جرم کرتے ہین تو انمین سے اشراف گرفتار ہوتے ہین۔ حاصل آنکہ
اے ارحم الراحمین عالم الغیب والشہادۃ تو پروردگار وحدہ لاشریک ہے بادشاہون سے غلامون تک سب تیرے ناچیز بندے ہین تو
رحمت سے ہم لوگون کے بیوقوفون کے بد افعال کے جرم مین ہم کو ہلاک نفرما۔ شاید بما فعل السفہاء سے ان لوگون کی طرف اشارہ ہو جو
حالت سکر مین از خود رفتہ ہو گئے تھے یعنے ہم لوان بیخودون کے افعال پر ماخوذ نفرما۔ قال المترجم۔ وفیہ بعد ظاہر ولہذا قالہ الشیخ
بالتعریض فافہم۔ قولہ ان ہی الا فتنتک۔ موسی علیہ السلام نے زبان انبساط کو مطلق العنان چھوڑ دیا اور اوقات تجلی کی بیخودی کے
بقیہ سے انبساط تمام کا اثر رہا۔ حاصل آنکہ نہین یہ صاعقہ مگر تیرا امتحان اپنے بندگان عاشق کا جو ازل سے دام عشق مین گرفتار ہوے
ہین پھر جب موسی علیہ السلام سے حدت انبساط فرو ہوئی اور مقام توحید کی طرف رجوع لائے اور عبودیت مین تمام اسباب سے انقطاع کیا
تو کہا کہ تضل بہا من تشاء۔ پردۂ حجاب مین جسکو تو چاہے ضلالت مین ڈالے کہ مشاہدہ سے مردود ہو کر غیر کی طرف بھٹکے۔ وتہدی من
تشاء۔ اپنے وصال ومشاہدہ کی جسکو چاہے ہدایت دے بعضے تو صعقہ مین صعقہ کو دیکھتے رہگئے اور بعضے اس صعقہ سے وصال ومشاہدہ کو
پہونچ گئے اور یہی مراتب ولایت اور مرتبہ نبوت مین فرق ہے پھر مقام امتحان مین اللہ تعالے عزوجل کی نگہداشت کی ہدایت پاکر عرض کیا
انت ولینا۔ اپنے امتحان مین اپنے مشاہدہ مین ہمارا تو ہی حافظ ہے۔ فاغفر لنا۔ ہمارے جرم انبساط کو اپنے دیدار نعمت مین بخشدے وارحمنا
اپنے مشاہدہ جمال کے کشف سے بلا امتحان وحیلہ کے ہم پر رحم کردے۔ وانت خیر الغافرین۔ کیونکہ تو پاک پروردگار جامع صفات کمال قدیم
ہے اور تیری مغفرت ورحمت ہمارے مجرمون کو عموماً شامل ہے اسکے واسطے کوئی علت حادث نہین ہے۔ واکتب لنا فی ہذہ الدنیا حسنۃ اپنے کمال

Marfat.com

پاک ہے ہمارا حصہ دنیا میں اپنا مشاہدہ و معرفت قرار دے کہ تیرے قہر و امتحان سے عافیت میں رہیں۔ وفی الآخرۃ۔ اور آخرت میں جنت بلا واسطہ پاویں اور جو کچھ اُسمیں بزرگیاں موعود ہیں ہمکو حاصل ہوں۔ انا ہدنا الیک۔ ہم نے تجھسے تیری ہی طرف رجوع کیا اور تجھسے تیری ہی طرف فرار کیا۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ بالکلیہ ہم تیرے ہی طرف متوجہ ہوئے۔ بعض نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کھلے کھلے حق عزوجل کی جناب میں تحقیق بات کہی کہ ان ہی الا فتنتک۔ پھر حکم اسی کو سونپا کہ تضل بہا من تشاء الخ۔ پھر تضرع و عاجزی شروع کی بقولہ فاغفر لنا الی آخرہ۔ استادؒ نے قولہ انا ہدنا الیک میں کہا کہ ہم نے تیرے دین کی طرف رجوع کیا اور بالکلیہ تیرے ہی ہوگئے بدون اسکے کہ اپنے نفس کے لیے کچھ باقی چھوڑیں۔ پھر جب موسیٰؑ نے حق تعالیٰ سے اُسکی نگہداشت طلب کی تاکہ مع انس و لطف میں صدمہ قہر داخل نہو اور بلا کدورت حجاب کے اس سے اپنا خط مشاہدہ پورا حاصل کر لیا اور قہر سے لطف کی طرف فرار کیا اور اُس سے اُسی کی طرف رجوع لایا تو حق عزوجل نے قبول فرمایا کہ لطف قدیم مع قہر قدیم باین شان ہے کہ قہر قدیم تو مخلوقات پر فوق ہے کما فی قولہ وہو القاہر فوق عبادہ۔ اور رحمت قدیم تمام مخلوق کو اولاً و بالذات شامل ہے اور جواب میں قدم ہیبت کے نیچے گردنیں مخلوق کی پامال فرمائیں بقولہ قال عذابی اصیب بہ من اشاء۔ میرا عذاب فراق و امتناع ارواح و قلوب کو مطالعہ سے بر صفت اسرمدیت ہے اور عارفین میں سے جسکو چاہتا ہوں عبودیت میں تربیت و امتحان کے طور پر پہونچاتا ہوں۔ اسکا عذاب پہونچنا مشیت پر ہے کسی کے استحقاق پر نہیں ہے پس یہ مقام خوف و اُمید ہے یہی ایمان کی شان ہے پھر اپنی عام رحمت سے ہر ذرہ کا مشمول عواطف ہونا بیان فرمایا بقولہ ورحمتی وسعت کل شئ۔ تمام مخلوق اسکے بحر رحمت میں غرق ہے کیونکہ حق عزوجل کا انکو پیدا کرنا خواہ کسی صفت پر ہوں ان کے حق میں عین رحمت ہے کیونکہ وہ اسکی نظر عظمت و سلطان کے تحت میں داخل کیے گئے اور اسکی ربوبیت و قدرت کی تاثیر سے سرفراز ہوئے۔ پھر واضح ہے کہ رحمت پہونچنے میں مخلوقات اگرچہ عموماً شامل ہیں لیکن وصف رحمت میں انمیں باہم تفاوت ہے چنانچہ جملہ جمادات اُسکے نور فعل میں مستغرق ہیں اور وہ رحمت فعلیہ ہے اور جملہ حیوانات اسکے نور صفت میں مستغرق ہیں اور وہ رحمت صفاتیہ ہے اور حیوانات میں سے عقلاء کہ جن و انس و ملائکہ ہیں وہ اسکے نور ذات کی رحمت میں مستغرق ہیں اور یہ رحمت ذاتیہ قدیمہ ہے اس راہ سے کہ انکو ربوبیت و وحدانیت کی معرفت کا منشا حاصل ہے اور وہ عقل ہے حالانکہ یہ لوگ از راہ اجسام اور جو بمنزلہ اجسام کے ہیں عام رحمت میں بھی شامل ہیں اور از راہ ارواح و لسکے مانند اشیاء کے رحمت خاصہ سے سرفراز ہیں اور اسمیں بھی ان سب میں آپسمیں تفاوت ہے پس بعضے تو دیدار عظمت میں پگھل گئے ہیں اور بعضے دیدار قدم و بقاء میں حیران ہو رہے ہیں اور بعضے دیدار جمال جلال میں عاشق ہیں اور جو کوئی انمیں سے اثر رحمت سے نکلکر اصل صفت کی طرف واصل ہوا اور صفت سے اصل ذات کی طرف پہونچا تو وہ ارحم الراحمین سے واصل ہو کر رحمت سے فنا ہو گیا پس اسکی رحمت خود تمام عالمین کے واسطے ثابت ہو گئی اور یہ اسکا فعل نہیں بلکہ وہ خود فنا اور موصوف باین بقاء ہے اور یہ درجہ ہمارے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا کیونکہ وہ بکل لسوے کل واصل ہو گئے لہذا آپ کو بوصف رحمت کل اپنے قول پاک۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین میں موصوف فرمایا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ بقاء بعض رحمت خاصہ اپنے آثار سے دار آخرت تک ہے اور یہ وہی ہے جسکو یہاں حیات ہی تک انحصار نہیں بلکہ باقی ببقاء قدیم ہے پس رحمتہائے آخرت کا اس دار فانی سے ننانوے گونہ زائد بلکہ پورے صد گونہ زائد ہیں وہاں مع اس رحمت باقیہ کے کسقدر مزید انعام کے ساتھ ہونگے۔ پھر او تعالیٰ عزوجل نے عموم رحمت عامہ سے ہر ایک کو مشمول عنایت فرما کر اسکے بعد رحمت خاصہ صفاتیہ سے ان بندوں کہ

Marfat.com

مخصوص فرمایا جو غیر الٰہی سے فانی ہوکر باقی باللہ تعالےٰ واسکی عظمت مین فانی ہین یہ وہی ہین جنہون نے اپنے وجود کو اسکے حق ربوبیت مین
قربان و فنا کردیا۔ کما قال تعالےٰ فساکتبہا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ہم بآیاتنا یؤمنون۔ یعنے اسکی محبت ومشاہدہ مین ہر ایسی
چیز سے جو مالوف طبیعت وحظ نفس ہوتی ہے تقوی وپرہیز رکھتے ہین اور زکوٰۃ سے اسکی طرف تقرب چاہتے ہین جسکا اعلیٰ فرد یہ ہے کہ اپنے
نفوس کو اسکی درگاہ پر ذبح کردیتے ہین یعنے آنکہ انکے نفس کو اپنی مقتضا سے کوئی جنبش نہین رہتی لہذا اگر جہاد کا حکم ہوا تو بھی اور نہوا
تو بھی دونون یکسان ہین اسواسطے کہ کراہیت وشوق بمقتضائے نفس ہے اور ایمان انکا یہ کہ دیدار آیات مین آیات پر نظر نہین بلکہ
مشاہدہ صفات مین مستغرق ہین۔ واسطیؒ نے کہا کہ قولہ تعالےٰ عذابی اصیب بہ من اشاء۔ یہ بات عارف کے نفس مین ثابت ہوتی ہے
اگر کوئی اسکو پہچان جاوے تو اسکی زندگی مکدر ہوجاوے ارباب حقایق کو دنیا مین عذاب نہین ہوتا مگر اسی طور پر کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتین
وتقرب انپر پے درپے وارد ہوتا ہے حتیٰ کہ اصل سے صفات ونعوت کا غیب ہوجاتا ہے پس قطع منزل ہین اس سے سوء ادب جاتا رہتا
ہے۔ کتانیؒ نے کہا کہ رحمت الٰہی ہر چیز کو شامل ہے لیکن متقی لوگ اس سے مخصوص ہین لقولہ تعالےٰ فساکتبہا للذین یتقون الآیۃ۔ ابو عثمانؒ
نے کہا کہ قرآن مین مجھے کوئی آیت نہین ملی جس سے زیادہ خوف ومایوسی غالب ہو سوائے اس آیت کے ورحمتی وسعت کل شئ۔ حالانکہ لوگ
اسکو بہت امید کی آیت شمار کرتے ہین کیونکہ او تعالےٰ نے اسکے بقا روایجاب کے حق مین فرمایا فساکتبہا للذین یتقون الآیۃ۔ اور وہ کون شخص ہے
جو تقوی کی تصحیح کرسکتا ہے پس رحمت کا لازم وثابت ہونا جسکا اعتبار ہو وہ تو اس تقوی کے ساتھ مشروط ہے۔ **قال المترجم**۔ لقد جاد
فیما افاد وانما المستغاث الی اللہ عز وجل وہو ارحم الراحمین بعض مشائخ نے کہا کہ عذاب کو ایک خاص صفت سے مقرون بمشیت فرمایا
اور رحمت کو عام کردیا کہ وہ ہر شئ کو شامل ہے۔ **قال المترجم** ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مین روایت
ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز وجل کی سو رحمت ہین ایک رحمت دنیا مین ہے کہ اُسی سے مخلوق آپس مین ترحم کرتے
ہین اسی سے وحشی جانور اپنی اولاد پر عطوفت رکھتے ہین اور ننانوے رحمت کو اللہ تعالےٰ نے قیامت تک موخر فرمایا۔ رواہ مسلم۔ اور
ایک روایت مین ہے کہ قیامت مین وہ سب اور یہ حصہ رحمت ملایا جائیگا یعنے رحمت کاملہ ہوگی۔ اس سے یہ سمجھنا نہین چاہئے کہ رحمت کے
اجزا ہین بلکہ اثر رحمت کا وصول ہے اور اس حدیث مین اشارہ ہے کہ تمام افعال مخلوق کے بمقتضائے صفات الٰہی ہین اور معتزلہ
وشیعہ وغیرہ قدریہ لوگون نے غلط کیا کہ بندہ کو اپنے افعال کا قادر کہتے ہین یہ بحث پوری گذر چکی ہے اور کثرت سے آیات کی تفسیر مین
تنبیہ کی گئی کہ قول فرقہ قدریہ گمراہی نفس ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالےٰ تفسیر قولہ واللہ خلقکم وما تعملون۔ مین بحث پوری آویگی
پھر واضح ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال ودعا کی اور اسکا جواب یہ ملا جو مذکور ہوا اور جواب نہایت دقیق ولطیف ہے حضرت
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا اور دیا اللہ تعالےٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور جو کچھ اس آیت
مین موسیٰ علیہ السلام نے مانگا وہ سب اللہ تعالےٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ پھر او تعالےٰ عز وجل نے واضح بیان سے فرمادیا
کہ جن لوگون کے واسطے رحمت خاصہ لکھی ہے وہ متقی ایسے ہین کہ راہ وخصلت وسنت وطریقہ تقوی مین محبوب کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ
علیہ وسلم کا اقتدا کرتے ہین۔ کما قال تعالےٰ

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

وہ جو تابع ہوتے ہین اس رسول کے جو نبی ہے امی جسکو پاتے ہین لکھا ہوا اپنے پاس توریت

وَالْاِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

اور انجیل میں بتاتا ہے انکو نیک کام اور منع کرتا ہے برے سے اور حلال کرتا ہے انکے واسطے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے انپر

الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ

ناپاک اور اُتارتا ہے اُنسے بوجھ انکے اور پھانسیاں جو انپر تھیں سو جو اُسپر یقین لائے اور اُسکی رفاقت کی

وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور مدد کی اور تابع ہوئے اُس نور کے جو اُسکے ساتھ اُترا ہے وہی پہونچے مراد کو

ع ۲۰ ۹

اَلَّذِيْنَ۔ یہ بدل از الذین یتقون ہے خواہ بدل الکل یا بدل البعض یا خبر مبتدا محذوف ای ہم الذین بیضاوی ورازی نے کہا کہ بنی اسرائیل میں سے ایمان لانے والے خاصۃً مراد ہیں اور جمہور مفسرین نے کہا کہ انہیں سے ہوں یا اوروں میں سے جمیع اُمت مراد ہیں حاصل آنکہ متقی جنکے واسطے آخرت میں رحمت مخصوص ہے وہ لوگ ہیں کہ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ پیروی کرتے ہیں رسول نبی اُمّی کی مفسرین کا اجماع ہے کہ مراد اس سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یہاں اللہ تعالے سبحانہ نے آپ کو چند صفات سے موصوف فرمایا از انجملہ الرسول بالف لام یعنے رسول اللہ تعالے گویا رسالت میں آپ فرد کامل اور معہود ہیں اور جو آپ کو رسول نہ مانے باوجودیکہ لوازم رسالت ظاہر ہیں وہ کافر ہے۔ از انجملہ النبی یعنے اللہ تعالے کے احکام سے بندوں کو آگاہ کرنیوالے از انجملہ الامی جو آپ کے سوائے کسی پیغمبر پر صادق نہیں آتا پس یہود ونصاری ودیگر اُمتوں کا دعوی خارج ہوا کیونکہ وہ کسی رسول نبی اُمّی کے متبع نہیں ہیں علاوہ برین قولہ الذی یجدونہ مکتوبا عندہم الآیۃ سے صریح وہ مدعی نہیں ہوسکتے ہیں اور عنقریب آتا ہے۔ پھر اُمّی یا منسوب بامت اُمیہ ہے یعنے ایسی قوم میں سے جو حساب کتاب نہیں رکھتی اور وہ عرب ہیں۔ کذا قال الزجاج۔ یا منسوب بجانب اُم بمعنے ادر ہے یعنے اسی حال پر باقی ہے جس حال پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا کہ نہ لکھتا ہے نہ پڑھتا۔ یا منسوب بام القری اور وہ مکہ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوب بام بفتح ہمزہ ہے بمعنے قصد اور منسوب بقصد یعنے آنکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہی مقصود تھے اور یہ وصف کامل ہے اور ضم ہمزہ بنا بر تغیر نسبت ہے اور یعقوب کی قراءۃ بفتح ہمزہ اسکو مؤید ہے۔ اور مختار یہ ہے کہ منسوب بامت اُمیہ ہیں اور ابو السعودؒ نے کہا کہ اُمّی وہ کہ ممارس قراءۃ وکتابت نہیں ہوا اور باوجود اسکے علوم اولین وآخرین کے جامع تھے اور فتح الباری میں دو قول نقل کیے کہ صلح حدیبیہ میں جو آنحضرت صلعم نے مشرکین کے ساتھ صلحنامہ لکھا اور حدیث بخاری وغیرہ میں ظاہر حدیث یہ ہے کہ باستبداد مشرکین کے رسول اللہ کا لفظ آپ نے محو فرمایا آیا وہ بر سبیل حقیقت ہے یا مجازاً ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بر سبیل معجزہ تھا۔ قلت وقد نبہ علی ہذا الشیخ الثقۃ الامین الحجۃ علی الامۃ الامیین واللہ اعلم۔ اہل تحقیق نے فرمایا کہ اس معنے پر آنحضرت صلعم کا اُمّی ہونا از جملہ معجزات ہے بچند وجوہ اول آنکہ آنحضرت صلعم لوگوں پر پے در پے بار بار کتاب الٰہی کو جو نازل ہوتی جاتی تھی اعادہ فرماتے بدون اسکے کہ الفاظ وکلمات میں کوئی تغیر آنے پاوے حالانکہ خطیب اگر خطبہ کا اعادہ کرے تو قلیل وکثیر کچھ ضرور تغیر وتبدل ہوگا پس آنحضرت صلعم جب بدون زیادت ونقصان وتغیر کے پڑھ دیتے تو معجزہ صریح ہے اور اسی طرف او تعالے نے اشارہ فرمایا بقولہ سنقرئک فلا تنسی۔ دوم آنکہ اگر لکھتے پڑھتے تو کافروں کو وہم ہوتا کہ اگلوں کی کتابوں سے ان علوم لطیف وعجیب کو مطالعہ کیا ہے پس جب قرآن عظیم مشتمل علوم کثیرہ کو بدون تعلم لائے تو بڑا معجزہ ہے وقد قال تعالے وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ مقری شارح قصیدہ بردہ نے جو کہا کہ یہاں سوال وارد ہوتا ہے

Marfat.com

کہ پھر فصیح کیون پیدا ہوئے تاکہ وہم نہو تاکہ یہ کلام بلیغ فصیح خود آپ کا کلام نہین تو اسکو شہابؒ نے ریحانہ مین رد کر دیا کہ یہ سوال کچھ نہین ہے
اسواسطے کہ امیہ ہونا اکثر فصحاء عرب مین پایا گیا بخلاف عدم فصاحت کے کہ وہ لکنت و عیب ہے جس سے آنحضرت صلعم کی ذات پاکیزہ
صفات پاک و بری تھی پس یہ سوال کچھ ہے سوم آنکہ خط سیکھنا سہل بات ہے کہ جسکو تھوڑی سی عقل و سمجھ ہو اسکو سیکھ سکتا ہے پھر اللہ تعالےٰ
عز و جل نے آپ کو علوم اولین و آخرین عطا فرمائے اور حقایق و دقایق وہ کرامت کیے کہ مخلوق مین سے کوئی اس کنہ کو نہین پہونچا
پس باوجود اس عقل و فہم کی قوت عظیمہ کے الیسا رکھا کہ خط و کتابت نہین جانتے تھے کہ جو ادنی خلق پر آسان ہے پس ان دو حالتون
متضادہ کا جمع کرنا بجاے اجتماع ضدین کے ہے اور یہ من قبیل معجزات خوارق عادات ہے پس واضح ہو کہ سزاوار رحمت خاصہ وہی
لوگ قرار دیے جو ایسے رسول نبی اُمّی کی اتباع کرتے ہین اور یہ اتباع کبھی تو فقط بالقوہ ہے اور یہ ان لوگون کو حاصل ہوئی جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے پہلے وفات پا گئے اور کبھی قوت سے فعل کیطرف خارج ہے اور یہ ان لوگون پر متحتم ہے جنھون نے
آپ کی دعوت کا وقت متبرک پایا اور یہ وقت آپ کے زمانہ ظہور سے تا قیامت ہے پس جو لوگ کہ علم الٰہی عز و جل مین ایسے ہین کہ آپ
کے متبرک پاک دعوت پر ایمان نہ لاوینگے وہ کبھی نہین بخشے جاوینگے اگرچہ اپنے زعم مین بھلے بن جاوین کیونکہ معرفت الٰہی اور اخلاق پاکیزہ
وہی ہین جو آپ نے تعلیم فرمائے پس جسنے معبود کو نہ پہچانا اُسنے جو عبادت کی وہ حضرت حق عز و جل کی عبادت نہوئی پس وہ نیکوکار کہان
سے آیا پھر حسن عنایت و لطف ہدایت الٰہی عز و جل ہے کہ ایسے رسول بزرگ صلعم کی آمد آمد کے واسطے لوگون کو پہلے رسولون سے اگلی
کتابون سے معرفت مفصل دیدی تاکہ بروقت ظہور نور نبوت ایسے رسول پاک صلعم کے وہم و خیال مین نہ پڑین لہذا بعد قولہ الذین یتبعون
الرسول النبی الامی کے وصف فرمایا۔ اَلَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔ یعنے پیروی کرین اُس رسول
نبی اُمی کی جسکو پاتے ہین لکھا ہوا اپنے پاس توریت و انجیل مین۔ یعنے آپ کے نعت و صفت کو یہود اپنے پاس توریت مین اور نصاریٰ
اپنے پاس انجیل مین لکھا پاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سے یہ کلام جو فرمایا تو آئندہ جو بات ہونے والی ہے اسکی خبر دیدی۔
بالجملہ اب قرآن مجید مین نازل ہے۔ رازیؒ نے فرمایا کہ یہ صریح دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی نعت و صفت اور عظمت نبوت اگلی دونون
کتابون توریت و انجیل مین مذکور و لکھی ہوئی ہے کیونکہ اگر یہ بات ان دونون کتابون مین لکھی ہوئی نہوتی تو اس کلام سے علماء یہود و
نصاریٰ سخت نفرت کرتے اور آنحضرت صلعم کو جھوٹا بلکہ مفتری بیان کرتے حالانکہ یہود مین سے مانند حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ کے
زبردست عالم مسلمان ہوئے اور بادشاہ حبشہ نجاشی سے پہلے وہان کے علماء نصاریٰ و راہب و زاہد بخوشی و رغبت دل سے مسلمان ہوئے
اور آپ کو رسول برحق مانا جس سے زمانہ مین کوئی یہودی و نصرانی بھی انکار نہین کرتا پس یقین ہوا کہ آنحضرت صلعم کی نعت و عظمت
نبوت بالضرور ان دونون کتابون مین مذکور تھی اور یہ آنحضرت صلعم کی عظمت نبوت کی قطعی دلیل ہے۔ مترجم انشاء اللہ تعالےٰ آخر
اس آیت مین ایک بحث مختصر مفید و ضروری لکھیگا پہلے علماء تفسیر کے اقوال لاتا ہے خمیسیؒ نے لکھا کہ توریت جو موجود ہے اسمین آنحضرت صلعم
کے نام پاک کا مع اوصاف بلفظ منحمنا بزبان سریانی ذکر ہے اور اسکے معنے محمد یا احمد ہین یعنے جسکو لوگ بہت تعریف سے یاد کرین اور انجیل
مین صریح لفظ بزبان عربی مذکور ہے۔ مترجم بحث مابعد مین مؤید لاویگا جو یہان شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر فرمایا کہ یہ صفت
حضرت سید المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے انبیاء سابقین کی کتابون مین درج ہے اور ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمت کو آنحضرت
صلعم کی بعثت کی بشارت فرمائی اور آپ کی متابعت کی خبر دی ہے اور ہر ایک کی کتابون مین صفات پاک موجود رہے جسکو علماء و احبار

Marfat.com

جانتے تھے۔ امام احمدؒ کی حدیث ابو صخر العقیلی مین حضرت صلعم کا ایک یہودی کے پاس جانا جو کتاب توریت کھولے بیٹھا تھا مذکور ہے کہ آپ نے اس یہودی سے قسم دلاکر پوچھا کہ تو اس کتاب مین میری صفت اور میری پیدایش و ہجرت کا ذکر پاتا ہے اُسنے سر سے اشارہ کیا کہ نہین تو اسکے بیٹے نے اپنے باپ کو اس جھوٹی قسم پر دیکھکر پھر اکر کہا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسنے توریت نازل فرمائی کہ ہم ضرور آپکی صفت و مقام پیدایش و ہجرت کو اس کتاب مین پاتے ہین اور اسکے بعد کہا کہ انی اشھد ان لا آلہ الا اللہ وانک رسول اللہ یہ حدیث جید قوی ہے اور صحیحین مین حضرت انسؓ سے اسکا مشاہد موجود ہے حاکم رحمہ اللہ نے اپنے اسناد سے ابو امامہ باہلی رضہ سے بروایت ہشام بن العاص الاموی روایت کی کہ ہشام نے کہا کہ مین اور ایک دوسرا مسلمان دونون ہرقل بادشاہ روم کے پاس بھیجے گئے کہ اُسکو دین اسلام کی دعوت کرین پس ہم نکلکر روانہ ہوئے یہان تک کہ غوطہ دمشق پر پہونچکر جبلہ بن ایہم الغسانی کے پاس اُترے اور دیکھا کہ وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہے اُسنے ہمارے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ اس سے ہم باتین کرین ہم نے کہا کہ واللہ ہم اس ایلچی سے نہین بات کرینگے اور ہم تو بادشاہ روم کے پاس بھیجے گئے ہین سو اگر وہ ہم سے بات کرنا چاہے تو باتین کرینگے ورنہ ایلچی سے نہ بولینگے پس ایلچی نے اس سے بیان کیا تو اُسنے اجازت دی پس ہشام بن العاص نے اس سے دعوت اسلام کی اور اسکو اسلام لانے کو بلایا اور اسکے بدن پر سیاہ لباس حریر تھا اس سے کہا کہ تجھپر یہ سیاہ لباس کیون ہے وہ بولا کہ مین نے قسم کھاکر پہنا ہے کہ جب تک تم لوگون کو شام سے نہ نکال دون اسکو نہ اُتارونگا ہم نے کہا کہ بیٹھارہ جہان تو بیٹھا ہے واللہ ہم اسکو اور بادشاہ روم کے تختگاہ کو انشاء اللہ لے لینگے ہم کو ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے بولا کہ تم وہ لوگ نہین ہو وہ لوگ تو رات کی نماز پڑھنے والے اور دن کے روزہ دار لوگ ہونگے اور تم کیونکر روزہ رکھتے ہو ہم نے اسکو اپنے روزے سے آگاہ کیا تو اسکے چہرہ پر سیاہی چھاگئی پھر بولا کہ اُٹھو تم بادشاہ کے پاس جاؤ اور اپنا آدمی ہمارے ساتھ کر دیا ہم وہان سے نکلکر جب دارالسلطنت سے قریب ہوئے تو ہمارے ساتھ جو آدمی تھا کہنے لگا کہ تم اپنے ان اونٹون پر بادشاہی شہر مین نہین جاسکتے ہو اگر تم چاہو تو ہم تمکو خچرون پر سوار کر دین ہم نے کہا کہ واللہ ہم اپنے ان جانورون کے سواے اور جانور پر نہین جاوینگے اُنھون نے بادشاہ کے یہان کہلا بھیجا اُسنے اجازت دی کہ ہم اپنے حال پر آوین پس ہم اپنی تلوارین لٹکالے ہوے داخل ہوئے یہان تک کہ ہم ایک اونچے برج کے نیچے پہونچے تو وہان ہم نے اونٹ بٹھائے اور بادشاہ ہماری طرف دیکھ رہا تھا پس ہم نے کو ذکر تکبیر کہی لا آلہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پس اللہ تعالے جانتا ہے کہ وہ غرفہ لرزنے لگا گویا عذق ہے کہ اسکو ہوا ہلاتی ہے پس اُسنے ایلچی دوڑایا کہ تم لوگون کو یہ روا نہین ہے کہ ہمپر اپنے دین کو بلند آواز سے وارد کرو اور کہلا بھیجا کہ آؤ پس ہم داخل ہوئے تو وہ ایک پُرتکلف فرش پر تھا اور روم کے بطارقہ اسکے پاس بیٹھے تھے اور اسکے مجلس کی ہر چیز اور گرد وپیش سُرخ تھی اور اسپر سُرخ لباس تھا جب ہم اس سے قریب ہوئے تو دیکھکر ہنسا اور بولا کہ کیا بُرائی تھی اگر آپس کے تحیت کا میرے ساتھ برتاؤ کرتے اور اسکے پاس ایک فصیح عربی بولنے والا بک بک کرنے والا آدمی تھا ہم نے اس سے کہا کہ ہمارا آپس کا جو تحیہ ہے وہ تیرے واسطے سزاوار نہین ہے اور جس سے تجھکو تحیہ کیا جاتا تھا وہ بجا لانا ہمکو حلال نہین ہے بولا کہ تمھارا آپس مین کیا تحیہ ہے ہم نے کہا کہ السلام علیک۔ بولا کہ اپنے بادشاہ کو کیا تحیہ دیتے ہو ہم نے کہا کہ یہی پھر بولا کہ وہ کیا کہتا ہے ہم نے کہا کہ یہی۔ بولا کہ بڑا کلام تمھارا کیا ہے ہم نے کہا لا آلہ الا اللہ واللہ اکبر۔ جب ہم نے یہ کہا تو اللہ تعالے جانتا ہے کہ وہ غرفہ پھر تھرّا یا حتی کہ اُسنے سر اُٹھا کر دیکھا اور بولا کہ یہ کلمہ تمھارا جس سے یہ غرفہ لرز گیا ہے کیا جب تم اپنے گھرون مین کہتے ہو اسیطرح تمھارے غرفے تھرّاتے ہین ہم نے کہا کہ کبھی ہم نے نہین دیکھا مگر یہین۔ بولا کہ مین اُمید کرتا ہون کہ ہر بار جب تم کہوگے جو چیز تم سے اونچی ہوگی تھرا دیگی۔ اور مین اپنی آدھی سلطنت سے

Marfat.com

نکل گیا۔ ہم نے کہا کہ یہ کیون۔ بولا کیونکہ یہ اسکے شان کے لیے آسان تر ہے اور سزاوار تر کہ ہووے امر نبوت سے اور لوگون کے حیلے سے ہو پھر
ہم سے بولا کہ تم کیا چاہتے ہو ہم نے اسکو بتلایا۔ کہنے لگا کہ تمھاری نماز روزہ کیونکر ہے ہم نے اُسکو بتلایا۔ بولا کہ اُٹھو اور جاکر وہان اُترو پس
ایک عمدہ مکان بتلایا جسمین بہت سامان تھا ہم وہان تین روز رہے ایک روز رات مین ہمارے پاس آدمی بھیجکر بلوایا ہم گئے تو ہماری
باتین ہم سے پھر دوبارہ کہلائین ہمنے دوہرائین پھر اُسنے ایک مربع چیز جسمین خانہ خانہ تھے اور اُسپر سُنہرا کام تھا اور خانون پر کواڑیان
لگی تھین نکالی پھر اُسنے ایک خانہ کا قفل وکھڑکی کھولکر ایک ٹکڑا سیاہ حریر کا نکالا اور اُسکی تہ کھولی تو اسمین ایک تصویر سُرخ تھی دیکھا تو
ایک مرد کی صورت تھی جسکی آنکھین بڑی بڑی اور چوتڑ بھاری اور اسکی درازی گردن کی مانند ہم نے نہین دیکھا اور اُس کی داڑھی نہ
تھی اور اسکے دو گیسو خوبصورت تھے۔ بولا کہ کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے ہم نے کہا کہ ہم نے نہین پہچانا بولا کہ یہ آدم علیہ السلام کی تصویر ہے
اور بال اُسکے بہت تھے۔ پھر ایک دوسرا دروازہ کھولا اور اس سے ایک سیاہ حریر نکالا اسمین ایک سپید تصویر جسکے گھونگر والے بال سُرخ
آنکھین بڑا سر وجیہ اور خوبصورت داڑھی تھی نکالی اور کہا کہ تم اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین۔ بولا کہ یہ نوح علیہ السلام ہے پھر اور دروازہ
کھولکر اسمین سے ایک سیاہ حریر نکالا جسمین ایک مرد بہت گورے خوبصورت آنکھون والے صلت الجبین لانبے چہرے سپید داڑھی والے
گویا وہ مسکرائے دیتے ہین تصویر نکالی۔ بولا پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہین پھر جاکر ایک دروازہ کھولا اُس مین
ایک سپید چمکتی ملاحت آمیز صورت تھی اور واللہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر تھی۔ بولا اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ ہان یہ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے اور ہم رونے لگے۔ اللہ تعالے جانتا ہے کہ وہ ذرا دیر کھڑا کا کھڑا رہگیا پھر بیٹھکر بولا کہ واللہ یہ وہی ہے
ہم نے کہا کہ ہان یہ وہی ہے گویا تو اسکی طرف دیکھ رہا ہے۔ پھر ایک ساعت اسکو لیے دیکھتا رہا پھر بولا کہ یہ خانہ سب سے آخر مین تھا لیکن
مین نے عجلت کرکے اسکو پہلے نکال لیا تاکہ دیکھون تمھارے پاس کیا بات ہے۔ پھر ایک اور خانہ کھولکر اس سے سیاہ حریر نکالا اس مین ایک
سیاہ رنگ کی تصویر تھی جسکے بال سخت اُمٹھے ہوئے گھونگر والے اور آنکھین گھُسی ہوئی تیز نظر اور ترش مزاج اور دانت ایک پر ایک اور مونھ بھاری
تھے گویا وہ غضب مین بھرا ہوا ہے بولا تم اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین بولا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہے اور اسکے پہلو مین ایک صورت تھی
جو اُسکے مشابہ تھی صرف اتنا فرق تھا کہ وہ مدھان الراس عریض الجبین تھے اور اسکی آنکھون مین قبل تھا یعنے پتلی کونے کی طرف جھکی ہوئی
تھی بولا تم اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین بولا کہ یہ ہارون بن عمران علیہ السلام ہے پھر ایک اور دروازہ کھولا اسمین سے سپید حریر نکالا
جسمین ایک مرد گندم گون صورت بھاری بھر کم گویا وہ غضبناک ہے موجود تھی بولا کہ اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ یہ لوط علیہ السلام
ہے۔ پھر ایک دروازہ کھولکر اس مین سے ایک سپید حریر نکالا جسمین ایک مرد کی تصویر تھی جسکی رنگت سپید سرخی ملی ہوئی دراز بینی پتلے گالون
والی چہرہ خوبصورت تھا بولا کہ اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ اسحاق علیہ السلام ہے۔ پھر ایک دروازہ کھولکر ایک حریر سپید نکالا
جسمین ایک تصویر مشابہ تصویر اسحاق تھی مگر اسکے ہونٹھ پر ایک تل تھا۔ بولا پہچانا ہم نے کہا نہین۔ بولا یہ یعقوب علیہ السلام ہے۔ پھر دروازہ
کھولکر ایک سیاہ حریر نکالا جسمین ایک مرد سپید رنگ خوبصورت دراز بینی خوش قد جسکے چہرہ پر نور چھایا ہے اسکے چہرہ سے خشوع ٹپکتا ہے
سرخی مائل ہے نکالا۔ بولا پہچانا ہم نے کہا کہ نہین۔ بولا کہ یہ تمھارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دادا حضرت اسمٰعیل ہے۔ پھر دروازہ کھولکر
ایک سپید حریر نکالا اسمین ایک تصویر مشابہ آدم علیہ السلام کے تھی مگر اسکا چہرہ گویا آفتاب تھا بولا کہ پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا یہ یوسف
علیہ السلام ہے پھر ایک دروازہ کھولکر حریر سپید نکالا جسمین تصویر مرد سُرخ رنگ باریک پنڈلیون والے اخفش العینین بھاری پیٹ والے

Marfat.com

جو گدازبدن تھا نکالی کہ تلوار لٹکائے تھا بولا اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ یہ داؤد علیہ السلام ہے۔ پھر ایک دروازہ کھولکر اسمین سے حریر سپید نکالا اسمین ایک مرد کی تصویر تھی جسکے چوتڑ بھاری لانبی ٹانگین ایک گھوڑے پر سوار تھا بولا پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ یہ سلیمان بن داؤد ہے پھر ایک دروازہ کھولکر حریر سیاہ نکالا اسمین ایک تصویر مرد سپید رنگ کی تھی جوان سیاہ داڑھی بہت بال خوبصورت آنکھین خوبصورت چہرہ۔ بولا پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین بولا کہ یہ عیسی ابن مریم علیہما السلام ہے۔ ہم نے پوچھا کہ یہ تصویرین تجھکو کہان سے ملین کیونکہ ہم کو معلوم ہوا کہ یہ اسی شکل پر ہین جسپر انبیاء علیہم السلام مصور ہوئے کیونکہ ہم نے آنحضرت صلعم کو اسی صورت پر دیکھا تو کہنے لگا کہ آدم علیہ السلام نے پروردگار سے درخواست کی کہ مجھکو میری اولاد مین سے انبیاء کی صورت دکھلادے تو اللہ تعالے نے انکی صورتین نازل فرمائین جو آدم علیہ السلام کے خزانہ مین تھین جہان کہ آفتاب غروب ہوتا ہے اسکو ذوالقرنین وہان سے لایا اور دانیال پیغمبر کو دیدین پھر بولا کہ خبردار ہو کہ واللہ میرا جی خوش ہوا کہ مین اپنی سلطنت چھوڑ کر تم مین سے ایک ذلیل حاکم کی غلامی کرون یہان تک کہ مرجاؤن پھر ہم کو اجازت دی کہ جاؤ اور اچھی طرح مال دیکر رخصت کیا پھر جب ہم حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ہم نے اُنسے سب بیان کیا جو اُسنے ہم کو دکھلایا اور ہم سے کہا تھا اور جو ہم کو جائزہ دیا تھا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا کہ مسکین ہے اگر اللہ تعالے اسکے ساتھ بھلائی چاہتا تو وہ اسکو کر گزرتا پھر کہا کہ ہم لوگون کو رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے کہ نصاری اور یہود اپنے پاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت اور صفت پاتے ہین۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ وہٰذا اوردہ الحافظ الکبیر ابوبکر البیہقی فی دلائل النبوۃ اجازۃ عن الحاکم واسنادہ لاباس بہ۔ عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ مین نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملکر پوچھا کہ مجھے توریت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت سے آگاہ فرمائیے فرمایا کہ ہان واللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توریت مین بھی مانند وصف قرآن مجید کے موصوف ہین چنانچہ توریت مین یون ہے کہ یاایہا النبی انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وحرزا للامیین انت عبدی ورسولی اسمک المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء بان یقولوا لا الٰہ الا اللہ ویفتح قلوبا غلفا وآذانا صما واعینا عمیا پھر مین کعب احبارؓ سے ملا اور یہی سوال کیا پس انھون نے بھی بالکل یہی بیان کیا ایک حرف کا فرق نہ تھا لیکن کعب نے اپنی زبان مین یون کہا قلوبا غلوفیا وآذانا صمومیا واعینا عمومیا۔ اسکو ابن جریرؒ نے روایت کیا اور بخاریؒ نے اپنے صحیح مین عطاء بن یسار سے حدیث عبداللہ بن عمروؓ کو اسقدر زیادہ روایت کیا لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویصفح ولن یقبضہ اللہ الحدیث۔ اور بخاریؒ نے کہا کہ سلف کے کلام مین کبھی توریت کا اطلاق بمعنے عام آتا ہے یعنے اہل کتاب یہود ونصاری کی کتاب پر بولا جاتا ہے اور طبرانیؒ نے جبیر بن مطعمؓ سے روایت کی کہ مین ملک شام مین تجارت کو گیا پس اہل کتاب مین ایک شخص نے مجھسے پوچھا کہ تم مین کوئی مرد ہے کہ نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے مین نے کہا ہان وہ بولا کہ تو اسکی صورت پہچانتا ہے مین نے کہا کہ ہان تو وہ مجھے ایک گھر مین لے گیا وہان تصویرین تھین لیکن محمد صلعم کی تصویر نہ تھی تو مین نے انکار کیا پھر وہ ایک گھر مین لے گیا تو مین نے ایک تصویر آپ کی دیکھی اور ایک مرد آپکی ایڑیان پکڑے تھا مین نے کہا کہ یہ کیا ہے تو اہل کتاب کے عالم نے جواب دیا کہ ہر نبی کے بعد اور نبی ہوتا ہے مگر اس نبی کے بعد کوئی نبی نہوگا ہان یہ شخص اسکا خلیفہ ہوگا پس مین نے غور سے دیکھا تو ابوبکرؓ کی صورت تھی۔ ابوداؤدؒ نے اقرع مؤذن عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ مجھے عمرؓ نے کہا کہ اسقف نصرانی کو میرے پاس بُلا لا مین بُلا لایا تو آپ نے اسقف سے فرمایا کہ تیری کتابون مین میرا ذکر ہے بولا کہ ہان۔ فرمایا کہ کیونکر پاتا ہے وہ بولا کہ قرن پاتا ہون تو آپ نے درہ اُٹھایا کہ قرن کیا چیز ہے وہ بولا کہ قرن بمعنے

Marfat.com

امیر حدید شدید یعنے سردار تیز و سخت۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد والا کیسا پاتا ہے بولا کہ خلیفہ صالح ہے لیکن وہ اپنی قرابت والون کو اختیار کریگا
تو عمر رض نے فرمایا کہ اللہ تعالے عثمان رض پر رحم کرے تین دفعہ یہ لفظ کہا پھر پوچھا کہ اسکے بعد والا کیسا پاتا ہے وہ بولا کہ اسکو صدی حدید پاتا ہون تو
حضرت عمر رض نے اسکی کھوپڑی پر ہاتھ مارکر کہا کہ آدو فراہ آدو فراہ۔ وہ بولا کہ اے امیر المؤمنین میرا مطلب یہ ہے کہ وہ خلیفہ صالح ہوگا لیکن ایسے
وقت خلیفہ کیا جائیگا جسوقت یہ حال ہوگا کہ تلوار کھنچی ہوئی اور خون بہ رہا ہوگا۔ قال المترجم بخاری رحمہ اللہ کی حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ
درباب فتن جو عجیب رمز و کنایہ کو شامل ہے جس سے ظاہر نکلتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وقائع فتن کو جانتے تھے یہ احادیث اسکی صریح
مؤید ہین چونکہ یہان بحث دوسری ہے لہذا مین اسمین کلام نہین کرتا ولیکن اہل سنت و حق کو روافض و خوارج و اہل بدعت کے رد مین
و استقامت مین یہ بہت مفید ہے واللہ الہادی۔ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ یعنے رسول نبی امی جس کی
صفت اپنی کتابون مین لکھی پاوینگے انکو حکم کریگا معروف کا یعنے تمام نیک باتون کا جس سے رجس شرک و کفر سے پاک ہوکر دیدار الٰہی
عزوجل کے لایق ہون مع اس بات کے کہ منع کریگا انکو منکر سے یعنے جملہ ان باتون سے جو روانہین ہین شرک و کفر سے لیکر تمام ان باتون تک
جو شیطانی راہ مین ڈالنے والی ہین۔ اور یہ سب اوصاف آنحضرت صلعم کی اگلی کتابون آسمانی یعنے توریت و انجیل مین مذکور ہین۔ دارمی وغیرہ
علما حدیث و ائمہ اعلام نے اسمین بہت روایات بطرق متعددہ روایت کی ہین اور یہود جو مدینہ مین رہتے تھے پشتہا پشت سے اپنی
کتابون و باپ دادون کی وصیت پر چلے آتے تھے کہ وہ پیغمبر آخرالزمان کہ توریت مین جسکے اوصاف ہین اسی شہر مدینہ مین ہجرت کرکے
آویگا اور علامات اسکے وجود پاک کی اب قریب ہین پس فرقہ اوس و خزرج کو دھمکاتے تھے کہ ہم اسی پیغمبر صلعم کے سایہ حمایت مین تم کو
خاک کرینگے تو اوس و خزرج کے لوگ ان باتون سے تعجب کرتے پھر قدرت حق عزوجل دیکھو کہ جب آنحضرت صلعم تشریف لائے تو دنیاوی
لالچ مین منکر ہوگئے کما قال تعالے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔ اور فرقہ اوس
و خزرج ایمان لاکر شیر و شکر ہوکر انصار ہوگئے رضی اللہ عنہم۔ یہ صریح دلیل ہے کہ توریت مین آنحضرت صلعم کے اوصاف بالضرور مذکور تھے
اور چونکہ اسطرح برملا ان یہودیون کو لعنت و ملامت کی گئی ہے اسکا کوئی فرقہ یہود و نصاری کا اب منکر نہین ہوسکتا کیونکہ اگر وہ استفتاح
نہ کرتے ہوتے تو دروغ و بہتان کی افواہ سے دنیا کے کان بھر دیتے۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے دیکھو پہلی صدی مین آنحضرت صلعم کی عین حیات
مین یہود و نصاری کے جو عالم لوگ دنیاے فانی سے منھ موڑکر دین اسلام کی شرعی تکالیف نماز پنج وقتی و روزہ و حج و جہاد کرنے پر مع
جملہ اخلاق نیک مانند عدل و ترحم و حلم و صدق و دیانت و تواضع وغیرہ اختیار کرنے پر اور دنیاوی مال متاع و حرام و شراب و لذت کی
فواحش باتین چھوڑنے پر مضبوط کمر باندھکر آمادہ ہوئے انھون نے صاف صاف آنحضرت صلعم کی بشارت توریت و انجیل مین ہونیکی گواہی
دی مانند حضرت عبداللہ بن سلام و ابن سعید و بنیامن و مخریق وغیرہ علماء یہود کے اور مانند بحیرا راہب یعنے جرجیس اور نسطورا اور
جارود اور نجاشی بادشاہ حبش مع جملہ قس و راہبون کے علماء و فقراء نصاری کے چنانچہ کوئی فرقہ اس مشہور و متواتر کا انکار نہین کرسکتا
اور ضغاطر یعنے بشپ روم جب آنحضرت صلعم کے ایلچی حضرت دحیہ کلبی رض کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے تو رومیون نے عداوت سے انکو شہید کرڈالا
اور دیکھو مقوقس بادشاہ مصر نے آپ کے عموم رسالت کا اقرار کیا اور ماریہ قبطیہ وغیرہ تحفے بھیجے چنانچہ متواتر مشہور ہے کہ سواے ایسے شخص کے
جو جھوٹ بولنے مین شیطان کے برابر ہو اور کوئی انکار نہین کرسکتا اور دیکھو ہرقلیس یعنے ہرقل بادشاہ روم اور ابن صوریا و حیی بن اخطب
اور اسکا بھائی ابو یاسر وغیرہ علماء یہود نے آنحضرت صلعم کی رسالت کا ضرور اقرار کیا اگرچہ دنیاوی لالچ و طمع زندگی اور عیش و لذت

Marfat.com

دنیاے فانی کے جہاد وغیرہ کرنے سے بچاؤ کے لیے مسلمان نہوئے کیونکہ قولہ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔ وغیرہ آیات قرآنی انپر ملامت کرنے مین مشہور ومتواتر ہین انکا بھی کوئی انکار نہین کر سکتا اور ایسے ہی نصاریٰ نجران کا قصہ درباب مباہلہ کے جو تمام تفسیر کے ساتھ اوپر بیان ہو چکا کہ عاقب نے جو انکا سردار تھا مع انکے بشپ پادری کے صاف کہا کہ لے اہل نجران قسم ہے کہ تم اس نبی کی نبوت پہچان چکے ہو اور اسنے مسیح کے معاملہ مین تمکو دو ٹوک بات کہدی واللہ اگر تم اس سے مباہلہ کروگے تو تباہ ہو جاؤگے واللہ مین ایسے چہرے دیکھتا ہون کہ اگر اللہ تعالےٰ سے دعا مانگین کہ پہاڑ کو ہٹا دے تو اللہ تعالےٰ ہٹا دیگا آخر ان لوگون نے مباہلہ نہ کیا اور جزیہ دینا قبول کر کے واپس گئے اور یہ قرآن مجید مین متواتر منقول ہے اسکا بھی کوئی فرقہ انکار نہین کر سکتا۔ اور اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ ہے کہ جب تک اہل حق و اہل ایمان اپنی توحید پر ثابت اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اُمتی متبع رہینگے اور مخالفت کرنے سے پرہیز کر کے اپنی عاقبت خراب نکرینگے تب تک او تعالےٰ جل جلالہ انکو دنیا مین حجت سے غالب رکھیگا انشاء اللہ تعالےٰ چنانچہ ملاحظہ کرو کہ پادری سیل کا قرآن مجید کا ترجمہ جو کہ ۱۸۵۰ء عیسوی مین چھپا اُسکے مقدمہ کے صفحہ ۱۳ مین لکھا ہے کہ اے پیارے عیسائیو یہ وہ نبی آخر الزمان (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے جسکی بابت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے مصلوب ہونے کے واقعہ کے ذکر مین یون کہا دا ے برنباہ۔ یقین جان کہ گناہ کیسا ہی چھوٹا کیون نہو اللہ تعالےٰ اسکی سزا دیتا ہے آخر کہا کہ اسکی مشیت اس امر کو مقتضی ہوئی کہ قیامت کے روز شیاطین مجھپر نہنسین سو اُسنے اپنی مہربانی سے بہتر جانا کہ دنیا ہی مین یہودا کے میری صورت پر سولی دیے جانے کے سبب سے میری تضحیک وہنسائی ہو جاوے اور ہر شخص یہ گمان کرے کہ مین سولی پر کھینچا گیا مگر یہ ساری ہنسائی محمد رسول اللہ کے آنے ہی تک رہیگی جب وہ دنیا مین آویگا تو ہر ایماندار کو اس غلطی سے آگاہ کریگا اور لوگون کے دلون سے یہ دھوکا اُٹھا دیگا) پھر ترجمہ کے صفحہ (۴۳) مطبوعہ ۱۸۵۰ء مین سیل صاحب نے لکھا (پس اے پیارے بھائی جسکی نبوت کی خبر اس صراحت سے درج ہو پھر اس سے منکر ہونا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے یا نہین الی آخر ما قال) اور برنباہ کی انجیل بہت پُرانی کتاب ہے جسکا ذکر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سیکڑون برس پہلے کی کتابون مین پایا جاتا ہے پس کیا خوب صریح سیل صاحب نے لکھدیا بشرطیکہ عیسائی لوگ اس ۱۸۵۰ء کے بعد سے تحریف کر کے سیل صاحب کے ترجمہ سے یہ عبارت نہ نکال ڈالین۔ اور اسکے سوا ے پادری اوسکان ارمنی نے ۱۶۶۶ء مین صحیفہ اشعیا کو زبان ارمنی مین ترجمہ کیا اور ۱۷۳۳ء مین مطبع انتولی پرتونی مین یہ ترجمہ چھپا اسمین کتاب اشعیا باب ۴۲ مین یہ فقرہ موجود ہے۔ (خداوند کے واسطے نئی تسبیح پڑھو اسکے سلطنت کی نشانی اس کی پیٹھ پر ہے اور اسکا نام احمد ہے۔) یہ صریح دلیل ہے اور اہل اسلام مین ابتدا سے یہ بشارت معروف و مشہور ہے اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانی مہر نبوت آپ کی پیٹھ کے اوپر تھی اور نام آپ کا احمد و محمد و مجید وغیرہ الفاظ حمد و مجد کے معنے سے ماخوذ ہے مگر عربی ترجمہ کرنے والے نے عجیب تحریف کی ہے کہ اشعیا کے باب مذکور مین عربی ترجمہ یون لکھا سبحوا اللہ تسبیحا جدیدا علامتہ فوق واسمہ تمجید۔ ترجمہ۔ خداوند کے واسطے نئی تسبیح پڑھو اسکی سلطنت کی نشانی اوپر ہے اور اسکا نام تمجید ہے۔ کاش اگر محمد کا ترجمہ لکھدیتا تو بھی کچھ تحریف سے بچتا لیکن بیچارہ فوق ظہرہ۔ کی جگہ کیا کرتا کیونکہ یہ تو مشہور متواتر ہے کہ آپ کی مبارک پیٹھ پر مہر نبوت تھی لہذا ہٹ دھرمی سے فوق لکھکر خاموش ہو گیا لیکن اللہ تعالےٰ نے اسکی خیانت کا پردہ فاش کر دیا ہان وہ ترجمہ ٹھیک ہے جو اوسکان ارمنی نے لکھا اور خود کلام مجید مین او تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بشارت بیان فرمائی ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد الآیۃ۔ اور یونانیون نے بھی اس نام پاک کو فارقلیطا کے لفظ سے اپنی زبان مین ترجمہ کر ڈالا اور معنے اسکے وہی محمد یا احمد ہین چنانچہ جان ڈیون پورٹ عیسائی نے کھلم کھلا اپنی کتاب مین لکھا

Marfat.com

کہ مجھے اسمین شک نہین کہ اُس نبی آخر الزمان سے جسکے آنے کی خبر اسکے بھائیون مین سے موسیٰ نے بنی اسرائیل کو دی اور انجیل یوحنا مین فارقلیط کے نام سے مسیح علیہ السلام نے دی ہے یہی حضرت محمد صلعم مراد ہین اور مسٹر گاڈفری ہیگنس نے اسکو بخوبی تحقیق سے ثابت کر دیا کہ فارقلیط مصداق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین چنانچہ کتاب حمایت الاسلام اُردو ترجمہ کتاب مسٹر مذکور سے مطالعہ کرو۔ اگر کہا جاوے کہ فارقلیط سے مسیح علیہ السلام نے خبر دی ہے اگرچہ اسکے معنے محمد یا احمد ہین تو مین کہتا ہون کہ نہین بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بلفظ احمد خبر دی ہے جیسا کہ عیسیٰؑ کے کلام سے نقل ہوا اسلیے کہ قرآن مجید مین صریح باین نام خبر دینا بیان ہے اور یہ کتاب پاک بدون تحریف کے کسوٹی ہے کما قال تعالے ان ہذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ہم فیہ مختلفون۔ پس بوجہ تحریف کے اور بوجہ اسکے کہ اصل انجیل نہین ہے پس وہم مین پڑے کہ فارقلیط کہا ہے اگر یہ کہا جاوے کہ اس زمانہ مین جو توریت و انجیلین موجود ہین انمین سے بشارات ثابت کرو تو جواب یہ ہے کہ توریت دو کتاب آسمانی تھی جو موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل وہ کہ عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی اور وہ بزبان سریانی و عبرانی خالص وحی تھی اور جو اسوقت پیش کرتے ہو یہ محض تحریف کی ہوئی ہاتین ہین اور انجیل تو سوائے حواریون کے نام سے باتون کے اور تاریخی قصون کے اور کچھ نہین ہے پھر اس سے کیا چاہتے ہو اور تمام تحقیق و بحث اسکے مقدمہ مین بقدر کفایت لکھدی گئی ہے اور فتح البیان کے مؤلف نے جو بدون تحقیق کے یہان انھین موجودہ کتابون سے نکالکر طول طویل بحث کی ہے میرے نزدیک وہ بر تقدیر تسلیم بحث قرار دینا چاہیئے پھر مترجم کہتا ہے کہ اے اہل ایمان والے علماء اسلام اگر تم اس فلاسفہ میبذی و صدرا و شمس بازغہ مین اپنی اوقات خراب کرتے اور نام کے لیے عمر کھوتے اور اسلام کے لوگون کو شبہات سے نہین بچاتے حالانکہ واہی تباہی دفتر سیاہ کرتے ہو کیا عذاب آخرت سے نہین ڈرتے اور کس خواب غفلت مین پڑے ہو کیا آنکھین کھولکر نہین دیکھتے بلکہ بجائے اسکے ہر مستحب اعمال پر آپس مین تکفیر و نزاع کرتے اور پھوٹ ڈالکر بربادی نہین بلکہ دین اسلام و توحید سے لوگون کو نفرت دلاتے اور پھوٹ ڈالتے ہو اے حاملان قرآن تم کو اللہ تعالے عزوجل کا واسطہ ہے کہ آپس مین نہ پھوٹو اور ذرا غریب مسکینون بیچارون کو قوم گمراہ کے شبہات سے بچاؤ اللہ تعالے ہم تم سب پر رحم فرماوے آمین یا ارحم الراحمین اسئلک العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ صلے اللہ تعالے علی نبینا محمد وآلہ واخوانہ من الانبیاء وسلم تسلیما کثیرا کثیرا اللہم رب توفنی مسلما واجعلنی مع المومنین والحمد للہ رب العالمین۔ جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت و بشارت انبیاء سابقین دیتے آئے ہین اور عیسیٰ اور موسیٰ کے درمیان قریب دو ہزار برس کے فرق تھا اور درمیان مین بہت سے انبیاء علیہم السلام گذرے ہین اور یہ سب بنی اسرائیل کے واسطے تھے پھر بنی اسمعیل کا دور دورہ ہوا پس ایک رسول کا اپنے مابعد والے رسول کی خبر دینا تو اسکی نبوت کا اثبات و اتمام حجت ہے اور اسقدر انبیاء علیہم السلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر دینا اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے اظہار فضل و کمال کرامت و عموم رسالت ہے اب ہم تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہین کہ حاصل کلام یہ ہوا کہ رحمت خاص آخرت کی ان لوگون کے واسطے خواہ بنی اسرائیل سے ہون یا غیرون سے ہون مخصوص ہے کہ جو لوگ اتباع کرین رسول نبی اُمی کا جسکو اپنی کتاب توریت و انجیل مین لکھا پاتے ہین وہ انکو حکم کرتا ہے یا حکم کریگا امر معروف کا اور منع کرتا ہے منکر شرعی سے وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ اور حلال کرتا ہے انکے واسطے طیبات یعنے پاکیزہ چیزون کو ان چیزون مین سے جو انپر انکی شرع مین حرام کردی گئی تھین جیسے یہود پر بسبب انکے ظلم کے بعض حلال چیزین حرام فرمائین۔ بعض نے کہا کہ معنے یہ کہ حلال ظاہر فرماتا ہے انکے لیے طیبات کو پس مشرکین عرب نے جو بحیرہ و سائبہ وغیرہ کو حرام کر لیا تھا یہ انکی جہالت تھی وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور حرام کرتا ہے انپر خبائث کو۔ جیسے مردار و خون وغیرہ۔ حالانکہ مشرکین [illegible] اپنی جہالت سے انکو حلال

رکھتے تھے۔ بعض اہل علم نے نکالا کہ اللہ عزوجل کی معارف و حکمتین حاصل ہونے کے واسطے مدارج مختلفہ ہوتے ہین اور کمال معرفت
دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین اپنے فضل سے رکھی تو شراب حرام فرمائی حالانکہ جنکو یہ معارف نہ تھے انپر حلال تھی۔ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ
اصر یعنے ثقل اور ابن عامرؒ کی قراۃ مین آصارہم ہے اے اثقالہم۔ اور معنے یہ کہ اور اُتارتا ہے اُنسے بوجھ انکے یعنے تکالیف شاقہ جس سے
جنبش نہین کرسکتے تھے اُنسے انکو ہلکا فرماتا ہے۔ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ اغلال جمع غل کہ بیڑی کی بندش طوق گردن کی زنجیر
سے ہوتی ہے یعنے اور ہلکا فرماتا ہے انکو ان اغلال سے جو انپر طاری تھے پس اصر و اغلال سے تمثیل انکے ثقل و تکلیف کی ہے کیونکہ جسکے
سر پر بوجھ ہوا اور گردن کا طوق بیڑی سے بندھا ہوا سپر تکلیف شدید و حرکت دشوار ہے۔ حاصل آنکہ راہ حق مین برحمت الٰہی اُن کو
مقامات رفیعہ مین ہلکے پھلکے ہوجاتا ہے اور جو بوجھ و غل اُنپر تھے اس سے ہلکا کرتا ہے چنانچہ یہود پر شروع تھا کہ اگر خطا سے قتل کرے
تو بھی قصاص متعین ہے اور مقتول کی طرف سے عفو ہو یا دیت مطلوب ہو تو موثر نہین بلکہ قصاص ہی لیا جاوے اور جہان نجاست
لگ جاوے وہ کپڑا قطع کردیا جاوے یعنے دھونے سے پاک نہو اور اسی کے مانند تکالیف سخت و شدید تھین اسلام کی ملت حنیفیہ سمحہ بیضا مین
وہ عفو ہوئین آیت مین اہل اصول نے طیبات و خبائث سے بعض نے استدلال کیا کہ حسن و قبح عقلی ہے کیونکہ ترغیب و تنفیر اسی طور پر
ہوسکتی ہے بعض نے استدلال کیا کہ جس چیز مین حلت یا حرمت منصوص نہو تو اہل عرب کے طیب یا خبیث جاننے پر اسکا حکم ہوگا اور یہ
دونون بحثین طویل ہین۔ مترجم کو ذرا سے فائدہ پر اس تطویل کی گنجائش نہین ہے مگر یہ واضح رہے کہ آیت مین نسخ احکام کی صریح دلیل ہے
یعنے اوتعالے قادر مختار ہے کہ احکام اوامر و نواہی مین سے جس حکم کو جب تک چاہے ثابت فرماوے اور جب چاہے بجاے اسکے دوسرا حکم
قائم کرے اور اسمین یقین ہے کہ اوتعالے کی حکمتین ہین لیکن اس زمانہ مین اہل کتاب یہود و نصاری عموماً دھوکا دیتے ہین اور کہتے ہین
کہ کیا اللہ تعالے کے علم مین نہ تھا کہ ایسا ہوگا جو اسنے پہلے ایک حکم کو آزمایا پھر دوسرا بدلا لہذا قرآن مجید سے انکار کرتے اور اپنی کتابون کو
جنکی ساخت کی کیفیت مقدمہ مین بیان ہوئی ہے حق بتاتے ہین اور اسکا جواب یہ ہے کہ منسوخ ہونے کے معنے یہ ہین کہ ایک حکم ایک وقت
تک انکے واسطے تھا اور بعد اسکے دوسرا حکم پہلے سے علم الٰہی مین موجود تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت مین بھائی بہن کے ساتھ نکاح
ہوتا تھا پھر بعد اسکے منسوخ ہوا اور اسکے یہود و نصاری بھی قائل ہین چنانچہ جو توریت یہود کے پاس اسوقت موجود ہے اسمین مصرح ہے
اور نصاری پر اسی کی پابندی ہے ایسے ہی سنیچر کے روز سوائے عبادت کے کوئی کام نہ کرنا یہود پر توریت و زبور سے فرض تھا پھر انجیل والون نے
منسوخ مانا اور بعضے جو کہتے ہین کہ نہین بہ نسبت توریت کے انجیل مین سہل ہوگیا تو یہ بھی نسخ ہے غایت آنکہ فرضیت منسوخ ہوکر مستحب رہگیا
علاوہ برین ختنہ کو منسوخ باعتقاد و عمل نصرانیون نے مان لیا اور نصرانی تو عجیب اعتقاد والے ہین کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت
موسی علیہ السلام تک بلکہ حضرت عیسیٰؑ تک سب کے سب انبیاء علیہم السلام توحید الٰہی کا حکم لائے پھر نصرانیون نے بدون کسی قطعی دلیل کے
توحید و اعتقاد کو جو ہرگز منسوخ نہین ہوسکتا ہے منسوخ مانا اور تین خدا ہونے اور تثلیث کے معتقد ہوگئے اسکی تمام تفصیل کا یہان موقع
نہین مقدمہ مین بقدر کفایت تلاش کرو علی الخصوص جہاد کرنا شریعت توریت مین واجب تھا اور یہود و نصاری سب قائل ہین کہ موسیٰ
و یوشع و داؤد علیہم السلام نے خوب خوب جہاد کیے پھر نصاری خود قائل ہین کہ حضرت عیسیٰ کی شریعت مین جہاد حرام تھا پس منسوخ ہوا
اب اس سے زیادہ کیا چاہیئے ہے پس یہی اللہ تعالے عزوجل نے یہان اپنے رسول کریم نبی الرحمۃ محمد صلعم کے ارسال کو فرمایا کہ بہت سے اثقال
و اغلال سے انکو آسان فرمایگا اور راہ مستقیم سے انکو نجات پر پہونچا دیگا۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ۔ پس وہ لوگ جو

اس رسول کریم پر ایمان لائے یعنے اہل کتاب مین سے مانند غیر اہل کتاب کے اور اسکی توقیر کی۔ وَنَصَرُوْهُ - اور جہاد و دعوت دین حق
مین اسکی مددگاری کی۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اور پیروی کی اُس نور کی جو اُتارا گیا اسکے ساتھ یعنے قرآن کی پیروی کی
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہی لوگ فلاح پانے والے ہین یعنے رحمت ابدیہ انھین کو حاصل ہونے والی ہے اور اس آیت کا مضمون وہی
حضرت موسی علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے قالہ البیضاوی اگر کہا جاوے کہ قرآن کو نور فرمایا۔ قال البیضاوی۔ بان اسواسطے
کہ وہ اپنے اعجاز ہونے کی وجہ سے خود ظاہر اور دیگر کتابون کا مظہر ہے پس نور ہوا یا حقائق کا کھولنے والا و ظاہر کرنے والا ہے۔ وجہ اول
و دوم دونون صادق ہین پس یہود و نصاری نے جو اگلی کتابون کو تحریف و تبدیل و الحاق و بیجا تاویل سے غلط شلط جھوٹے قصص
و کہانیون سے بھر دیا اسکی غلطی و تحریف ثابت فرماتا ہے لہذا شرع مین حکم ہے کہ یہود و نصاری جو خلاف قرآن مجید بیان کرین وہ قطعاً
غلط ہے اور جو اس سے موافق بیان کرین اسکی نسبت تصدیق ہوسکتی ہے کہ توریت و انجیل مین ہوگا اور جو بات ایسی بیان کرین کہ قرآن مجید
سے اسکی تصدیق یا تکذیب نہین تو مسلمانون کو بھی اس سے سکوت کرنا چاہیئے نہ تصدیق کرین اور نہ تکذیب کرین اور یہی صحیح حدیث سے
ثابت ہے۔ پھر قولہ انزل معہ کے دو معنے ہین اول آنکہ انزل مع نبوتہ۔ یعنے آنحضرت صلعم کی نبوت کے ساتھ اُتارا گیا یعنے آپ کی نبوت کو اور
قرآن مجید کو معیت ہے۔ اور دوم آنکہ معہ حال نہین بلکہ متعلق اتبعوا سے ہے یعنے اتباع کی نور منزل کی مع اتباع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
پس یہ کتاب و سنت دونون کی اتباع ثابت کرتا ہے۔ ذکرہ البیضاوی وغیرہ ف فی العرائس۔ پھر اللہ تعالے نے ان متقیون کو جنکے
واسطے رحمت خاصہ آخرت مین مخصوص ہے اسوہ و قدوہ و اقتدا مین نبی مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع مین تقوی حاصل کرنے سے
وصف فرمایا بقولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی۔ او تعالے نے اپنے رسول مصطفے کو امی ہونے سے وصف کیا اور وہ ظاہر ہے اور
اسمین اشارت ہے کہ آنحضرت صلعم بحر وصل و مہد قرب مین قبل وجود کائنات کے خصوصیت ازلیہ کی رضاعت مین شیر نبوت و رسالت
و اصطفائیت سے تربیت پاتے تھے جیسے فرزند عزیز اپنی مادر مہربان کی گود مین پرورش پاتا ہے اسکو اللہ تعالے نے اپنے لطف خاص و غذائے
مشاہدہ سے پرورش فرمایا اور مکر و قہر سے مقدس کر دیا اور اسکی رسالت و نبوت کو علت اکتساب سے مقدس رکھا کیونکہ امی کسی کتاب وغیرہ
سے حاصل نہین کر سکتا بلکہ اشارہ ہے کہ علوم اولین و آخرین کے ساتھ لطائف علوم الٰہی عز وجل کو اُسنے عنایت ازلیہ سے بوحی الٰہی حاصل
کیا۔ ابن عطاء رحہ نے کہا کہ اشارہ ہے کہ ماسوائے حق عز وجل کے سب سے امی مگر کلام الٰہی و حقائق کے عارف باللہ تعالے و عالم بحق تھے
اور نیز ابن عطاء رحہ نے کہا کہ امی وہ ہے جو دنیا و آخرت مین سے کچھ نہین جانتا مگر وہی جو اللہ تعالے نے اسکو اپنے علم پاک سے آگاہ کیا پس
اللہ تعالے کے ساتھ اسکی ایک حالت ہوتی ہے اور وہ حالت یہ کہ پاکیزہ و طاہر ہوتا ہے اس طور پر کہ سوائے حق تعالے کے سب سے مستغنی
اور اسی کی طرف محتاج ہوتا ہے پھر اللہ تعالے نے اپنے رسول کریم کا وصف زیادہ کیا کہ اسکی پیروی جن لوگون نے اختیار کی انسے ان لوگون
سے اثقال و اغلال کو دور کر دیا بقولہ تعالے و یضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم۔ یہ قوم صرف مجاہدات کے بار گران مین بدون مشاہدات
کے اور اغلال ریاضات مین بدون مکاشفات کے پڑے تھے اور یہ ازلی عنایت مین انکے حق کی تقدیر تھی پھر جب آنحضرت صلعم کی پیروی کی
تو حد جہالت سے نکلکر راہ معرفت مین آگئے اور سنت کی برکت سے راہ حق انپر روشن ہوئی پس بدیع الطاف غیب او وجد کو حاصل پایا اور
اس وم پر جو رہبانیت کے بوجھ تھے وہ ہلکے ہوگئے اور شیطانی طوق و زنجیرون مین بندھے تھے اس سے رہائی پائی اور نیز جب آنحضرت
علیہ السلام نے انکو قہر و دوری و اغلال جہل مین دیکھا تو مصباح رسالت سے انوار نبوت انپر ظاہر فرمائے اور خواہش نفس و ہوی کو

چھوڑکر راہ تقویٰ و رضا و مشاہدہ مولیٰ عزوجل کی طرف بلایا پس اہل سعادت نے اقتدار کرنے کے ساتھ جواب دیا اور دستگیری سنت سے جہل و بدعت سے باہر ہوئے۔ جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ اثقال شرک و اغلال مخالفت وفسق سے چھوڑایا۔ استادؒ نے فرمایا کہ تدبیر میں مکدر کرنا آدمی پر بڑا بار ہے اور جسنے تقدیر پر حوالہ کیا وہ ہلکا اور راہ پر آگیا۔ اور اغلال سے مراد وہ طاعات ہیں جو انھوں نے اپنے نفس کیطرف سے بدعت نکال لی تھیں اور اپنے اوپر لازم کر لیں بدون اسکے کہ اوتعالیٰ انپر لازم فرماوے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان متبعین کو ایمان والقان واعانت رسول اللہ صلعم و متابعت قرآن سے وصف فرمایا بقولہ فالذین آمنوا بہ وعزروہ الآیہ یعنی مقامات نبوت کو بصفت ولایت مشاہدہ کیا اور دشمنان دین پر جہاد کرنے میں اپنی جان ومال سے آنحضرت صلعم کی مدد کی اور نور قرآن سے راہ عرفان کو طے کیا پس ایسے ہی لوگ ہیں جنھوں نے ہوا حبس نفس و چنگل شیطان سے نجات پائی اور نور قرآن وسنت سے فوز بسعادت انکو نصیب ہوا اور مشاہدہ حق وحلاوت محبت سے سرفراز ہوئے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ انھوں نے سنت رسول اللہ صلعم کی پیروی کی تاکہ اس اتباع سے مبادی احوال سینیہ کو پہونچے بعض نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم جو کچھ لائے اسکی تصدیق کی اور اسکے حضور میں اپنی جان فدا کی۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو جو کچھ درجات بلند ومقامات ارجمند ومعجزات ظاہرہ وکرامات باہرہ عطا فرمائی ہیں وہ عموماً اظہار فرماوے تاکہ جس کو کچھ بھی استعداد انسانیت ہے اور کچھ بھی حجت عقل جو عالمین میں سے اشراف کے لئے تمغہ ہے وہ قبول کریں اور نیز عموماً حجت ختم ہو اور اس فیض میں صدیقین کی آنکھیں انوار جمال وجلال سے کھلیں وروشن ہوں چنانچہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِۚ لَاۤ اِلٰهَ
تو کہہ اے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف جسکی حکومت ہے آسمان و زمین میں کسی کی بندگی
اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ
نہیں سوائے اسکے جلاتا ہے اور مارتا ہے سو مانو اللہ کو اور اسکے بھیجے نبی امّی کو جو یقین کرتا ہے اللہ پر اور اسکے سب کلام پر
وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝
اور اسکے تابع ہو شاید تم راہ پاؤ

قُلْ خطاب للنبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ یہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے یعنے کہدے اے محمد صلعم۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو اگر کہا جاوے کہ ابن عباس سے مروی ہوا کہ اس لفظ سے اہل مکہ کو خطاب آتا ہے تو جواب آنکہ یہ کلیہ نہیں ہے یا یہ درصورت اطلاق ہے اور یہاں لفظ جمیعا قرینہ عموم ہے فافہم۔ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ البتہ میں بھیجا ہوا ہوں اللہ تعالیٰ کا تمھاری طرف جَمِیْعًا حال ہے لفظ الیکم سے کما قال البیضاوی وغیرہ۔ خطیبؒ وغیرہ نے کہا کہ اسمیں اعلام ہے کہ آنحضرت صلعم رسول ہیں ہر مکلف کی طرف خواہ اسکا زمانہ پہلے ہوا ہو یا بعد ہووے کیونکہ خطاب عام اور مؤکد بلفظ جمیعًا ہے پس ہر نبی علیہ السلام فقط ایک دو قوم کی طرف بتخصیص رسول ہوتا تھا اور حضرت صلعم تمام اقوام انسان بلکہ جنوں کی طرف بھی مبعوث ہوئے اور سبکیؒ وبقاعیؒ نے کہا بلکہ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث تھے اور بقاعیؒ نے کہا کہ جب اول سورۂ انعام اور اول سورۂ فرقان کی طرف جو انشاء اللہ تعالیٰ آویگا تو رجوع کرے تو تجھے شک نہ رہیگا کہ آنحضرت صلعم کے عموم دعوت میں ملائکہ علیہم السلام بھی شامل ہیں لیکن یہ قول اجماعی نہیں بلکہ بعض علماء نے اسمیں خلاف کیا ہے

Marfat.com

بہر حال اسمین اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم جنون کی طرف رسول تھے اور سورہ جن مین انشاء اللہ تعالے توضیح آویگی اور واضح رہے کہ جس شخص نے بلا دلیل اور بدون کسی ایسی بات کے جس سے محال لازم آوے جنون کے وجود سے انکار کیا اُسنے الحاد کیا ایسے ہی جن لوگون نے شیطان کے وجود سے انکار کیا انھون نے بجاے اسکے اپنے آپ کو قائم کیا۔ بالجملہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول الثقلین ہین اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے محمد صلعم کو اسود واحمر کی طرف بھیجا یعنے عموماً ارسال فرمایا اور احادیث صحیحہ اس باب مین کثرت سے مشہور ہین جنسے صحاح وسنن ومسانید بھرے ہوئے ہین اور انکے اسانید صحیح وجید وقوی ہین اور شہاب ابن حجرؒ نے اصابہ فی اسماء الصحابہ مین لکھا کہ شیخ ابن حزم ظاہری کو اجماع کی حجت ہونے مین خلاف نہین ولیکن وہ جنون کو بھی صحابہ مین شامل کرتا ہے اور اجماع مین جنون کا ہونا ذکور نہین ہے اور صحیح یہ ہے کہ اجماع حجت ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین اکثر واقع ہوا۔ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ کوئی شخص اس اُمت کا خواہ یہودی ہو یا نصرانی ہو یا اور کوئی ہو میری رسالت کو سنکر اگر مجھپر ایمان نہ لایا تو ضرور جہنمی ہوگا والحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ اور ایک روایت مین ہے کہ تو وہ جنت مین نہ جائیگا۔ پس خطاب لفظ یا ایہا الناس سے فقط موجودہ لوگون کو نہین ہے بلکہ تا قیامت جو موجود ہین یا ہون لیکن شرط یہ ہے کہ انکو خبر پہونچ جاوے کما فی قولہ واوحی الی ہذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ الآیۃ۔ اور فرمایا ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ الآیۃ۔ اور فرمایا قل للذین اوتوا الکتاب والامیین أأسلمتم الآیۃ۔ بالجملہ حکم دیا کہ کہدے کہ اے لوگو جو اسوقت موجود ہون یا جنکو آیندہ خبر پہونچے قیامت تک خواہ آدمی ہو یا جن ہو بشرطیکہ ہوش وعقل جو تکلیف کے واسطے ضروری ہے رکھتے ہون مین تم سب کی طرف رسول ہون اللہ تعالے کا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ جملہ صفت اسم ذات یعنے اللہ واقع ہے اگرچہ موصوف وصفت کے درمیان الیکم جمیعا سے حیلولت ہے لیکن وہ متعلق مضاف ہے پس مضاف الیہ موصوف سے گویا متقدم ہے۔ اور زمخشریؒ نے کہا کہ احسن یہ ہے کہ محل اسکا نصب ہو باضمار اعنی۔ اور اسکو نصب علی المدح کہتے ہین اور بیضاویؒ نے تجویز کیا کہ مبتدا ہو اور خبر اُسکی۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یعنے رسول ہون اللہ تعالے کا جسکے واسطے ملک ہے آسمانون وزمین کا یا یہ معنے کہ مراد اللہ تعالے سے وہ ذات پاک ہے جسکے واسطے ملک آسمانون وزمین کا ہے یا جو پاک مالک کہ مالک آسمانون وزمین کا ہے وہ ہی کہ نہین معبود کوئی۔ اور بنا بر دونون قول اول کے لا الٰہ الا ہو۔ بدل از صلہ ہے اور اسکے مضمون کا مقرر ومبین ہے کیونکہ جو کچھ آسمانون وزمین مین ہے مع دونون کے جسکی ملک ومخلوق وبندے ہین وہی الٰہ ومعبود ہے یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ زندہ کرتا خواہ ابتداءً یا بعد موت کے اور موت دیتا ہے۔ اللہ تعالے کے واسطے الوہیت مخصوص ہونے کی مزید تقریر وتوضیح ہے کیونکہ زندگی دینے اور موت دینے پر کسی کو قدرت نہین سواے اللہ تعالے کے پس الوہیت اُسی کے واسطے مختص ہے اور جملہ کا سیاق فقط اوتعالے عز وجل کے واسطے الوہیت مخصوص ہونے کے لیے ہے پس رد ہو گیا قول نصاری کا جو حضرت عیسی مین الوہیت وہم کرتے ہین کیونکہ وہ بھی آسمانون وزمین کے مخلوق مین سے اللہ تعالے عز وجل کے مملوک بندے ہین حتی کہ انکو اپنی زندگی وموت کا تو اختیار ہی نہین بھلا دوسرے کو دینا تو درکنار رہا پھر اُلوہیت کیسی لہذا اوتعالے نے رد فرمایا بقولہ لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ الآیۃ۔ اور رد ہو گیا زعم مشرکین عرب وعجم بت پرستون کا جو بتون کی عبادت کرتے اگرچہ انمین اُلوہیت نہ اعتقاد کرتے ہون کیونکہ عبادت سواے اُلوہیت والے کے جو فقط اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے اور کسی کے واسطے روا نہین ہے۔ پھر جب رسول اللہ صلعم کو حکم ہوا کہ عموماً تمام مخلوق ذی عقل سے کہدے کہ ایسے ایسے ذو الجلال والاکرام کا رسول ہون تاکہ خوفناک ہون اور محبت مین بھی آجاوین تو پھر اوتعالے نے تمام مخلوق کو حکم دیا۔ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ

وَرَسُوْلِہٖ۔ یعنے جب تمکو خبر معلوم ہو گئی تو ایمان لاؤ اللہ تعالے اور اسکے رسول پر کیونکہ اللہ تعالے پر ایمان اصل ہے اور رسول پر فرع ہے کذا فی السراج اور بیضاویؒ نے کہا کہ آمنوا باللہ و بی بضمیر متکلم نہ فرمایا بلکہ تکلم سے غیبت کیطرف رجوع کیا اسواسطے کہ اجرا ان اوصاف کا جو اسکے اتباع کی طرف داعی ہین مستقیم ہو یعنے قولہ۔ اَلنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ یعنے ایسے رسول پر کہ نبی اُمّی ہے خود ایمان لاتا ہے اللہ تعالے اور اسکے کلمات پر مفسرؒ نے کہا کہ کلمات سے مراد قرآن مجید ہے اور دوسرون نے کہا کہ مع دیگر آیات الٰہی کے جو اور انبیا ر پر نازل ہوئین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اس رسول کا قول اسکے عمل سے موافق ہے کہ جو اسپر اُتارا گیا ہے خود اسکے موافق برتاؤ کی تکلیف سب سے مقدم اُٹھاتا ہے۔ قتادہؒ نے کہا کہ مراد کلمات سے قرآن ہے۔ بیضاویؒ نے کہا کہ ایک قراءۃ مین کلمتہ یعنے مفرد ہے پس مراد جنس ہے یعنے قرآن ہے۔ مجاہد و سدیؒ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے۔ کما فی قولہ وکلمتہ القاہا الی مریم الآیۃ۔ بیضاوی نے کہا کہ بنا برین یہ تعریض ہے یہود پر اور تنبیہ ہے کہ جو عیسیٰؑ پر ایمان نہ لایا وہ قابل مدح نہین بلکہ اسکا ایمان معتبر نہین ہے۔ پھر غایت و تتمہ فرمایا بقولہ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ۔ اور ایسے رسول کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ یعنے اس امید پر پیروی کرو کہ راہ حق پر ہو کر سعادت دارین و رحمت ابدی سے بسبب رضاے الٰہی ملجانے کے سرفرازی پاؤ۔ اور معنے اتباع کے یہ کہ جو کچھ رسول موصوف صلعم تمکو حکم فرماوے بجا لاؤ اور جس سے منع کرے وہ چھوڑو کیونکہ وہ بحکم الٰہی ہے بخلاف دیگر افراد اُمت کے کہ وہ اگر حکم خدا و رسول بیان کرین تو اس راہ سے کہ یہ حکم الٰہی عزوجل خواہ قرآن سے یا حدیث سے ہے ہمکو ماننا چاہیئے ورنہ انکی بات خلاف شرع ہرگز نہ ملے کیونکہ معصیت ہے اور معصیت خالق عزوجل مین کسی مخلوق کی پیروی نہین ہے۔ کما صح فی الحدیث۔ اگر کہا جاوے کہ اتباع رسول اللہ صلعم ضرور ہدایت ہے پھر بحرف لعلکم کیونکر فرمایا جواب دو وجہ سے اول آنکہ اوتعالے کی طرف سے لعل بمعنے تحقیق ہوتا ہے۔ دوم آنکہ بندون کے حق مین لعل بمعنے اُمید ہے پس تنبیہ ہے کہ جس نے رسول صلعم کی تصدیق کی مگر اتباع نہ کی تو ابھی وہ شخص خطاکاری مین پڑا ہے اور نیز تنبیہ ہے کہ عظمت و جلال الٰہی کے سامنے بیباکی سے بچو چنانچہ بدون تصدیق و اتباع رسول کے تو کچھ بھی اُمید نہین وہ تو قطعی جہنمی ہے اور بعد اتباع کے آدمی پر عظمت و جلال الٰہی کا خوف بھی غالب رہے اور ہر نماز مین راہ مستقیم کی ہدایت پر رہنے کی دعا مانگے ایسا نہو کہ درگاہ الٰہی سے مردود ہو کر خوار ہو جاوے ف فی العرائس قولہ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ تمکو خبر دینے والا ہون کہ اوتعالے عزوجل کی رضا ما اہل عرفان پر ہے اور جو لوگ مخلوق مین سے مریض ہین انکا طبیب مین ہون انکو راہ حقیقت بتاتا ہون اور بدعت سے گمراہون کو اپنی شریعت کا نور دکھلا کر نکالتا ہون۔

قال المترجم شیخ نے لطیف اشارہ کیا کہ ہر بدعت ضلالت و تاریکی ہے اس سے نور سنت نجات ہے۔ پھر بلاغت کے ساتھ حسن ذوالجلال والاکرام کا رسول ہے رعب و خوف و عظمت دلانے کو اسکے محامد کو بیان فرمایا بقولہ۔ الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ہو یحیی و یمیت ہر ضد و ند کی درگاہ کبریائی سے نفی کر دی یعنے مین ایسے ذوالجلال کا رسول ہون کہ اسکی درگاہ مین شریک کا نام بھی نہین اور وصف کیا کہ اسکی عزت و عظمت تمام آسمانون و زمین کو محیط ہے وہی عارفون کے دلون کو نور مشاہدہ سے زندہ فرماتا ہے اور وہی جاہلون مشرکون کا دلون کو تاریکی قہر سے موت دیتا ہے پھر مخلوق کو حکم دیا کہ اسکے رسول کو سچا مانکر اللہ تعالے و رسول پر ایمان لاوین بقولہ فآمنوا باللہ و رسولہ۔ یعنے اللہ تعالے پر ایمان رکھین اور اسکے رسول کی نبوت کو مشاہدہ کرین جسکی یہ صفت ہے۔ النبی الامی۔ جو ماسواے حق تعالے کے سب سے اُمّی ہے کہ خود نہین بلکہ باصطفاء الٰہی عزوجل اسی کے مشاہدہ مقدم مین ہے۔ الذی یؤمن باللہ وکلماتہ۔ جو قضاء و قدر الٰہی تعالے اُسپر جاری ہوتے ہین انپر خوب راضی خوش ہے اور جناب باری تعالے کے حضور مین اسکا قلب پاک حاضر تھا در اسرار ازل و ابد جو کچھ اسکو وحی ہوئے

Marfat.com

سب پر یقین رکھتا ہے۔ قال المترجم جو اخبار غیب اپنی اُمت سے فرمائے سب قطعی طور پر فرمائے اور وہ آخر وقوع مین آگئے اور اب بھی آتے جاتے ہین ازانجملہ یہ ہے کہ آخر زمانہ مین نصاریٰ سب قومون سے زیادہ بھرے ہوئے ہونگے۔ قال الشیخ پھر جب اپنے رسول پاک کو عمدہ وصف سے موصوف فرما کر معرفت رسالت عطا فرمائی تو تمام مخلوق کو اسکی متابعت کا حکم کیا تا کہ اسکے نور سے کشادہ راہ معرفت پاوین لقولہ واتبعوہ لعلکم تہتدون۔ اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو مفتاح خزائن معرفت ذات وصفات پاک عز اسمہ قرار دیا یعنے رسول کی اسطرح پیروی کرو کہ محبت کے ساتھ اسکی سنت پاکیزہ کی بدون مخالفت ورائے بدعت کے اقتدا کرو تا کہ تم صفات مین مشاہدہ ذات کے انوار پاؤ اور افعال مین تجلی صفات دیکھو اور یہ وصف ایسے بندگان اُمت کا ہے جنکی فطرت ولایت ہمجنس فطرت نبوت ورسالت واقع ہوئی ہے پس جب نور رسالت کا نور ولایت کو پہونچا تو مشاہدہ کے طرق معرفت انپر کھلتے ہین لیکن معرفت کی علت متابعت نہین ہے بلکہ متابعت کی علت معرفت ہے کیونکہ اسی سے معاملات پاکیزہ اور حالات شریفہ کی شاخین پھوٹتی ہین۔ قال المترجم مراد یہ ہے کہ اصل فطرت موافق عنایت ازلی کے جب معرفت وصلاحیت پر مقبول واقع ہوئی تو وہ متابعت رسول اللہ صلعم پر آمادہ ہوتی ہے ورنہ جسقدر کج ہوئی اسی قدر کجی کرتی ہے یہانتک کہ بالکل دائرہ سے خارج ہو کر کفر اختیار کرتی ہے مانند ابوجہل وغیرہ کے نعوذ باللہ من الضلالۃ۔ متابعت کرنا تو تکلیف ہے یعنے جس طرح بندہ اور کام کرتا ہے اسیطرح متابعت بھی کرتا ہے لیکن معرفت تشریف ہے یعنے ازل مین جسکو یہ شرافت ملی ہے وہی بجا لاتا ہے ورنہ سرکش بیحیا غلام کی طرح نہین مانتا حتی کہ آقا کبھی خشمناک ہو کر قتل کر ڈالتا ہے بالجملہ تکلیف تو اس جسم ظاہر کے واسطے ہے اور معرفت برائے ارواح ہے۔ حسین بن منصورؒ نے کہا کہ حق تعالے نے اپنے بندون کو جو تکلیف دی ہے وہ دو قسم کی ہے ایک تکلیف بوسائط اور دوم تکلیف بحقائق۔ پس قسم دوم مین معارف کی ابتدا اور بازگشت اسی کی طرف ہے۔ اور قسم اول مین ظہور معارف اسکے اسوائے سے ہے پس اسکی طرف وصول بھی نہین ہے پس انتہا معرفت مخلوق منتہائے معرفت اہل وسائط ہے اور کسی سے منتہائے معرفت مانند معرفت شہود حق عزوجل نہین ہوسکتی اور یہ سب اللہ تعالے عزوجل کیطرف سے مخلوق پر لطف ومہربانی ہے کیونکہ اللہ تعالے علیم وخبیر ہے کہ اسکی طرف کسی کو وصول نہین مگر اسی معرفت سے جو اسی کی طرف سے ہو۔ فافہم فانہ دقیق۔ پھر واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے جب قصہ سامری اور اسکے فعل سے بنی اسرائیل کا تزلزل بیان کیا تو پھر اسکے بعد آگاہ فرمایا کہ بنی اسرائیل مین سب ہی ایسے نہ تھے بلکہ اُنکے مخالف ایک قوم ہادی مہدی تھی۔ اور ابن ابی حاتم وفریابی وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ موسیٰؑ نے لوح مین پاکر کہا کہ اے پروردگار مین ایسی قوم پاتا ہون جنکی کتاب انکے سینون مین ہوگی یعنے حافظ ہونگے فرمایا کہ یہ اُمت تیرے بعد ہوگی یہ اُمت احمد صلعم ہے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار ایسی اُمت پاتا ہون کہ پانچ وقت نماز پڑھینگے اور جو گناہ اُنسے ان نمازون کے درمیان ہونگے یہی نمازین انکے لئے کفارہ بھی ہو جاوینگی فرمایا کہ یہ تیرے بعد اُمت ہے۔ آخر تک بمانند روایت قتادہؒ کے جو سابق مین مذکور ہو چکی ہے ذکر کر کے آخر مین ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ فضائل اُمت احمد صلعم جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی کہ اے پروردگار مجھے اُمت احمد صلعم کر دے پس اللہ عزوجل نے موسیٰؑ کو جو گوسالہ پرستون سے دل شکنی ہوچکی تھی اس کی رضامندی کے طور پر نازل فرمایا۔ قولہ تعالے

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۝

اور موسیٰ کی قوم مین ایک فرقہ راہ بتاتے ہین حق کی اور اسی پر انصاف کرتے ہین۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ اور موسیٰؑ کی قوم مین سے۔ أُمَّةٌ ایک اُمت ہے یعنے ایک جماعت ہے آدمیون کی کہ يَهْدُونَ ہدایت کرتے ہین

لوگون کو۔ بِالحَقِّ حق کے ساتھ۔ یعنے کلمہ حق کے ساتھ یا محقین یعنے درحالیکہ احقاق حق کرنے والے ہین۔ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ اور حق ہی
کے ساتھ عدل کرتے ہین یعنے اُس کے حکم مین عدل پر حق کے ساتھ چلتے ہین۔ مفسرین کے اس مقام پر دو قول ہین۔ اول آنکہ مراد اس قوم
سے بعض وہ لوگ ہین جو حضرت موسیٰ کے وقت مین تھے۔ اور دوم وہ لوگ یہود مین سے ہین جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین توریت پر چلنے
والے تھے اور اسی وجہ سے وہ لوگ آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم لیکن اس دوسری تقدیر پر
موسیٰ علیہ السلام کی رضامندی جو اثر ابن عباسؓ مذکورہ بالا مین ثابت ہے صرف اس بنا پر ہوگی کہ وہ قوم موسیٰ علیہ السلام سے تھی لیکن
جبکہ اُنھون نے حضرت عیسیٰؑ سے قبل اسلام لانے کے کفر کیا تھا تو وہ کچھ بھی قابل مدح نہ تھے۔ علاوہ برین وہ تھوڑے لوگ تھے اس قدر کثیر
نہ تھے کہ اُنپر لفظ اُمت اطلاق ہوا اور جواب دیا گیا کہ وہ لوگ بسبب اخلاص کے بطور مدح کے اُمت کہے جا سکتے ہین جیسا کہ زبان عرب کا
دستور ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان ابراہیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا الآیۃ۔ اور یہ لوگ اگرچہ حالت کفر مین لائق مدح نہ تھے مگر بعد اسلام
کے قابل مدح ہوئے۔ اور یہدون بالحق وبہ یعدلون سے یہ مراد ہے کہ قرآن مجید پر استقامت سے چلتے ہین اور مانند عادات یہود کے
رسوت و دروغ و بہتان و تحریف وغیرہ نہین رکھتے ہین پس یہ آیت بمانند قولہ من اہل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ آناء اللیل
وہم یسجدون۔ اور بمانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم الآیۃ۔ اور بمانند قولہ قالوا آمنا بہ انہ الحق
من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرہم مرتین الآیۃ۔ ہے پس کمال حرمت آنحضرت صلعم و قرآن مجید ہے کہ اسلام لانے پر انکو سابق
پر بھی اجر دیا اور شاید بھید یہ تھا کہ نصاریٰ مین سے فرقہ توحید گم ہوا اور شرک شدید و تحریف بعید مین پڑ گئے پس زمانۂ فترت مین جو یہود
موافق توریت کے توحید پر رہے وہ بعد اسلام کے ماجور ہوئے علاوہ برین شریعت عیسیٰ مین سوائے چند احکام کے باقی توریت سے منسوخ
نہین تھے اور مسئلہ توحید تو کسی طرح منسوخ ہو نہین سکتا لیکن نصرانیون کو تثلیث کے شرک پر پاکر اس سے زمانہ فترت والے منکر ہونے مین
معذور ہوے۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور قول اول کے واسطے کلام مابعد مؤید ہے اور نیز قرآن مجید کا طرز بیان ہے کہ بدکارون کی مذمت
کے ساتھ نیکوکارون کا بھی ذکر فرماتا ہے ایسے ہی یہان بھی بنی اسرائیل مین سے شک مین پڑ کر کافر ہو جانے والون کے بعد انکی صفت سے
برخلاف یعنے ایمان پر ثابت رہنے والون کا ذکر فرمایا اس تنبیہ کیواسطے کہ ہر زمانہ مین اہل حق و اہل باطل جمع رہے اور حق کو باطل سے
مزاحمت ہوتی رہی ہے اور یہ امتحان باری تعالےٰ کی حکمت لطیف ہے اور اس تقدیر پر صریح ہوا کہ بنی اسرائیل مین سب نے گوسالہ
نہین پوجا تھا اور پہلے بھی تنبیہ گزری کہ اُنمین نشر وہ تھے جو چھانٹے گئے علاوہ ازین اگر یوشع و کالب اسوقت موجود ہون تو قطعاً وہ
اُنمین شریک نہین ہو سکتے کیونکہ پیغمبر ہوئے ہین اور نبی کسیوقت بت پرست نہین ہو سکتا جیسا کہ سلیون کا اعتقاد صحیح ہے بخلاف
یہود و نصاریٰ کے جنکی موجودہ تحریف کی ہوئی گڑھی ہوئی توریت مین لکھا ہے کہ خود حضرت ہارونؑ نے وہ بچھڑا بنایا تھا نعوذ باللہ
من ذلک اور نصاریٰ بھی اسی کو مانے جاتے ہین اور یہ تو گویا کچھ بات ہی نہین بہرحال مقدمہ کی طرف رجوع کرو۔ اور بعض نے کہا کہ بعد
موسیٰ علیہ السلام کے ایک قوم انکی شریعت پر قبل تحریف توریت کے باقی تھی جو لوگون کو ہدایت کرتے تھے لیکن قوم بدکار اُنپر غالب آئی اور
بعد کے انبیاء علیہم السلام جو انکو توریت کے موافق ہدایت کرنے کو آتے تھے انکو قتل کیا اور تحریف کرنی شروع کی یہان تک کہ جی بھر کے تحریف
کرلی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام ابن جریرؒ نے یہان عجیب خبر لکھی ہے کما قال حدثنا القاسم حدثنا الحسین حدثنا حجاج عن ابن جریج رح
کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور کفر کیا اور وہ بارہ اسباط تھے تو اُنمین سے ایک سبط نے

Marfat.com

اس فعل ناپاک سے جوان سبھون نے کیا تھا بیزاری کی اور سخت نادم ہوکر اللہ تعالے عز وجل کی جناب مین توبہ کرکے مغفرت چاہی اور درخواست کی کہ ہمارے اور اس تمام قوم کے درمیان جدائی کردے پس اللہ تعالے نے انکے واسطے زمین مین ایک سرنگ کھولدی وہ لوگ اسمین چل نکلے یہانتک کہ صین کے اُس پار نکلے پس وہ لوگ وہان دین توحید پر مسلمان ہین اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین ابن جریج نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہی ہے اللہ تعالے کا قول فاذا جاء وعد الآخرۃ جئنا بکم لفیفا۔ الآیۃ اور وعد الآخرۃ وہ نزول عیسی ابن مریم علیہما السلام ہے اور ابن جریجؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس سرنگ مین ڈیڑھ سال تک چلتے رہے اور ابن عیینہ نے صدقۃ ابی الہذیل کے واسطے سے سدیؒ سے روایت کی کہ وہ ایک قوم ہے کہ تمہارے اور انکے درمیان ایک نہر از شہد ہے۔ ہکذا ذکرہ الحافظ ابن کثیرؒ فی تفسیرہ ولم یتکلم علیہ غیر انہ قال خبر عجیب۔ اور اس قصہ کو ایک جماعت مفسرین نے بدون اسناد ذکر کیا ہے اور معالم وغیرہ مین یہ بھی لایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ شب معراج مین جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کو ان لوگون کی طرف لے گئے پس آنحضرت صلعم نے ان لوگون سے باتین کین تو جبرئیلؑ نے کہا کہ تم یہ پہچانتے ہو کہ کس شخص سے باتین کرتے ہو۔ بولے کہ نہین تو جبرئیلؑ نے فرمایا کہ یہی محمد رسول اللہ نبی اُمّی ہین پس سب کے سب آنحضرت صلعم پر ایمان لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم سے موسی علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ جو کوئی تم مین سے احمد صلعم سے ملے انکو میرا سلام پہونچاوے پس آنحضرت صلعم نے انکو اور موسیٰؑ کو سلام کا جواب دیدیا پھر انکو قرآن مجید سے دس سورتین سکھلائین جو آپ پر مکہ مین نازل ہوئی تھین اور نماز و روزہ کے سوائے کوئی فریضہ اسوقت نازل نہوا تھا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہین اور وہ لوگ سنیچر کی تعظیم کرتے تھے پس انکو حکم دیا کہ جمعہ کی جماعت کیا کرین اور سنیچر کو چھوڑین اور باہم ظلم نہ کرین اور حسد نہ کرین جہان یہ لوگ ہین کوئی ہم مین سے انکی طرف نہین پہونچتا اور نہ انمین سے کوئی ہم تک پہونچتا ہے خطیبؒ نے سراج مین کہا کہ بعض محققین نے فرمایا کہ یہ قول ضعیف ہے اگرچہ امام بغوی نے اسکو صحیح کہا ہے اور ضعیف ہونے کی کئی وجہین ہین۔ اول آنکہ حضرت صلعم نے انکو دس سورتین سکھلائین حالانکہ آپ پر اس سے زیادہ نازل ہوئی تھین دوم آنکہ نماز تو مدینہ مین فرض ہوئی ہے پھر قبل فرضیت کے کیونکر انکو حکم دیا سوم آنکہ شب معراج مین جبرئیل علیہ السلام کا آپ کو وہان لیجانا کسی حدیث صحیح مین وارد نہین ہوا اور نہ کسی نے ائمہ حدیث سے روایت کیا چہارم آنکہ انمین سے کوئی ہم تک نہین پہونچتا اور نہ ہم مین سے ان تک تو یہ خبر کیونکر معلوم ہوئی۔ اگر کہا جاوے کہ یاجوج ماجوج کی خبر ہمکو پہونچی اور ہماری خبر انکو نہین پہونچی تو جواب دیا کہ ہم نہین مانتے کہ ہماری خبر انکو نہین پہونچی ہکذا ذکرہ فی السراج اور مترجم کہتا ہے کہ وجوہ تضعیف خود ضعیف ہین۔ جواب وجہ اول آنکہ زیادہ سورتین نازل ہوئین لیکن انکو دس ہی سکھلائین بقدر کفایت اور اسمین کوئی خرابی نہین ہے جواب دوم آنکہ فرضیت نماز شب معراج مین ہے جیسا کہ حدیث معراج مین ثابت ہے پس شاید واپسی مین یہ قصہ ہو علاوہ برین تحقیق یہ ہے کہ دو رکعت مکہ مین فرض تھی چنانچہ آیت الوضوء کا مکیہ ہونا اسپر دلیل ہے اور اس خبر مین پنجوقتی ہونے کی تصریح نہین اور رخصت فی السفر کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اسکی مصرح ہے اور جواب سوم آنکہ عدم ورود حدیث و عدم روایت ائمہ سے نفی نہین ہو سکتی جیسا کہ اصول حدیث مین متقرر ہو چکا۔ جواب وجہ چہارم آنکہ کسی کے نہ آنے جانے سے خبر معلوم نہونا لازم نہین غایت آنکہ خبر مرسل ہوگی۔ اعتراض یاجوج ماجوج واردہی نہین بلکہ مؤید ہے کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ مین اسکی خبر وارد ہے اور اگر بدون آمد و رفت کے ہماری خبر انکو پہونچی جیسا کہ مجیب کی غرض ہے تو بھی مؤید ہے لیکن شاید یہ سہو خطیبؒ ہے سوال کو برعکس کر دیا یعنے ہماری خبر انکو پہونچی ہے اور جواب یہ کہ پہونچنا کہان سے معلوم ہوا بلکہ نہین پہونچی ہے واللہ اعلم۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ وجوہ بر تقدیر تسلیم فقط

اس روایت زیادہ شدہ پر وارد ہین اور جسقدر شیخ ابن جریرؒ نے روایت کیا اسپر یہ وجوہ وارد نہین جیسا کہ ظاہر ہے اور اسناد ابن جریر
مین مضائقہ نہین کیونکہ بدرجہ حسن نہو تو بمرتبہ لاباس بہ ہے کیونکہ رواۃ اسناد اس سے نازل نہین ہین۔ کما لایخفی علی من مارس الفن۔ ولیکن
یہ خبر عجیب و غریب ہے لہذا اولی جواب موافق اصول کے یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ تفسیر کرنا اگر حدیث یا اثر سے ہو تو ایسی حالت مین کوئی
خبر قطعی ہونی چاہیے جسکی انتہا روحی کیطرف ہو اور یہان ایسا نہین ہے پس اس خبر سے آیت کی تفسیر نہین ہوسکتی ہے پس مختار اس آیت
کی تفسیر مین وہ ہے جو بعض محققین نے کہا کہ آیت کریمہ مین دو احتمال ہین یا تو اس قوم سے مراد ایسی قوم ہین کہ دین موسیٰ علیہ السلام مین انکی
قوم کے ہاتھون تحریف و تبدیل و تغیر واقع ہونے سے پہلے وہ لوگ دین توریت پر مضبوط مستقیم تھے یہان تک کہ اسی حال پر مر گئے اور یا
ایسی قوم کے حق مین ہے جو زمانہ آنحضرت صلعم مین آپ پر ایمان لائے اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ کے کلام کا میلان وجہ دوم کی طرف
ہے اور دیگر مفسرین کا میلان بوجہ اول ہے خواہ وجہ اول مین حضرت موسیٰ کے زمانہ مین موجودہ لوگ ہون یا انکے بعد ہون اور کلام الٰہی
اس سے زیادہ مرتبط ہے واللہ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ من قوم موسیٰ امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون۔ اللہ تعالیٰ نے قوم موسیٰ علیہ السلام
مین سے ایک امت کا وصف کیا جنکو وہی فضل پہونچا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوا تھا یعنے خطاب حق سبحانہ تعالیٰ کی سماعت جس سے
اُنکے دلون کے کان کھل گئے اور انکی ارواح کو کشف نورانی حاصل ہوا اور اُنھون نے اللہ تعالیٰ کو بفضل الٰہی پایا اور اسکی صفات
سے بقدر مشیت متصف ہوئے چنانچہ فرمایا یہدون بالحق۔ ہدایت صفت الٰہی ہے یعنے بندون کو نور الٰہی نہ بذات خود اللہ تعالیٰ کی طرف
ہدایت کرتے ہین اور وہ لوگ حق پر قائم ہین نہ بطور اندھے پن اور غلطی و ظنون و حظوظ نفس کے۔ وبہ یعدلون۔ اسی کے عدل سے انصاف
کرتے ہین خلق کے درمیان حق کے واسطے نہ اپنے نفوس کے واسطے یعنے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اسکے صفات سے متصف ہوتے ہین ان کو
راہ الٰہی مین کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہین ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء بعض مشائخ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ مخلوق کو راہ حق پر
دلالت کرتے ہین اور خود اسی راہ چلتے ہین۔ قال المترجم شیخ نے یہ اختیار کیا کہ یہ قوم زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مین تھی بلکہ ظاہر اشعار ہے
کہ وہی شیر بزرگ تھے جنھون نے کلام باری تعالیٰ بھی سنا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہود و نصاریٰ و اسلام کے فرقے مختلف ہو جانے
اور ایک فرقہ نجات یافتہ ہونے کی روایت مین ہے کہ پھر یہود مین سے وہ فرقہ نجات یافتہ ہے جسکی نسبت فرمایا۔ ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون
بالحق وبہ یعدلون پس یہ فرقہ ناجی ہے اور نصاریٰ مین سے فرمایا۔ ومنہم امۃ مقتصدۃ۔ پس یہ فرقہ ناجی ہے اور اسلام مین فرمایا۔ وممن
خلقنا امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون پس یہ فرقہ ناجی ہے۔ رواہ ابو الشیخ وابن ابی حاتم۔ اور یہ اثر دلالت کرتا ہے کہ فرقہ مذکور اس امت کے
ہر زمانہ مین موجود ہوگا خصوص بروایات دیگر جو اس معنے کی طرف ملمی ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ قوم موسیٰ بارہ طرق پر معرفت شریعت پر تھی بعولہ

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ

اور بانٹ کیا انکو جنے کئی فرقے بارہ دادون کے پوتے اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو جب پانی مانگا اُس سے اُسکی قوم نے کہ مار

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ

اپنی لاٹھی سے یہ پتھر تو پھوٹ نکلے اُس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر لوگون نے اپنا گھاٹ اور سایہ کیا ہم نے اُنپر

الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

ابر کا اور اُتارا اُنپر من اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزین جو جو روزی دین تمکو اور ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا

اپنا برا کرتے رہے اور جب حکم ہوا انکو کہ بسو اس شہر میں اور کھاؤ اسمین جہان سے چاہو اور کہو

حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

گناہ اُترے اور پیٹھو دروازے مین سجدہ سے تو بخشین ہم تمھاری تقصیرین آگے اور دینگے نیکی والون کو سو بدل لیا بے انصافون نے

مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝ ع ۲۰ ۵ ۱۰

اُن مین سے اور لفظ سوا اسکے جو کہہ دیا تھا پھر بھیجا ہم نے اُنپر عذاب آسمان سے بدلا اُنکی شرارت کا

یہ قصہ بسیاق لطیف سورہ بقرہ مین جو مدنیہ ہے گذر چکا اور یہان باین سیاق سورہ مکیہ مین آیا ہے اور فرق عنقریب بیان ہوگا۔ وَقَطَّعْنٰهُمُ۔ اے فرقنا بنی اسرائیل۔ ہم نے تفریق کر دیا بنی اسرائیل کو۔ قال البیضاوی اے صیرناہم قطعا تمیز بعضہم عن بعض یعنے قطعہ قطعہ گردان دیا ہم نے بنی اسرائیل کو کہ بعض متمیز از بعض تھے اثْنَتَيْ عَشْرَةَ حال واقع ہے و قال البیضاوی یا تقطیع کا مفعول دوم ہے کیونکہ وہ متضمن معنے تصییر ہے اور تانیث اسمین اسوجہ سے کہ اُمت پر یا قطعہ پر محمول ہے اور مراد اُمت سے تمام اُمت موسیٰ علیہ السلام ہے نہ وہ لوگ جنکے حق و عدل پر ہونے کی تعریف گذری ہے حاصل آنکہ ہم نے بنی اسرائیل قوم موسیٰ کو بارہ ٹکڑے کردیا۔ اَسْبَاطًا۔ بدل از تمیز عشرۃ ہے اور جمع سبط ہے اسیواسطے تمیز نہین ہو سکتا کیونکہ ماورائے عشرہ کے تمیز مفرد آتی ہے پس بدل ہے اسیواسطے جمع فرمایا اور بیضاوی نے کہا کہ اسکو تمیز بھی باین تاویل کہا جا سکتا ہے کہ بارہ فرقے مین سے ہر فرقہ اسباط تھا یعنے بقوت جمع تھا اسلیئے کہ ہر سبط ایک بڑا بھاری گروہ تھا اور ہر ایک کی خواہش دوسرے گروہ کے برخلاف بھی قریب تھا کہ باہم متفق نہون پس اسباط گویا بمنزلہ لفظ قبیلہ کے ہے گویا یون کہا اثنی عشرۃ قبیلۃ۔ اُمَمًا بر تقدیر اول بدل از اسباط ہے اور بر تقدیر ثانی بدل بعد بدل یا نعت اسباط ہی قالہ الزمخشری و تبعہ البیضاوی مگر مشہور مذہب نحاۃ یہ ہے کہ بدل سے بدل لانا نہین جائز ہے پس اولی یہ ہے کہ صفت قرار دیا جاوے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ یعنے مقام تیہ مین گرفتار ہوکر جب پانی مانگا تھا اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ایک پتھر مین عصا مار بعض نے کہا کہ وہ پتھر تھا جو کپڑے لیکر بھاگا تھا اور بعض نے صخر بیت المقدس کہا اور اقوال دیگر ہین۔ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا اے فضربہ فانبجست منہ۔ یعنے وحی ہوئی پس موسیٰ نے مارا تو منفجر ہوئین اس پتھر سے بارہ نہرین بتعداد اسباط کے جو بارہ اولاد یعقوب علیہ السلام کی اولاد بڑے بڑے گروہ تھے۔ اولاد کی اولاد سبط کہلاتی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ فضربہ حذف کیون ہوا قال البیضاوی اس ایمار کے واسطے کہ وحی کے بعد تعمیل کرنے مین موسیٰ علیہ السلام نے کچھ توقف نہین کیا حتی کہ گویا بعد وحی کے جاری ہوگئین اور اس تنبیہ کے واسطے کہ نہرون کا جاری ہونا موسیٰ علیہ السلام کی ضرب اعصا پر بالذات موقوف نہ تھا کہ بدون اسکے جاری نہون بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اسکا صدور ہونا موسیٰ علیہ السلام پر کرامت و معجزہ تھا اور بنی اسرائیل کے حق مین بھلائی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرکے راہ پاوین۔ سورہ بقرہ مین بجائے فانبجست کے فَانْفَجَرَتْ ہے۔ جوہری نے کہا کہ عرب بولتے ہین بَجَسْتُ الماء فانبجس یعنے فجرتہ فانفجر پس انبجاس اور انفجار کے ایکسا ہی معنے ہوئے اور وہ کثرت و وسعت سے دھارا چلنا۔ اور عمرو بن العلاء وغیرہ نے کہا کہ انفجار بکثرت ہے اور انبجاس بقلت ہے پس حاصل یہ ہے کہ پہلے قلت کے ساتھ بہا پھر کثیر ہوگیا جیسے بھاری نہرین ہوتی ہین پس سورۂ بقر مین شمار نعمت کثیرہ ہے یہان بیان کفران نعمت قوم ہے قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ اناس اسم جمع ہے واحد اسکا انسان ہے بعض نے کہا کہ اسکی جمع تکسیر ہے

Marfat.com

اور اطلاق انسان کا مرد و عورت لڑکا لڑکی واحد جمع سب پر ہوتا ہے اور کبھی ہمزہ اناس خلاف قیاس براہ تخفیف حذف ہوتا ہے کما فی قولہ
قل اعوذ برب الناس۔ اور مراد کل اناس سے ہر سبط ہے اور مشرب جائے شرب ہے یعنے ہر سبط نے ایک ایک چشمہ اپنا پہچان لیا بدون شرکت
غیر کے۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ اے جعلناہ ظلالاً علیہم فی التیہ یعنے تیہ مین ہم نے انپر ابر کے سایبان کر دیے کہ جہان جاتے انکے ساتھ چلتا
اور جہان ٹھہرتے ٹھہر جاتا اور حرارت آفتاب سے انکو بچاتا بدون سردی کے۔ اور یہ عجیب نعمت تھی۔ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ
ترنجبین و پرند سمانی بضم اول وتخفیف میم بالف مقصورہ۔ کہتے ہین کہ سمانی آواز رعد سے مرجاتے ہین اور انکا کھانا سخت دلون کو نرم کرتا ہے
كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ اے وقلنا لہم کلوا من طیبات۔ مَا رَزَقْنَاكُمْ اور کہا ہم نے انکو بطور تشویق و وسعت عیش کے نہ بطور امر وجوب کے کہ
کھاؤ طیبات پاکیزہ و خوشگوار اس چیز سے جو ہم نے تمکو رزق دیا۔ یہ بھی عجیب نعمت ہے کہ بلا مشقت اس فانی زندگی مین یون رزق ملے پس
وہ لوگ ناشکری سے نہ مانے اور اکتائے اور کہنے لگے کہ ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہین ہو سکتا اور مسور و پیاز و لسن وغیرہ مانگنے لگے پس
اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ سورہ بقرہ مین اسکی تفسیر گذری ہے۔ وَإِذْ قِيلَ اے واذکر اذ قیل
لَهُمُ اسْكُنُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ یہان ساکن رہنے کو فرمایا اور سورہ بقرہ مین ادخلوا یعنے داخل ہونے کا بیان مذکور ہے اور قریہ
بیت المقدس ہے یا اریحا وقد سبق فی البقرۃ۔ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ یہان حیث ظرفیہ ہے اور سورہ بقرہ مین رغدا بھی مذکور ہے۔
وَقُولُوا حِطَّةٌ وقولوا امرنا حطۃ۔ یعنے ہم پر سے ہمارے گناہ حط کر دے اُتار دے۔ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اے ادخلوا باب القریۃ ساجدین
بسجود انحناء۔ اور داخل ہو قریہ مذکور کے دروازہ مین بطور خمیدہ قامت کے سجدہ کرتے ہوئے اسلیے کہ پیشانی زمین پر رکھکر داخل ہونا چلنا متعذر
ہے معنے انکو حکم دیے گئے کہ حطۃ کہنے کو اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کو جمع کرین۔ پس جب ایسا کرینگے تو جواب امر یہ ہے کہ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ
یہ جمہور کی قراءۃ بروزن ذبیحات ہے اور ابو عمرو کی قراءۃ خطایاکم بروزن قضایا۔ ہے اور نافع وابن عامر کی قراءۃ مین تغفر بصیغہ مجہول
بالتاء اور خطیئاتکم۔ اسکا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور سورہ بقرہ مین مانند قراءۃ ابو عمرو ہے یعنے بخشدینگے ہم تمکو تمہارے گناہ سَنَزِيدُ
الْمُحْسِنِينَ بالطاعۃ ثوابا۔ یعنے محسنین بالطاعۃ کو ثواب بڑھا وینگے۔ یہ فضل لطیف ہے کہ اسی فرمانبرداری سے انکو احسان کا مرتبہ جو اعلی
درجہ کی طاعت ہے عطا فرمانے کا اور اسپر ثواب مزید از عفو خطیئات کا وعدہ فرمایا تھا مگر ان لوگون نے شرارت کی۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا
مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ گویا ان لوگون کو اپنی خطا مین معاف ہونے اور مزید ثواب کی پرواہ نہ تھی اور احکام کو کھیل سمجھتے تھے
اور جو بات کہ بمنزلہ حاصل کے تھی اسپر بے صبری سے اور دعا مانگی یعنے جو کرلے وکہنے کو کہا گیا تھا اسکو تبدیل کر کے یون کیا کہ بجائے سجود انحنا
کے چوتڑون کے بل گھسٹنے لگے اور زبان سے حبۃ فی شعرۃ۔ کہنا شروع کیا۔ یعنے بالیون مین گیہون کے دانہ بھرے ہوئے ہمکو دیدے پس انپر رجز یعنے
عذاب اُترا اور وہ وبا و طاعون تھی کہ بدن پر آبلہ پڑے اور مرے حتی کہ ہزارون مر گئے چنانچہ فرمایا۔ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ
بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ یہ قصہ سورہ بقرہ مین بھی گذرا اور بیان تفاوت الفاظ یون ہے کہ وہان فرمایا واذ قلنا ادخلوا ہذہ القریۃ۔ یہان
فرمایا اسکنوا ہذہ القریۃ۔ معنے یہ کہ داخل ہو کر اسمین ساکن رہو پس سکون کے واسطے اول داخل ہونا ضرور ہے۔ وہان ہے فکلوا منہا یہان ہے
وکلوا۔ پس داخل ہونے کے واسطے فاء تعقیب مناسب ہے کہ حالت مقتضی ہے کھانے شئ مرغوب کی بعد داخل ہونے کے بخلاف سکون کے کہ سکونت
حالت استمراری ہے جب چاہے کھاوے لہذا واو مناسب ہے۔ وہان رغدا فرمایا یہان نہین۔ کیونکہ بعد داخل ہونے کے کھانا بوسعت و فراخی
زیادہ لذیذ ہے بخلاف حالت استمراری کے لہذا یہان ترک ہوا۔ وہان ہے ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ۔ یہان تقدیم وتاخیر ہے پس مقصود لیس ہے

تعظیم امر الٰہی تعہ ہے تقدیم وتاخیر سے حالت یکسان ہے کیونکہ تقدیم وتاخیر کو معنے سے تعلق نہین ہے۔ وہان ہے خطایاکم ۲ اور یہان خطیئاتکم۔ اشارہ ہے کہ گناہ خواہ تھوڑے ہون یا بہت ہون اس دعاوتضرع سے مغفور ہوجاوینگے۔ وہان ہے وسنزید المحسنین بواؤ اور یہان بدون واو ہے۔ کیونکہ او تعالے عزوجل نے غفران عموماً اور مزید برائے محسنین خصوصاً وعدہ فرمایا اور حذف واو سے کچھ خلل نہین گویا کہنے والے نے کہا کہ بعد غفران کے کیا حاصل ہوگا تو کہا گیا کہ سنزید المحسنین۔ وہان ہے انزلنا۔ یہان ارسلنا۔ پس ایک بمقام دیگر ہے یا انزال شعر کثرت نہین اور یہی ابتدا مین ہوا پھر اسمین کثرت ہوئی پس ارسلنا سے تعبیر فرمایا جو اسکو شعر ہے اور نظیر اسکی انبجست وانفجرت مذکور ہوچکی ہے۔ وہان ہے یفسقون اور یہان یظلمون۔ کیونکہ تبدیل وتغییر سے جب اپنی جانون پر ظلم کیا تو طاعت الٰہی سے خارج ہوکر فاسق بھی ہوے پس دونون حالتون کو ذکر کرکے انمین ہردو امر موجود ہونے پر تنبیہ فرمائی ہے وتمام علم اسمین اللہ تعالیٰ عزوجل کو ہے ہذا ملخص ما قال الرازی وغیرہ ف او تعالے عزوجل نے بیان فرمایا کہ قوم موسیٰ کے واسطے طرق معارف مین سے بارہ راستہ تھے بقولہ وقطعناہم اثنتی عشرۃ اسباطا امما۔ اور موسیٰ کا پتھر کو بغرض کشایش چشمہاے آب معرفت کے مقام مین اشارہ ہے کہ مشارب الوہیت انکے دلون کے واسطے کشادہ ہوے کما فی قولہ واوحینا الی موسیٰ اذ استسقاہ قومہ الآیۃ۔ اشارت ہے کہ دست احدیت نے عصاے عنایت سے سنگ ازل پر مارا جس سے ارواح موحدین وقلوب عارفین وعقول عاشقین واسرار شائقین وہمم محبین اور قلب موقنین وخواطر مکاشفین وصدور مشاہدین وعلوم سالکین ونیات صادقین ومزار انوار راضین ووجود المریدین کیواسطے بحر قدم وادلیت سے بارہ چشمہ صفات خاصہ کے اہل عیان کی معرفت کیواسطے جاری ہوئے از انجملہ عین القدم اور وہ مشرب ارواح موحدین ہے از انجملہ عین البقاء وہ مورد قلوب عارفین ہے از انجملہ عین الجمال اور وہ مورد عقول عاشقین ہے از انجملہ التجلی الدیہ یعنی تجلی اس صفت خاصکی جو وجہی کما فی قولہ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام یہ مشرب اسرار شائقین ہے از انجملہ عین الجلال وہ مشرب ہمم المحبین ہے۔ از انجملہ عین القدرۃ وہ مشرب دلہاے موقنین ہے از انجملہ عین العلوم وہ مشرب خواطر المکاشفین ہے از انجملہ عین صفت السمع وہ مشرب صدور مشاہدین ہے۔ از انجملہ چشمہ صفت بصر وہ مشرب علوم سالکین ہے از انجملہ چشمہ کلام الازلی وہ مشرب نیات صادقین ہے۔ از انجملہ چشمہ ارادت قدیمہ وہ مشرب انوار راضین ہے از انجملہ چشمہ حیات قدیمہ وہ مشرب وجود مریدین یعنے اہل ارادت کا گھاٹ ہے۔ انفجار چشمہ قدم برائے ارواح موحدین ہے کیونکہ قدم تو اصل الاصل و ماہیۃ عین الکل ہے اسی سے موحدین کے لئے انوار توحید کا انفتاح ہے اور کوئی موحد درجہ حقائق توحید کو نہ پہونچیگا جب تک اسکو بحر قدم سے زلال حقیقت کا جام فضل پینا نصیب ہنو اور یہ نوش ان ارواح کو حاصل ہوتا ہے جو قدم مین بقوت بازوے قدم پرواز کرتی ہین اور یہ ارواح اس دریا سے کبھی الگ نہین ہوتی ہین کیونکہ حیات ابدی انکی اسی سے ہے اور دیگر صفات کی طرف بھی نہین جاتی ہین الا ماشاء اللہ تعالے۔ انفتاح چشمہ بقاء تو وہ قلوب عارفین کے لیے ہے کیونکہ جمیع صفات کا مجمع وہی ہے یعنے آنکہ وصول اس مقام پر ہونا تمام صفات سے وصول ہے اور یہ اصل دوم ہے اور یہین سے کشف صفات وشہود انوار الذات جلت کبریاؤہ حاصل ہوتا ہے اور کوئی عارف درجہ معرفت کو نہین پہونچتا جب تک کہ جام زلال البقاء نوش نہ کرے خواہ بصفت سکر یا بصفت صحو اور بقاء کے واسطے جسکا شکر جسقدر زیادہ ہوا اسیقدر وہ صحو مین بڑھا ہوا ہے کیونکہ یہی بقاء موجب تمکین ہے اور جو بندگان عارف یہان پہونچے وہ کسی اور طرف التفات نہین کرتے ہین کیونکہ انکے قلوب اس بحر ناپید اکنار مین غرق ہوتے ہین اور بحر بقاء انکے واسطے ثابت ہے جسکا کنارہ نہین ہے پس ہر دم انکو پیاس زیادہ ہے اور ہر لحظہ عجیب وغریب مقامات مین وصول ہے کہ اسکو اللہ تعالے ہی کا علم پاک نامتناہی محیط ہے۔ رہا انفتاح عین الجمال تو وہ عقول عاشقین کے لئے ہے کیونکہ جمال موجب عشق ہے اور کوئی عاشق بدرجہ عشق فائز نہین ہوتا مگر جبھی کہ جمال حق عزوجل جو وہم وخیال سے باہر ہے اس کو

Marfat.com

دیدار نصیب ہوا ہو اور یہ عقلین جنپر عوام نازان ہین اس مقام مین دیوانہ وار ہاتھ پاؤن مارتی ہین اور خود اسکو کبھی سکون نہین اور اس کی لذت سے کسی مقام کی طرف رجوع نہین ہے رہا انجاس اللہ عین التجلی یعنے تجلی وجہ پاک ذوالجلال والاکرام وہ اسرار شائقین کے لئے ہے۔ قال المترجم وجہ سے صفت ذات قدیمہ مراد ہے اور نعوذ باللہ یہ معنے نہین کہ چہرہ بمانند چہرہ مخلوق یا ایسے معنے جو انسان کے وہم وخیال مین سما دین بلکہ ائمہ صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم وحضرات تابعین وتبع تابعین ومحققین متکلمین وحضرات صوفیہ کرام سب متفق ہین کہ قولہ تعالے ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ اور قولہ بل یداہ مبسوطتان۔ اور قولہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ وغیرہ آیات مین وجہ وید وغیرہ سے صفات ذاتیہ قدیمہ مراد ہین اور جیسے علم وکلام وارادہ وغیرہ صفات باری تعالے وہم وخیال وقیاس سے باہر ہین ایسے ہی یہ صفات بھی ہین اور یہ بحث سابق مین گذر چکی ہے اور شیخ ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء نے ائمہ اولیاء مانند حضرت جنید وقطب عارف وغیرہم سے روایات باسناد صحیحہ پیش کی ہین کہ ان سب کا یہی قول ہے کہ یہ صفات قدیمہ ہین جو وجہ وید وغیرہ سے تعبیر ہین اور وجہ تعبیر سے او تعالے دانا تر ہے اہل ایمان کا طریقہ یہی ہے کہ او تعالے عزوجل کی ذات وصفات پر اسطرح ایمان لاوین کہ او تعالے پاک برتر جامع صفات کمالیہ منزہ از وہم ونقص وعیوب ہے اور کسی چیز سے مانند ومشابہ نہین بلکہ کسی وہم وخیال وقیاس کو اس تک رسائی نہین اور جس شخص کا وہم وخیال کچھ تصور کرے وہ اسکا خیال خام ہے وہ اپنے تصور سے توبہ کرے اور او تعالے پر ایمان لاوے ؎ لے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ٭ وزہر چہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم ٭ دفتر تمام گشت وبپایان رسید عمر ٭ ماہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم ٭ اب کلام شیخ کی طرف وہم وخیال چھوڑ کر رجوع کرو کہ انفتاح عین تجلی الوجہ سبحانہ تعالے اسرار شائقین کے لئے ہے کیونکہ یہ سکر عشاق کا سبب ہے ان انوار کے دیدار سے یہ اسرار مست سکر ہو کر تا ابد پیمانہ ہین کے ساتھ کبھی اس شرب سے بجانب دیگر رجوع نہین لاتے ہین کیونکہ جملہ مقامات وحالات سے شوق لذیذ ترین احوال ہے اور عارفان منزل شوق مین سے کوئی بدون دیدار تجلی الوجہ سبحانہ کے اس مرتبہ کو نہین پہونچتا ہے۔ انفتاح عین الجلال برائے اہم المحبین ہے کیونکہ جلال ان ہمتون کا شرب ہے جو انکو دو سمندرون مین ڈالتا ہے ایک بحر ہیبت اور دوم بحر اجلال پس اجلال سے انپر خوف چھا جاتا اور ہیبت سے حیا رطاری ہو جاتی ہے اور محبین کی صفات مین سے یہ دونون صفتین اخص ہین لو صفت جلال شامل بصفت جمال ہے اور جلال مین انکو جمال ظاہر ہوتا ہے اسیواسطے یہ ہمتین اوقات ظہور جلال مین فنا ہونے سے باقی بلکہ بصفت جمال راحت یافتہ ہوتی ہین اور جس محب کو مشاہدہ جلال نہین حاصل ہوا وہ درجہ محبت مین بروجہ کمال نہین پہونچا اور یہ ہمتین اس شرب جلال سے گاہ گاہے بذات خود منصرف ہو کر محل جمال کیطرف جاتی ہین تاکہ نور شوق وعشق کو اقتباس کرین اسلیئے کہ جلال وجمال دونون کا مصدر ایک ہی چشمہ نور ہے اگرچہ وجہ تجلی وتاثیر مین تفاوت از راہ محل تجلی وظہور ہے۔ رہا انفجار عین القدرۃ تو وہ فواد مومنین کے واسطے ہے قال المترجم واضح رہے کہ یہ وہم کرنا خطا ہے کہ مومنین وہ ہین جنکو یقین کامل حاصل ہے کیونکہ ایمان نام یقین کا ہے جب تک یقین کامل نہو تب تک ایمان ہی ندارد ہے پھر درجہ ولایت وتقرب کا کیا ذکر ہے بلکہ مومنین انکو باعتبار مافوق مرتبہ ایمان کے بنظر فواد کہا جاتا ہے وہ حاصل آنکہ اہل ایقان پر تجلی آثار قدرت ہوتی ہے۔ قال الشیخ پس اس تجلی سے مومنین کے انوار ایقان زیادہ ہوتے ہین اور اسیواسطے او تعالے جل جلالہ نے فرمایا وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ اور شرب اسکا بسواقی آیات وافعال در حد التباس جاری ہے یعنے یہ صفت آسمان وزمین کی اشیاء مین افعال خاصہ کے پردہ کے ساتھ جاری ہے پس نور افعال مودی بدان جانب ہے اور نفس صفت بدون آیات کے بھی تجلی ہے پس جب نظر مین التباس سے اخلاص ہوا اور مظہر سے ظاہر کی طرف انتقال ہوا تو وہی عرفان ہے اور جب صرف وخلوص نہو تو موجب

ایقان ہے وقال المترجم واضح رہے کہ موقنین جنکو کہا جاتا ہے مراد وہ لوگ ہین کہ دوران ایقان مین اور اسی احاطہ و دائرہ مین اس صفت پر ہون پس درحقیقت موقنین انکو مجازاً کہتے ہین کیونکہ وہ ایقان کی راہ مین ہین اور جب اس حد کمال کو پہونچ گئے تو درحقیقت وہ مرتبہ ایقان ہے اور وہ مترادف عرفان باین معنے ہے اور عرف شرع مین اسکو احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہان سے ظاہر ہوگیا کہ آیہ کریمہ مین لیکون من الموقنین بر معنے ثانی ہے نہ بمعنے اول یعنے تاکہ مرتبہ عرفان کو پہونچے ہوئے بندون مین سے ہوجاوے اور وہ محل تمکین ہی۔ فافہم۔ وقال الشیخ جب تجلی بدیدار آیات بقدرت صرف نہو تو موجب ایقان ہے اور موقن کسطرح موقن ہوسکتا ہے جب تک کہ اسکے فواد کو اس ہر دو زلال سے جام وصال میسر نہوا ہو اور فواد موقنین اس سلسبیل قدرت کے نوش شربت سے حالت ہیمان مین ہوتے ہین اور یہان سے پھرتے نہین مگر جبھی کہ سیر ہوکر قوت طیر بجانب مقامات علیہ مانند شہود العین وصفات دیگر حاصل کرین پس یہ اس مرتبہ مین وہ بصفت ترقی ہوتے ہین کیونکہ اشیاء مین تاثیرات قدرت بوصف تغایر ہین اگرچہ عین صفت قدرت بذات خود ہر تلوین سے پاک و منزہ ہے قلت الا تری الی تاثیر القدرة فی الانسان فانہ علی اشرف تفضیل مما سواہ من الاکوان وفی الرسل علی شرف الکمال من غیرہم وفی افضل الرسل اکمل من غیرہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ فان قلت قد اردت تاثیر القدرة بالایجاد بساطة او ترکیبا وقد اختلف فی الاتحاد قلت مناقشة من داب المتفلسفة فلا التفت الیہا تامل۔ رہا الفتاح عین العلوم الازلیہ تو وہ خواطر مکاشفین کے لیئے ہے کیونکہ اسرار غیوب بلباس علوم اہل کشف کی خواطر پر ظہور کرتے ہین اور انکی چشم بصیرت کو مشاہدہ ذات وصفات دیتے ہین اور اپنے فوائد سے نضارت وبہجت کا فیض پہونچاتے ہین جس سے انوار معارف آلہیہ حاصل ہوتے ہین اور جو کشف کہ بدون علم ہو وہ بر حد کمال نہین ہے اور علم کسی حال مین کشف سے مفارق نہین کیونکہ کشف تو محل خطاب ہے اور خطاب موجب علم ہے لیکن بسا اوقات اتفاق ہوتا ہے کہ طریق حقیقت کے ضعفاء پر بوادی کشوف کا ظہور بالبداہتہ ہوجاتا ہے مگر وہ لوگ اس سے علوم آلہیہ عجیبہ مین سے کچھ بھی نہین پاتے ہین پھر جو خطرہ کہ اہل طریق کے واسطے آیا اگر ان دونون منزل سے مشرف نہو تو محل ربانیت سے ناقص ہے یعنے اس خطرہ کو معارف علوم آلہیہ پر پیش کرنا چاہیئے اگر خارج ہو تو اسکا دفع کرنا واجب ہے وقالت وقد اوصی بذلک جمع من ائمة الطریق رحمہم اللہ اور ان خواطر کاملہ کا معدن علوم ازلیہ ہین پس از راہ حلاوت کشف وخطاب کے بہت لذیذ المشرب ہین۔ رہا الفتاح عین السمع تو وہ سینہائے مشاہدین کیواسطے ہے جس سے انکو ایسے کان حاصل ہوتے ہین کہ صفت سمع آلہی کا پرتو ہین ان کانون سے انکو عرش سے منتہائے خلقت آلہیہ تک قضاء وقدر کے قلم چلنے کی آوازین سنائی دیتی ہین انکو حق عز وجل سے بسمع حق عز وجل وہ سنائی دیتا ہے جو حق تعالے فرماتا ہے۔ قال تعالی اولقی السمع وہو شہید۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قلم قدرت جس طور پر لکھکر خشک ہوا موافق اسکے جریان قضاء وقدر کے تحریر اقلام کو سنتے ہین کہ ایسا وایسا ہوگا اور یہ صدور حاضرہ غیب الغیب ہین انکو ہواجس نفوس وصدمۂ تاریکیہائے شیاطین سے خبر بھی نہین ہے پس وہ قبضۂ تقدیر مین ہین نہ خود بولنا جانتے اور نہ غیر کی آواز سے خبر رکھتے ہین قلت ومن ہہنا عرفت سر قولہ وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی الآیة۔ کیف وہذا الذی ذکرہ لافراد الامة بل الآیة الکریمة ترشدک الی فہم السر فتدبر۔ جو بندہ عارف اس سمع خاص سے سماع نہین رکھتا وہ جرس وصال کی آواز سننے والا سینہ نہین رکھتا ہے۔ رہا الفتاح عین البصر وہ علوم سالکین کے واسطے ہے اور یہی صفت ہے کہ جسکے انوار سے انپر راہ غیب کے علوم واحکام متشابہات ومغیبات کھلتے ہین جو اس مقام کو تحقیق پہونچا قلب اسکا اہل فراست کے مانند مشاہدۂ غیوب نہین رکھتا ہے۔ رہا الفتاح عین الکلام الازلی وہ نیات صادقین کے واسطے ہے اور یہ مشرب اخبر جمیع صفات کے مشارب کا ہے کیونکہ ہر صفت سے

اس مین مزاج ہے کیونکہ جب بندہ صادق سے حق تعالے نے بکلام ازلی تکلم فرمایا وہ ظہور نور سے جمیع صفات پر بصیر ہو جاتا ہے اور جملہ اسمار و
نعوت کا عالم اور مشاہدہ کنندہ انوار ذات مع جمیع صفات ہو جاتا ہے اور نیت اسکی متعلق بجریان خطاب ازلی ہوتی ہے جہان جاری ہو اسی کے
جریان پر چلتا اور جہان دائر ہو اسی کے ساتھ دور کرتا ہے اسی سے وہ خطرات شک سے محفوظ ہے اور قوام اخلاص سے مزین ہے جسکو اس مشرب
سے شربت نہین ملا وہ معرفت مین صادق نہین ہے۔ کیونکہ کلام سے اسکے پاس کلید معرفت ذات و صفات نہین ہے۔ رہا الفتاح عین الارادۃ
القدیمہ جو بدلے مراد نور الرضا مین ہے وہ اسواسطے کہ ارادۂ الٰہی پر بندہ کی رضامندی یون ہے کہ نور ارادت حاصل ہوا اور سوائے ارادۂ
الٰہی کے وہ ہر ارادہ کا زائل کرنے والا ہے پھر مراد اہل رضا سے دیگر ارادات زائل ہو گئے تو امین فقط ارادۂ الٰہی باقی رہگیا پس اسکو نور ارادت
سے لباس ملتا ہے حتی کہ راضی کا ارادہ بس وہی ارادہ حق تعالے ہوتا ہے پس اسی ارادہ فرد سے اسکو حسن الرضا کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے
اور یہ رضا از رضوان الٰہی ہے پس ارادہ و رضا دونون از معدن اصل ہوے اور بندہ متصف بارادہ و رضاے الٰہی تعالے ہو گیا۔ کما
قال اللہ تعالے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ الآیۃ۔ اور یہ سب اس بندے کے لیے سابق حکم و علم مین جاری ہو چکا تھا لہذا جب قلب پر اسکی
تجلی واقع ہوتی ہے تو بدون علت اکتساب اور بدون اپنی طاقت و قوت کے اس سے متصف ہوتا ہے۔ رہا الفتاح چشمہ حیات ازلیہ
تو وہ وجود مریدین کے لیے ہے کیونکہ مرید اپنی حیات معرفت سے مردہ ہوتا ہے اسکو اللہ تعالے آب حیات سے زندہ فرماتا ہے کہ پھر وہ کبھی
نہین مرتا اسی سے کہا گیا کہ بندگان عارف مرتے نہین ہین پس مرید اس آبحیات سے سیر ہو کر دیدار جمیع صفات مین اس وجہ سے
مستقیم ہو جاتا ہے کہ یہی اصل جمیع صفات ہے گویا جملہ صفات اس سے قائم ہین جب تک یہ شربت نہین پاتا اسکی ہمت کو بحر ملکوت و
جبروت مین پڑنے کی وسعت نہین ہوتی اور جواہر صفات و حکمت و علم کو نہین دیکھتا ہے بالجملہ ان مین سے ہر گروہ کو اپنے اپنے مشرب کی
معرفت ہے کما قال تعالے قد علم کل اناس مشربہم پس ہر ایک کے واسطے جو راہ اللہ تعالے کی درگاہ کو ہے یعنے سلب تواجید و حرکات
جذب و ظہور صفت و القار السمع و استماع خطاب وغیرہ اسکو پہچانتا ہے اور منتہی و مقصد معلوم ہے۔ روی عن علی بن موسی الرضا عن ابیہ
عن جعفر بن محمد علیہم السلام۔ کہا کہ معرفت سے بارہ چشمے جاری ہوئے ہر مرتبہ والا انمین سے کسی چشمہ سے سیراب ہے پس اول چشمہ توحید
دوم چشمہ عبودیت۔ سوم اخلاص۔ چہارم صدق۔ پنجم تواضع۔ ششم رضا و تفویض۔ ہفتم سکینہ و وقار۔ ہشتم سخاوت و اعتماد بکرم
باری تعالے۔ نہم چشمہ یقین۔ دہم نقل۔ یازدہم محبت۔ دوازدہم انس و خلوت۔ بوجود عین معرفت ہے اور اسی سے یہ چشمہاے متعدد
روان ہین جسنے کسی چشمہ سے پیا وہ اس سے بالا مقام سے طمع کرتا ہے یہان تک کہ عین العیون تک پہونچے پھر وہان متحقق بحق عز و جل
ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ ہر سالک کو اس راہ کا سلوک ظاہر ہوا اور اسکے آثار ظاہر ہوے اور اسکی سعی کے انوار و حقائق کی برکات
نمایان ہوے۔ یہ علم سے اشارہ ہے انتہی ما فی العرائس۔ پھر واضح ہو کہ یہود باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی صفت مبارک اپنی کتابون مین
و بطریق وصیت از اسلاف پاتے تھے حتی کہ جیسے باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے کہ اسکو ذرہ بھی شبہہ نہین ہوتا اسطرح پہچانتے تھے کما قال
تعالے یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ لیکن جب اس نعمت کو پاکر کافر ہوئے تو مستحق زجر و توبیخ ہو گئے اور انکے آبار و اجداد کے کفران نعمت کا ذکر
اس کلام پاک مین ہو چکا اور آیندہ بطریق تہدید ارشاد ہوا بقولہ تعالے

وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ

اور پوچھ اُنسے احوال اُس بستی کا کہ تھی کنارے دریا کے جب حد سے بڑھنے لگے ہفتے کے حکم مین جب آنے لگین اُن پاس مچھلیان

Marfat.com

يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

ہفتے کے دن پانی کے اوپر اور جسدن ہفتہ نہ ہو نہ آوین یون ہم آزمانے لگے انکو اسواسطے کہ بے حکم تھے

وَاسْئَلْهُمْ۔ اور پوچھ تو اے محمدؐ ان یہود سے جو اس زمانہ مین تیرے جوار یعنے مدینہ مین موجود ہین۔ یہ آیات اس سورۂ مکیہ مین سے مستثنیٰ ہین کما سبق۔ اور یہ سوال بطریق دریافت علم نہین بلکہ بطور توبیخ وملامت ہے۔ اسکے ضمن مین فائدہ جلیلہ یہ ہے کہ یہود جانتے ہین کہ نبی امی صلعم کو یہ حال معلوم ہے پس خواہ مخواہ وحی الٰہی عزوجل ہے۔ قال ابن کثیرؒ۔ ان یہود سے انکے اسلاف کا حال پوچھ کہ وہ بیان کرین کہ جنھون نے حکم الٰہی سے مخالفت کی انکے حیلہ گری وحد سے تجاوز وفسق پر کیونکر اچانک عذاب الٰہی مین گرفتار ہوے پس انکو تحذیر فرما کہ میری نعت وصفت اپنی کتابون مین پاکر چھپانے اور لوگون کو گمراہ کرنے مین ناگاہ عذاب سے خوف کرین۔ حاصل آنکہ یہود سے بطور ملامت و سرزنش کے پوچھ کر بیان کرنے دے۔ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ۔ اس قریہ کا حال جو حاضرة البحر تھا۔ کہ اس قریہ کا کیا حال تھا اور اسکے لوگون پر کیا گزرا اور کیون گزرا حاصل آنکہ وہ لوگ اسکا انکار نہین کر سکتے۔ قریہ گانون وشہر۔ اور حاضرة البحر جو سمندر ودریا کنارے یا قریب ہو۔ اور مراد بحر قلزم ہے اور قریہ کا نام شیخ حافظ مفسرؒ وغیرہ نے ایلہ لکھا جو درمیان مدین وطور کے ہے کذا رواہ محمد بن اسحاق من طریق عکرمۃ عن ابن عباس وہو قول عکرمۃ ومجاہد وقتادة والسدی۔ وقیل مدین وہو روایۃ عن ابن عباس۔ وعن الزہری ہو طبریہ شام ہے جو بحیرہ طبریہ کے کنارے ہے۔ وفیہا اقوال اُخر۔ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اے یعتدون فی السبت بصید السمک وقد نہوا عنہ فیہ۔ جبکہ تجاوز کرتے تھے قریہ والے سبت مین مچھلیون کے شکار کرنے سے حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی یہ لوگ اس فعل سے اُس دن مین منع کیے گئے تھے۔ سبت بسکون ثانی روز سنیچر اور اسمین تجاوز سے یہ مراد کہ اس دن سوائے عبادت کے اور کام حرام کیے گئے تھے پس اُس دن مین حدود الٰہی سے تجاوز کرتے۔ ظرف اذ متعلق کانت یا حاضرة یا مضاف محذوف یعنے خبر القریۃ یا اس سے بدل اشتمال ہو کذا ذکرہ البیضاوی یعنے دریافت کر خبر اہل قریہ کی وقت انکے تجاوز کرنے کے روز سبت مین۔ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا اذ ظرف ہے یعدون کا اے یعدون وقت اتیان الحیتان۔ یا بدل بعد بدل ہے کذا قال البیضاوی وبدل کا بدل مشہور آنکہ جائز نہین ہے لیکن حق یہ کہ روا ہے۔ حیتان۔ جمع حوت ہے مانند حیطان وجدران وغیرہ اور حیتان کی اضافت ان لوگون کی طرف بسبب مزید اختصاص کے اسطرح آنے مین ہے اور یوم سبتہم لے یوم تعظیمہم امر السبت یعنے اس دن کہ تعظیم کرتے تھے حکم سبت کی پس مصدر ہے یقال سبتت الیہود تعظیم کی یہود نے سبت کی بدین طریق کہ عبادت کے واسطے سب کامون سے الگ ہو گئے اور بعض نے کہا کہ روز سنیچر کا نام مراد ہے اور اضافت اس جہت سے کہ اس دن مین انکے احکام خاص تھے بمانند جمعۃ المومنین کے۔ اور شُرَّعًا حال از حیتان ہے۔ یقال شرع علینا۔ یعنے نزدیک ہوا اور ظاہر ہوا لہذا ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ شرعاً یعنے ظاہر بروے آب۔ قال العوفی عنہ۔ یعنے ظاہر از ہر مقام حاصل آنکہ جب کہ آتی تھین انکی مچھلیان انکے سبت کے روز مین درحالیکہ پانی پر ہر جگہ سے ظاہر ہوتی تھین۔ وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ ایک قراءة مین لا یُسبتون از اسبات ہے بضم الیاء التحیۃ وکسر باء موحدہ۔ معنے آنکہ اور جسدن کہ نہین تعظیم کرتے تھے سبت کی یعنے سوائے سنیچر کے دیگر ایام مین مچھلیان نہین آتی تھین اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان وابتلاء تھا۔ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اے مثل ذلک الابتلاء نبلوہم بسبب فسقہم۔ یعنے مثل اس ابتلاء کے ہمنے انکو مبتلا کر کے امتحان مین ڈالا بسبب انکے فسق کے۔ وفی الکمالین وغیرہ۔ مروی ہے کہ ان لوگون کی بسر اوقات بیشتر مچھلیون کے شکار پر تھی اور انھین سنیچر کے روز سمندر مین کوئی مچھلی نہین بچی تھی جو سمندر مین کنارے آکر

منھ نہ نکالتی ہو یعنے یہ کثرت ہوتی تھی اور یہ امتحان تھا جسکو وہ لوگ دریا کا ریلا تصور کرتے تھے اور بعد سنیچر کے نہیں آتی تھیں پس ان لوگوں نے حیلہ کرکے کنارے گڈھے کھود دے جنمیں وہ مچھلیاں گر پڑتی تھیں اتوار کو انکو پکڑ لاتے اور جب کچھ عذاب نہ دیکھا تو دلیر ہو گئے یہی حیلہ گری کا حال ہے لہذا علماء رحمہم اللہ نے شرع میں حیلہ جو عموم نص سے خلاف یعنے احتیال ہو منع فرمایا اور بعض نے حرام کہا ہے کیونکہ اس سے حدود الٰہی کی حرمت میں تجاوز ہوتا ہے قال الفقیہ ابن بطۃ حدثنا احمد بن محمد بن سلم حدثنا الحسن بن محمد الصباح الزعفرانی حدثنا یزید بن ہارون حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مت مرتکب ہو تم لوگ اس چیز کے جسکے یہود مرتکب ہوئے پس ادنی حیلے سے اُنھوں نے محارم الٰہی کو حلال کر لینا تصور کر لیا۔ قال الحافظ ہذا اسناد جید واحمد بن محمد بن سلم ہذا ذکرہ الخطیب فی تاریخہ ووثقہ وباقی رجالہ ثقات مشہورون وکثیرا ما یصحح الترمذی بمثل ہذا الاسناد مفسرین نے کہا کہ جب ان لوگوں نے مچھلیوں کا شکار کیا تو اہل شہر کے تین فریق ہو گئے ایک تہائی نے تو مچھلیوں کو شکار کیا اور ایک تہائی نے انکو منع کیا حتی کہ جب نہ مانے تو شہر کے اندر دیوار کھینچکر اپنا ٹکڑا الگ کر لیا اور تیسروں نے نہ شکار کیا اور نہ منع کیا پھر اللہ تعالے نے ان سب کا حال اور منع کرنے والوں اور نہ منع کرنے والوں کی گفتگو بیان فرمائی

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙاِۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ

اور جب بولا ایک فرقہ اُنمیں سے کیوں نصیحت کرتے ہو ایسے لوگوں کو اللہ چاہتا ہے انکو ہلاک کرے یا انکو عذاب کرے سخت

قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

بولے الزام اُتارنے کو تمھارے رب کے آگے اور شاید وہ ڈریں پھر جب بھول گئے جو انکو سمجھایا تھا بچا لیا ہم نے جو منع کرتے تھے

عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا

بُرے کام سے اور پکڑا گنہگاروں کو بُرے عذاب میں بدلا انکی بے حکمی کا پھر جب بڑھنے لگے جس کام سے منع

عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝

ہوا تھا ہم نے حکم دیا کہ ہو جاؤ بندر پھٹکارے

وَاِذْ یہ عطف ہے پہلے اذ پر۔ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لم تصد ولم تنہ لمن نہی۔ اور جب کہا انمیں سے ایک گروہ نے جسنے نہ خود شکار کیا اور نہ شکاریوں کو منع کیا تھا ایسے گروہ سے جو شکاریوں کو منع کرتا تھا۔ قولہ لم تصد ولم تنہ۔ صفت امۃ ہے اور قولہ لمن نہی متعلق قالت ہے یعنے فرقہ ساکت نے فرقہ منع کنندہ سے کہا کہ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙاِۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا کیوں تم نصیحت کرتے ہو ایسی قوم کو جنکو اللہ تعالے ہلاک کرنے والا یا عذاب شدید دینے والا ہے۔ یہ بات ان لوگوں نے بطریق غالب گمان کے کہی کیونکہ عادت الٰہی جاری تھی کہ نافرمانی پر ہٹ کرنے والوں کو جڑ سے تباہ کیا یا زندہ چھوڑا تو عذاب شدید دیا۔ اور اس سے تین فرقہ کا ہونا ظاہر ہے کہ ایک کہنے والا اور دوسرا مخاطب اور تیسرا وہ قوم جسکے بارہ میں کہا ہے اور یہی متعدد روایات میں ابن عباسؓ وغیرہم سے مروی ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور بعض نے زعم کیا کہ دو فرقے تھے اور منع کرنے والا فرقہ دوسروں کو کہتا کہ باز رہو ورنہ عذاب میں پڑو گے تو اس مقام پر یہ قول انھیں قوم شکار کنندہ کا ہے جو بطور ریا کی کے کہا کہ اگر یہی ہے تو تم پھر ایسی قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو جسکو تمھارے زعم میں اللہ تعالے ہلاک کرنے والا یا عذاب دینے والا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ در حقیقت دو ہی فرقے تھے ولیکن بعض نے جو یہ معنے بیان کئے ہیں یہ وہم ہے چنانچہ آیندہ تحقیق آویگی

انشاء اللہ تعالے اور معنے وہی ہین جو جمہور نے بیان کئے یعنے شکار کنندہ کے سوائے باقی نیک بندون مین سے بعض نے بعض سے کہا کہ انکو کیا سمجھاتے ہو جنکے حق مین ایسا مقدر معلوم ہوتا ہے۔ قَالُوْا منع کنندہ فرقہ نے جواب دیا کہ مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ ہذہ موعظتنا معذرۃ نعتذر بہا الی ربکم لئلا ینسبنا الی التقصیر فی ترک النہی۔ یعنے یہ وعظ ہمارا معذرت ہے کہ جو تمہارے پروردگار کے حضور مین عذر کرینگے تاکہ اوتعالے کی جناب پاک سے ہمپر یہ الزام نہو کہ ہم نے فسق کرنے والون کو ممانعت نہین کی کیونکہ اوتعالے نے ہمپر واجب کر دیا ہے کہ ہم معروف شرعی کا حکم کرین اور منکر شرعی سے منع کرین اور اسواسطے کہ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ شاید یہ لوگ شکار سبت کے جرم سے باز آوین و پرہیز کرین پس عذاب سے بچ جاوین۔ واضح ہو کہ یہ تفسیر بنا بر قرارۃ معذرۃ بالرفع ہے اور اسی کو مفسرؒ نے اختیار کیا اور حفصؒ کی قرارۃ مین معذرۃً بالنصب ہے پس مفعول لہ ہے یعنے از برلے معذرت بسوے پروردگار تعالے یا مفعول مطلق لے اعتذرنا معذرۃً۔ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے اس قصہ مین روایت کی کہ قولہ تعالے یوم لا یسبتون لا تاتیہم کذلک نبلوہم الآیۃ یعنے جب سنیچر کا روز گذر جاتا تو مچھلیون پر قدرت نہین پاتے تھے پھر اسی حال پر وہ لوگ ایک مدت تک جب تک اللہ تعالے نے چاہا قائم رہے پھر ایک شخص نے کنٹیا سے ایک مچھلی گرفتار کی اور کنٹیا مین پھنسی رہی جسکی ڈوری کنارے بندھی تھی وہ اُسنے اتوار کو پکڑ کر بھونی اور لوگون نے آخر خوشبو سے پتا لگا کر لالچ کیا اور رفتہ رفتہ ایک گروہ سنیچر کو بھی شکار کرنے لگا۔ کما فی روایۃ عبد الرزاق ومحمد بن اسحاق من طرق عکرمۃ عنہ۔ بالجملہ انمین سے ایک گروہ نے سنیچر کے روز مچھلیان پکڑین حالانکہ منع کیے گئے تھے اور باقیون نے انکو سمجھایا اور اس سے منع کیا اور کہا کہ تمپر سنیچر کے روز یہ حرام کیا گیا ہے تم ایسا کرتے ہو مگر انکو کچھ فائدہ نہوا پھر جب زمانہ دراز گذرا تو منع کرنے والون مین سے ایک گروہ خاموش ہوا اور کچھ لوگ تب بھی سمجھاتے رہے اُنسے ان لوگون نے کہا کہ تم جان چکے کہ یہ لوگ ایسی قوم ہے جنپر عذاب ثابت ہو چکا پھر تم کیا ایسی قوم کو سمجھاتے ہو جنکو اللہ تعالے ہلاک یا عذاب کرنے والا ہے۔ حالانکہ یہ کہنے والا فرقہ بہ نسبت سمجھانے والے فرقہ کے شکار مارنے والون پر سخت غضبناک تھا پس اُنھون نے جواب دیا کہ معذرۃ الی ربکم ولعلہم یتقون اور پہلے یہ دونون فریق ان گناہ کرنے والون کو سمجھاتے تھے پھر جب عذاب آیا تو یہ دونون گروہ بچ گئے جنمین سے ایک کا یہ قول ہے کہ لم تعظون قوما الخ اور دوسرا جنکا قول ہے کہ معذرۃ الی ربکم الخ اور رہے اہل معصیت تو انکو بندر کر دیا گیا۔ وقد روی العوفی عنہ قریبا من ہذا۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ اے فلما ترکوا ما وعظوا بہ فلم یرجعوا۔ پھر جب بھول چھوڑا گنہگارون نے اس نصیحت کو جس سے سمجھائے گئے تھے پس باز نہ آئے تو عذاب آیا پس۔ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ نجات دیدی ہمنے اپنے فضل سے ان لوگون کو جو منع کرتے تھے قوم فاسق کو بدکاری سے۔ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ بئیس فعیل از بؤس ہے لہذا مفسرؒ نے شدید سے تفسیر کی اور با مصدریہ ہے و با سببیہ یعنے اور پکڑ لیا ہم نے ان لوگون کو جنھون نے حد سے تجاوز کرنے مین ظلم کیا ساتھ عذاب شدید کے بسبب اُنکے فسق کے یعنے حکم کی پابندی سے باہر ہو جانے کے۔ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ پھر جب سرکشی کی اُن نافرمانی کرنے والون نے اس چیز سے جس سے وہ منع کیے گئے تھے تو ہم نے اُنسے کہدیا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل خوار پس ایسے ہی بندر ہو گئے۔ یہ عذاب شدید کی تفصیل ہے اور شاید کہ اشارہ ہے کہ عذاب شدید کے مستحق بسبب عصیان کے ہوئے تھے پھر ممانعت سے سرکشی کرنے پر وہ عذاب شدید نازل ہو گیا اور باوجود عذاب شدید کے ہلاک بھی ہو گئے کیونکہ گنہگارون کے محلے کا دروازہ بند تھا جب صبح کو آواز نہ آئی تو صالحین نے ایک شخص کو چڑھایا اُسنے دیکھا کہ سب دُمدار بندر ہوئے پڑے ہین پس جب یہ لوگ داخل ہوئے تو اپنے کسی رشتہ دار کو نہین پہچانتے تھے مگر بندر اُنمین سے اہل قرابت کو پہچانکر آتے اور انکے کپڑے سونگھتے اور روتے تھے اور یہ لوگ کہتے کہ ہم نے تم سے منع نکیا تھا تو سر ہلاتے کہ ہان بیشک

Marfat.com

تم نے منع کیا تھا آخر بعد تین روز کے سب ہلاک ہوگئے اور یہ بھی انکی ذلت وخواری تھی کہ بندرون کی طرح کسی شرارت کی مجال نہ رکھتے تھے۔ مفسرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے نہین معلوم کہ جو فرقہ ساکت رہا تھا اسکے ساتھ کیا ہوا اور عکرمہؓ نے کہا کہ وہ ہلاک نہین ہوا کیونکہ اُسنے ان نافرمانون کا فسق برا جانا تھا چنانچہ کہا لم تعظون قوما الآخر اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے بھی قول عکرمہؓ کو اختیار کیا اور انکو بہت پسند آیا مترجم کہتا ہے کہ عبدالرزاق نے بھی عکرمہؒ سے ابن عباسؓ کا اپنے قول کی طرف رجوع کرنے کا قصہ روایت کیا اور اسمین ہے کہ ابن عباسؓ نے مجھے اسپر ایک جوڑا لباس پہنایا۔ اور علی بن ابی طلحہؒ نے جو ابن عباسؓ سے روایت کیا وہ قول جید ہے فتامل فیہ۔ محمد بن اسحاق نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہود نے روز سنیچر کو اپنے حق مین محض عبادت کے واسطے لازم کیا اور بدون حکم کے بدعت نکالی حتی کہ انپر حکم سے لازم کیا گیا پھر اسی مین وہ مبتلا کیے گئے پھر تمام قصہ ذکر کیا۔ واضح ہو کہ آیت مین امر معروف ونہی منکر کی بہت واجبی شان ظاہر ہے اور مدارک مین ہے کہ وائے برحال اہل اسلام کہ عموماً اس سے غفلت ہے اور سابق مین تفسیر قولہ کانوا لایتناہون عن منکر فعلوہ الآیۃ کی تفصیل گذر چکی ہے اور یہی سرکشی باعث غضب ہوئی۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

اور وہ وقت یاد کر کہ خبر کر دی تیرے رب نے البتہ کھڑا رکھے گا یہود پر قیامت کے دن تک کوئی شخص کہ دیا کرے انکو بُری مار تیرا رب

لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ښ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

شتاب سزا دیتا ہے اور وہ بخشتا ہے مہربان

وَاِذْ تَاَذَّنَ اعلم ہے اور یہی مجاہدؒ سے مروی ہے اور بیضاویؒ نے ذکر کیا کہ تاذن تفعل از ایذان۔ اور اسی کے معنے مین ہے جیسے توعد والعاد یعنے آگاہ کیا۔ یا بمعنے عزم ہے کیونکہ جو شخص کسی کام کو کرنا چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو پہلے اُسکے کرنے سے ایذان دیتا ہے۔ وقال الحافظ سواے مجاہدؒ کے دیگر ائمہ تفسیر نے کہا کہ تاذن بمعنے امر ہے یعنے حکم دیدیا۔ اور لفظ وقوت کلام مین معنے قسم کا افادہ ہے۔ بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ واذ تاذن ربک اور دریافت کر اُسنے جبکہ آگاہ کر دیا یا حکم دیدیا تیرے پروردگار نے۔ یہ بمانند علم اللہ وشہد اللہ کے مفید قسم ہے اسی واسطے جواب مین بلام قسم آیا کہ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ البتہ مبعوث فرماویگا یہود پر۔ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ روز قیامت تک۔ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ایسے شخص کو جو چکھاویگا انکو برا عذاب۔ حاصل آنکہ یہود کی سرکشی وحیلہ گری وانبیاء علیہم السلام کے قتل کرنے وغیرہ بدکاریون کے عوض اللہ تعالیٰ عزوجل نے موافق علم مقدر کے آگاہ فرمایا کہ اب اوتعالےٰ ان یہودیون کو قیامت تک ہر زمانہ مین ہر ایسے شخص کے ماتحت ذلیل وخوار رکھیگا جو انکو برا عذاب چکھاوے۔ انپر سلیمان علیہ السلام سلطان کیے گئے اور بعد انکے بابل کا بادشاہ بخت نصر مسلط ہوا جبکہ انھونؓ نے حضرت یحیی علیہ السلام کو شہید کر ڈالا تھا پس بخت نصر نے انکو خوب قتل کیا اور انکے عمائد کو قید کر کے لیگیا اور انپر جزیہ وخراج باندھا پھر ہمیشہ ملوک یونان وبادشاہان مجوس کی ذلت مین رہے یہانتک کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے انپر جزیہ باندھا بیضاویؒ وغیرہ نے کہا کہ برابر یہ جزیہ تا قیامت انپر جاری رہیگا۔ وقال الحافظ آخر حال یہود کا یہ ہوگا کہ وہ مسیح دجال کے ساتھ ہو کر نکلینگے پس حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ اہل ایمان لوگ انکو مع دجال قتل کرینگے۔ رازی وغیرہ نے کہا کہ برابر انپر جزیہ ثابت رہیگا یہان تک کہ عیسیٰؑ اترین پھر وہ سواے اسلام کے جزیہ نہ قبول کرینگے پھر یہان یہ سوال ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شرع مین ہے کہ کافر اسلام لاوین یا جزیہ دین ورنہ قتل کیے جاوین۔ پھر عیسیٰؑ خلاف شریعت آنحضرت صلعم پر کیونکر حکم کرینگے۔ جواب دیا کہ جزیہ کا حکم تا زمانہ نزول عیسیٰؑ ہے کیونکہ احادیث مشہورہ مین

مصرح ہے کہ عیسیٰ اترکر سوائے اسلام کے کچھ جزیہ وغیرہ نہین قبول کریگا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ مین من یسومہم سوء العذاب ہے اور یہ جزیہ وغیرہ سے اعم ہے پس بزور شمشیر انکو خوار کرکے مسلمان کرنا قبل اسلام لانے کے انپر عذاب ہے اور بعد اسلام کے وہ مسلمان ہوگئے فافہم پھر آیت کریمہ مین بہت بڑا معجزہ ہے جو قطعاً آنحضرت صلعم کی صدق رسالت وقرآن مجید کی حقیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ خبر غیب ہے اور صریح معلوم ہی کہ اسوقت تک کوئی یہودی کہین بادشاہ مختار نہین ہوا پس اہل کتاب سے افسوس ہے کہ قرآن مجید مین غور نہین کرتے ہین۔ اور نیز آیات مین اہل اسلام کو بھی سخت تہدید ہے کہ یہودیون کے مانند مخالفت حکم اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پرہیز کرین۔ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ۔ یہ ان مخلوق کے لیے ہے جو او تعالیٰ جل جلالہ واسکے رسول صلعم کی نافرمانی کرین۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یہ ان بندون کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ واسکے رسول کی فرمانبرداری وطاعت کرین کما فی قولہ تعالیٰ فاصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ف فی العرائس قولہ ان ربک لسریع العقاب الآیۃ۔ حجاب وتجلی کثرلحہ مین طاری ہوتی ہین اور لطف قدیم وقہر قدیم پے درپے آتے ہین پس انہین سے قبض وحجاب ہوتا اور کشف وتجلی ہوتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ سریع العقاب سے جہان قرآن مجید مین ہے اشارہ ہے عقوبۃ حجاب ثابت ہے پھر او تعالیٰ نے انکے درمیان نیک لوگون واسلام لانیوالون وابتدائی حالت والون کو بیان فرمایا۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ

اور متفرق کیا ہمنے انکو ملک مین فرقے فرقے بعضے انمین نیک اور بعضے اور طرح کے اور آزمایا انکو خوبیون مین اور

السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ

برائیون مین شاید وہ پھر آوین پھر انکے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لیتے اسباب

هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ

اس ادنیٰ زندگی کا اور کہتے ہمکو معاف ہوگا اور اگر ویسا ہی اسباب پھر آوے تو لے لیوین کیا نہین لیا ان پر

مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

عہد کتاب کے حق مین کہ نہ بولین اللہ پر سوائے سچ کے اور پڑھے جو لکھا ہے اسمین اور پچھلا گھر بہتر ہے

يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝

ڈروالون کو کیا تمکو بوجھ نہین اور جو لوگ پکڑ رہے ہین کتاب اور قائم رکھتے ہین نماز ہم ضایع نہ کرینگے ثواب نیکی والون کا

وَقَطَّعْنٰهُمْ اور متفرق ومنتشر کردیا ہم نے انکو۔ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا روئے زمین مین فرقہ فرقہ۔ امما مفعول دوم ہے یا درحالیکہ فریق فریق منتشر کیے گئے ہین اس حیثیت سے کہ قریب ہے کہ کوئی جہت انسے خالی نہو اور یہ بھی انکے بدبختی کا تتمہ ہے تاکہ کبھی انکو اتفاق واجتماع سے شوکت حاصل نہو۔ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ یعنے ان مین سے صالح ہین صفت ہے یا بدل ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو قبل تحریف توریت کے راہ پر تھے جیساکہ قولہ فخلف من بعدہم دلالت کرتا ہے۔ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ تقدیر کلام آنکہ ومنہم ناس دون ذلک۔ اور بعضے انمین ایسے لوگ ہین کہ صالحین سے دون مرتبہ ہین یعنے فاسق وکافر ہین پس دون ذلک صفت موصوف محذوف ہے۔ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ اور آزمایا ہم نے انکو ساتھ بھلائی یعنے نعمتون اور فراغت وعیش دینے کے۔ وَالسَّيِّاٰتِ اور ساتھ برائی یعنے فقر ومحتاجی وتنگی وامراض وغیرہ کے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ متنبہ ہوکر اپنے فسق وفجور سے حکم الٰہی کی طرف رجوع کرجاوین۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ بسکون لام

یعنے اولاد اور بفتح لام بمعنے بدل خواہ اولاد ہو یا کوئی اور چیز ہو اور یہان بسکون لام ہے اور وہ اولاد بد کو بولتے ہین جیسے بفتح لام بمعنے نیک کو کہتے ہین اور دراصل یہ مصدر ہے جو صفت قرار دیا گیا اسی سے واحد و جمع پر آتا ہے معنے آنکہ ان لوگون کے بعد بد تر اولاد انکی قائم مقام ہوئی ۔ مراد اُن سے وہ لوگ ہین جو زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین تھے ۔ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ جملہ صفت خلف ہے یعنے وارث ہوئے کتاب توریت کے اپنے باپ دادون سے یعنے انکے ہاتھ آئی کہ اسکو پڑھتے ہین اور اسمین جو حکم ہین انکو سمجھتے ہین لیکن حال یہ ہے کہ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى اے یاخذون حطام ہذا الشئ الادنے یعنے الدنیا من حلال وحرام ۔ یعنے لیتے ہین حقیر مین شے ادنی یعنے دنیا کو خواہ حلال ہو یا حرام ہو ۔ عرض بفتحتین تمام متاع دنیا ۔ و بسکون را جملہ سوائے درم و دینار کے جملہ اموال اور گاہے فقہ مین سوائے درم و دینار کے اموال منقولہ سے مخصوص ہے اور یہان اول مراد ہے اور ادنی اگر دنو سے ہے تو بسبب کمال قرب کے ساتھ فنا کے اور اگر دنارۃ سے ماخوذ ہے تو بسبب کمال حقارت کے بمقابلہ نعمتہائے آخرت کے بالجملہ مراد اس سے اموال دنیاوی ہین اور حاصل یہ کہ دنیا پر اسقدر حریص ہین کہ جو کچھ ملتا ہے خواہ بروجہ حلال ہو یا حرام ہو اسکو لے لیتے ہین ۔ وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا اور کہتے ہین کہ عنقریب ہمارے واسطے مغفرت کیجاویگی جو ہماری حرکت ہے ۔ اور یہ ان کو یقین و دلیری اسوجہ سے نہ تھی کہ گناہ ہو گیا اسپر توبہ و استغفار کر لیا بلکہ انکا حال یہ کہ ۔ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اور اگر آجاوے انکے سامنے مال حطام حقیر اسکے مثل تو اسکو بھی لے لیوین ۔ یعنے گناہ پر اصرار و ہٹ کیے جاتے ہین اور بیہودہ دعوے کرتے ہین چنانچہ کہتے تھے کہ جنت مین سوائے یہود کے کوئی نہ جائیگا اور کہتے کہ سوائے ایام معدودات کے ہمکو آگ نہ چھوئیگی پس صاحب الکشاف نے جو یہان کہا کہ اہل سنت بھی یہودیون کی طرح بدون توبہ کیے مرجانے والے کی مغفرت کے قائل ہین تو یہ صاحب الکشاف کی لاعلمی ہے اہلسنت بے گناہ مرجانے والے کے حق مین بھی یون قطعی حکم نہین لگاتے اور غالب گمان پر نظر کرم الٰہی عزوجل کے مغفور جانتے ہین پھر بھلا گناہگار بے توبہ مرنے والے کے حق مین انکا یہ اعتقاد کہان ہے ہان یون کہتے ہین کہ اوتعالے چاہے تو اسکو بخشدے اور یہ یہود کا مذہب نہین ہے چنانچہ بیان ہوا کہ یہ لوگ اپنی مغفرت کے مدعی تھے اور اللہ تعالے نے رد کر دیا بقولہ ۔ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ یہ استفہام توبیخی ہے اور اس کلام سے ایک تو انپر باوجود عدم توبہ کے مغفرت پر قطع کرنے مین توبیخ فرمائی اور دوم دلالت فرمائی کہ انکا یہ قول افترا ہے اللہ تعالے پر اور سوم انکا فعل فسق ہے کہ میثاق توریت سے خروج ہے ۔ وقولہ تعالے وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ اور پڑھا یہودیون نے جو کتاب مین ہے ۔ حالانکہ توریت مین گناہ پر اصرار کیے جانے کے باوجود مغفرت کا وعدہ نہین ہے پھر اصرار کے باوجود کیون ان لوگون نے مغفرت کی نسبت اللہ تعالے کی طرف کی پس افترا کیا ۔ مفسرین نے اس کلام کی وجہ اعراب مین گفتگو کی پس مفسرؒ نے کہا کہ یوخذ پر عطف ہے قال فی الکمالین یعنے از راہ معنے کے عطف ہے یعنے اخذ علیہم میثاق الکتاب و قرروا ما فیہ ۔ اور بعض نے دونون پر استفہام کا داخل ہونا تجویز کیا مترجم کہتا ہے کہ استفہام تقریری کے طور پر جو مفسرؒ نے اختیار کیا یہ گفتگو ہے ۔ اور بیضاوی مین ہے کہ الم یوخذ پر عطف از راہ معنے ہے یعنے گویا یون کہا گیا ۔ وقد اخذ علیہم میثاق الکتاب وقد درسوا ما فیہ مترجم کہتا ہے کہ یہی اوجہ ہے اور بیضاوی وغیرہ نے تجویز کیا کہ ورثوا پر بھی عطف ہو سکتا ہے یعنے ورثوا الکتاب و درسوا ما فیہ ۔ پس درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور از راہ معنے یہ وجیہ ہے مگر لفظ مین بعد ہے ۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدیؒ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ بنی اسرائیل مین جو قاضی ہوتا تھا وہ حکم مین رشوت لینا شروع کرتا اور انمین سے نیک لوگ جمع ہو کر عہد لیتے کہ تحریف و رشوت نہ لیا کرین پھر جب طعن کرنے والون مین سے کوئی بجائے اسکے ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا کما فی قولہ وان یاتہم عرض مثلہ یاخذوہ ۔ ولیکن جمہور کی تفسیر ہے وہ اوپر مذکور ہوئی اور میثاق الکتاب سے وہ مراد ہے جو قولہ واذ اخذ اللہ میثاق الذین

اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ الآیۃ۔ مین مذکور ہے پس یہود کا رشوت لینا اور حکم حق چھپانا اور تحریف کرنا اور نعت محمد صلعم کو لوگون سے بیان نہ کرنا پھر مغفرت کے مدعی ہونا باوجود توبہ نہین کرنے اور اصرار کیے جانے کے سب خلاف عہد و میثاق تھا۔ واضح ہو کہ حکم آیت عام ہے حتی کہ اہل اسلام مین سے بھی جو علماء اس صفت پر ہون وہ مصداق اس وعید و توبیخ کے ہونگے بدلیل آنکہ ابن جریجؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ برابر وہ لوگ اپنے گناہون مین عود کرتے اور توبہ نہین کرتے پھر اللہ تعالے سے مغفرت کی مدعی تھے اور ابن عباسؓ سے یہ آیت پوچھی گئی تو فرمایا کہ اقوام ہین کہ دُنیا پر جھکے ہوئے ہین اسکو حرام و حلال جس طرح پاتے ہین کھائے جاتے ہین اور کہتے ہین کہ عنقریب ہماری مغفرت کی جائیگی اور دنیا مین سے کوئی چیز انکے سامنے عارض نہین ہوتی مگر آنکہ اسکو ضرور لے لیتے ہین۔ مجاہدؒ نے کہا کہ نصاری ہین جو اس دنیا پر جھکے پڑے ہین جو حرام و حلال چاہتے ہین کھاتے ہین اور اپنی مغفرت کے دعوی کرتے ہین پھر اللہ تعالے نے تقوی و پرہیز گاری کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ۔ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ اور دار آخرت خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ بہتر ہے ان لوگون کے واسطے جو بچتے ہین حرام سے اور دیگر امور خلاف عہد الٰہی سے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اکثر قراء کے نزدیک یعقلون بالیاء التحتیہ ہے اور حفص و نافع و ابن عامر کی قراءۃ مین تعقلون بتاء فوقیہ ہے بنا بر آنکہ صنعت التفات ہے معنے آنکہ کیا سمجھتے نہین تاکہ دنیا کو چھوڑ کر اسکو اختیار کرین۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دلیر و ہوشیار وہ شخص ہے جسنے اپنے نفس کی مخالفت کرکے اسکو طاعت مین لگایا اور مابعد موت کے واسطے عمل کیے اور عاجز وہ شخص ہے جسنے خواہش نفس کی پیروی کی اور اللہ تعالے پر آرزو مین باندھین رواہ الترمذی۔ وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ از تمسیک اکثر کے نزدیک اور از امساک قراءۃ شعبہ ہے۔ اور مفسرین کے نزدیک یہ اہل کتاب مین سے بعض لوگون کی جو ایمان لائے ہین تعریف ہے معنے آنکہ اور جن لوگون نے تمسک کیا کتاب سے پس بمقتضاے کتاب کے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کی نماز۔ یعنے نماز اپنے وقت پر ادا کرنے مین مداومت کی اور تمسک بکتاب مین یہ بھی شامل ہے لیکن الگ کرکے اسکے ذکر کرنے مین اسکی شرافت کا بیان ہے۔ پھر الذین موصول مع صلہ کے مبتدا اور خبر اسکی قولہ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ہم نیکوکارون کا اجر نہین ضائع کرتے ہین۔ اور بجاے اجرہم کے اجر المصلحین مین انکے تشریف ہے کہ وہ لوگ مصلح ہین اور تنبیہ ہے کہ صلاحیت دین مین اللہ تعالے کے نزدیک بہت مقبول ہے کہ اس سے اجر ضائع نہین ہوتا اور جملہ معطوف ہے للذین یتقون پر کما ذکرہ البیضاویؒ ف فی العرائس قولہ وقطعناہم فی الارض الخ۔ اللہ تعالے نے زمین مین اولیاء و اعداء دونون کو متفرق کر دیا کہ ہر فرقہ اس حال پر زندگی بسر کرے جسکے واسطے وہ مخلوق ہے پس اُنمین سے صالحین وہ ہین جو انبیاء علیہم السلام کی پیروی پر ہین اور باقی انمین سے فاسق و کافر ہین جو اپنی راے پر ہٹ کرتے ہین اور خلاف انبیاء علیہم السلام کے چلتے ہین۔ قولہ وبلوناہم بالحسنات والسیئات یعنے سب کو ہم نے امتحان مین ڈال دیا ہے کیونکہ قہر و لطف مین تمام بندے مقہور ہین پس قہر سے حجاب مین پڑتے ہین اور گناہ کرتے ہین اور لطف سے طاعت بجا لاتے ہین پس حالت قہر مین اُنسے صبر کا مطالبہ ہے یعنے صبر کرین اور حالت نعمت مین شکر کا مطالبہ ہے پس صبر تو محال ہے مگر اسی طور سے کہ لوگ اپنے پروردگار حق عز و جل کو پہچانین اور شکر بھی انسے محال ہے مگر اسی صورت مین کہ جمال الٰہی کا انکو کشف ہو۔ قولہ لعلہم یرجعون۔ اشارہ ہے کہ بلا کی طرف سے مُبلی یعنے بلا دہندہ کی طرف رجوع لاوین یعنے وسائط و اسباب سے نظر اُٹھا کر حضرت مسبب الاسباب کیطرف نظر رکھین۔ بعض نے فرمایا کہ کلام کے معنے یہ ہین کہ ہم نے طلب شکر کے واسطے انکو نعمتون سے امتحان کیا اور طلب صبر کے واسطے ان کو محنتون سے امتحان کیا مگر انھون نے سب سے انکار کیا پس نہ نعمتون کے وقت وہ شاکر ہوئے اور نہ مصیبتون کے وقت صابر ہوئے۔ قولہ تعالے الم یوخذ علیہم میثاق الکتاب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق۔ جب ان لوگون نے قرب الٰہی کا اور اسکے حضور مین انبساط کا دعوی کیا اور کہا کہ

Marfat.com

اور تعالے انکے کسب و بد افعال پر ماخوذ نہ فرماویگا تو اللہ تعالے نے ان لوگون کو انکے افترا پر اسطرح نفیحت کیا کہ یہ لوگ اپنے قول مین جھوٹے ہین اور ان لوگون نے اللہ تعالے کی جناب مین وہ بات کہی جسکا انکو علم نہین ہے اور قیامت تک جو لوگ ایسی باتون کے مدعی ہوتے ہین جو امر غیب ہین انکے حق مین بھی فضیحت ہے اور اس کلام مین حق سبحانہ نے صدیقین پر موثق و محکم کر دیا کہ اللہ تعالے کی شان پاک مین کسی بات کی نسبت نہ کرین مگر اسی بات کے جس سے اسنے اپنی ذات پاک کا موصوف ہونا ظاہر فرمایا ہے یعنے تمام حوادث و مخلوق کے اوصاف سے حضرت باری تعالے کا منزہ و مقدس ہونا حتی کہ کوئی چیز کسی حال و صفت مین اسکے مانند و مشابہ نہین ہے اور یہ محکم کر دیا کہ بالیقین رکھین کہ تمام مخلوق مین ذرہ سے عرش تک اوتعالے عزوجل کی تقدیر سابق و مشیت ازلی جاری ہے بعض نے فرمایا کہ معنے مین اشارہ ہے کہ کیا اللہ تعالے نے انکو زبان وسائط یعنے انبیاء علیہم السلام سے اور کتب مقدسہ سے یہ بیان نہین کر دیا کہ حق تعالے کی جناب مین دعوی وغیرہ سے کوئی بات نہین مگر یون ہی کہ اسکی قدرت عالیہ ہے اور اسکی مشیت مین کسی کو دم مارنے کی مجال نہین ہے جسکو چاہے بخشے اور جسکو چاہے عذاب کرے پھر حق سبحانہ نے آگاہ کر دیا کہ یہ گمراہ لوگ میثاق الکتاب سے یہ جانتے تھے مگر معاملات پاکیزہ و مقامات رفیعہ جنکی طرف انکو ارشاد ہوا تھا ترک کر دیے بقولہ و درسوا ما فیہ یعنے پڑھ لیا مگر اسکے حقایق کو نہ پہچانا اور اگر اسکے مذاق سے ذرا بھی چکھا ہوتا تو جان فدا کر کے تابع ہوتے سہل ؒ نے فرمایا کہ اسپر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ قال المترجم حدیث شریف مین یہ مضمون آیا کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے آخر زمانہ والون کے حق مین کہا کہ اللہ تعالے سے گمراہی سے پناہ مانگو تو بعض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھتے ہین اپنی اولاد کو پڑھاوینگے اسیطرح ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ اے کو دن یہ نہین دیکھتا کہ یہود و نصاری بغل مین کتاب دابے ہین کچھ بھی انکو موثر نہین ہے۔ حاصل آنکہ آیات و حقایق و اشارات کلام ربانی مین ظاہر ہین مگر بدون ہدایت الٰہی کسی بندہ کو نہین ملتے ہین اور لوگون نے کثرت سے مدعیان علم کو مشاہدہ کیا کہ جدال بلا اثر و نام و شہرت کے سوائے کچھ نہین رکھتے۔ اعوذ باللہ من الضلال بلکہ بہتیرے انکار کرتے ہین کہ اس کلام مین سوائے اس معنے کے اور کچھ نہین ہے گویا وہ اسپر ایمان نہین رکھتا کہ افعال بندون کے اللہ تعالے کی مخلوق ہین پس اگر اللہ تعالے نے حقایق و اشارات پر مطلع نہین کیا تو کیونکر مطلع ہو پھر انکار کیون کرتا ہے۔ فافہم۔ پھر اللہ تعالے نے اسلاف یہود کی کتاب سے ابتداء منکر ہونے کو و بجبر قبول کرائے جانے کو بیان فرمایا اور بعض نے کہا کہ یہود مدعی تھے کہ بنی اسرائیل سے کبھی حق کی مخالفت سرزد نہین ہوئی تو الزام دیا بقولہ تعالے

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

اور جس وقت اٹھایا ہمنے پہاڑ انکے اوپر جیسے سائبان اور ڈرے کہ وہ گرے گا انپر پکڑو جو ہمنے دیا ہے زور سے اور یاد کرتے رہو

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

جو اس مین ہے شاید تمکو ڈر ہو

ع ۹ ۲۱ ۱۱

وَاِذْ۔ ظرف ہے بعض نے مقدر کیا و اسالہم اذ۔ یعنے یہود پر الزام دینے کو سوال کر اسوقت کا کہ آلخ۔ اور وہ جو مفسر ؒ نے کہا کہ تقدیر یہ ہے کہ واذکر اذ۔ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ نتق در اصل بمعنے جذب ہے و ابو عبیدہ نے کہا کہ جڑ سے اکھاڑ پھینکنا۔ وامراۃ ناتق بمعنے وہ عورت جو بہت جنتی ہو گویا بہت ڈال جاتی ہے۔ فراء ؒ نے کہا کہ بمعنے رفع ہے اور ابن قتیبہ نے کہا بمعنے زعزعہ بروزن زلزلہ بزاء منقوطہ و بعد عین مہملہ ہے اور مجاہد ؒ نے اسی سے تفسیر کی اور معانی متقارب ہین مگر احسن وہ ہے جو شیخ حافظ نے ذکر کیا کہ علی بن طلحہ ؒ نے ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ نتقنا لے رفعنا۔ جیسے قولہ تعالے و رفعنا فوقهم الطور بمیثاقهم الآیۃ۔ المعنے اور بیان کر دے اے محمد ﷺ جبکہ بلند کیا ہم نے پہاڑ کو انکے اوپر یعنے ان یہودیون کے باپ دادون پر

جبل سے بعض نے کہا کہ کوہ طور مراد ہے جسپر موسیٰ کو تکلیم نصیب ہوئی اور الواح توریت عطا ہوئین بعض نے کہا کہ فلسطین کے پہاڑون سے ہی بعض نے کہا کہ بیت المقدس کے پاس ایک پہاڑ تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ قولہ رفعنا فوقہم الطور مین مصرح ہے کہ طور تھا پھر اختلاف کیسا تو جواب یہ ہے کہ طور زبان عرب مین ہر ایسے پہاڑ کو کہتے ہین جسپر نباتات جمین اور اگر نہ جمین تو وہ طور نہین ہے کما ذکرہ المفسر فی الاتقان عن ابن عباسؓ۔ اگر کہا جاوے کہ ہتقنا مین اللہ تعالے نے پہاڑ بلند کرنے کی اپنی طرف نسبت فرمائی تو جواب آنکہ فاعل حقیقی ہر چیز کا اللہ تعالے ہے اور ظاہر مین جواب وہ ہے جو حافظؒ نے تفسیر مین ذکر کیا کہ ثوریؒ نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ملائکہ نے ان لوگون کے سرون پر بلند کیا تھا۔ اور نسائیؒ کی روایت طویل قصہ موسیٰ مین ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر زمین مقدس کیطرف روانہ ہوئے اور غصہ تھم جانے کے بعد انھون نے الواح توریت کو اُٹھا لیا تھا پھر بنواسرائیل کو رسالت الٰہی پہونچائی کہ الواح کے اعتقادات رکھین و فرائض و واجبات پر عمل کرین پس یہ احکام انپر گران گزرے اور قبول سے انکار کیا یہان تک کہ او تعالے نے انپر پہاڑ کو بلند کیا اسکو ملائکہ اُٹھائے ہوئے تھے۔ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ گویا وہ ظلہ ہے۔ بیضاویؒ وغیرہ نے کہا یعنے سقیفہ ہے اور وہ ہر ایسی چیز جو سایہ کیے ہو۔ جیسے کوٹھری کی چھت اور ابر اور دیوار کا چھجا وغیرہ۔ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ اے یقنوا الوقوعہ علیہم۔ اور یقین کیا ان لوگون نے اس بات کا کہ یہ پہاڑ انپر گرنے والا ہے کیونکہ پہاڑ درمیان مین معلق نہین رہتا اور اسوجہ سے کہ انکو یہی وعید دی گئی تھی چنانچہ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ جب بنواسرائیل نے کر قبول کرنے سے انکار کیا اور یہی کہا کہ اگر اس مین خفیف فرائض و وظائف ہونگے تو خیر ورنہ نہین مانینگے تو اللہ تعالے نے پہاڑ کو حکم دیا وہ اپنے مقام سے منقطع ہو کر بلند ہوا اور معلق انکے سرون پر آیا تو موسیٰ نے فرمایا کہ اب بھی نہ مانوگے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مانو ورنہ پہاڑ تمپر ڈال دیا جائیگا پس یہ دیکھکر ہر شخص سجدے مین اپنی بائین بھون پر گر پڑا اور دائین گوشہ چشم سے گرپڑنے کے خوف سے دیکھتا تھا اسی سے یہودی بائین بھون پر سجدہ کرتے اور کہتے ہین کہ اسی سجدے سے ہمپر سے عذاب دور ہوا تھا۔ رواہ سعید فی تفسیرہ۔ قال البیضاوی پس ظن کا اطلاق باوجودیکہ انکو یقین تھا اسوجہ سے ہوا کہ امر متیقن واقع نہین ہوا یعنے پہاڑ گرا نہین کیونکہ مشروط تھا کہ اگر مانین جو کہا گیا کہ۔ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ یہ مقولہ ہے باضمار قول یعنے قلنا لہم علی لسان موسیٰ۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی انسے کہا کہ لو اسکو جو دیا ہم نے تمکو یعنے کتاب کو مانو بقوت یعنے جد و عزم سے اس کی مشقت برداشت کرتے ہوئے۔ قال البیضاویؒ خذوا کی ضمیر سے یہ حال واقع ہے یعنے متلبسین بقوۃ۔ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ اور یاد رکھو جو اس مین ہے۔ یعنے اسپر عمل کرتے رہو اور ترک مت کرو جیسے بھولی ہوئی چیز ہوتی ہے اور یہ مراد نہین کہ زبان سے اسکو حفظ کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم اعمال قبیحہ و اخلاق ذمیمہ سے بچو یا آنکہ تم اُمید رکھو اپنی ذات پر اہل تقویٰ ہو جانے کی۔ ابن عباسؓ سے روایت طویل مین ہے کہ ظاہری سجدہ پر او تعالے نے عذاب دور کیا حالانکہ ظاہر مین کہتے تھے کہ ہم نے فرمانبرداری قبول کی اور دل مین عصیان تھا۔ قال المترجم یہ مراد نہین ہے کہ اسیوقت عصیان کا قصد دل مین حاضر تھا بلکہ مارے خوف کے اسوقت تو عذاب ارفع ہونے اور امان لینے کے سوا کے سب بھولے ہوئے تھے ولیکن دل مین عصیان رگ و ریشہ مین بھر گیا تھا۔ کما قولہ قالوا سمعنا و عصینا و اشربوا فی قلوبہم العجل الآیۃ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان کا قلب مین داخل ہونا محض فضل الٰہی ہے اور وہی سینہ کشادہ ہونے کی حالت ہے لہذا محققین مشائخ نے دعائے اللّٰہم اجعلنی نورًا کو مکروہ نہین جانا بلکہ بہت مستحسن ہے اور اگر تو اس مقام مین غور کرے تو بہت لطائف ہین اور ارتباط عدم تعمیل عہد و میثاق باوجود اس اقرار کے واضح ہے اور ما بعد مین سر ازلی عمومًا

بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ

اور جب نکالی تیرے رب نے آدم کے بیٹون کی پیٹھ مین سے اُنکی اولاد اور اقرار کروایا اُنسے انکی جان پر کیا مین نہین ہون رب تمھارا

قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ

بولے البتہ ہم قائل ہین کبھی کہو قیامت کے دن ہمکو اسکی خبر نہ تھی یا کہو کہ شرک تو نکالا

اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

ہمارے باپ دادون نے پہلے اور ہم ہوے اولاد انکے پیچھے تو ہمکو کیون ہلاک کرتا ہے ایک کام پر کہ کیا بیخطا والون نے اور یون ہم کھولتے ہین

الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

باتین اور شاید وہ لوگ پھر آوین

مترجم کہتا ہے کہ آیت کی تفسیر مین علما کے دو طریق ہین اور اہل تاویل مین کلام طویل ہے اور بعض مفسرین سے خلط ملط واقع ہو کر تفسیر مین اشکال واقع ہوا لہٰذا قبل تفسیر کے بہتر معلوم ہوا کہ جو کلام درمیان تفسیر مین موجب انتشار ذہن ہے اسکو پہلے ہی تمہید کر دون پھر تفسیر کے ہر دو طریق مین کلام کرون پس واضح ہو کہ علما اہلسنت وائمہ اہل حق کے درمیان ماسوائے بعض متکلمین شاذ کے اسمین خلاف نہین کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ذریت کا اخراج واقع ہوا پس اگر اس آیت مین بنی آدم کی پشت سے اخراج ذریت مراد ہو اور خود آدم علیہ السلام سے مراد نہو تاہم دوسرے مقام پر اخراج از پشت آدمؑ ثابت ہے اور دیگر احادیث صحاح مین یہ مصرح وارد ہے اور بعض مین ان ذریات کے جنتی و دوزخی دونون فریق کے تمیز کے ساتھ سب کا اس بات پر گواہی دینا کہ اللہ تعالےٰ انکا رب ہے مروی ہوا ۔ ملخصہ علی ما اوردہ الشیخ الحافظ ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے آنحضرت صلعم سے روایت ہے کہ قیامت کے روز دوزخی آدمی سے کہا جائیگا کہ بھلا تو بتلا کہ اگر تیری ملک مین سب وہ ہو جو روے زمین پر ہے تو اسکو عذاب دوزخ سے رہائی مین دیگا ۔ وہ کہیگا کہ ہان پس اللہ تعالےٰ بزبان ملائکہ فرماویگا کہ مین نے پشت آدم مین تجھسے اس سے بہت آسان بات چاہی تھی کہ تو مجھسے شرک مت کر مگر سوائے شرک کرنے کے کچھ نہ مانا ۔ رواہ البخاری ومسلم ۔ وعن ابن عباس عن النبی صلعم ۔ اللہ تعالےٰ نے پشت آدمؑ سے وادی نعمان مین عرفہ کے روز میثاق لیا پس اسکی پشت سے تمام سب ذریات کو نکال کر اسکے سامنے رکھا پھر ان ذریات سے کلام فرمایا ۔ آنحضرت صلعم نے یہ آیت پڑھی ۔ الست بربکم قالوا بلیٰ ۔ تا قولہ مبطلون ۔ رواہ احمد والنسائی وابن جریر وابن ابی حاتم لیکن ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ پر موقوف روایت کی ورواہ الحاکم مرفوعاً وموقوفاً اور اکثر طرق مین موقوف ہے اور یہی اثبت ہے اور یہی عوفی وضحاک نے موقوفاً روایت کی اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ طرق تقویت کرتے ہین کہ روایت موقوف بر ابن عباسؓ ہے وقال المترجم یہ موقوف بھی بر اندر مرفوع ہے کیونکہ اصول مین ثابت ہوا کہ قول صحابی وثقہ تابعی جسمین قیاس کو مجال نہین وہ بمثل مرفوع ہے اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اس آیت مین روایت ہے کہ آدم کی پشت سے ذریات نکالین جیسے سر مین سے کنگھی نکالتے ہین پس اُنسے فرمایا کہ الست بربکم قالوا بلیٰ ۔ پس ملائکہ نے کہا شہدنا ان یقولوا یوم القیامۃ انا کنا الآیۃ ۔ رواہ ابن جریر باسناد لاباس بہ ولہ طرق یقوی ۔ اور مسلم بن یسار الجہنیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے یہ آیت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیگئی تھی اور مین سنتا تھا پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر داہنےؓ دست قدرت سے اسکے پیٹھ پر مسح فرمایا پس اس سے کچھ ذریات نکالین اور فرمایا کہ انکو مین نے جنت کے واسطے پیدا کیا اور جنتیون کے کام کرینگے پھر اسکی پیٹھ پر مسح کیا اور ذریات نکالین اور فرمایا کہ انکو

مین نے دوزخ کے واسطے پیدا کیا اور دوزخیون کے کام کرینگے پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر آدمیون کے کام کس بات مین ہین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب کوئی بندہ جنت کے واسطے پیدا کیا تو اس سے اہل جنت کے کام لیے یہان تک کہ وہ اہل جنت کے اعمال مین سے ایک عمل پر مرتا ہے پس اسکو جنت مین داخل فرماتا ہے اور جس بندے کو دوزخ کے واسطے پیدا کیا تو اسکو دوزخیون کے کام مین استعمال کیا یہان تک کہ وہ دوزخیون کے کامون مین سے کسی کام پر مرتا ہے پس اسکو دوزخ مین داخل فرماتا ہے۔ رواہ مالک فی الموطا واحمد فی المسند وعبد بن حمید والبخاری فی تاریخہ وابو داؤد والنسائی وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ وابو الشیخ والحاکم وابن مردویہ والبیہقی ورواہ الترمذی وقال حدیث حسن ومسلم بن یسار لم یسمع من عمر وکذا قال ابو حاتم الرازی وابو زرعہ۔ وقال ابو حاتم فیہ مسلم بن یسار عن نعیم بن ربیعۃ عن عمر بن الخطاب۔ وکذا رواہ ابو داؤد فی سننہ من طریق عمر بن جعثم القرشی وقال الدارقطنی قد تابع عمر بن جعثم ابو فروۃ الرہاوی وقولہما اولی بالصواب من قول مالک واللہ اعلم۔ اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر گاہ اللہ عزوجل نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اسکی پشت کو مسح فرمایا پس اسکی پشت سے تمام ذریات جنکو اللہ تعالے قیامت تک پیدا کرنیوالا ہے گر پڑی الی آخر الحدیث اور اسمین آدم علیہ السلام کا داؤد علیہ السلام کو اپنی عمر ہزار سال سے چالیسؔ برس دینا اور پھر بوقت نوسو ساٹھ برس گذرنے کی عبادت الٰہی وترک ثواب پر نظر کرکے اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جو انکی اولاد مین جاری ہوگیا ہے مذکور ہے رواہ الترمذی و قال حدیث حسن صحیح وکذا صححہ الحاکم علی شرط مسلم وابن ابی حاتم اور اس مین ہے کہ آدم علیہ السلام نے انمین جذامی وکوڑھی سپید داغ والے واندھے وطرح طرح کی بیماریون والے بھی دیکھے تو آدمؑ نے عرض کیا کہ پروردگار ایسے کیون کیے گیے فرمایا کہ اسلیے تاکہ میری نعمت کا شکر کیا جاوے۔ عرض کیا کہ یہ کون ہین جنکو مین اور لوگون سے زیادہ ظاہر نور والا دیکھتا ہون فرمایا کہ تیری اولاد مین سے انبیا ہین۔ و فی الباب عن ہشام بن حکیم وابی امامۃ وجماعۃ من الصحابۃ والتابعین فیما رواہ ابن جریر وابن مردویہ وغیرہما من ائمۃ الحدیث۔ اور مقبلؒ نے ابحاث مسددہ مین کہا کہ اس بارہ مین کثرت سے روایات اسقدر ہین کہ اگر کوئی شخص دعوی کرے کہ بتواتر معنوی یہ امر باخبار نبوت ثابت ہے تو کچھ بعید نہین ہے اور لوگون نے کیفیت استخراج مین اختلاف کیا ایسے اقوال سے کہ انکا سند نہین اور حق یہ ہے کہ ہم کو فقط یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالے نے ذریات آدمؑ کو انکی پشت سے اخراج کیا جیسا کہ صحیح طور سے ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قدرت الٰہی عزوجل بہت اعلی واجل ہے اسمین کوئی استحالہ نہین ہے پس جو بات ممکن وتحت قدرت ہے جب وہ باخبار رسالت ثابت ہوئی تو ایمان والون پر اسکا ماننا فرض ہے اور انکار کفر ہے۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ ذریات کو زندہ نکالا کیونکہ ذریت تو زندہ کو کہتے ہین اور یہان انکو ذریت فرمایا ہے۔ پھر کلبیؒ نے کہا کہ آدم علیہ السلام کے جنت مین داخل ہونے سے پہلے سے مکہ وطائف کے درمیان ہوا اور بعض نے کہا کہ جنت سے نازل ہونے کے بعد ہوا۔ اور بعض سلف سے مروی ہے کہ جنت مین ہوا اور ان سب مین احتمال ہے اور خبر واحد کے مانند بھی گمان غالب نہین ہوسکتا سوائے روایت احمد ونسائی وابن جریر وحاکم وابن مردویہ وبیہقی کے جو ابن عباسؓ سے ہے کہ اللہ تعالے نے ذریات پشت آدمؑ سے میثاق لیا بروز عرفہ در نعمانؒ پس جملہ ذریات کو انکی پشت سے نکالکر مانند چیونٹیون کے اُنکے سامنے چھنکایا الحدیث اور ابو الشیخ وعبد بن حمید وطبرانی نے ابو امامہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لما خلق اللہ الخلق وقضی القضیۃ واخذ میثاق النبیین وکان عرشہ علی الماء فاخذ اہل الیمین بیمینہ واخذ اہل الشمال بیدہ الاُخری وکلتا یدی الرحمن یمین فقال یا اصحاب الیمین فاستجابوا لہ وقالوا لبیک ربنا وسعدیک قال الست بربکم قالوا بلی الحدیث اور صحیحین کی حدیث انسؓ مین مرفوعًا اخراج ذریت آدم از پشت در عالم الذر

وانسے عہد و میثاق لینا مروی ہے در روایات از صحابہ و تابعین بکثرت ہین جو بتواتر معنوی پہونچی ہین اور اسمین کوئی تخصیص منقول نہین کہ یہ ذریات بصورت آدمی تھین یا نہین اور چیونٹیون سے تشبیہ محتمل ہے کہ صغر مین ہو لیکن کمالین مین زبان سے ذریات کا اقرار کرنا مذہب جمہور سلف و خلف بیان کیا اور یہ مستدعی نہین کہ زبان بمعنے معروف مراد ہو بلکہ نطق مراد ہے کیونکہ سننا و جواب دینا محل زندہ کو چاہتا ہے کچھ انسان بصورت معلوم ہونے کو مستدعی نہین اور اظہر یہی ہے کہ ازل مین یہ عہد و میثاق واقع ہوا اور وادی نعمان سے عالم ازل کے موافق محل خاص مراد ہے کیونکہ یہ بعد کو حادث ہوا پس اسکی کیفیت و مقام وغیرہ ہمارے عقول سے باہر و مجہول ہے۔ پھر جب ان ذریات کو انکی پشت مین واپس کر دیا تو ارواح کو مقبوض کر لیا اور یہی ظاہر ہے اور رہا یہ کہ ارواح کہان گئین تو اسمین بھی عقل کو مجال نہین ہے اور شیخ عارف شعرانیؒ نے قواعد کشفیہ مین لکھا کہ نوشتۂ عہد و میثاق باطن حجر اسود مین ودیعت ہے ولیکن اس کشف پر قطع نہین ہو سکتا اور اسمین خوض نہ کرنا اولی ہے اور یہان دقائق و غوامض ہین کہ بہدایت الٰہی عزوجل اُن تک فی الجملہ رسائی ہے۔ بس محصل نظر اس مقام کا یہ ہے کہ پشت آدمؑ سے اللہ تعالے نے ذریات کو نکالکر انکو اپنی وحدانیت و ربوبیت کا مقر کیا اور کیفیت و وقت و دیگر اوہام کو یہان گنجایش نہین کیونکہ جسقدر ہم کو بتلایا گیا وہ امر ممکن داخل قدرت الٰہیہ ہے پس اسپر بدون تاویل ایمان لانا اہل تحقیق و اہل عقل کی شان ہے اور جو نہین بتلایا گیا وہ ہماری عقل سے باہر اور بلاضرورت ہے فافہم۔ جب یہ امر تمہید کر دیا گیا تو اب ہم کہتے ہین کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر مین علماء سلف و خلف کے دو قول ہین۔ بعد ازانکہ سب کا اتفاق ہے کہ اخراج ذریت از پشت آدم علیہ السلام بروجہ مذکورہ بالا واقع ہوا ہے اس مین کسی کو خلاف نہین بلکہ دو قول اس مین ہین کہ اس آیت کریمہ سے یہی اخذ و اخراج مراد ہے بر سبیل تحقیق یا یہ اخراج بر سبیل تمثیل ہے۔ ابن الانباریؒ وغیرہ نے لکھا کہ اکابر اہل علم و علماء سنت و اکثر سلف و خلف کے نزدیک بر سبیل حقیقی واقعہ مراد ہے جو اوپر مذکور ہوا اور کمالین وغیرہ مین بھی یون ہی ذکر کیا ہے اور بعض سلف و خلف کے نزدیک آیت بر سبیل تمثیل ہے و مجاز مراد ہے اور زمخشریؒ نے بسبب مرض اعتزال کے اسی پر قطع کیا اور اول سے منحرف ہوا و لیکن ائمہ مفسرین اہل سنت نے باوجود جواز اول کے ثانی کیطرف میلان کیا مانند شیخ ابن کثیرؒ و بیضاوی و نسفی و رازی وغیرہ کے اور یہی قول شیخ ابو منصور ماتریدی و زجاجؒ کا ہے و سیاق الکلام علی ہذا الوجہ ایضًا۔ اور فرق ان دونون قولون مین حقیقت و مجاز کا ظاہر ہے تاہم زیادہ تفہیم و تسہیل کے واسطے بعض وجوہ فرق کو پہلے بیان کر دون تاکہ بعض مفسرین کیطرح خلط ملط سے خبط نہو جاوے پس واضح ہو کہ قول اول آنکہ آیت بر سبیل تحقیق ہے و قول دوم آنکہ از باب تمثیل ہے نہ تحقیق پس آیت مین اخذ از ظہر بنی آدمؑ دراصل اخذ از ظہر آدمؑ ہے کیونکہ پشت آدمؑ سے اخراج ہوا تو اسکو لازم ہے کہ اولاد آدمؑ مین سے ہر ایک کی پشت سے اسکے اولاد کا اخراج ہو پس لازم کے ذکر پر اکتفا کر کے ملزوم کا ذکر نہ کیا۔ وعلی القول الثانی اخراج درحقیقت از اولاد آدمؑ ہے۔ دوم آنکہ اخذ مذکور علی القول الاول اجسام پیدا ہونے سے پہلے ہے اور صحاح و سنن و مسانید مین ثابت ہے کہ ارواح ان ذریات کی ازل مین جنود مجندہ تھین مگر جن مین وہان باہم الفت تھی انمین یہان دنیا مین پیدا ہو کر اُلفت ہے اور جن مین وہان نا اتفاقی تھی انمین یہان پھوٹ ہے اور نیز اللہ تعالے نے خلق کو تاریکی مین پیدا کیا اور انپر اپنے نور سے چھڑکا پس جسکو نور نصیب ہوا وہ مومن موحد ہوا اور جو بے نصیب رہا وہ دنیا مین کافر ہے۔ وعلی القول الثانی اخراج مذکور اجسام کے ساتھ ہے۔ مقام اخذ و اخراج علی الاول مقام ازل یا وادی نعمان وغیرہ ہے۔ وعلی الثانی روے زمین کے مقامات مین سے جہان کہین جس سے جس زمانہ مین پشتہا پشت سے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہین۔ حاصل آنکہ قول دوم پر بنی آدم کی پشت سے ذریات نکالکر انکو وحدانیت کا مقر کرنا یہی انکا دنیا مین پیدا کر دینا اور انکو عدم سے موجود کرنا جو حضرت خالق عزوجل کے لیے از ابتدائی ہے جب یہ

Marfat.com

تنبیہ ہو چکی اور یاد ہو گیا تو مترجم پہلے جمہور کے قول اول پر تفسیر کو جسکو شیخ مفسرؒ نے اختیار کیا ہے لاتا ہے پس سنو کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ اے واذکر حین اخذ ربک۔ اور یاد دلا وے اے محمد صلعم وقتیکہ لیا تیرے پروردگار نے۔ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ اولاد آدم سے انکے پیٹھوں سے انکی ذریات کو۔ یعنے آدمؑ کی پشت سے اُنکی بعض ذریت نکالین پھر ان ذریات سے اور ذریات نکالین جسطرح کہ قیامت تک ترتیب وار پیدا ہونا مقدر فرمایا تھا پس درحقیقت اول حضرت آدمؑ سے نکلنا شروع ہوا اور یہ ذریات مانند چیونٹیون کے سفید و سیاہ تھین اور یہ وادی نعمان مین جو قریب عرفات کے ہے واقع ہوا مترجم کہتا ہے کہ مستند اس قول کا اوپر مذکور ہو چکا یاد کرنا چاہیئے۔ اور بجاے اَخرج کے اَخذ مین اشارہ ہے کہ یہ نکالنا اس وجہ پر نہ تھا جو بطریق توالد و تناسل دنیا مین وجود ہوتا ہے بلکہ ازلی اخراج تھا اور ربک مین خطاب آنحضرت صلعم کو بطریق تشریف ہے۔ اور من ظہورہم۔ بدل ہے من بنی آدم سے باعادہ حرف جارہ پس زمخشری وبیضاوی وغیرہ نے کہا کہ بدل البعض ہے یعنے بنی آدم کے تمام جسم سے نہین بلکہ بعض یعنے پیٹھون سے نکالا اور کمالین مین کہا کہ یہی ظاہر ہے اور مفسرؒ نے کہا کہ بدل الاشتمال ہے اور کمالین مین کہا کہ ظاہر امراد اس سے بدل البعض ہے چنانچہ کبھی ایسا اطلاق آتا ہے جیسا کہ شرح کافیہ رضی کیطرف رجوع کرنے سے کھلتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ازل مین ان ذریات کے پیٹھ و پیٹ وغیرہ اعضا رنہ تھے کیونکہ یہ اخراج قبل اجسام کے ہین پس بعض انمین سے بعض کو مشمول تھے جیسے قولہ تعالے قلنا اہبطوا منہا جمیعا مین صیغہ جمع سے آدم و حوا علیہما السلام کے خطاب مین کہا کہ اہبطوا انتما مع ما اشتملتما من ذریتکما۔ یعنے تم دونون مع اپنی ذریات مشتملہ کے سب کے سب ہبوط کرو۔ اور علی ہذا یہ جو کہا گیا کہ ظہورہم دلالت کرتا ہے کہ اخراج ازلی مراد نہین بسبب اسکے کہ انمین جسم و پیٹھ وغیرہ نہ تھے اب وارد نہین ہوتا کیونکہ مراد اخراج انکے مشتملات کا ہے اور پیٹھ کا ذکر برعایت اولاد و ذریت ہے فتامل۔ پھر مفسرؒ وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے ان ذریات کو اخراج کر کے انمین عقل کو مرکب کیا اور انکے واسطے اپنی ربوبیت کے دلائل قائم کیے جس سے اُنھون نے اللہ تعالے کو وحدہ لاشریک لہ اپنا رب و معبود جان لیا لہذا فرمایا۔ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ۔ اور انکو گواہ کر دیا اُنکی جانون پر چنانچہ فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا نہین ہون مین تمہارا پروردگار۔ قَالُوْا بَلٰى بولے کہ کیون نہین یعنے تو بیشک ہمارا پروردگار ہے بعض مفسرین نے کہا کہ دونون فریق جنتی و دوزخی مین سے اول نے بطوع و رغبت کہا اور دوم نے بکراہت و نعت کہا اور یہی معنے ہین قولہ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرہا الآیۃ کے بلے کلمہ ہے کہ اس سے اثبات نفی سابق ہوتی ہے بخلاف کلمہ نعم کے کہ وہ اثبات کلام سابق ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ الیس زید بقائم۔ کیا زید کھڑا نہین ہے اور جواب مین کہا جاوے کہ نعم تو معنے یہ ہین کہ ہان نہین کھڑا ہے اور اگر کہا جاوے کہ بلے تو معنے یہ کہ کیون نہین ضرور کھڑا ہے اور اسکی تحقیق کے واسطے دوسرا مقام ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انھون نے کیونکر سنا و جواب دیا تو کہا جائیگا کہ کان و زبان ہونا کچھ ضروری نہین بلکہ قدرت الٰہی سے کان سنتے و زبان بولتی ہے ایسے ہی اعضا ر قیامت مین بولینگے اور جیسے قولہ تعالے یاجبال اوبی معہ والطیر مین پہاڑ کو یہ قوت دیدی۔ وسخرنا معہ الجبال یسبحن والطیر الآیۃ مین صریح ہے اور اونٹ نے آنحضرت کو خود بخود سجدہ کیا۔ اور قولہ اذ قالت نملۃ یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم الآیۃ مین فہم و گویائی چیونٹیون کی منصوص ہے اور جو شخص یہان وہم کرے وہ عجیب جاہل ہے کہ حضرت او تعالے کی قدرتین ظاہر باہر ہین پھر اسکو ان باتون مین کیسے وہم ہوا حالانکہ خود ایک نجس نطفہ اس شان کو پہونچا ہوا بیٹھا ہے کہ اب شیطان کی پیروی مین وہم و شک کر رہا ہے نعوذ باللہ من العمی والضلال۔ بالجملہ ذریات کو اپنی قدرت کاملہ سے عارف کیا کہ قالوا بلٰی۔ شَهِدْنَا۔ بولے کہ کیون نہین بیشک تو ہمارا پروردگار ہے ہم اسپر شاہد ہوے۔ یہ سب تحقیقی طور پر ہوا اور بعض متکلمین نے جو کہا کہ مجازا ہے تو اس کی کچھ ضرورت نہین مگر آنکہ آیت از قبیل تمثیل قرار دیجاوے اگرچہ حقیقت مین ہو سکتا ہے جیسا کہ نصوص صحیحہ مین وارد ہے اور

اگر قائل مجاز نے ارکان نہین سمجھا تو اسکا قول مردود ہے۔ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فعل بصیغہ خطاب قرارۃ ابو عمرو ہے اور بصیغہ غائب باقیون کی قرارۃ ہے اور جملہ کو بعض مفسرؒ نے اشہاد مقدر کی تعلیل قرار دیا ہے یا اشہدہم کا مفعول لہ باین طور کہ جملہ قول و مقولہ تفسیر اشہاد تھا بالجملہ مفسرؒ نے کہا اے والاشہاد لان لاتقولوا یوم القیامۃ۔ یعنے یہ اشہاد اور انکو اپنی جانون پر گواہ کر دینا اسواسطے ہوا کہ قیامت کے روز تم نہ کہو یا یہ لوگ یعنے کفار یون نہ کہین کہ۔ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ہم لوگ اس توحید سے غافل تھے پہچانتے نہ تھے۔ اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے واشہدہم علی انفسہم بما ذکر کراہۃ ان تقولوا الخ۔ یعنے ان لوگون کو خود ان کے اوپر شاہد کر دیا بروجہ مذکور بسبب کراہت اس بات کے کہ قیامت مین یہ لوگ کہین کہ ہم اس سے غافل تھے۔ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ۔ یا یہ کہین کہ ہمارے زمانۂ وجود کے پہلے سے ہمارے باپ دادون نے شرک کیا۔ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ۔ اور ہم اُن کے بعد کی ذریت تھے پس ہم نے بھی انکی اقتدا کی۔ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے یعنے عذاب فرماتا ہے بوجہ ایسے فعل کے جسکو مبطلین بیہودہ کردار نے ہمارے باپ دادون مین سے کر رکھا یعنے شرک کی بنیاد جما رکھی تھی۔ معنے یہ ہین کہ ذریات کے اپنے اوپر توحید کے شاہد ہوجانے کے بعد انسے اسطرح حجت لانا ممکن نہو کہ ہم توحید سے غافل رہے یا ہمارے باپ دادون نے شرک کی بنیاد مضبوط کر رکھی تھی اور ہم اُنکے پیچھے ہوئے تو تم نے اُن کی اقتدا کی۔ شیخ ابو حیانؒ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر کافرون و مشرکون سے بروجہ مذکور عہد نہ لیا جاتا اور نہ اُنکے پاس ایسا رسول آتا جو اُنکو عہد یاد دلاتا کہ اللہ تعالے کی توحید و اخلاص عبادت پر بدلیل عیانی و قطعی شاہد ہوچکی ہو تو کافرون کے واسطے دو حجتین ہوتین ایک یہ کہ ہم غافل تھے اور دوم یہ کہ ہم اپنے اسلاف کے تابع تھے پھر عذاب ہمپر کیونکر ہے حالانکہ گناہ اسکا ہے جسنے ہمارے لیے یہ راہ نکالی اور گمراہ کیا پس اس آیت مین کافرون کا عذر بے بنیاد بھی قطع کر دیا۔ حاشیہ جمل رح مین ہے کہ اگر کہا جاوے کہ ایسا میثاق واقع ہوا تو ہمکو یاد کیون نہین اور جواب دیا کہ وہ بنیاد اول بسبب انقضائے زمانہ کثیر و کثرت انتقالات از اصلاب و ارحام متعدد و نظورات کے فراموش ہوا اور علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ مین اپنے پروردگار کے عہد کو یاد رکھتا ہون اور شیخ سہل بن عبداللہ تستری سے بھی ایسا ہی منقول ہے انتہی کلامہ اور شیخ نظام الدین سلطان اولیا رح سے بھی بمانند اسکے مروی ہے خطیبؒ نے ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ یہ میثاق کیونکر حجت ہوگا حالانکہ جب پشت آدمؑ سے نکالے گئے تو انمین عقل مرکب کی گئی پھر جب انکی پشت مین اعادہ کیے گئے تو یہ ترکیب باطل ہوئی پھر جب پیدا ہوئے تو اسکو بھولے ہوئے پیدا ہوے اور جواب اسکا یہ ہے کہ بعد پیدائش کے عقل کا اعادہ ہوا اور پھر مرکب کی گئی اور صاحب معجزہ یعنے رسول برحق کی زبان سے اسکو یاد دلایا گیا پس یہ امر بجائے یاد نفس کے ہوا لہذا انپر حجت قائم ہوئی کہ برحق رسولون نے انکو یاد دلایا پس جسنے نہ مانا وہ عہد ازل توڑنے والا ہوا اور صاحب معجزہ کے یاد دلانے کے بعد جسکی خبر صادق بدرجہ کمال ہے انکا عذر فراموشی قبول نہوگا اور حجت ساقط نہوگی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس جواب مین تامل ہے اسواسطے کہ مشرک و کافر وغیرہ تو رسول کو جھوٹا جانتے ہین خواہ یہ بات ہو یا اور کوئی بات ہو حالانکہ یہ امر انپر حجت مستقل قرار دیا گیا ہے اور رسول برحق کے یاد دلانے سے انکو وہ عہد یاد نہین آتا ہان تصدیق کرنا تو از قبیل ایمان ہے لہذا اولی و اظہر یہ ہے کہ اس آیت مین تمثیل مراد ہے اور اشہاد مذکور سے انکا فطرت توحید پر پیدا ہونا مراد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی قول دوم اس آیت کی تفسیر مین ہے اور اس قول پر تفسیر اسطرح ہے کہ قولہ تعالے واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم الآیۃ۔ مین اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے نے بنی آدمؑ کی پشتون سے انکی ذریات کو اس حال پر نکالا کہ وے اپنے اوپر اس امر کے شاہد تھے کہ اللہ تعالے انکا رب و خالق و مالک ہے

ف حیان

Marfat.com

وہی معبود وحدہ لاشریک ہے کیونکہ ہر بندہ اصل فطرت پر پیدا ہوتا ہے جسپر وہ مجبول ہے کما قال تعالے فطرۃ اللہ التی فطر الناس
علیہا الآیۃ۔ صحیحین مین ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر مولود پیدا ہوتا ہے فطرت پر۔ وفی روایۃ۔ اسی ملت پر۔ پھر
اسکے والدین اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر ڈالتے ہین الحدیث۔ وعن عیاض بن حمار المجاشعی عن النبی صلعم اللہ تعالے فرماتا ہے کہ
مین نے اپنے بندون کو (یعنی بندون مین کسی) حنیف یعنے مائل بحق وملت حنیفیہ اسلام پر پیدا کیا پھر شیطان نے آکر انکو اُنکے دین سے مکر مین ڈالا اور جو مین نے اُنپر
حلال کیا تھا اسکو انپر حرام کیا الحدیث رواہ مسلم۔ وعن الاسود بن سریع من بنی سعدؓ مین نے حضرت صلعم کے ساتھ چار جہاد کیے پس کافر
لڑنے والون کو قتل کرکے مسلمانون نے ذریات یعنے اولاد کو قتل کرنا شروع کیا پس آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ کو سخت شدید ناگوار گزرا
اور فرمایا کہ بعض قومون کا کیا حال ہے کہ بچون پر دست درازی کرتے ہین پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا یہ مشرکین کی اولاد نہین
ہین تو فرمایا کہ تم مین سے جو لوگ بہت صالح مومنین ہین وہ بھی تو مشرکون کی اولاد ہین۔ خبردار رہو کہ کوئی آدمی نہین پیدا ہوتا مگر فطرت ہی پر
یعنے دین واعتقاد توحید پر سلیم القلب پیدا ہوتا ہے اور برابر اسی حال پر رہتا ہے یہان تک کہ اسکی زبان کھلی پھر اسکے والدین اس کو
یہودی یا نصرانی وغیرہ کے دین واعتقاد کو کہلاتے ہین حسن بن ابی الحسنؒ راوی نے کہا کہ واللہ حضرت حق عزوجل نے اپنی کتاب
مین فرمایا واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ رواہ ابن جریر واحمد والنسائی (یعنی حسن بصریؒ) پس معنے آیت کے یہ ہین۔ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم
ذریتہم۔ اور بیان کر دے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جبکہ پیدا کیا تیرے پروردگار نے اولاد آدمؑ کی پشتون سے انکے ذریات یعنے اُن کی نسلین
پشت در پشت نکالین ایک قرن کے بعد دوسرا قرن جسطرح کہ دنیا مین وجود ہوتا ہے۔ واشہدہم علی انفسہم۔ اور شاہد کیا انکو اُنکی جانون پر
یعنے اپنے پیدا کرنے سے انکو دلیل دی کہ وہ تعالے ہی انکا خالق ہے پس یہ دلالت قائم مقام اشہاد کی ہوئی بطریق تمثیل کما فی قولہ فقال لہا
وللارض ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین الآیۃ وقال البیضاویؒ انکے پیش نظر اپنی ربوبیت کے دلائل قائم کیے اور انکے عقول مین ایسے
صنع کی ترکیب دی جو انکو اس اقرار کی طرف داعی ہوئی اور بمنزلہ ایسے شخص کے ہو گئے کہ اُس سے کہا گیا۔ الست بربکم قالوا بلی شہدنا۔ کیا مین
تمہارا پروردگار خالق نہین ہون بولے کہ کیون نہین تو ہمارا پروردگار ہے ہم شاہد ہوئے پس اُنکے اس امر کے علم پر تمکین وتمکن کو بمنزلہ اشہاد
واعتراف کے قرار دیا بطریق تمثیل کے چنانچہ انکا جواب وشاہد ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے مع قولہ ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ہذا
غافلین۔ یعنے غافل تھے ہمکو کسی دلیل پر تنبیہ نہین ہوئی۔ او تقولوا انما اشرک آباؤنا وکنا ذریۃ من بعدہم افتہلکنا بما فعل المبطلون۔ یعنے ہم
انکے بعد انکی ذریت ہوئے پس ہم نے انکی اقتدا کر لی کیونکہ شرک ہی کی بنیاد انھون نے جمائی تھی پس ہم معذور ہین۔ قال البیضاوی وجہ
رد یہ ہے کہ انکی اقتدا کرنا اور تقلید کر لینا عذر نہین ہو سکتا اسلیے کہ تقلید کرنا بروقت دلیل قائم ہونے کے اور علم بدلیل پر قدرت حاصل ہونے
کے باطل ہے پس انپر حجت قائم ہو گئی کہ کیون انھون نے نظر کو ترک کرکے باپ دادون کی تقلید پر شرک کیا پس اس تفسیر پر اخراج بمعنے ایجاد ہے اور
یہ بنی آدمؑ کی پشتون سے بھی قرن بعد قرن ہے اور اشہاد بر سبیل تمثیل ہے اور شرک آبا در زمانہ سابق ذریات کی تقلید در مابعد اپنے معنے مین
مربوط ہے اور ازل مین جو اخراج ذریات ہے وہ از آدم ہے نہ از بنی آدم جیسا کہ مذکور ہوا اور حافظؒ نے تفسیر مین کہا کہ احادیث اخراج ذریات
از آدمؑ مین اللہ تعالے کے رب ہونے کا اشہاد فقط دو روایتون مین ہے ایک تو روایت ابن عباسؓ جسمین مقام نعمان مین اخراج مذکور ہے
اور دوم روایت عبداللہ بن عمروؓ اور ہم بیان کر چکے کہ یہ دونون روایات موقوف ہین مرفوع نہین ہین اور آیت مین اشہاد مذکور ہے پس
سلف وخلف مین سے علما نے کہا کہ مراد اس اشہاد سے انکا توحید پر مفطور ہونا ہے جیسا کہ حدیث ابوہریرۃؓ وعیاض بن حمارؓ مین مذکور ہوا اور

Marfat.com

حسن بصریؒ نے آیت کریمہ کی اسی پر تفسیر کی اسواسطے اﷲ تعالےٰ نے فرمایا کہ من بنی آدم من ظہورہم۔ اور من آدم من ظہرہ۔ نہین فرمایا۔ یعنے اولاد آدمؑ سے انکی نسل ہر زمانہ مین یکے بعد دیگرے پیدا فرمائی کما فی قولہ وہو الذی جعلکم خلائف فی الارض۔ اور قولہ یجعلکم خلفاء الارض۔ اور قولہ کما انشاکم من ذریۃ قوم آخرین۔ پھر فرمایا واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلیٰ۔ یعنے ان ذریات کو ایجاد کیا درحالیکہ یہ شاہد تھین اس بات کی اور بطور حال و قال کے ایسا کہنے والی تھین شہادت کبھی تو بقول ہوتی ہے۔ کما فی قولہ شہدنا علی انفسنا الآیۃ۔ اور کبھی شہادت بطریق حال ہوتی ہے کقولہ تعالےٰ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اﷲ شاہدین علی انفسہم بالکفر۔ یعنے انکا حال اپنے اس امر کا شاہد ہے اور یہ معنے نہین کہ کافر اپنے اوپر کفر کے شاہد بقول تھے اور ایسے ہی قولہ تعالےٰ وانہ علی ذلک لشہید۔ جیسے سوال مین ہوتا ہے کہ کبھی بقول ہوتا اور کبھی بطریق حال ہوتا ہے کما فی قولہ وآتاکم من کل ما سالتموہ الآیۃ۔ اور دلیل اس بات پر کہ مراد اس اشہاد سے شہادت بطریق حال ہے یہ ہے کہ کافرون و مشرکون کے کفر و شرک کرنے کے الزام پر یہ اشہاد بروز قیامت حجت کیا گیا ہے پس اگر اخراج ذریت از صلب آدمؑ کا اشہاد مراد ہو تو ہر شخص کو یاد ہونا چاہیئے تاکہ اسپر حجت ہو اور اگر کہا جاوے کہ اخبار رسول اسکے وجود مین کافی ہے تو جواب آنکہ منکرین تو رسول کے جملہ اقوال کے منکر ہین حالانکہ یہ اشہاد منکرون پر حجت مستقل قرار دیا گیا نہ حجت بر تقدیر تسلیم از رسول لہذا ثابت ہوا کہ اشہاد وہ ایجاد فطرت بر توحید ہے۔ فافہم۔

پھر واضح ہو کہ علماء معانی کے نزدیک اغراق مقبول نہین تا وقتیکہ لفظ کاد و اسکے مانند کسی سے مقترن نہو بدلیل شہادت ذوق سلیم و طبع مستقیم کے۔ اور آیت کریمہ سے ان لوگون کے قول کا رد ہوتا ہے۔ شہابؒ نے ریحانہ مین فرمایا کہ اغراق کے واسطے بمانند کاد وغیرہ ضروری ہونے کو اگرچہ علماء معانی نے تسلیم کیا مگر وہ محتاج ایضاح و بیان ہے کیونکہ جو اسپر وارد ہوتا ہے اسکا معارض و مکدر ہے جیسے یہی کلام الٰہی کیونکہ یہاں سی کے معنے مین بدون حرف کاد وغیرہ ہے اسلیئے کہ پشت آدمؑ و بنی آدم سے ذریت کا اخراج قبل پیدائش و ظہور کے اور مواثیق و عہود لینا از قسم مقتضی عجیب و غریب ہے اور یہ بر سبیل تحقیق ہے نہ بر سبیل تخییل و تقدیر اور یہی حدیث صحیحین مین مذکور اور علماء حدیث کو معلوم ہے اور اسکے معنے و تفسیر مین انکے دو طریقے ہین۔ اول آنکہ آیت و حدیث از قبیل متشابہ ہے جسکی تاویل یعنے تحقیق الکیفیۃ وما کان الیہ اول امرہ مخصوص بعلم الٰہی ہے۔ اور علیٰ ہذا اسمین کچھ اشکال نہین اور نہ بحث کو یہان مجال ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ سوائے کلام الٰہی عز و جل کے حدیث شریف مین بھی وارد ہے پس متشابہ کیونکر ہے جواب آنکہ متشابہ ہونا اور حدیث مین بزبان رسالت و نبوت بیان ہونا دونون مین منافات نہین ہے مانند عذاب قبر اور اہل جنت کا کھانا پینا وغیرہ از راہ کیفیت متشابہ ہین پس آنحضرت صلعم کو جو وحی خفی ہوئی وہ آپ نے بیان فرمائی جیسے وحی جلی کو تلاوت فرمایا پس اسمین جو مضمون جس راہ سے ہے متشابہ ہوگا فافہم۔ ثم قال الشہابؒ اور طریقہ دوم آنکہ اسکے ایک معنے جلیل ہین جنپر اقوی برہان و دلیل قائم ہوئی پس بعض نے کہا کہ یہ کلام بطریق استعارہ و تمثیل ہے جس مین توحید باری تعالےٰ و صحت احکام شرعیہ کو جو مرکوز بفطرت اصلیہ ہین انکے وضوح کو بمنزلہ خارج مین ظاہر ہونے کے قرار دیا اور انکے واقعی ظاہر و مسلم ہونے کو بمنزلہ اشہاد قوم کے قرار دیا پس اب کوئی وہم اسپر وارد نہین ہونا

قال المترجم و علیٰ ہذا قول امام ابوحنیفہؒ کہ اگر رسول و انبیاء علیہم السلام نہ بھیجے جاتے تو بھی کوئی بندہ توحید الٰہی خفی و پوشیدہ سمجھنے مین معذور نہ رکھا جاتا یہ قول یہین سے ماخوذ ہے فافہم واحفظہ۔ ثم قال الشہابؒ اور ہم کہتے ہین کہ وہ امر جسمین مبالغہ و اغراق واقع ہوا ہے دو حال سے خالی نہین یا تو بعد زمانہ بعید کے واقع ہوگا جیسے قیامت یا نہ واقع ہوگا اور دوم مین دو حال ہین یا تو محال متعذر الوقوع ہوگا جسکے نظائر و متشابہ ہین یا نہین پس اول مین تو مبالغہ مقبول ہے باین معنے کہ جسکا تحقق یقینی ہے اسکو بمنزلہ واقع کے قرار دیا اور ایسے ہی دوم بھی کیونکہ ممکن ہے کہ اسے مجاز یا کنایہ مراد ہو اور رہی قسم اخیر پس اسی مین گفتگو ہے اور اہل معانی کے نزدیک یہ قرار پایا کہ جب تک اس سے کوئی مسوغ مانند کاد

۱۲ قال الحافظ [illegible] [illegible] الاشہاد [illegible] من قال [illegible]

[illegible] ان الحاکم [illegible] الاشہاد [illegible] من صلب آدم [illegible] الحدیث [illegible]

Marfat.com

وغیرہ کے مفترن نہو تب تک وہ مقبول نہین ہے پس بر تقدیر تسلیم بھی یہان کچھ مضر نہین کیونکہ آیت کریمہ اس قبیل ہی سے نہین ہے اسلیے کہ اسکی اسناد اس پاک پروردگار وحدہ تعالے شانہ کی طرف ہے جسنے معدومات کو ارحام عدم سے ظاہر کیا پس ہم کو اسپر ایمان ہی واجب ہے اور خارج از فہم بشری کا علم اوسکی تعالے کی جناب مین سپرد کرنا فرض ہے وکفی ہذا الاحتمال فی نحو ہذا الحال وما بعد الہدی الا الضلال والسلام علی من اتبع الہدے قال البیضاوی اور مقصود اس کلام کے ایراد سے اس مقام پر یہ ہے کہ الزام دیا جاوے انکو عہد ومیثاق عام توڑنے کا بعد ازآنکہ انپر میثاق خاص توڑنے کا الزام اوپر ہوچکا اور نیز انپر حجت لائی جاوے سمعی وعقلی دونون حجتون سے اور منع کیا جاوے انکو تقلید مذموم سے اور آمادہ کیا جاوے کہ قرآن مجید کی آیات بینات مین بقلب سلیم استدلال ونظر کرین۔ کما قال تعالے۔ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ اور اسیطرح ہم تفصیل یعنے تبیین یعنے کھلا کھلا بیان فرماتے ہین آیات توحید کا تاکہ اس مین نظر وغور کرین اور شاید کہ یا بمعنے تاکہ وہ رجوع کرین یعنی کفر سے اور عہد شکنی وشرک وتقلید آبا وواجداد سے پھرین اور راہ حق پر آوین۔ اور علی ہذا یہ آیات بھی اس سورہ مکیہ سے مستثنیات مین ہین۔ کما فی اول السورۃ فتذکر فی العرائس قولہ تعالے واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالے نے اسمین سر تقدیر ازل سے جو فی نفسہ اول الاول مین ہر قبل سے قبل بدون تغایر زمان وتواتر ملوان کے تھا اس سے آگاہ فرمایا۔ اور یہ ارادہ سابقہ ازلیہ ذاتیہ صفاتیہ احدیہ ہے کہ ہستی اسکی بوجود اسکے ایجاد کے بظہور وجود اوتعالے عز وجل ہے پس متقاضی ہوا ارادہ از علم۔ اور علم از قدرت اور قدرت از جمیع صفات اور جمیع صفات از ذات بدون تفرقہ اور بغیر جمع کے بلکہ بوحدانیت۔ پس اجابت فرمایا صفات نے ذات کا اور ذات نے صفات کا بدون کسی حاجت کے اور بغیر وحشت اور بدون اُنس بحوادث کے بلکہ برائے وجود اہل عرفان۔ پس دہور ازلی گذرے بدون زمانہ و مکان کے بلکہ قدم مین قدم اور ازل مین ازل ہے۔ حق تعالے نے علم قدیم سے خبر دی نہ وقت سے۔ بھلا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا واذ اخذ حالانکہ اسکی درگاہ پاک مقدس مین صبح وشام کو دخل نہین اسلیے کہ یہ حوادث ہین پھر جب دہور اولیہ جو کہ دہر الدہار منزہ از مکان وزمانہ ہے پوری ہوئی اور انکا پورا ہونا بوقت ایجاد ممکنات وکائنات واظہار اہل عرفان ہے تو تجلی فرمائی انوار ذات نے واسطے انوار صفات کے اور انوار صفات نے واسطے انوار ذات کے پھر ذات پاک منزہ مقدس نے ارادہ ومحبت کے لیے تجلی فرمائی پھر ارادہ ومحبت نے فعل خاص کے لیے تجلی فرمائی پھر فعل خاص نے فعل عام کے لیے تجلی کی پھر فعل نے عدم کے واسطے تجلی کی اور کمن غیب سے ارواح کو بنعت ایجاد نکالا اور انکو فعل عام سے حیات دی اور نور فعل خاص سے لباس دیا پھر مشرب محبت وارادت پر انکو حاضر کیا اور چشمۂ محبت سے شربت زلال عشق پلایا اور چشمۂ ارادت سے آب مصفاے توحید نوش کرایا پس شربت محبت وعشق سے حالت سکر مین ہوکر معدن صنعت کی طرف بازوے توحید در انوار صفات پرواز کی پھر انوار صفات کے بازوے انوار ذات کی طرف پرواز کی پس دیدار قدم سے قدم مین فنا ہوے اور دیدار بقا سے بقا مین رہے اور ہر ایک انہین سے موارد صفات مین سے ایک مورد کی طرف جھکا اور ہر ایک کو اپنی مناسب چشمہ پر سکون ہوا پس بعض نو چشمۂ عظمت پر ہین اور بعض بر چشمہ جلال اور بعض بر چشمہ جمال اور بعض بر چشمۂ کبریا اور بعض بر چشمۂ قدم اور بعض بر چشمۂ بقا۔ اور بعض بر چشمۂ بہار اور بعض بر چشمۂ حسن۔ اور بعض بر قدس۔ اور بعض بنور الانس۔ وبعض بر سنا رآن۔ وبعض بنور الاسماء والنعوت۔ وبعض بر چشمۂ حیات۔ اور بعض بنور البصر۔ اور بعض بنور السمع۔ وبعض بنور الکلام۔ اور بعض بنور الوجہ۔ وبعض بنور القدرۃ۔ وبعض بنور العلم۔ وبعض بنور المشیئۃ والارادۃ۔ اور بعض انہین سے صفات خاصہ پر جو استواء علی العرش وغیرہ صفات ہین۔ قال المترجم یہ نص صریح ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ کیطرف سے کہ مذہب ان کا مذہب سلف رضی اللہ عنہم ہے کہ عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالے عز وجل کی صفت خاصہ ہے جسکا پرتو کسی مخلوق کو نہین

Marfat.com

مانند علم و حلم وغیرہ کے فافہم۔ اور بعض بنور عطا اور بعض بنور لطف وبعض بر چشمہ قہر ہین۔ اور ان ارواح مین سے ہر ایک فریق کو اپنے مورد کی سجیت و جبلت اور اسکے پینے کی قدرت حاصل ہے اور ہر ایک انہین سے اپنے ہی مورد کا مشتاق ہے اسی واسطے ان ارواح کے طبائع مختلف ہین مقامات و حالات و مکاشفات و مشاہدات ہر ایک کے جُدا گانہ ہین پھر انہین سے جو ارواح کے فرقے کہ عیون متنوعہ الطاف پر ہین وہ معرفت مین ہین اور ہمیشہ اسی پر رہینگے اور جو ارواح کہ عیون قہریات پر ہین وہ ہمیشہ ضد معرفت یعنے نکرت پر رہینگے چنانچہ دنیا مین ان کی راہین ایمان اور شرک و کفر وغیرہ کی مختلف نہین دیکھتے ہو کہ کافر ابوجہل کو آنحضرت صلعم سے ہادی پاک سے ہدایت نہوئی اور تا دم مرگ اسکو اپنا مشرب قہر ہی پسند رہا پھر جب حق سبحانہ تعالے نے ان ارواح کی عبودیت کو چاہا جیسا کہ اسکے قدیم علم مین تھا تو انکو بشری صورت مین بر صفت امتحان و عبودیت وہان سے نکالا اور انکو لباس صلصلیہ پہنایا یعنے جیسے زنجیر کی کڑیان سلسلہ وار الگ و جڑی ہوئی ہوتی ہین اس لباس سے خارج فرمایا۔ کما قال تعالے واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم۔ ان سب کو اس حالت سے نکالا کہ سب کو وجود حق سبحانہ تعالے ظاہر تھا پس سب کے سب اُسکے نور ظہور و تجلی ذات و صفات سے اصل فطرت مین موحد خارج ہوئین پس انکا اخراج بتاثیر صفت در فعل ہوا پس اخذ الٰہی سبحانہ کی برکت فقط اہل معرفت کو پہونچی کیونکہ اوتعالے سبحانہ کا انکو اخذ کرنا اخذ لطف و وصل ہے اور اہل نکرت کو اس اخذ کا قہر پہونچا کیونکہ انکے لیے اخذ قہر ہے پس جسکا خروج بلباس لطف ہوا اُسنے حق سبحانہ تعالے کو بمشاہدۂ عیانی مشاہدہ پایا اور جس کا خروج بلباس قہر ہوا اُسنے قہر حق کو بلباس امتناع و حجاب مشاہدہ کیا اسی واسطے بعضے بطور دہریہ کے بالکل منکر ہوئے۔ قال المترجم حق سبحانہ تعالے فرماتا ہے واذا ذکرت ربک فی القرآن وحدہ ولوا علی ادبارھم نفورا۔ اور اہل قہر اوسی تجلی قہر ہی پاتے ہین حتی کہ اشرف مخلوق انسان ہوکر پتھرون و صلیب و سانپ و درختون وغیرہ کو معبود بناتے اور خود اسکا بندہ بنتے اور کس درجہ رذالت مین گرے چلے جاتے اور اسی کو محبوب رکھتے ہین اللھم اعوذ بک من القھر والضلال اللھم انت کما اثنیت علی نفسک اللھم اسالک ان تجعلنی عبد الک اللھم غفرانک سبحانک تبت الیک وانت ارحم الراحمین۔ قال الشیخ اور انکو اپنی جانون پر شاہد کیا تاکہ دیدار صرف سے تجلی التباسی مین ہو جاوین اور اگر انکو اپنی ذات پاک پر شاہد فرماتا تو قول الست بربکم۔ خطاب سے انکو پہچنوانے کی ضرورت نہوتی۔ اول مین شاہد عذاب اوسبحانہ تعالے تھے پھر غائب ہوئے پھر اُن کو اس حالت مین وہ موارد و مشارب حال اول کے جو عدم سے بنور قدم نکلنے کے وقت تھے بقول الست بربکم۔ یاد دلائے و پہچنوائے پس یہ خطاب برائے معرفت و اذن دیا دادن ہے دانشد بعضھم ؎ سقیا لعھدک الذی لو لم یکن + ما کان قلبی للصبابۃ معھدا + یعنے اگر جام الست سے جرعہ پاک اسکے کرم سے نصیب نہوا ہوتا تو آج سلطان عشق کی منزل کے لیے یہ قلب ضعیف متعین نہوتا۔ اور ایسے ہی اشعار شیخ نے اور نقل فرمائے پھر لکھا کہ قبل خطاب کے غائب ہوئے پھر حلاوت خطاب سے چونک کر عہد قدیم یاد آیا۔ اور یہ خطاب پاک بندگان خاص کے لیے جو اہل لطف ہین خطاب عطوفت ہے اور اہل قہر کے لیے خطاب تعظم ہے۔ عارفین کو خطاب تعریف اے عطائے معرفت ہے اور جاہلون منکرون کو خطاب قہر و امتحان ہے پھر طوعاً و کرہاً سب نے وحدانیت کا اقرار کیا پس بطوع تو اہل عرفان ہین اور بکرہ اہل طغیان ہین پس اگر ظہور قدرت در اقرار خطاب نہوتا تو سب کے سب اعتراف کرکے بلےٰ نہ کہتے بلکہ صرف اہل شہود و عرفان ہی خوشی خطاب سے پھولے نہ سماتے اور یہی رٹتے جاتے پھر جب انکو یہ خطاب فرمایا تو اہل توحید اس فرحت مین ہین کہ ہم اس لائق کیے گئے کہ اوسبحانہ تعالے نے اپنی پاک ذات کو ہمارا رب فرمایا اور ہم اسکے بندے ہوئے فالحمد للہ رب العالمین ؎ چون او تو دگر خدا نداری + او بر تو صد ہزار دارد + پس اس فرحت مین پھولے نہ سمائے اور بازوے توحید کے ساتھ ہوائے ہویت مین پرواز کر گئے۔ قال المترجم یعنے خود فنا ہو اور باصل بقا ر باقی ہو گئے۔ قال الشیخ اور سے اہل قہر تو خوفناک دہشتہ

مین بہوت وحیران ہانپتے رہے پھر اوتعالے نے میثاق خطاب مین توثیق عظیم فرمائی کہ انھون نے کہا کہ شہدنا ہم شاہد ہوئے کیونکہ اب تو درگاہ وصل تک پہونچ گئے ہین حضرت حق سبحانہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ میثاق مین اہل عرفان کے واسطے نقاب ازوجہ سرمدیت کشادہ ہوئی یعنے ان بندون پر جو حجاب تھا وہ مرتفع فرمایا تھا تاکہ کوئی لمحہ اسکو فراموش نہ کرین اگرچہ پردہ امتحان مین ہون کیونکہ عاشق کی شان یہی ہے کہ جملہ بلیات مین معشوق کے دیدار سے محجوب نہین ہوتا کیونکہ اسکے تمام وجود مین ساری ہے۔ ابو سعید خرازؒ نے اس آیت مین کہا کہ اہل معرفت کے واسطے اس آئینہ مین بسکون تجلی ہوئی پس وہ مطمئن ہوئے اور اہل کفر پر بعظمت تمام تجلی ہوئی کہ ہیبت سے متغیر ہوکر متفرق ہوئے اور ان کی عقلین طیش کھاکر پارہ پارہ ہو مین شیخ یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کلام پاک سے آگاہی دی کہ انکو انکے رب کریم کی طرف سے ایسے حال مین خطاب ہوا کہ موجود نہ تھے مگر اسی طور کہ انکو ایجاد کر دیا تھا پس انھون نے حق تعالے کو بغیر وجود اپنی ذات کے پایا تو حق عزوجل موجود بحق اس شان مین باین معنے تھا کہ اسکو سوائے حق تعالے کے کوئی نہین جان سکتا اور کوئی ادراک نہین کر سکتا۔ **قال المترجم** اشارہ مین شیخ نے خود اجمال کیا فتفکر واللہ اعلم بعض نے کہا کہ جواب بلےٰ بدون مشاہدہ تھا پھر کشف ملا تو شہدنا بولے۔ یعنے تیری حقائق حق کے شاہد ہوئے حسینؒ نے کہا کہ ان چیونٹیون کو حق عزوجل نے ناطق کیا کہ ایمان کا طوعاً اور کرہاً اقرار کیا انکو برکت اخذ سے نطق ملا انکو انکی خودی سے لے لیا انکو ناطق کیا کہ خود نہ تھے پھر انکو حقیقت پر شاہد کیا پس قدرت کا نطق تھا بدون توہم غیریت کے۔ **قال المترجم** گویا اشارہ کیا کہ اپنے خودی کے ساتھ شہود سے محرومی ہے اور وہی اس وجود مین ہے۔ فافہم۔ نصر آبادیؒ نے ان آیات مین فرمایا کہ مُول اکبر والف اعظم معانقین از سلالۃ طین وما بعد آن از نطفہ ومشیخ ہین بھلا تم از جملہ اخذ اول ہو یا اس معتادی اخذ کی طرف جو بطریق سلالہ ونطفہ ہے مردود کیے ہوئے ہو کیونکہ اخذ الاول تو اول باول الاول ہے اور وہ اول الاول کے ساتھ اول ہے۔ **قال المترجم** لا استطیع قولا غیر ہذا ان نخ سانح فللہ المثل الاعلے ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شئ علیم۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ اخذ الٰہی بروجہ تلطف وتکرم تھا بلکہ بجلال وعظمت تھا بلکہ اخذ اسکا عزت واستغنا تھا۔ **وقال ایضاً**۔ یہ اخذ الٰہی کسی حاجت سے نہ تھا پاک ہے اللہ تعالے سبحانہ بلکہ بندون پر محبت تھی پس خلق کو انکی محتاجی نے ممنوع ظاہر کر دیا کہ معانی حجت سے ایک ذرہ نہین رکھتے۔ **وقال ایضاً**۔ اخذ الٰہی سبحانہ از معدن بسوئے معدن واز معدن بلے معدن تھا جریریؒ نے کہا کہ ہر گروہ کی طرف اسی معرفت سے شناخت کرائی جو اسکو عطا فرمائی ہے پس ہر گروہ نے بلےٰ کہا اور ہر ایک پر جو انعام واحسان ہوا ہے اسکا اقرار کیا پھر انکو پشت آدم سے اخراج فرمایا۔ وقد قال تعالے کنتم اعداء فالف بین قلوبکم یعنے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو خطاب فرمایا کہ تم سب باہم دشمن تھے پس تمھارے قلوب مین الفت دیدی یعنے ایک جان واسعد رمعدد قالب ہوگئے۔ اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ۔ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم۔ یعنے اگر تو تمام زمین کے اموال خرچ کرتا تو انکے دلون مین الفت نہ دیتا لیکن اللہ تعالے نے انکے درمیان الفت دیدی بعض مشائخ نے کہا کہ ہمین قدم مین بنصب قدرت خطاب کیا۔ شیخ عبد الرحیم سے پوچھا گیا کہ کن کو خطاب ہے تو فرمایا کہ قدرت مین موجود اور عالم شہود وجود سے غائب تھے۔ **وقال ایضاً**۔ انھون نے کلام پاک سنا کہ اسکے مثل کوئی شئ نہین کما فی قولہ لیس کمثلہ شئ۔ لسنے لباس نور مین انکی حیات کو مخلوق فرمایا اور سب کا قوام اس کلمہ سے کیا۔ **قال غیرہ** خالصان خلق خدائے تعالے بولایت الٰہی منتخب اور بکرامت الٰہی مخلص ہین انکو اپنی فردانیت سے فرد کیا اور انکے اجساد کہ دنیائی ارواح کو نورانی اور اذہان کو روحانی کیا اور انکی ارواح کا وطن غیب قرار دیا اور تحت السرائے ملکوت مین انکو جگہ دی وہی ہین کہ جو ازل مین ایجاد فرماکر پکارا تو جلدی سے انھون نے قبولیت کا جواب دیا۔ انکی ترکیب نے جواب دیا اور انھون نے حضرت خالق عزوجل کو پہچانا در حالیکہ وہ صورت الساعین

Marfat.com

نہ تھے بلکہ مشیت الٰہی سبحانہ نے انکو پشت آدم سے نکالا کما اخبر تعالے واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ۔ خطاب انکو ایسی حالت مین کہ وہ بوجود حق سبحانہ
تعالی جو وہم و خیال و نقص و زوال و عیب سے مبرا ہے موجود تھے کیونکہ حق عز و جل کی معرفت کو انھون نے اپنے آپ مین پایا پس یہ عطاء معرفت
از حضرت حق سبحانہ تعالے بدرن انکے اس وجود کے موجود بحق تھی۔ قال المترجم یعنی الکلام فی نحوہ شیخ استاذ نے فرمایا کہ اس آیت مین اللہ تعالے
نے اپنے سابق عہد و صادق پیمان و اسکی تاکید سے اور بندون کو اپنی پاک ذات پہچاننے وانکے اقرار ربوبیت سے خبر فرمائی ہے بعض نے کہا کہ
خطاب مین انکو مجتمع کیا لیکن ان لوگون کے حال مین فرق ہے چنانچہ ایک گروہ کو خطاب بوصف قرب ہے پس جس سے خطاب ہے خود اُس کی
معرفت دیدی۔ دوم گروہ کو پردۂ غیبت مین باقی رکھا اور عرفان سے پرلے سرے دور کرکے محجوب فرمایا بعض نے کہا کہ ایک گروہ سے عین کشف
مین لطف فرمایا کہ نعت توحید سے اقرار کیا۔ دوسرے گروہ کو عین شہود مین بعید کیا تو سر جود سے انکار کیا۔ قال المترجم یعنے انکا اقرار عین انکار تھا
اور توضیح مقام یہ ہے کہ معرفت الٰہی مین ذات پاک کا کیا ذکر ہے صفات کی معرفت بندہ کے وسع مجال سے باہر ہے دیکھو حضرت سید الرسل صلعم فرماتے
ہین لا احصی ثنا علیک انت کما اثنیت علی نفسک پس راہ شہود و معرفت و وصول بانوار قرب یہی اس حیات فانی کی معرفت ہے کہ بعد موت
بحمد اللہ تعالے رفع حجاب ہے اور اسی وجہ سے طریق معرفت فی نفسہ واحد ہے اور وہ اعتقاد توحید بزبان انبیاء و رسل علیہم السلام ہے ورنہ عقل و
گمان سرگردان ہے جسنے کچھ اعتقاد کیا وہ جس مبلغ منتہی کو پہونچے وہ عین دوری ہے اور جو کچھ خیال کرے وہ قطعاً حضرت او تعالے کا غیر ہے
لیکن اس گمراہ کا وہی معتقد معبود ہے پس بسا اوقات آیات بینات مین بندے کے تصورات اسکو لیجاتے ہین کہ حضرت باری تعالے شانہ اس
شان پر ہے جو مین سمجھا حالانکہ وہی عین خیال کا معبود بنانیوالا ہے اگرچہ اپنے زعم مین سمجھا کہ مین معتقد خطاب الٰہی ہون لہذا التفکر در ذات و صفات
الٰہی سے منع فرمایا گیا ہے اور مقام نازک ہے یہان باتون کو گنجایش نہین پس یہ جو شیخ نے لکھا کہ عین شہود مین اقرار جحود تھا اسکے یہی معنے ہین کہ
بسبب عدم ہدایت الٰہی کے راہ سے عین گمراہی کو عین راہ سمجھکر اپنے زعم مین ربوبیت الٰہی کے مقر ہوئے تھے اور بسبب حجاب کے اصل ہدایت سے
بے خبر تھے لہذا اہل حق نے کہا کہ ہدایت کرنا فقط حضرت باری تعالے عز و جل کی طرف سے ہے پس اگر مترجم کا کلام اس مدعا کے واسطے توضیح ہو
تو کثرت سے اشکال یہان حل ہو جاوینگے اور یہ قابل حفظ بات ہے جس سے اہل تصوف و اہل شرع دونون مستغنی نہین ہو سکتے اور بعد اس کے
بکثرت فروع مسائل مین توافق اور کثرت سے معتزلہ و مجسمہ وغیرہ جاہل فرقون کی جہالت کا منشا اور افلاطون و ارسطو وغیرہ ایک خدا کے کہنے
والے فلاسفہ کی گمراہی کا منشا اور کثرت سے مسائل تصوف و عقائد کی دلیل اس سے کھلتی ہے واللہ تعالے اعلم و ہو یہدی من یشاء الی
صراط مستقیم اللّٰھم اہدنی واقنی مومنا وانک انت التواب الرحیم بعض نے کہا کہ ایک گروہ کے قلوب پر تجلی فرمائی پس انکے حق مین معرفت کرامت زبانکا
متولی ہوا تو بلی شہدنا انھون نے عین یقین سے کہا اور دوسرے گروہ کو مقام غیبت مین ڈالا تو اُنھون نے بنصب دلیل اسکو گمان و تخمین سے کہا
بعض نے کہا کہ مومنون کو بھی نفس سماع مین مشترک رکھا اور مزید جواب مین مغایرت فرمائی پس بہتون نے بطبع میراث جو بفضل ربوبیت ہے
اقرار کیا اور باقیون نے بخلوص اقرار شہادت دی کہ بالعیان مشاہدہ پایا بعض مشائخ نے کہا کہ ایمان و کفر کے دو فریق ہین پس ایک کو بلطف
قرب ملاطفت کی تو مستقیم ہوئے اور دوسرے کو بشان ہیبت خطاب کیا تو ربوبیت کے اقرار مین مقہور ہوئے بعض نے کہا کہ ایک فریق سے
کشف حال خطاب بروجہ محبت تھا کہ وہ انکے مکامن اسرار مین رہے حتی کہ اس وجود دنیاوی مین جب سُنا تو وہ حالت تازہ ہو گئی۔
مترجم کہتا ہے کہ شیخ نظام دہلوی قدس سرہ کا قول مشہور ہے کہ مین نے خطاب ازل پوربی آہنگ مین سنا اسمین اشارہ ہے کہ کلام قدیم بر تغیر
زبان سے مانند عربی و فارسی و پوربی و پنجابی وغیرہ سے پاک ہے۔ اور ہر بندہ جو اس عہد پر قائم ہے منجملہ اسکے نشان کے یہ ہے کہ کلام الٰہی

اُسکو محبوب اور اسکی نظر و سماع مین سخت مرغوب اور اسمین اسکے نزدیک تمام جہان کے کلام سے فرق بیّن ہوتا ہے والسلام بالجملہ آیت کریمہ اس اخراج کی کیفیت و خطاب و جواب وغیرہ امور مین بنا بر تحقیقی قول کے متشابہات مین سے ہے اور اللہ تعالے جہانتک چاہے اپنے بندونکو اسمین سے علم دیتا ہے لیکن مقصود اصلی اس سے یہ ہے کہ بندے خلق ازل مین مقر ربوبیت ہو چکے ہین اسقدر معلوم ہے پس جنکو نور ازل پہونچا وہ اُسکے مقتضا پر ہین حتی کہ ادنی اشارہ سے متنبہ ہوتے ہین اور صالحین بندے اور امور صلاحیت انکو محبوب ہین اور جو نور سے محروم تاریکی مین رہے وہ اسکے برعکس اور حضرت حق عزوجل سے درحقیقت نفور اور صالحین و صلاحیت سے بغض رکھنے والے خواہش نفس کے پابند ہین اگرچہ بسبب نادانی کے اپنے زعم مین اپنے آپ کو ایسا نہ سمجھین پس جب تک کہ حضرت رسول علیہ السلام کے بتلائے ہوئے اعتقادات در باب ذات و صفات و سکھلائے ہوئے معاملات دین و دنیا پر ٹھیک معتقد نہون تب تک جاہل ہین اور یہودیون کی یہی خصلت تھی اور نصارے بھی ایسے ہی ہین چنانچہ یہود کو دنیا کی محبت اور اپنی رائے و نفس کی متابعت مین اور اہل حق خصوص با نبیاء علیہم السلام سے عداوت مین غلو تھا حالانکہ ان چیزونکا انجام بہت سخت بدتر ہے لہذا انکو پے در پے تذکیر فرمائی اور خصوص ایک واقعہ یاد دلایا۔ بقولہ۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝

اور سنا انکو احوال اس شخص کا کہ ہمنے دی ہین اسکو آتیین پھر انکو چھوڑ نکلا پھر پیچھے لگا اسکے شیطان تو وہ ہوا گمراہون مین

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ

اور اگر ہم چاہتے تو اسکو اٹھالیتے ان آیتون سے لیکن وہ گر پڑے زمین پر اور چلا اپنی چاہ پر تو اسکا حال جیسے کتا اسپر

تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ

تو لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے یہ مثال ہے اُن لوگون کی کہ جھٹلائین ہماری آتیین سو تو بیان کر

الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَاۗءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝

احوال شاید وہ دھیان کرین بری کہاوت ان لوگون کی کہ جھٹلائین ہماری آتیین اور اپنا ہی نقصان کرتے رہے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ۔ اور تلاوت کر دے اے محمد ان یہودیون پر یعنے ہماری وحی سے سنا دے۔ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا خبر اس شخص کی جسکو دی تھین ہم نے اپنی آتیین۔ یعنے اُسکو ایسی چیزین دی تھین جو ہماری توحید و الوہیت پر دلیل تھین خواہ اس طرح کہ اگلی آسمانی کتابون کا علم رکھتا تھا یا اس طرح کہ اللہ تعالے کا اسم اعظم اسکو معلوم تھا جب اس سے دعا کرتا تھا فوراً اثر ظاہر ہوتا تھا اور اولے یہ کہ عام رکھا جاوے جو ان امور مذکورہ و دیگر امور کہ جو آیات ہونے مین شامل ہو الذی اسم موصول مبہم ہے اسکو مصرح نہین فرمایا۔ اس مین بلاغت یہ کہ صلہ کے قرینہ سے آدمی خوب نظر دوڑاتا ہے اور اچھی طرح تامل سے فائدہ پاتا ہے اور نیز یہ کہ کسی کا عیب مصرح نام لیکر نہوا ور پردہ پوشی کی خصلت کی جانب ارشاد ہے اور تفسیر مین بضرورت بیان ہوگا۔ فَانْسَلَخَ مِنْهَا اے خرج من الآیات بکفرہ کما تخرج الحیة من جلدہا۔ یعنے انسلاخ کے معنے اصل مین یہ کہ کسی چیز سے دوسری چیز کا نکل جانا جیسے سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے اسی واسطے ذبوحہ جانور کی کھال کھینچ لینے کو سلخ کہتے ہین اور وہ مسلوخہ ہے پس معنے آنکہ یہ شخص مذکور ان آیات الٰہی سے کفر کر کے ایسا نکل گیا جیسے سانپ اپنی کینچلی سے باہر ہو جاتا ہے۔ اسمین اشارہ ہے کہ آیات کا اثر اسکے قلب مین نہین بیٹھا تھا وقد قال تعالے ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ اور جیسے یہود کے حق مین فرمایا۔ واشربوا فی قلوبہم العجل۔ یعنے انکے دلون مین بچھڑے کی محبت رچ گئی اور اسطرح بیٹھ گئی تھی جیسے اسفنج پانی چوس لیتا ہے

Marfat.com

پھر ایمان کہان ہے پھر مفسرؒ نے تصریح کردی کہ یہ شخص مذکور بنی اسرائیل کے عالمون مین سے ایک عالم بنام بلعم بن باعورا تھا اُس سے لوگون نے
درخواست کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وانکے ساتھیون پر بد دعا کرے اور اسکو ہدیہ دیا گیا پس اُسنے لالچ مین بد دعا کی سو وہ اسی پر لوٹ پڑی
اور اسکی زبان منہ سے نکلکر سینہ کو لٹک پڑی۔ فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فادرکہ فصار قرینہ پس پالیا اسکو شیطان نے پس اسکا ہمنشین یار
ہوگیا مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ اتبعہ بمعنے تبعہ متعدی بمفعول واحد ہے۔ راغبؒ نے مفردات مین کہا کہ آگے بڑھ گئے ہوے کو جب لپک کر
پا جاوے تو ایسی اتباع اور پیچھا کرنے کو یون بولا کرتے ہین کہ اتبعتہ مین نے اُس کا پیچھا کیا یعنے اسکو پالیا۔ لہذا بیضاویؒ نے کہا کہ اتبعہ حتی
لحقہ یعنے پیچھے پڑا یہان تک کہ جا پکڑا اور مل گیا۔ اور بعض نے کہا کہ اتبعہ بمعنے استتبعہ ہے یعنے شیطان نے اُس سے اپنی پیروی چاہی حتی
کہ اُسنے قبول کی چنانچہ دلالت کرتا ہے اسپر قولہ۔ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ لے فصار من الضالین۔ پس شخص مذکور ہوگیا گمراہون مین سے
یعنے ظاہر و باطن غاوی ہوا یا خواہت اسمین مانند کھلے کافرون کے متمکن ہوگئی یا اسم اعظم اس سے چھن گیا۔ اور یہ مشیت وتقدیر الٰہی عزوجل ہے
اسکی حکمت کا کون پار پا سکتا ہے وہ جو چاہتا کرے اور جو کرے وہ حق ہے اور جو کوئی بندہ کو قادر بتاتا ہے وہ گمراہ ہے بلکہ حق یہی ہے کہ
اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے اسی کی ہدایت سے ہدایت ہے اور جسکو چاہے گمراہی دے لہذا فرمایا۔ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا۔ اور اگر ہم چاہتے تو بلند
کرتے اسکو بواسطہ اُن آیات کے ایسے درجون پر جو علماء کے درجہ آخرت مین ہین بایں طور کہ موافق آیات کے اسکو اعتقاد حق وعمل کی توفیق
دیتے حاصل آنکہ وہ تعالیٰ اپنی ملکت مین قادر مختار ہے جسطرح چاہے تصرف کرے پس اسنے اس شخص مذکور کا رفع مراتب نہین چاہا چنانچہ
فرمایا۔ وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ۔ ولیکن اس شخص مذکور نے سکون کیا طرف زمین کے یعنے دنیا کے اور اسکی طرف مائل
ہوا اور پیروی کی اپنی خواہش کی یعنے دنیا کے مال ومتاع کا لالچ کرکے آیات کے مقتضی سے خلاف کیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر برحق موسیٰ م
ومومنین پر بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسکو گرادیا۔ قال البیضاویؒ۔ اسکا بلند کرنا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت پر معلق کیا تھا یعنے اگر ہم
چاہتے تو اسکو اونچا کرتے۔ پھر اس سے استدراک کیا بندہ کے فعل سے کہ لیکن اس شخص نے اخلاد کیا دنیا کی طرف اور اپنی خواہش کی پیروی
کی پس اسمین تنبیہ ہے کہ مشیت ہی حقیقی سبب ہے اسکے ایسے فعل کا جو موجب اسکی رفعت منزلت کا ہوا اور ایسے فعل کا نہونا دلیل ہے
مشیت نہونے کی کیونکہ مشیت کا نہ پایا جانا دلیل ہے کہ سبب اسکا نہین ہے اسلئے کہ لو شئنا مین کلمہ لو ہے جو اسواسطے ہوتا ہے کہ نہونا ایک
چیز کا بسبب نہونے غیر کے پس بلندی مرتبہ نہوئی بسبب نہونے مشیت کے۔ اور نیز تنبیہ ہے کہ مشیت ہی حقیقی سبب ہے اور دیگر اسباب جو
ہم مشاہدہ کرتے ہین مانند تقوی وطہارت وغیرہ کے یہ سب وسائط ہین جو سبب کے حاصل ہونے مین اس راہ سے معتبر ہین کہ مشیت جب ہے
تو ان وسائط کے ساتھ یون ہی متعلق ہوئی ہے یعنے جیسے حدیث صحیح مین اشارہ ہے کہ جو جس واسطے مخلوق ہے وہی اسپر آسان ہے پس جسکے
واسطے جنتی ہونے کی مشیت متعلق ہوئی ہے وہ خود مقتضی ہوئی ہے کہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور دیگر امور نیک بجالاوے پس سب
بجالاتا ہے۔ پھر قولہ ولکنہ اخلد الی الارض آہ کو بجائے اس کے کہ ولکنہ اعرض منہا۔ لانے مین مبالغہ وتنبیہ ہے کہ اسی چیز نے اسکو
آیات سے اعراض پر آمادہ کیا اور یہی دنیا کی محبت ہے سب خطاؤن کی جڑ اور سب سے بدتر ہے۔ بعض نے لکھا کہ اصل مین اخلاد
کسی مقام مین سکون ولزوم کو کہتے ہین اور اسی سے خلود ہے اور ابو عبیدہؒ نے کہا کہ لازم ہوگیا وچپٹ رہا کہ چھوڑ نہین سکتا پس یہ
مبالغہ ہے حالانکہ چندروزہ زندگی سے زائد نہین رہ سکتا اور عبدالرزاق نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ اخلد الی الارض یعنے میل کیا دنیا کی
طرف پس ظاہر ہوا کہ مفسرؒ نے سکون ومیل دونون سے تفسیر کرنے مین بشے اصلی ومراد دونون کیطرف اشارہ کیا۔ اس مین تنبیہ ہے جو

مثل آفتاب ،، ،، ،،

حدیث ابن عمرؓ مین صریح ہے کہ دنیا مین اسطرح رہ کہ جیسے تو پردیسی مسافر ہے یا راہ چلا جاتا ہے کما فی الصحیحین اور یہ مت خیال کرنا کہ تشبیہ ادنی کے اعلی سے ہے بلکہ برعکس ہے اسواسطے کہ بندہ اس جہان مین اعمال و رضاے آلہی کمانے آیا ہے اور اسی پر دلیل ہے قولہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اور نیز اسمین دلیل ہے کہ جو شخص اپنے دل مین دنیا کی زندگی کا لالچ فقط دنیا کی راہ سے پاوے وہ اللہ تعالے کی طرف استغفار والتجا لاوے کیونکہ یہ علامت خراب ہے اسیواسطے حدیث صحیح مین بُری نشانی والے بڈھون کے حق مین آیا ہے کہ انکو مال کی ہوس اور زندگی زیادہ ہونے کی تمنا بڑھ جاتی ہے اللھم توفنا مسلمین مومنین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ پھر واضح ہو کہ مفسرؒ نے اس آیت مین جس شخص کا حال بیان کیا ہے مفسرینؒ کے اسمین اقوال ہین اور شیخ حافظؒ وغیرہ نے تطویل کی ہے جیسا مفسرؒ نے کمال اختصار کیا ہے اگرچہ آیت کریمہ مین ہم کو اسیقدر ضرورت تھی جو نفس تفسیر سے بیان ہوا لیکن اہل ایمان بحکم حدیث کہ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کے حال سے عبرت و نصیحت حاصل کرے۔ اُمید ہے کہ اس سے فائدہ پاوین لہذا مترجم بتوفیق اللہ تعالی حسن اسلوب سے اقوال مین توفیق دیتا ہوا ملخص لاتا ہے۔ واضح ہو کہ اول کلام آنکہ یہ شخص اگلی اُمتون مین سے تھا یا اسی اُمت مین سے۔ دوم آنکہ اگر اگلون مین سے تھا تو بنی اسرائیل مین سے یا کنعانیون مین سے یا شہر بلقار والون مین سے تھا پس صحیح یہ ہے کہ اگلون مین سے تھا اور بنی اسرائیل مین سے تھا۔ لیکن جو نسل کہ یہان بلقار مین موجود تھی اُنکے قبیلے سے تھا اور کنعانی قوم کافر جنپر حضرت موسیٰؑ کو جہاد کا حکم ہوا تھا انکی ماتحتی مین یہ لوگ تھے لہذا قبیلۂ مذکور کی فرمایش سے بد دعا کر کے خوار ہوا چنانچہ عبدالرزاق نے صحیح طرق سے حضرت ابن مسعودؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ یہ شخص بنی اسرائیل مین سے تھا اسکا نام بلعم بن باعوراء تھا۔ ایسا ہی ابن عباس و مجاہد و عکرمہ کا قول ہے اور بعض نے بلعام بن باعور کہا اور مراد واحد ہے وہ بلعم بن باعورا بن سشوم بن قوشتم بن ماب بن لوط بن ہاران بن آزر ہے اور بلقار کے ایک گاؤن مین رہتا تھا اور ابن عساکرؒ نے کہا کہ وہ اللہ تعالے کا اسم اعظم جانتا تھا۔ اور ابن جریرؒ نے بسند جید از شیخ یسارؒ رحمہ اللہ روایت کیا کہ یہ شخص مستجاب الدعوۃ تھا یعنے اسم اعظم کے وسیلہ سے جو دعا کرتا وہ قبول ہوتی تھی اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر ملک شام کو واسطے جہاد کفار کے متوجہ ہوئے تو نواح کے لوگون کو انسے سخت رعب پیدا ہوا پس بلعم کی قوم والے اسکے پاس گئے کہ تو اس مرد اور اس لشکر پر بد دعا کر۔ و بعض روایت مین ہے کہ یہ لوگ حضرت موسیٰؑ کی سختی و تیزی و درشتی سے گھبر لتے تھے اور مالک بن دینار نے کہا کہ بلعم ایک مرد علماء بنی اسرائیل سے مستجاب الدعوۃ تھا ہر سختی و شدت کے وقت اسی کو آگے کیا کرتے اور دعا کراتے تھے) پس اُسنے قوم سے کہا کہ مین اپنے پروردگار سے اجازت لے لون۔ پس اسکو حکم ملا کہ تو مت بد دعا کر کیونکہ وہ میرے نیک بندے ہین اور انمین میرا پیغمبر علیہ السلام بھی ہے پس بلعام نے قوم سے کہدیا کہ مجھے ممانعت ہوئی پس قوم نے اسکو بہت تحفے دیے اور ہدیے بھیجے (اور کنعانی کافرون نے بخوف عصاے موسیٰؑ کے بلعام کو قتل و غارت و مال و لالچ سب طرح سے رجھایا) پھر قوم والون نے دوبارہ اس سے الحاح کیا۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا اَب پھر اجازت مانگون مگر اسکو کچھ الہام نہوا تو اُس نے کہا کہ مجھے کچھ جواب نہ ملا۔ قوم نے کہا کہ تیرا پروردگار بُرا جانتا تو تجھے منع کرتا لہذا بد دعا کر۔ وہ بولا کہ تمھارا بُرا ہو موسیٰؑ اللہ تعالے کا نبی ہے اس کے ساتھ فرشتے و مومنین ہین مجھے ان علوم سے آگاہی ہے جو تم کو نہین مگر وہ لوگ اس کے پیچھے پڑگئے اور خوشامد و عاجزی و رونا و پیٹنا مچاتے رہے یہان تک کہ وہ راضی ہوا اور دنیا کی عیش و عشرت و زندگی سے ہاتھ نہ دھو یا پس خچری پر سوار ہو کر چلا پس تھوڑی دور پر خچری بیٹھ گئی اس کو مار پیٹ کر اٹھا پھر ذرا دور پر بیٹھ گئی پھر مارنا پیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالے نے اسکو گویا کیا کہ اے بلعم تیرا بُرا ہو تو کہان جاتا ہے یہ ملائکہ

Marfat.com

مجھے سامنے سے پھیرتے ہین مگر لوگون نے کانون کانون مین ڈالدیا اور ملعم نے جھلاکر مارا تو وہ چل نکلی اور پہاڑ پر پہونچکر اپنے بددعا شروع کی، پس جو بدبات مانگتا اُسمین اُسکی زبان سے اُسکی قوم کا نام نکلتا اور جو بھلی بات چاہتا اس مین موسیٰ والنکے لشکر کا نام آتا آخر قوم سے عذر کیا کہ مین اس تقدیر کو کیا کرون کہ میری زبان یون ہی چلتی ہے اور مین دعا بھی کرون تو معلوم ہوچکا کہ قبول نہوگی اور آخر تدبیر نکالی تو اسکی زبان باہر ہوکر سینہ کو لٹک پڑی پس وہان سے خوار واپس آیا اور قوم مع بادشاہ کفار کے جمع ہوئے اُسنے کہا کہ میری دین و دنیا تو برباد ہوئی مگر اب تمھین ایک حیلہ بتلاتا ہون کہ تم اپنی عورتین آراستہ کرکے انکے لشکر مین روانہ کردو وہ مسافر لوگ ہین اگر وہ لوگ زنا مین پڑے تو مجھے اُمید ہے کہ تباہ ہوجاوینگے اور بادشاہ کی لڑکی نہایت حسین و خوبصورت گویا بے مثل تھی اسکو کافر بادشاہ نے بھیجا کہ تو عورتون کے ساتھ جا اور سوائے موسیٰ کے کسی کو اپنے اوپر قابو نہ دینا پس یہ عورتین داخل ہوئین اور وہ لڑکی یعنے دختر بادشاہ کفار کی موسیٰ تک نہ پہونچ سکی مگر بارہ اسباط مین سے ایک سبط کے سردار کے پاس پہونچی۔ (اسکا نام زمری بن شلوم تھا جو شمعون بن یعقوب کی اولاد کا سردار تھا۔) مگر شہزادی نے کہا کہ سوائے موسیٰ کے کسی کو نہین چاہتی ہون آخر اپنے باپ سے اجازت منگاکر زمری کے ساتھ منھ کالا کرنے پر راضی ہوئی اور دونون ایک خیمہ مین گھس گئے اور دیگر بنی اسرائیل عوام بھی مبتلا ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کو جب خبر پہونچی تو کبیدہ و غمناک ہوئے اور فنحاص بن العیزار بن ہارون نے جب سُنا تو لوہے کا نیزہ لیے ہوے خشمناک آیا اور زمری کے خیمہ مین گھسکر ان دونون بدبختون کو نیزہ مارکر چھید لیا اور بقوت تمام بر سر نیزہ بلند کیے ہوے باہر لایا اور بنو اسرائیل پر طاعون وبا کا عذاب طاری ہوا آخر زناکار قتل ہوئے اور استغفار سے اللہ تعالیٰ نے وبا دور کی مگر قریب ستّر ہزار کے مرگئے اور بعض نے کہا کہ تیس ہزار مرے واللہ اعلم کسقدر مرے۔ وقال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ۔ یہ شخص بلعام کہتا تھا کہ مین بددعا کرونگا تو دنیا و آخرت برباد ہوجائیگی مگر دعا کی پس اللہ تعالیٰ نے منسلخ کردیا۔ اور سدیؒ نے تصریح کی کہ چالیس برس تیہ مین پھنسنے کے بعد یہ واقعہ ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ اصح یہ ہے کہ موسیٰ تیہ مین وفات پاچکے ہین پس شاید لوگون کو یوشع بن نون کی نبوت مشتبہ رہی اور بنی اسرائیل پر حضرت موسیٰ کی نبوت کی گمان کرتے رہے لہذا تواریخ مین خبط رہا دفیہ ما فیہ فافہم اور ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ یہ ایک ایسے شخص کا بیان ہے جسکو تین دعائین مستجاب دی گئی تھین (شاید بعد دعاے مذکور کے اُسنے توبہ کی ہو اور اسکو صرف اسقدر عطا ہوا ہو کہ تین دعائین تیرے لیے مستجاب ہونگی واللہ اعلم) اور اسکے ایک جورو تھی اور اُس کا ایک بچہ تھا پس جورو نے کہا کہ ایک مجھے دیدے اُسنے دیدی تو اُسنے دعا کرائی کہ مین بنی اسرائیل مین سب سے زیادہ خوبصورت ہوجاؤن پھر ایسا ہوا تو اُس عورت نے اور کچھ اراد کیا تب اُسنے خشمناک ہوکر بددعا کی کہ یہ کتیا ہوجاوے تب اس کا فرزند اکلوتا بیٹا آیا کہ اے پدر مہربان مجھے اس شرم دعا پر صبر نہین آخر اُسنے دعا کی پھر وہ جیسی تھی ویسی ہی ہوگئی اور یہ تینون دعائین برباد ہوئین۔ قال الحافظ انہ غریب۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل تفسیر کے اصول مین قرار پایا ہے کہ یہ طویل قصص سوائے اُن قصص کے جو حدیث صحیح سے ثابت ہوتے ہین باقی اکثر بروایات بنی اسرائیل ہین اور مقدمہ مین تحقیق ہوگئی کہ کتب بنی اسرائیل حتیٰ کہ موجودہ کتب بنام توریت وغیرہ ایسے ہی اُمور رطب و یابس سے بھرے پڑے ہین پس جو ان مین سے صافی ہے وہ لیا جائیگا اور جو مکدر ہے وہ متروک ہے پھر واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ صحیح اسانید سے عبداللہ بن عمرو رضہ سے ثابت ہوا کہ قولہ نبا الذی آتیناہ الآیۃ مین یہ شخص اُمیہ بن ابی الصلت شاعر ہے اور شیخؒ نے کہا کہ عبداللہ بن عمرو کی مراد اس سے یہ معلوم ہوتی ہے اُمیہ بن ابی الصلت بھی اس اُمت مین سے اسی شخص کے

مشابہ ہے جو اگلی اُمت مین اس آیت مین مذکور ہے یعنے بلعم باعوراء کے مشابہ ہے کیونکہ امیہ بن ابی الصلت کو اگلی شریعتون مین سے بہتون کا علم ملا مگر اُسنے عمل نہ کیا اور نفع نہ پایا اسلیے کہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین آپ کا آگاہ کرنا و رسالت پہونچانا اور آپ کے معجزات دیکھنا و آیات ربانی سُننا و آپ کے ساتھ بیٹھنا وغیرہ نصیب ہوا مگر وہ بدبخت باوجود اسکے مشرکون کی دوستی و مددگاری مین پڑا چنانچہ بدر کے کافر مقتولون کے لئے بڑے بڑے مرثیے نظم کئے ہین اور بعض احادیث مین بنظر اسکے بعض اشعار کے آیا ہے کہ اس کی زبان اسلام لائی اور اسکا قلب مومن نہین ہوا ہے۔ پس آیت کریمہ مین مراد بنا بر مشہور قول مفسرین سلف کے اگلی اُمت مین سے ایک شخص ہے اور بیان ہوا کہ وہ بلعم بن باعوراء ہے جسکی زبان بسبب بددعا کرنے کے لیے سینہ پر لٹک پڑی تھی فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ پس صفت اُسکی مانند صفت کتے کے ہے۔ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ یعنے اگر تو اُسپر لادے یا دتکارنے سے حملہ کرے تو وہ زبان نکالتا ہے۔ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔ یا اگر تو اُسکو چھوڑ دے تو زبان نکالتا ہے اور دیگر حیوانات مین سے کوئی ایسا مشاہدہ نہین ہوتا۔ ہر دو جملہ شرطیہ حال واقع ہین یعنے آنکہ لاہث ذلیل ہے ہر حال مین۔ اور مقصود اس سے تشبیہ ہے اُسکی فرومایگی اور خواری مین بقرینہ حرف فاء کے جو مشعر ہے کہ فاء کا مابعد اسکے ماقبل (یعنے میل بسوے دنیا و اتباع ہوی) پر مترتب ہے بقرینہ قولہ تعالے۔ ذٰلِكَ الْمَثَلُ۔ یہ مثل ہے۔ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا مثل اس قوم کی جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ پس تو اے محمد صلعم بیان کر دے قصص کو یعنے ایسے سچے قصون کو یہودیون پر۔ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ وہ لوگ ان مین غور کرکے ایمان لاوین۔ اور آنحضرت صلعم کی نعت و صفت کے آیات وغیرہ مین تحریف و تبدیل و چھپانے و جھٹلانے وغیرہ بُری حرکتون سے باز آوین۔ اور آیت مین تمام ان لوگون کو وعید ہے جنھون نے آیات الٰہی کو جھٹلایا اور انکار کیا خواہ یہود ہون یا کوئی اور ہون کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا کذا قیل وہو الصحیح۔ اور بیان سے مصرح ثابت ہوا کہ قصص کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ انسے نصیحت و عبرت حاصل کرین اور اہل اسلام خود اپنی کتاب سے سب سے پہلے نصیحت پذیر ہون کیونکہ آیات الٰہی صحیح و ٹھیک انھین کے ہاتھ مین ہین اللہم اہدنا وانت ارحم الراحمین۔ پھر زیادہ مذمت فرمائی بقولہ۔ سَآءَ مَثَلًا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اے بئس مثلاً مثل القوم الذین الخ۔ یعنے بری ہے از راہ مثل کے مثل اس قوم کی جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ ساء مین ضمیر مستتر ممیز اور مثلاً اسکی تمیز اور مثل القوم الخ مخصوص بالذم ہے۔ وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ اور اپنی ہی جانون پر ظلم کرتے ہین بسبب جھٹلانے کے یعنے اس ظلم کا تجاوز انکی جانون سے غیر کی طرف نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انکے جھٹلانے سے دیکھا دیکھی اورون نے جھٹلایا تو جواب یہ کہ اس سے بھی ان لوگون نے اپنے ہی اوپر ظلم بڑھایا کیونکہ جنکو اللہ تعالے نے ہدایت فرمائی ہے وہ تو اُن کی طرف رُخ بھی نہین کرتے ہین بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ ان لوگون نے آیات الٰہی کو جھٹلانا اور اپنے اوپر ظلم کرنا دونون کو جمع کرکے سمیٹا ہے وہذا افید فافہم۔ ف واتل علیہم نبا الذی اتیناہ الخ اللہ تعالے نے اولیاء کو ضرب قہر ازل سے خوف دلایا کہ جسنے عظمت قدم کے سامنے اپنی کچھ ہستی سمجھی وہ مارا گیا چنانچہ بلعام باعور کے ساتھ ہوا جو ہوا اور فائدہ یہ کہ اہل کرامت و معاملت اپنے افعال و مقام پر نظر نہ کرین کیونکہ جسنے غیر کو دیکھا وہ اسی کی طرف مشغول کیا گیا کیونکہ مکر قدیم ہے اور بحکم قولہ ولا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون مکر سے ازلی خواری نڈر رہتے ہین۔ اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ اسکو آیات عطا ہوئین اور اگر قرب مشاہدات ملے ہوتے تو سانپ کی طرح کینچلی سے نکل بھاگتا کیونکہ دیکھا تو عاشق ہوا پھر مشتاق دیدار تمام اغیار سے متوحش بھلا کہان نکل سکتا ہے اس سے کھلا کہ اسکو استدراج ہی تھا چنانچہ اس کی تصدیق ہے کہ اُسنے رسول برحق سے عداوت اور دین قویم سے ارتداد اور خواہش نفس کی

پھر جانا ۱۲

Marfat.com

اتباع کی۔ قال تعالےٰ۔ فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین۔ اگر چاشنی محبت پاتا تو غیر کی طرف التفات نہ کرتا۔ ازل میں سے مکر ہوا وہ ابد تک یکسان ہے پس اس درمیان میں ظاہری کرامات عارضی امتحانات تھے حالانکہ اصل قدیم کے سامنے عارضی چیز کا کیا اعتبار ہے۔ ابن عطاءؒ نے کہا کہ سابقہ ازل نے انتہاء ابد پر تاثیر کی۔ اُستادؒ نے فرمایا کہ اعداء کو بلباس خلعت ظاہر کیا پھر انکو سابق قسمت کی طرف مردود فرمایا اور اولیاء کو بلباس مخالفت ظاہر کیا اور آخر اس زلت سے بنصیب وصلت پہونچایا۔ کہتے ہیں کہ حجلہ قرب میں اُسکو بٹھایا پھر سابق تقدیر کے مکر سے اسکو گرایا۔ صبح یہ حال تھا کہ آنکھ اُٹھائی تو ہر ایک اُس سے کم رتبہ ہے اور شام یہ حال ہوا کہ کتا بامن فرومایگی اس سے بالا ہے۔ پھر اوتعالےٰ نے اس شخص کی ضلالت کو سابقہ مشیت پر جو متاثر بتاثیر الکتاب نہیں ہے معلق فرمایا بقولہ ولو شئنا لرفعناہ بہا۔ اگر ازل میں اُسکے حق میں ولایت نصیب ہوتی تو ظاہر کی مخالفت کچھ اثر نہ کرتی کیونکہ قسمت ازلی طبیعت کی شرارت توڑ دیتی ہے اور مولیٰ عز وجل کی طاعت سے اُسکا پھر رہنا علت مشیت نہیں بلکہ مشیت ہی اسکے عصیان کی علت ہے۔ اُستاذ رحمہ اللہ نے کہا کہ سعادت جاری ہوتی تو شقاوت نہ پہونچتی لیکن جسکو سوابق مشیت نے توڑا اسکو لواحق کا جبر مفید نہیں ہے۔ ابن عطاءرح نے کہا کہ حکم ازل جاری ہوتا تو آخر احوال میں اسکی دستگیری کرتا۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

جسکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت کیا دی — راہ پاتا ہے — اور جسکو گمراہ کر دیا تو ایسے ہی لوگ وہی ہیں — ٹوٹا اٹھانے والے

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جسکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی یعنے اپنے دین کی طرف اُسکو راہ دی یا اسکی ہدایت کا متولی ہوا اور مقصود تک پہونچا دیا فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ پس وہی ہدایت یافتہ ہے۔ واضح ہو کہ ہدایت الٰہی کے معنے یہ نہیں کہ ایمان کا راستہ بتلا دیا جیسا کہ فرقہ معتزلہ وغیرہ نے دھوکا کھایا ہے کیونکہ یہ بیان تو کافر و مومن دونوں کے کان تک پہونچتا ہے ولیکن کافر سنتے وہدایت پر نہیں آتے ہیں لہذا معلوم ہو کہ ہدایت الٰہی کے یہ معنے ہیں کہ ایمان کی توفیق ہو اور کفر و شرک جن سے بندہ مردود ہوتا ہے بچے اور یہی اہل سنت کا قول ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہی تفسیر لازم ہے کیونکہ ہدایت و اضلال دونوں صفات الٰہی میں سے ہیں جنکی حقیقت سے بندہ واقف نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب صفت ہدایت کی تجلی سے کوئی بندہ سرفراز ہوا تو اسکو یہ لازم ہے کہ اعتقاد توحید و اعمال اسلام پر مستقیم ہو اور بندہ اسکو خود نہیں پیدا کر سکتا اسیواسطے فہو المہتدی میں حصر فرمایا اور آیات کثیرہ مانند قولہ انک لاتہدی من احببت الآیۃ وغیرہا صریح اسپر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہی حال اضلال کا ہے۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ اے ومن یضللہ۔ اور جسکو اللہ تعالےٰ نے گمراہ فرمایا وہی گمراہ ہے اُسکے واسطے کوئی ہادی نہیں ہو سکتا اور کوئی بھلائی جسکا کچھ اعتبار ہو اسکو نہیں پہونچ سکتی اگرچہ ناقص عقل کے موافق دنیا کی بہت سی باتوں کو وہ بھلائی تصور کرے لہذا مصرح فرمایا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہی لوگ ٹوٹے والے ہیں۔ قال البیضاوی آیت میں تصریح ہے کہ ہدایت پانا و گمراہ ہونا بندوں کو اللہ تعالےٰ ہی کیطرف سے ہے اپنی قدرت سے نہیں اور تصریح ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت بعض بندوں سے مختص ہے بعض کو نہیں ملیگی اور تصریح ہے کہ اللہ تعالےٰ جب ہدایت فرماوے تو ابتداءً لازم یعنے بندہ کا ہدایت پا جانا ضروری ہے پھر اول میں فہو المہتدی بلفظ مفرد برعایت لفظ من اور دوم میں فاولئک ہم آہ بلفظ جمع برعایت معنے من لانے میں تنبیہ ہے کہ مہتدین کی جماعت مثل واحد کے ہے کیونکہ انکا طریقہ واحد ہے برخلاف گمراہوں کے کہ مختلف طریقوں سے شیطان کی راہوں پر چلتے چلتے جہنم میں جا پڑتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی اشارہ ہے کہ مہتدین بمقابلہ گمراہوں کے بہت کم ہیں چنانچہ صحاح کی حدیث

Marfat.com

بعث النار مین یہ مضمون ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اپنی اولاد مین سے دوزخ کو بھیجے جانے والے بھیج تو فیصدی ننانوے ہونگے اور ایک فقط جنت کے لیے ہوگا وکما قال تعالے وقلیل من عبادی الشکور الآیۃ۔ پھر ہدایت پانا بندہ کو بڑے شکر کا مقام ہے۔ بیضاوی نے کہا کہ اوتعالے نے فقط مہتدی فرمانے پر اقتصار کرکے تنبیہ فرمائی کہ اہتدا کی شان عظیم ہے یا تنبیہ فرمائی کہ یہ خود ایسا بڑا کمال ہے کہ اسکے ساتھ اگر اور کچھ حاصل نہو تو مغفرت کے لیے کافی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بندہ اس نعمت کے ملنے کی پائی ہے تو برقرار رہنے کی اللہ تعالے سے دعا مانگے اور اسکے چھن جانے یا اس سے محروم رہنے سے ایسا ڈرے جیسے آگ سے جو شخص کھینچ لیا گیا ہو وہ پھر آگ مین پڑنے سے لرزتا ہے اور حدیث جابرؓ مین ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے خطبہ مین بعد حمد وثناء کے یون فرماتے من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ۔ اصدق الحدیث کتاب اللہ واحسن الہدی ہدی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) وشر الامور محدثاتہا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ پھر فرماتے بعثت انا والساعۃ کہاتین یعنے اپنی دو انگلیان ملاتے اور اشارہ کرتے کہ مین مبعوث ہوا ہون قیامت کے ساتھ جیسے یہ دونون۔ یعنے میرے بعد اور کوئی نبی نہوگا بلکہ قیامت ہے۔ رواہ مسلم ونسائی وابن ماجہ وابن مردویہ والبیہقی اور حدیث ابن مسعودؓ مین ہے الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستہدیہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ الحدیث رواہ احمد واہل السنن اسمین نستہدیہ سے دعا ہے یعنے ہم اللہ تعالے سے ہدایت مانگتے ہین کہ اسپر برابر قائم رہین۔ مترجم کہتا ہے کہ جمعہ کے یہ دونون خطبے حدیث سے یاد رکھنا چاہیئے ف فی العرائس قولہ تعالے من یہد اللہ فہو المہتدی الآیۃ۔ جسکو اللہ تعالے نے ازل مین اپنی معرفت و قرب کے واسطے برگزیدہ فرمایا اسکے سب کام اسی برگزیدگی کے انتظام پر ہوتے ہین بعض نے کہا کہ نجات یافتہ وہ نہین جو اچھی کوشش کرے بلکہ وہی ہے جسکے لئے ہادی عزوجل سے ہدایت کی تقدیر ازلی ہو چکی۔ پھر اللہ تعالے نے اہل خسران کی حالت بیان فرمائی کہ وہ درگاہ کبریائی و دیدار جلال سے محروم ہین بقولہ تعالے

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ

اور ہم نے پھیلا رکھے ہین دوزخ کے واسطے بہت جن اور آدمی جنکو دل ہین اُنسے سمجھتے نہین اور آنکھین ہین اُنسے

لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ

دیکھتے نہین اور کان ہین اُنسے سنتے نہین وہ جیسے چوپائے بلکہ اُنسے زیادہ بیراہ وہی لوگ

هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

ہین غافل

ولقد ذرأنا خلقنا لجہنم خلقا۔ کثیرا من الجن والانس اور البتہ پیدا کیا ہم نے جہنم کے لیے خلق کثیر کو۔ جنون وانسانون مین سے۔ جن وانس اسم جنس ہے لہذا جمع نہین آئی۔ اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ جہنم کے واسطے ہم نے جن وانسان مین سے خلق کثیر کو پیدا کرکے مہیا کر دیا اور وے جہنمیون کے کام کرتے اور انھین کامون کی آسانی پاتے ہین جیسے جنتی لوگ جنتیون کے کامون کی توفیق پاتے ہین اور اسی سبب مذکور سے دنیا مین اہل کفر کی کثرت ہر زمانہ مین مشاہدہ ہو رہی ہے جو ازلی شقی ہو چکے اور دوزخ ہی کے لیے مخلوق ہوئے انکے خلاص کا کوئی حیلہ نہین۔ اور سابق مین وہ احادیث گذر چکین جنمین بیان ہے کہ اللہ تعالے نے آدمؑ کی پشت سے اُن کے

ذریات دو فریق نکالکر ایک فریق کے حق مین فرمایا کہ مین نے انکو دوزخ کے واسطے پیدا کیا اور مجھے پروا نہین ہے۔ اور یہان ظاہر ہوا کہ
ہر دو فریق مین سے بڑا فریق دوزخی ہے اور نیز ظاہر ہوا کہ جن مین سے بھی بڑا فریق دوزخی ہے اور نیز ظاہر ہوا کہ جن اگرچہ آتشی ہین مگر
دوزخ سے عذاب اُٹھاوینگے بھلا تو نہین دیکھتا کہ انسان خاکی ڈھیلے کی مار سے دردناک ہوجاتا ہے اور صحیحین کی حدیث ابن مسعودؓ جو
تقدیر برحق ہونے کے باب مین مذکور ہے اسمین پیٹ کے بچہ کے حق مین روح پھونکنے کے وقت کا حال یون آیا ہے کہ پھر فرشتہ کو چار باتین
لکھنے کا حکم ہوتا ہے یعنے اُسکا رزق اور اجل کہ کتنی مدت جیتا رہیگا اور عمل کہ کیسے کام کریگا اور اُسکا خاتمہ کہ شقی ہے یا سعید ہے یہ چار دن
باتین مان کے پیٹ ہی مین فرشتہ حکم آلہی لکھدیتا ہے۔ اور صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ
عزوجل نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے درحالیکہ اُسکا عرش پانی پر تھا مقادیر خلق کو تقدیر کردیا ہے۔ اور صحیح مسلم مین
حضرت عائشہؓ کی حدیث سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم انصار مین سے ایک طفل کے جنازہ مین بُلائے گئے تو مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ
طوبی له عصفور من عصافیر الجنة یعنے پاکیزہ بھلائی ہے اس طفل کے لیے وہ جنت کی چڑیون مین سے ایک چڑیا ہے اُسنے کوئی بُرائی نہین کی
اور نہ بُرائی کو پایا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یا اُسکے سوائے اے عائشہؓ البتہ اللہ تعالے نے جنت کو پیدا کیا اور اُسکے لیے لوگ پیدا کیے
حالانکہ وہ اپنی باپون کی پشت مین تھے اور دوزخ پیدا کی اور اسکے لیے لوگ پیدا کیے حالانکہ وہ اپنے باپون کی پشت مین تھے حاصل
معنے اس حدیث کے یہ ہین کہ جنت و دوزخ کے لیے اللہ تعالے نے پہلے ہی سے لوگ مقدر کردیے ہین وہ دنیاوی وجود پر موقوف نہین
ہین بلکہ جو جنتی ہے وہ اپنے باپ کی پشت ہی مین جنتی ہے اور یہی حال دوزخیون کا ہے پس اسی واسطے حضرت عائشہؓ کو روک دیا کہ
بھلے و بُرے کامون کی راہ سے جنتی و دوزخی کا حکم نہ لگادین اور یہ مراد نہین کہ یہ لڑکا جنتی نہین ہے کیونکہ دیگر دلائل سے مسلمانون کی
چھوٹی اولاد جو مرے اسکے جنتی ہونے کو ائمہ علما نے دلائل شرعی سے ثابت پایا ہے چنانچہ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم مین کہا کہ علماء مسلمین
مین سے جنکو شمار مین لایا جاتا ہے ان سب کا اجماع ہے کہ مسلمانون کی چھوٹی اولاد جو مرے وہ جنت مین ہے کیونکہ وہ مکلف نہین
اور بعضے ایسے علما نے جو کسی شمار مین نہین اُنھون نے اس مسئلہ مین توقف کیا ہے اور کچھ حکم نہین لگایا اور انکے توقف کی وجہ یہی حدیث ہے
اور جواب اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جلکو بدون قطعی دلیل کے جنتی یا دوزخی کا حکم لگانے مین جلدی کرنے سے منع فرمادیا۔ مترجم
کہتا ہے کہ افعال کے اوپر نظر رکھکے بھی یہ حکم لگانے سے منع فرمایا جیسا کہ اشارہ گذرا۔ اگر کہا جاوے کہ علما نے انکے غیر مکلف ہونے کی دلیل سے
انکا جنتی ہونا ثابت کیا اور یہ افعال ہی پر نظر ہے تو جواب یہ کہ دلیل دیگر مقارن اسکے ہوکر مثبت ہوئی اور فرق اسیقدر ہے جو قول معتزلہ
و اہل سنت کے درمیان مغفرت کے بارہ مین ہے یعنے معتزلہ محض افعال پر نظر رکھتے ہین اور اہل سنت کی نظر رحمت آلہی ہے ہان جب
افعال بھی اچھے ظاہر ہوئے تو بحکم ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور اسکے مانند کے مفید یقین ہوا اور حدیث وفات عثمان بن مظعونؓ جو صحاح
وغیرہ مین معروف ہے اسکی توضیح کرتی ہے اور یہ مقام مقتضی ہے کہ تقریر وسیع لائی جاوے ولیکن بخوف تطویل اسیقدر پر اکتفا کیا فلیتامل
پھر امام نووی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ شاید آنحضرت صلعم نے یہ بات یعنے حضرت عائشہؓ کو روکنے کی اس وقت فرمائی ہو کہ جب آپ کو وحی
سے ان اطفال کا جنتی ہونا معلوم نہ تھا پھر جب علم ہوگیا تو جنتی ہونے کی خبر دیدی ثم قال النوویؒ اب رہے کافرون کے بچے جو کہ طفولیت
مین مرگئے تو اسمین تین قول ہین اوّل یہ کہ اکثرون نے کہا کہ وہ اپنے باپون کے تابع ہوکر جہنمی ہین دوم یہ کہ ہم کو معلوم نہین کہ ان کا کیا
حال ہے اور یہ ایک گروہ کا قول ہے۔ اور سوم یہ کہ یہ اطفال بھی جنتی ہین اور یہی محققین کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور اسپر چند دلائل ہین

Marfat.com

ازانجملہ وہ حدیث کہ حضرت صلعم نے جنت مین حضرت خلیل علیہ السلام کو دیکھا درحالیکہ انکے گرد لوگون کی اولاد تھی اور صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا مشرکون کے اولاد بھی تھی فرمایا کہ مشرکون کے اولاد بھی تھی والحدیث رواہ البخاری فی الصحیح۔ اور ازانجملہ قولہ تعالے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ یعنے فرمایا کہ ہم عذاب دینے والے نہین یہان تک کہ رسول کو بھیج لین۔ پس معلوم ہوا کہ قبل بعثت رسول کے کسی بشر کو عذاب نہ دیا جائیگا اور سب لوگون نے اتفاق کیا ہے کہ بچہ پر تکلیف شرعی عائد نہین ہوتی اور رسول کا قول قبول کرنا لازم نہین ہوتا یہان تک کہ وہ بالغ ہوجاوے پس بالغ ہونے سے پہلے جو مرا وہ گویا بعثت رسول کے پہونچنے سے پہلے مرا ہے۔ پھر واضح ہو کہ آیت کریمہ مین اہل سنت کے مذہب کی کھلی دلیل ہے کہ بندون کے سب بھلے برے کامون کا پیدا کرنے والا وہی ایک خالق وحدہ لاشریک ہے پس سوائے اسکے کوئی خالق کسی چیز کا نہین ہے اور جسنے گمان کیا کہ بندہ اپنے افعال اپنے آپ پیدا کرلیتا ہے وہ جھوٹا مشرک ہے ہان کما تاہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے صریح فرمادیا کہ اُسی نے بہت سے جن وانس کو دوزخ کے لئے پیدا کیا اس سے بڑھکر کیا بیان ہوگا اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ سمجھدار کبھی اپنے آپ اپنے واسطے آگ مین گھس جانا پسند نہین کریگا پھر جب اُسنے ایسے اعمال کیے جو آگ مین داخل ہونے کے موجب ہین تو معلوم ہوگیا کہ ان اعمال موجبۃ النار کا پیدا کرنے والا یہان ایک خالق پاک ہے جو چارنا چار اس سے یہ عمل پیدا فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالے ہے اور معتزلہ وغیرہ نے جو یہان بے وجہ تاویلین کین وہ مردود ہین اسلیئے کہ جب کوئی دلیل قطعی ایسی قائم ہو کہ ظاہر معنے آیت کے نہ بن سکتے ہون تو تاویل کرنے کی گنجایش ہے پس یہان تاویل بدون دلیل قطعی کے ہرگز صحیح نہین ہے اور یہ مسئلہ تقدیر کا وسیع ہے اس مین بندہ اپنی عقل اگر لگاویگا تو گمراہ ہوگا کیونکہ حکمت الٰہی کو کون گھیر سکتا ہے پس جو اللہ تعالے واسکے رسول صلعم نے فرمایا اسی پر ایمان رکھنے والا مومن ہے اور یہی لوگ اہل سنت ہین اللہ تعالے ہمکو انھین کے عقیدے پر دنیا سے مومن اُٹھاوے لہذا ہم ایمان لائے کہ بے شک اللہ تعالے نے دوزخ کے واسطے بہت سے جن وانسان پیدا فرمائے اور چارناچار وہ لوگ دوزخیون کے کام کرتے اور انھین کامون پر خوش ہین اور کیون نہین کہ اوتعالے نے ان دوزخیون کی حالت جسپر انکو پیدا فرمایا ہے یہ بیان فرمائی کہ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا۔ اُنکے قلوب ایسے ہین کہ اُنسے سمجھتے نہین۔ یعنے حق بات انکے دلون مین نہین سمجھائی دیتی ہے اگرچہ دنیاوی اپنی بھلائی بُرائی کو خوب سمجھتے ہین لیکن اُسکا نفع یہی چندروزہ زندگی تک ہے جسکا کچھ بھی اعتبار نہین۔ ؔ وقال البیضاوی نہین سمجھتے اسلیے کہ حق بات پر دل نہین دھرتے اور دل کی آنکھون سے حق بات مین نظر نہین کرتے وقال المترجم یہان سے ثابت ہوا کہ فقہ وہی ہے جو دل مین سمجھ ہو اور دل وہی خوب ہے جسمین یہ فقہ ہو حتی کہ کافرون کی مذموم حالت فرمائی کہ اُنکے دل ہین مگر ایسے ناکارہ کہ اُن سے نفع دینے والی سمجھ نہین پاتے۔ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا اور اُنکی آنکھین ایسی ہین کہ جنسے دیکھتے نہین۔ یعنے دنیاوی چیزون کو ایسی نگاہ سے جو اُنکے کام نآوے خوب دیکھتے ہون مگر جو دیکھنا کام کا تھا وہ نہین دیکھتے پس اللہ تعالے نے جو اشیاے عجیب وغریب پیدا فرمائی ہین انکو بنظر عبرت نہین دیکھتے کہ جس سے اوتعالے کی عظیم قدرت دیکھکر اسکی توحید ومعرفت حاصل کرین بلکہ یہ لوگ اپنی ذات کیواسطے دنیا کی چیزون کو اپنی خواہش نفسانی کی نظر سے دیکھتے ہین اور یہ دیکھنا کام کا نہین تو صحیح ہوا کہ آنکھون سے جو نفع تھا جب وہ نہ اُٹھایا تو نفی فرمائی کہ انکی آنکھین ہین مگر ایسی کہ اُنسے بصیرت کی نظر سے نہین دیکھتے۔ وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ اور اُن کے کان ایسے ہین کہ اُنسے سنتے نہین یعنے نفسانی وشیطانی ودنیاوی لہو ولعب وبیفائدہ بے کار باتون کو اگرچہ سنتے ہون لیکن جو سننا انکو نافع ہوتا جیسے آیات وحدانیت اسکو کان لگاکر نہین سنتے کہ خواب غفلت سے بیدار ہون اور معرفت الٰہی کا توشہ ونیک اعمال کا خزانہ حاصل کرکے اپنے

Marfat.com

اصلی وطن آخرت کو واپس جاوین۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ دل و آنکھین و کان جو اللہ تعالے نے بندے کو دیے وہ فقہ یعنے معرفت الٰہی
و آخرت کی سمجھ و ایمان حاصل کرنے اور اللہ تعالے کی تمام مخلوق مین خصوص اپنے آپ مین اسکی عجیب قدرت و صنعت دیکھنے اور اللہ تعالے
کی معرفت کی آیات و وعظ و نصائح بغور و تامل سننے کے لیے ہین پھر جسمین یہ باتین بالکل نہون تو وہ دوزخی ہے اگرچہ دنیا کے امور و خواہش
نفس کی باتین خوب سمجھتا اور دیکھتا و سُنتا ہو مگر وہ پاگل و اندھا و بہرا ہے۔ اور جب ایسا ہوا تو نتیجہ اسکا یہ ہے جو فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ
ایسے لوگ جنکی ناسمجھی کا یہ حال بیان ہوا وے مانند انعام یعنے چوپایہ جانورون کے اور مانند بہائم کے ہین یعنے کام کی سمجھ نہونے اور معرفت کی
بینائی نہ ہونے اور انجام کی مفید شنوائی نہونے مین یہ لوگ ایسے ہین جیسے بہائم جانور ہوتے ہین۔ یا یہ معنے ہین کہ پیٹ پالنے اور جوجی چاہے
اسی کی کوشش مین دل و آنکھون و کانون سے مصروف رہنے مین یہ لوگ مانند جانورون کے ہین کہ انکا یہی کام ہے۔ اور اول اولی ہے
کہ ناسمجھی و بے عقلی مین جانورون کے مانند ہین اسلیے کہ دل و آنکھین و کان تو انسان و دیگر حیوانات مین مشترک ہین مگر انسان کو جو اورون
سے فضیلت و شرف ہے تو فقط ایسی عقل و ادراک سے جس سے اللہ تعالے کی معرفت حاصل ہو اور بھلے و بُرے مین تمیز کرے اور اس
حیات ناپائدار دنیا کی سرا سے اپنے اصلی گھر کی طرف واپس جانے پر مستعد رہے پس جب کافر و مشرک کو یہ معرفت حاصل نہ ہوئی تو
اسکے اور بہائم کے درمیان کچھ فرق نہوا کہ وہ بھی کچھ فہم و ادراک نہین کرتے لیکن بہائم بیچارے اگر فہم و ادراک نہ کرین تو بیجا ہے کہ ان مین
عقل نہین دی گئی بخلاف کافرون کے کہ یہ لوگ اس نعمت کے ہوتے ہوئے اسکو برباد کیے ہوئے ہین لہذا فرمایا۔ بَلْ هُمْ اَضَلُّ لے اضل سبیلا
من الانعام۔ بلکہ یہ لوگ تو چوپائے جانورون سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے گمراہ ہین۔ کیونکر نہو کہ بہائم کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے نفع و ضرر کو
پہچانتے ہین بکری کو دیکھو کہ شریفہ کی پتی نہین کھاتی اور منفعت کو تلاش کرکے حاصل کرتی اور مضرت سے بھاگتی ہے کوئی جانور خود
آگ دیکھکر اسمین نہ جاویگا اور ہری ہری گھاس کی طرف خود دوڑا جائیگا اور کافر و مشرک جان بوجھکر عناد سے دوزخ پر اقدام کرتا ہے
ابوجہل نے کہا کہ بنی عبد مناف سے ہم سب باتون مین تو ہمسر ہو پائے اب انھون نے اپنا یہ فخر نکالا کہ ہم مین ایک نبی و رسول اللہ صاحب وحی
و کتاب ہے سو واللہ مین تو اس عار کو کبھی نہ اُٹھاؤنگا اور ایمان نہ لاؤنگا اگرچہ محمد بڑا سچا اور سب باتون مین اچھا ہے۔ یہود خوب پہچانتے
و جانتے تھے مگر پیر مرشد بنے ہوئے نذرانہ کھاتے اور عالم کہلاتے تھے اُنسے یہ لالچ نہ چھوڑا گیا اور دوزخ کے عذاب پر اقدام کیا پس جانور
سے بدتر ہین اور نیز جانورون کو معرفت الٰہی کے فضائل حاصل کرنے پر قدرت نہین اور انسان کو یہ قدرت ہے تو عاجز ہوتے ہوے نہ
حاصل کرنے والے کی بہ نسبت وہ بدتر ہے جو قادر ہوتے ہوئے مُنھ موڑے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالے
نے دو چیزین عقل و شہوت پیدا کین پس فرشتون کو فقط عقل دی بدون شہوت کے پس اُنکو کوئی خواہش نہین جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکے اور جانورون کو
شہوت دی بدون عقل کے پس وہ کھانے پینے وغیرہ خواہشون و شہوات مین مصروف ہین اُنکو عقل نہین کہ معرفت حاصل کرین رہا انسان تو اسمین یہ دونون
جمع کردین پس اگر اُسنے عقل کی پیروی سے معرفت و طاعت حاصل کی تو فرشتون سے بڑھ گیا کیونکہ شہوت کی روک سے صبر کرتا ہوا اُن پر سبقت لے گیا اور
اگر شہوت کی پیروی سے جہالت و نافرمانی کیتی تو جانورون سے حتیٰ کہ سور سے بدتر ہوا کیونکہ عقل ہوتے ہوئے اس نجس گڈھے مین پھسل پڑا اور نیز سب
جانور اپنے خالق عزوجل کے مطیع ہین بخلاف کافر کے کہ وہ نافرمانی کرتا و شرک سے افترا و بہتان باندھتا ہے اور نیز یہ کہ سب جانور اپنے پروردگار کو پہچانتے و یاد کرتے ہین
بخلاف کافر کے کہ نہین پہچانتا نہین یاد کرتا ہے اگر وہم ہو کہ اللہ تعالے کے سب قائل ہین تو جواب یہ کہ جو قائل ہین وہ ایسے خدا کے قائل ہین جسکا شریک
بتاتے ہین اور یہ درحقیقت حضرت اللہ تعالے جل جلالہ کی شان نہین تو وہ کسی اور چیز کے قائل ہین جو انکے وہم مین سمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی معرفت تو ان صفات سے ہے جنکو اُسکے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا پس جو اسکے برخلاف ہے وہ اللہ تعالےٰ سے منکر ہے۔ اور نیز پہ اگر جانوروں کے ساتھ کوئی ہانکنے والا ہو تو راہ چلے چلتے ہیں بخلاف کافروں کے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی معرفت وصفات پاک کے بیان میں کتابیں نازل فرمائیں ہدایت کی راہ دکھلائی رسول علیہم السلام بھیجے مگر یہ لوگ نہ مانے اور اور مرے ہر چند انھوں نے راہ بتائی اور وعظ و نصیحت سے انکو خواب غفلت سے جگایا مگر نہ جاگے ہر چند انھوں نے اللہ تعالےٰ سبحانہ کی صفات پاک انکو سمجھائے اور اسی کی عبادت کو کہا مگر نہ چونکے لہذا فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ. یہی غافل لوگ ہیں۔ یعنے پوری غفلت والے یہی ہیں اگرچہ مسلمان گنہگار بھی غفلت میں پڑ جاتا ہے مگر بالکل غافل نہیں ہوتا مسئلہ زید وعمرو دونوں مسلمان ہیں پس زید نے قسم کھائی کہ اگر عمرو کو کامل غفلت ہو تو اُس کی جورو پر طلاق ہے تو حکم دیا جائیگا کہ طلاق واقع نہوئی اور یہاں بہت صورتیں نکل سکتی ہیں۔ قال ف فی العرائس قولہ تعالےٰ لهم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ۔ انکے دل شاہد غیب سے محجوب ہیں اور اگر پاویں تو وصال کا مزہ چکھیں اور حقائق نوال کو سمجھیں۔ انکی آنکھوں پر شہوات کے پردے پڑے ہیں اگر اس سے نکلیں تو انوار صفات دیکھیں۔ انکے کانوں میں غفلت کے ٹھیپے ہیں اگر وہ سنیں تو آواز وصال الحان قرب سے مسرت پاویں اور دنیا کے تمام راگ ورنگ سے منھ پھیرلیں بعض نے کہا کہ انکے دل ایسے ہیں کہ شواہد حق سے نفعہ ذرا سمجھ نہیں رکھتے اور انکی آنکھیں ایسی ہیں کہ اُنسے دلائل حق نہیں دیکھتے اور انکے کان ایسے ہیں کہ دعوت حق نہیں سُنتے قال المترجم دعوت حق ایک ظاہری ہے جو بواسطۂ رسول اللہ صلعم وآپ کے خلفاء کے ہر وقت پہونچتی ہے اور وہی اصل ہے اور دوم دعوت باطن اور وہ اس شعر سے سمجھ لینا چاہیئے ؎ من آن مرغم کہ ہر شام وسحرگاہ ؛ زبام عرش می آید صفیرم ؛ اور نیز ؎ ز مرغ صبح ندانم کہ سوسن آزاد ؛ چہ گوش کرد کہ حافظ زبان خموش آمد ؛ پھر اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کا حال یوں فرمایا کہ یہ لوگ گمراہی میں جانوروں سے بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ جانوروں میں ادب قبول کرنے کی استعداد ہے وہ اسکے موافق قبول کر لیتے ہیں اور یہ لوگ باوجود استعداد قبول کے ادب نہیں قبول کرتے۔ بعض نے کہا کہ بہائم کو پردگی اور تجلی دونوں سے بے خبری ہے بخلاف ارواح کے کہ تجلی سے اسکی زندگی اور پردگی سے عذاب وموت ہے ابن عطاؒ نے کہا کہ ان دلوں سے معانی خطاب نہیں سمجھتے اور آنکھوں سے شواہد حق نہیں دیکھتے اور کانوں سے حلاوت خطاب نہیں پاتے کیونکہ نہیں سنتے ہیں۔ اُستادؒ نے کہا کہ معانی خطاب کے جسطرح محدثین سمجھتے ہیں یہ لوگ نہیں سمجھتے اور انکو دلی خطرہ میں اور نفسانی و شیطانی وسواس میں تمیز نہیں آنکھوں سے شواہد توحید نہیں دیکھتے اور کانوں سے دلائل یقین نہیں سنتے ہیں ان لوگوں کی نظر فقط غفلت کی راہ ہے اور انکی سماعت فقط یہی شہوت وفتنہ کی آواز ہے۔ یہ روڑے تھر کی لڑی میں گوندھنے کے قابل نہیں سوائے اس کے کہ شہوت کی زنجیروں میں جکڑے جاویں قال المترجم محدثین جمع محدث انکی اصطلاح میں وہ عارف کہ فہم خطاب وواردات ازلی اسکے قلب پر غیب سے وارد ہوں اور مثال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں چنانچہ تین آیات کا خطور قبل نزول کے انپر توافق واقع ہوا۔ وقد سبق البیان فی قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے الآیۃ۔ اور تحقیق بمقام مجملا وکنایۃ جابجا آچکا ہر فتذکر۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ اسکے بہت نام پاک ہیں اور وہ اسماء ذاتی واسماء صفاتی اور اسماء فعلی اور اسماء خاصہ ہیں جتنے عارفوں کے دلوں کو جو جہنمیوں کے دلوں کے مانند نہیں بلکہ پاکیزہ منور ہیں ان پاک ناموں سے عجائب صفات الٰہی سے آگاہی ہوتی ہے جن کا مصدر ذات واحد قدیم جل سلطانہ ہے چنانچہ فرمایا۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور اللہ کے ہیں سب نام خاصے سو اسکو پکارو وہ کہکر اور چھوڑ دو انکو جو کج راہ چلتے ہیں اُسکے ناموں میں وہ بدلا پاوینگے اپنے کیے کا

Marfat.com

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی اور اللہ تعالیٰ کے لیے بہت اچھے اچھے نام ہیں۔ ایسا پاک بیان چار سورتوں میں آیا ہے۔ ایک تو یہاں اور دوم آخر سورۂ بنی اسرائیل میں فی قولہ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور سوم سورہ طٰہٰ کے شروع میں فی قولہ اللہ لا الٰہ الا ہو لہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور چہارم سورۂ حشر کے آخر میں فی قولہ ہو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور حُسنیٰ کا لفظ مؤنث احسن ہے اور وہ صفت اسماء جمع اسم ہے اور معنے تفضیل کے یہاں یا تو مشرکوں کے معبودوں کے بہ نسبت ہیں اور یا مطلقاً ہیں اور مترجم کے نزدیک یہی اولیٰ بلکہ صواب ہے اسواسطے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ نسبت نہیں اور ظاہر میں جو رحیم و کریم کے مانند اسماء میں مشارکت گمان کیجاتی ہے وہ وہم ہے پس غفلت سے بچنا چاہیئے۔ اور بعض نے کہا کہ حسنیٰ مصدر ہے جیسے رجعیٰ۔ اور مفرد آنا بوجہ اسکے کہ مصدر جنس ہے اور جیسے وصف لایعقل میں افراد آتا ہے اور قول مختار مفسرؒ ہے۔ بالجملہ یہاں بندوں کو معرفت دی اور ادب فرمایا کہ جس ذات پاک کا نام اللہ تعالیٰ ہے اس کے واسطے بہت سے نام صفاتی وغیرہ بہت اچھے اچھے ہیں۔ فَادْعُوْہُ بِہَا سموہ بہا۔ پس اللہ تعالیٰ کو انھیں پاکیزہ ناموں سے پکارو یعنے اُسکے جناب میں التجا کرنے اور اسکا ذکر کرنے میں انھیں پاک ناموں سے نام لیا کرو۔ اور دعا کے آداب و شرائط تحقیق کے ساتھ تفسیر قولہ و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب الآیۃ میں گذری اور منجملہ شرطوں کے یہ ہے کہ دعا کرنے والا جس نام پاک سے دعا کرے اسکے معنے جانتا ہو اور یہ ہے کہ اسکے دل میں جسکا نام لیتا ہے یعنے حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت اسوقت تو ضرور حاضر ہو یعنے دل غافل نہو اور یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ قبولیت پر بھروسا کرکے بدون شک وغیرہ شیطانی وسواس کی دعا کرے۔ پس جلالی نام کے وقت جلال سما ویگا اور جمالی نام کے وقت رحمت و انبساط آویگا لہذا ان پاک ناموں کا اور انکے معانی کا جاننا ضرور ہے پھر علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام ننانوے ہیں اور دوم یہ کہ انکی گنتی اسی قدر میں منحصر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور مفسرؒ نے یہاں لکھا الاسماء الحسنیٰ التسعۃ والتسعون الوارد بہا الحدیث یعنے یہ نام ہائے احسن ننانوے کہ انکے ساتھ حدیث وارد ہوئی ہے۔ پس قولہ التسعۃ الخ بدل الاسماء ہے اور معنے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اسماء حسنیٰ یہی ننانوے ہیں جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں فعلیٰ ہذا قول اول اختیار کیا۔ اور دوسرا احتمال یہ کہ یہاں جن پاک ناموں سے دعا کرنے کا حکم دیا گیا وہ یہی ننانوے ہیں اگرچہ اوتعالیٰ کے اور پاک نام اسقدر ہوں کہ انکا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے فعلیٰ ہذا قول دوم کی طرف راجع ہوا۔ اور توضیح یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ ان للہ تسعا و تسعین اسما مائۃ الا واحدا من احصاہا دخل الجنۃ وہو وتر یحب الوتر۔ یعنے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام۔ ایک کم سو ایسے ہیں کہ جو انکو احصار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا اور اوتعالیٰ فرد ہے وہ طاق کو محبوب رکھتا ہے۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابو عوانۃ وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مندۃ وابن مردویۃ وابو نعیم والبیہقی۔ اور ابن مردویہ و ابونعیم کی روایت سے اتنا زائد ثابت ہوا کہ جو ان ناموں سے دعا کرے اللہ تعالیٰ اسکی دعا قبول فرماتا ہے۔ بخاریؒ نے فرمایا کہ احصار سے یہاں حفظ کرنا مراد ہے اور یہی اکثر محققین کا قول ہے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ من حفظہا دخل الجنۃ۔ پس پہلی روایت کی اس سے تفسیر ہوگئی کہ احصار سے حفظ مراد ہے۔ اور بعض نے کہا کہ احصار کے معنے شمار کرنا یعنے دعا میں ان ناموں کے ساتھ احاطہ کرکے ایسے دعا مانگے مترجم کہتا ہے کہ بنا بریں دعا بھی یہ ہوگی کہ اللہ تو میری مغفرت فرمادے کیونکہ ان ناموں کو بمعنی احصار کرکے اگر مثلاً رزق کی دعا مانگی تو جنت میں داخل ہونا کیوں ملیگا اور یہ احتمال کہ یہ مزید فضل میں یعنے گھاتے میں ملجاوے بعید ہے فافہم اور بعض نے کہا کہ احصار سے مراد ادب سے انکی بخوبی رعایت رکھنا۔ اور بعض نے کہا کہ دعا کے وقت دل کو انکے معانی پر حاضر رکھنا حتیٰ کہ قہار کے نام لینے پر عظمت و قہر سے بھر جاوے اور رحیم کے نام پر رحمت سے منبسط ہو جاوے مترجم کہتا ہے کہ مردعارف

Marfat.com

کے سوائے ہر ایک سے ایسا نہین ہوسکتا دمعنے اول اقوی ہین واللہ اعلم اور بیان ان پاک نامون کا آگے آتاہے اور یہان اسقدر جاننا ضرور ہے کہ جن علمار نے سمجھا کہ اللہ تعالے کے نام ننانوے مین منحصر ہین وہ اسکی حدیث سے اسطرح استدلال کرتے ہین کہ قولہ ان للہ تسعاً و تسعین اسما مائۃ الا واحدا پر کلام پورا ہوا اور افادہ فرمایا کہ اوتعالے عزوجل کے ننانوے نام ہین اور قولہ من احصاہا دخل الجنۃ سے مراد بیان فضائل ہین یعنے بجملہ فضائل کے ایک یہ ہے کہ جو انکو حفظ کرے یعنے معنے و مضمون سے اپنے قلب پر محفوظ رکھے وہ جنت مین داخل ہوگا اور ظاہر یہ کہ اسمار صفاتی کے حفظ کی کیفیت یہ کہ مثلاً رحیم و حلیم کے مقتضا پر خود اپنے پروردگار کا خلق اختیار کرکے رحم کرنے والا اور لوگون کے حرکات پر حلم کرنے والا اور بردباری سے انکی طرف سے برائیون کو برداشت کرنیوالا ہوجاوے اور علی ہذا احصار کے معنے اول و سوم مین اتفاق ہوجائیگا واللہ اعلم اور یہ جملہ درمیان مین معترضہ تھا اور مقصود یہ کہ جو علمار انحصار اسمار کے قائل ہین انھون نے حدیث شریف سے اس بیان سے استدلال کیاہے اور باقی علمار جو انحصار کے قائل نہین انھون نے یون معنے بیان کیے کہ قولہ تسعا و تسعین اسما مائۃ الا واحدا بدل و مبدل منہ ہوکر موصوف ہوا اور قولہ من احصاہا دخل الجنۃ جملہ اسکی صفت ہے پھر موصوف و صفت ملکر اسم ان ہوا اور حاصل معنے یہ کہ اللہ تعالے کے ننانوے نام ایسے ہین کہ جو انکو حفظ رکھے وہ جنت مین داخل ہوگا۔ پھر واضح رہے کہ مترجم کو ٹھیک طور پر معلوم نہوا کہ ننانوے نامون مین انحصار کے قائل کون علمار ہین اگرچہ بعض نے نقل اشارہ کیا اور ظاہر ہے کہ اس شخص نے بعض عبارات سے وہم کیا کہ بعضے علمار انحصار کے قائل ہین مگر صحیح یہ ہے کہ علمار مین اختلاف نہین اور سب کا یہی قول ہے کہ اسمار الٰہی ننانوے مین منحصر نہین پس حدیث شریف کے وہی دوسرے معنے صحیح ہین امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین کہا کہ علمار رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ اس حدیث مین اللہ تعالے کے نامون کا حصر مقصود نہین اور اسکے یہ معنے نہین کہ اللہ تعالے کا کوئی نام سوائے ننانوے کے نہین بلکہ یہ مقصود ہے کہ ان نامون کو جو احصار کرے وہ جنتی ہوگا پس حاصل یہ کہ ان نامون کے احصار سے جنت مین جانے کی خبر دینا مقصود ہے اور نامون کا حصر بیان کرنا مقصود نہین ہے۔ وقال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے۔ واضح رہے کہ اسمار حسنیٰ کچھ انھین ننانوے مین منحصر نہین ہین بدلیل دوسری حدیث کے جو امام احمدؒ نے اپنی سند مین عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ ما اصاب احدا قط ہم ولا حزن فقال اللہم انی عبدک ابن عبدک ابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضاءک اسالک بکل اسم ہو لک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی و نور صدری وجلاء حزنی وذہاب ہمی الا اذہب اللہ حزنہ وہمہ وابدل مکانہ فرحا فقیل یارسول اللہ افلا نتعلمہا فقال بلے ینبغی لکل من سمعہا ان یتعلمہا۔ حاصل معنے اس حدیث کے یہ ہین کہ کوئی ایسا نہین جسکو کوئی غم واندوہ پہونچا پھر اسنے یون دعار مانگی کہ اللہم آخر تک مگر آنکہ اللہ تعالے اسکا غم واندوہ دور کردیتاہی اور بجائے اسکے فرحت و سرور دیتاہے تو عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ بھلا ہم اسکو سیکھ نہ لین۔ تو فرمایا کہ ہان سیکھ لو۔ جو اسکو سنے اسکو چاہیے کہ اسکو سیکھ لیوے۔ وقد رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی فی الاسمار والصفات۔ اور دعار مذکورہ کے معنے یہ ہین اے اللہ پاک میرے مین تیرا غلام تیرے غلام کا بیٹا تیری باندی کا بیٹا ہون میری چوٹی تیرے قبضہ قدرت مین ہے میرے حق مین تیرا حکم روان ہے میرے حق مین تیرا حکم سب عدل ہے مین تجھسے تیرے ہر نام پاک کے ساتھ جو تیرے لیے شایان ہے تو نے اس سے اپنا نام رکھاہے اور اس کو اپنی کتاب مین نازل فرمایا ہے یا اپنی مخلوق مین سے کسی کو سکھلایا ہے یا اپنے پاس اسکو اپنے ہی علم غیب مین رکھاہے یہ دعا کرتاہون کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار اور میرے سینہ کا نور اور میرے اندوہ کا صیقل کرنے والا اور میرے غم کا دور کرنیوالا فرمادے۔ مترجم کہتاہے کہ اس حدیث سے

ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے کے ناموں میں سے بعضے اسی کے علم غیب میں ہیں مخلوق میں سے کسیکو معلوم نہیں اور بعض کسی مخلوق کو مخصوص بتلائے گئے ہیں بالجملہ ثابت ہوا کہ انھیں ننانوے میں انحصار نہیں ہے اور ابن العربی مالکیؒ نے شرح ترمذی میں لکھا کہ بعض علماء نے اللہ تعالے کے ناموں کو قرآن و حدیث سے جمع کر کے ہزار نام لکھے ہیں واللہ اعلم۔ اب رہا بیان اسکا کہ ننانوے نام جنکے حفظ پر حدیث صحاح وسنن میں دخول جنت کی بشارت آئی ہے وہ کہاں ہیں اور بطور معین معلوم مروی ہوئے ہیں یا مانند شب قدر کے یا ساعت روز جمعہ کے مبہم ہیں تاکہ رغبت و کوشش زیادہ ہو پس ابن عباسؓ و ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے ننانوے نام ایسے ہیں کہ جو انکو احصار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ قرآن میں ہیں۔ رواہ ابو نعیم۔ اگر اس حدیث کی اسناد مستقیم ہو تو اس سے استفادہ ہوگا کہ وہ قرآن مجید میں ہیں۔ اور ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا جاتا ہے کہ کہا یہ نام قرآن میں ہیں پھر علٰحدہ علٰحدہ سورہ سورہ کر کے ننانوے نام بیان کیے اور ابن حجرؒ نے تلخیص میں کہا کہ ظاہر اکتاب مجید سے تتبع و تلاش کر کے پھر انکو بیان کر دیا۔ اور شیخ ابن حزم نے کہا احصار اسمار الٰہی میں جملہ احادیث مضطرب ہیں انمیں سے کوئی صحیح نہیں اور مراد شیخ کی یہ کہ تفصیل اسمار کی روایات مضطرب ہیں لیکن مطلق نفی میں تشدید ہے اور مفسر جلالؒ کے نزدیک بھی ثبوت معلوم ہوتا ہے ورنہ تفسیر مذکور میں نازل ہوگا۔ اور البتہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو صحیحین وغیرہ سے مذکور ہوئی ہے امام ترمذیؒ نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا اور اس میں تفصیل ننانوے نام کی بعد قولہ یحب الوتر۔ کے زیادہ ہے پھر کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور ننانوے نام کے احصار کی حدیث تو ابوہریرہؓ سے کئی وجوہ یعنے بواسطہ متعدد راویوں کے مروی ہے لیکن میں بہتیری روایات میں ناموں کا ذکر نہیں جانتا سوائے اس حدیث کے انتہی مفاد کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل کلام امام ترمذیؒ کا یہ ہے کہ اس حدیث کو اکثر راویوں نے تو بدون تفصیل ناموں کے روایت کیا اور وہ بہت ثقہ لوگ ہیں اور یہ طریقہ جو تفصیل ناموں کے ساتھ ہے اسکا راوی اگرچہ مقدوح ضعیف نہیں لیکن دوسرے ثقات سے زائد روایت کرتا ہے لہذا حدیث غریب ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ایک جماعت ائمہ حفاظ کا معقول یہ ہے کہ اس حدیث میں ناموں کا تفصیل بیان مدرج ہے یعنے راوی نے اپنی طرف سے بیان کیا مگر اسطرح کہ وہ حدیث میں درج ہوگیا چنانچہ زہیر بن محمدؒ سے مروی ہے کہ مجھے کئی اہل علم سے خبر پہونچی کہ انھوں نے خود ایسا کہا یعنے قرآن مجید سے جمع کر کے بیان کر دیا جیسا کہ جعفر بن محمد و سفیان بن عیینہ و ابو زید لغوی نے کہا ہے واللہ اعلم مگر پوشیدہ نہ رہے کہ حافظ ابو نعیم و ابن مردویہ نے تفصیل اسمار کو حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایت کیا مگر اس کی اسناد کا حال معلوم نہیں لیکن فی الجملہ اس حدیث ابوہریرہؓ کی تقویت ہوئی جسکو ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور طریق ترمذیؒ رہ عن الجوزجانی عن صفوان بن صالح عن الولید بن مسلم الی آخر الاسناد سے اس حدیث کو ابن حبانؒ نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا اور ابن حبانؒ کا مذہب درباره تصحیح اسناد کے معروف ہے کہ راوی کی عدالت و ثقاہت معلوم ہو یا اسکا حال مستور ہو بہر حال وہ عادل و ثقہ قرار دیتے ہیں جیسے امام ابو حنیفہؒ وغیرہ علمار کے نزدیک ہے اور اس سے تقویت زیادہ ثابت ہوئی علاوہ بریں ابن ماجہؒ نے اس حدیث کو اپنی سنن میں دوسرے طریق سے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت کیا ہے پس اعتماد کے واسطے کافی ہے لہذا ان پاک ناموں کو موافق حدیث مذکور کے ذکر کیا جاتا ہے مگر قبل اسکے تنبیہ ضرور ہے کہ بر تقدیر تسلیم عدم ثبوت تفصیل کے آیت کریمہ کی تفسیر میں کوئی توقف نہیں اور معنے یہ ہیں کہ للہ الاسمار الحسنی فادعوہ بہا۔ اللہ تعالے کے پاک نام ہیں انسے دعا کرو اور وہ اللہ تعالے کی کتاب و رسول پاک سے معلوم ہوئے ہیں اور قرطبیؒ نے حکایت کیا کہ مقاتل وغیرہ مفسرین نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص اپنی دعار میں

Marfat.com

یارحمن یارحیم کہتا تھا اسکو مشرکون مین سے ایک نے سُنکر کہا کہ محمد و اسکے ساتھی تو کہتے ہین کہ ہم ایک اللہ وحدہ لاشریک کو پوجتے ہین پھر اسکو کیا ہوا کہ دو معبودون کو پکارتا ہے تو آیت یہ نازل ہوئی۔ وللہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک واحد ہے اور اُسکے نام اچھے اچھے بہت ہین جو اسکی ذات کو بنظر صفات کمالیہ کے شایان ہین لیکن اسکی صفات کی حقیقت چونکہ تصور بشری سے اعلیٰ و برتر ہے لہذا جو نام اسنے فرمائے ہین انھین پر اقتصار کیا جاوے اور اپنی فہم ناقص سے کوئی نام نہ گڑھا جائیگا پھر ان نامون مین سے ننانوے نام پاک ایسے ہین کہ جو انکو احصار کرے وہ جنت مین داخل ہوگا جیساکہ صحیح بلکہ مشہور اصح حدیث سے معلوم ہوا ہے ان نامون کی تفصیل تو اس مین روایت ابن مردویہ و ابونعیم از حضرت ابن عباس و ابن عمرؓ اور روایت ابن ماجہ و ابن حبان و ترمذی از حضرت ابوہریرہؓ ہے چنانچہ ترمذی کی روایت کے موافق ان پاک نامون کو مع تنبیہ معانی کے لاتا ہون۔ فاعلم ان الترمذی قد روی حدیث الاحصار من طریق الولید بن مسلم عن شعیب بن حمزۃ باسنادہ مثل ما روی البخاری الا انہ زاد بعد قولہ یحب الوتر۔ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ الملک۔ القدوس۔ السلام۔ المومن۔ المھیمن۔ العزیز۔ الجبار۔ المتکبر۔ الخالق۔ الباری۔ المصور۔ الغفار۔ القھار۔ الوھاب۔ الرزاق۔ الفتاح۔ العلیم۔ القابض۔ الباسط۔ الخافض۔ الرافع۔ المعز۔ المذل۔ السمیع۔ البصیر۔ الحکم۔ العدل۔ اللطیف۔ الخبیر۔ الحلیم۔ العظیم۔ الغفور۔ الشکور۔ العلی۔ الکبیر۔ الحفیظ۔ المقیت۔ الحسیب۔ الجلیل۔ الکریم۔ الرقیب۔ المجیب۔ الواسع۔ الحکیم۔ الودود۔ المجید۔ الباعث۔ الشہید۔ الحق۔ الوکیل۔ القوی۔ المتین۔ الولی۔ الحمید۔ المحصی۔ المبدی۔ المعید۔ المحیی۔ الممیت۔ الحی۔ القیوم۔ الواجد۔ الماجد۔ الواحد۔ الاحد۔ الفرد۔ الصمد۔ القادر۔ المقتدر۔ المقدم۔ المؤخر۔ الاول۔ الآخر۔ الظاہر۔ الباطن۔ الوالی۔ المتعالی۔ البر۔ التواب۔ المنتقم۔ العفو۔ الرؤف۔ مالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط۔ الجامع۔ الغنی۔ المغنی۔ المانع۔ الضار۔ النافع۔ النور۔ الہادی۔ البدیع۔ الباقی۔ الوارث۔ الرشید۔ الصبور۔ پھر واضح ہو کہ کلیہ قاعدہ جناب باری تعالیٰ کے پاک نامون مین یہ ہے کہ جو نام حقیقی معنے پر صادق آسکتے ہین ان مین حقیقی معنے مراد ہوتے ہین مثلاً الخالق بمعنے پیدا کرنے والا تمام مخلوق کو۔ اور جن نامون مین لغوی معنے نہین بنتے ہین مثلاً الصبور کیونکہ صبر کو لغت والے یون جانتے ہین کہ آدمی اپنے قلب کو ایسی حرکت سے روکے جس سے گھبراہٹ ہو اور جزع و فزع کی طرف مؤدی ہو اور یہ بات جناب باری تعالیٰ مین محال ہے تو ایسے نامون مین اسکے لازمی معنے مراد لیے جاتے ہین مثلاً حلم آتی ہے اللہ تعالیٰ کا حلیم نام اس معنے کر کہ بندون کی نافرمانیون پر انکو جلد عذاب مین ماخوذ نہین فرماتا ہے اور ابتداے سورہ بقرہ مین اسکی توضیح گذر چکی ہے۔ پھر جو حدیث مین آیا کہ ان اللہ وتر۔ تو وتر کے معنے فرد۔ ہین اور مراد اس سے یہ کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہین اور اس کا نظیر نہین ہے۔ اور واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو واحد کہا جاتا ہے تو یہ معنے نہین کہ وحدت اسکو عارض ہے کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ واحد و فرد بایں معنے کہ اسکے مانند و مثل و شبیہ و نظیر و شریک کوئی نہین ہے لہذا جناب باری تعالیٰ کی ذات و صفات مین اس طرح غور کرنا روا نہین ہے کہ ذات کی یا صفت کی حقیقت کیا ہے بلکہ اسپر ایمان لاوے اور مثلاً رحیم ہے اسکی رحمت کا اُمیدوار ہو اور کریم ہے کرم کا اور منتقم ہے ڈرے اور اسکے عذاب و عقاب سے خوف کرے اور وہی ہادی عفو غفور ہے اس سے ہدایت و سلامتی کی التجا کرے والسلام۔ پس حاصل معنے قولہ تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا۔ کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے بہت نام اچھے اچھے ہین اور وہ سب ایک ہی مسمّٰی کے نام ہین پس انھین نامون سے اس کا نام لو اور اس سے دعا کرو اور ننانوے نام جو کوئی یاد رکھے

Marfat.com

وہ جنتی ہے ۔ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَآئِهٖ اور چھوڑ دو ان لوگون جو الحاد کرتے ہین اسکے نامون مین ۔ جمہور کی قرارۃ
یلحدون بضم اول از الحاد ہے اور حمزہؒ کی قرارۃ مین بفتح اول از لحد ہے اور معنے دونون کے ایک ہی ہین یعنے میل کرنا اور مراد یہ کہ اوتعالے
کے نامون مین حق سے مڑکر باطل کی طرف جھکتے ہین کیونکہ انھون نے اسمار الٰہی سے اپنے بتون کے نام نکالے چنانچہ اللہ سے اللات ایک بت کا
نام اور العزیز سے عزیٰ ایک بت کا نام اور المنان سے منات ایک بت کا نام نکالا جیسا کہ ابن عباسؓ و مجاہدؒ سے مروی ہوا ۔ اور نیز
ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یلحدون فی اسمائہ ۔ یعنے جھٹلاتے ہین اور بعض نے کہا کہ الحاد مذکور سے مراد یہ کہ کافر و مشرک اپنے بتون کو آلہہ
کہتے ہین ۔ اور اہل المعانی کہتے ہین کہ اللہ تعالے کے نامون مین الحاد یہ ہے کہ جس نام سے اللہ تعالے نے اپنے آپ کو نہین فرمایا اور نہ کتاب
وسنت مین آیا ہے اس سے اللہ تعالے کا نام رکھے اور حاصل اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالے کے نام سب توقیفی ہین یعنے جس جس نام سے واقف
کرادیا گیا اسی نام سے تسمیہ کرنا روا ہے اور قیاس ورائے سے نہین جائز ہے چنانچہ اللہ تعالے کو جواد کہتے ہین مگر سخی کہنا روا نہین ہے
اگرچہ اسکے معنے بھی جواد کے ہین اور اسیطرح رحیم نام ہے اور رفیق نہین جائز ہے اور عالم صحیح ہے اور عاقل نہین جائز ہے اور آیت مین
فرمایا یخادعون اللہ وہو خادعہم الآیۃ ۔ اور نیز فرمایا ۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ۔ لیکن دعا مین یا مخادع اور یا مکار کہنا روا نہین
ہے بلکہ انھین نامون سے دعا کیجاوے جنسے بروجہ تعظیم واقف کرادیا گیا ہے پس یا اللہ ۔ یارحمن و یارحیم و یاکریم وغیرہ پاک نامون سے دعا کرنا
روا ہے ۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے کے نام اپنی طرف سے اختراع کرنا و نکالنا نہین روا ہے اور نہ ایسے نام سے دعا کرنا جسکے معنے معلوم نہین
اور نہ ایسے نام سے جو غریب ہو بلکہ انھین نامون سے دعا کرے جو شرع نے بتلادیے ہین ۔ پھر مشرکین رحمن سے احتراز کرتے تھے اور ایسے ہی
اسمار توحید سے بدبخت نفرت کھاتے پس بعض نام توقیفی لینا اور بعض کو ترک کرنا بھی الحاد ہے لیکن یہ لازم نہین کہ دعا مین سب نامون کو
جمع کرے بلکہ کسی نام کو ترک کرنا اعتقاد نہ کرے ۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اسمار الٰہی مین سے بندہ کے مقصود کو جس صفت سے مناسبت ہے
دعا مین اس صفت کے نام کو لینا اوفق ہے مثلاً اللہم انک عفو تحب العفو فاعف عنی ۔ یعنے الٰہی مجھ بندہ کو عفو کردے تو عفو کو
دوست رکھتا ہے تیرا نام عفو و غفور ہے ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہان قہار و منتقم وغیرہ کو لانا گستاخی اور بیوقوفی ہے اسلیے کہ صفت قہر و
انتقام ظہور کو نہین چاہتا پس اس راہ سے یہان ان نامون کو نہ لانا مضائقہ نہین ہے اور اسیطرح اگر کافر دن لے کفر و شرک مین
غلو کیا اور ظلم مین بڑھ چلے اور کسی مسلمان نے انپر بددعا کی تو انپر قہر و انتقام و غضب و عقاب کا ظہور منظور ہے اسوقت مین عفو و رحم
و مغفرت کے نامون کا لانا جہالت ہے ۔ فافہم ۔ اور جامع تفسیر الحاد یہ کہ تغیر نہ کرے جیسا مفسرؒ نے بیان کیا ہے اور اختراع نہ کرے اور
نقصان باین طور نہ کرے کہ بعض اسمار سے تسمیہ کرے اور بعض سے نہ کرے اور وضع بے وضع نہ کرے باین طور کہ الرشید کسی کا نام رکھے
ہان عبدالرشید صحیح ہے اور جس نام سے توقیف نہین وہ نام نہ رکھے ۔ اور معنی آیت کے یہ ہین کہ جو لوگ کہ اسمار الٰہی مین الحاد کرتے ہین
انکو چھوڑ دو جیسے گمراہ شریر کو چھوڑ کر اس سے منھ موڑ لیتے ہین ۔ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ عنقریب بدلا دیے جاوینگے یہ لحد لوگ
وہ چیز جو کرتے رہے ۔ یعنے جزار اس چیز کی جو کرتے تھے کیونکہ بعینہ وہی چیز تو جزا نہین ہے اور مفسرؒ نے کہا کہ آخرت مین یہ جزار واقع ہونا
مراد ہے اور یہ حکم قبل حکم جہاد کے تھا یعنے انکو چھوڑنے و اعراض کرنے کا حکم جہاد سے پہلے تھا ۔ اولے یہ ہے کہ جزار و سزا پانے کا تعین آخرت پر
نہ رکھا جاوے بلکہ عام لیا جاوے دنیا مین اور آخرت مین لیکن آخرت مین تعین لحدون کیواسطے تعین ہے جو اسلام لاکر موحد اور اہل ادب نہین ہوئے
کیونکہ اسلام سے پچھلے گناہ سب معاف ہو جاتے ہین ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ الاسمار الحسنیٰ الآیۃ ۔ مخلوق ان نامون کی جستجو

Marfat.com

مین پڑے ہین مگر پاوینگے نہین الا اسی طرح کہ ان نامون سے کشف ہو اور کشف انکا نہوگا مگر اسی طرح کہ وہ صفات خاصہ کشف
ہون جنکے خزانہ کے یہ نام کنجیان ہین اور یہ صفات کشف نہونگی مگر اسی طرح کہ ذات کا کشف حاصل ہو پس جو شخص ان کشوف
سے ہدایت یافتہ ہوا اس کو اللہ تعالےٰ کے اسم اعظم کی راہ ملی اور اسکے نور سے معانی صفات و انوار ذات کی طرف راہ پاتا ہے
اور جب اس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے تو قبول ہوتی ہے اور مراد حاصل ہونا بطور کن فیکون کے ہوتا ہے۔ ہر نام پاک ایک صفت
سے خبر دیتا ہے اور جو صفت ہے وہ ذات سے خبر دیتی ہے اور ہر نام پر عارفون کے لیے ایک مقام ہے اور نامون کی معرفت مین انکی
معرفت مختلف ہین پس جسقدر جسکو معرفت صفات و مشاہدہ ذات مین مرتبہ حاصل ہے اسی کے مطابق نامون سے انکشاف حاصل ہے
بعض نے کہا کہ اوتعالےٰ کے نامون مین سے ہر نام تجھکو کسی مرتبہ پر پہونچا دیگا اور نام اللہ تجھکو اللہ تعالےٰ کی محبت مین والہ و شیدا
بنا دیگا۔ اور الرحمٰن الرحیم تجھکو رحمت الٰہی مین پہونچا وینگے اسی طرح جب تو خلوص نیت و صفاء عقیدت سے دعا کرے تو سب
نامون کی ایسی ہی حالت ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اسماء صفات سے بالاتر کچھ صفات ہین کہ وہان افہام کا گذر نہین کیونکہ مقام ذات
تو اغیار کے واسطے آتش سوزان ہے اسکی طرف کوئی راہ نہین اور اہل عشق کو اپنے تئین وہان ڈالدینا ضرور ہے۔ قال المترجم
فہم کا گذر کہین نہین اور اعتقاد کے واسطے ذات تک کی تصدیق ایمانی کافی ہے لیکن مراد یہ ہے کہ اگر بیان مین لایا جاوے تو
یہ عقول و افہام متحیر ہون اور شاید منکر ہوجاوین فتامل فیہ۔ بعض نے کہا کہ دعاء کے واسطے اپنے اسماء مقدسہ کو ظاہر فرماتا ہے نہ
اسواسطے کہ انکے حقایق کو ادراک کرین اسکے حقایق صفات پر کون واقف ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ قولہ فادعوہ بہا۔ یعنے
انکے حقایق کے ادراک کی طرف نفس کی سرکشی روکو بلکہ انھین پر توقف کرو۔ اُستاذؒ نے بعض مشائخ سے نقل کیا کہ اللہ تعالےٰ نے
مخلوق کو اپنے نامون پر واقف کیا پس وہ زبان سے انکو یاد کرتے ہین کیونکہ عقلین ہر چند صافی ہون حقایق اسماء پر مطلع نہین
ہو سکتی اسواسطے کہ حق تعالےٰ کی جناب مین کسی فرد سے ادراک نہین ہو سکتا پس حقایق کے انکشاف کے وقت انپر حیرت طاری
ہوتی ہے پھر ادراک و احاطہ کہان ممکن ہے معرفت وہان حیران ہے اور حقایق کے ادراک مین بصر و بصیرت سب کو ہیجان ہے اور
حق سبحانہ تعالےٰ عزیز متعالی جلی البرہان ہی واضح ہو کہ بلعم باعوراء کی نسبت کہا گیا کہ اسم اعظم جانتا تھا لیکن تقدیر ازلی سے کافر مرا پھر بیان فرمایا کہ دوزخ
کیواسطے اقوام متعین و علم ازلی مین مقدر ہو چکے ہین پھر جنت کیواسطے ایک اُمت ہادی عادل کا مخلوق ہونا مع استدراج اہل تکذیب بیان کیا لقولہ ع ۲۲
وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ ۱۲
اور ہماری پیدائش مین سے ایک لوگ ہین کہ راہ بتاتے ہین سچی اور اسی پر انصاف کرتے ہین اور جنھون نے جھٹلائین ہماری آیتین انکو ہم سہج سہج پکڑینگے
مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ؕ مَا بِصَاحِبِهِمْ
جہان سے وہ نہ جانینگے اور انکو فرصت دونگا میرا داؤ پکا ہے۔ کیا دھیان نہین کیا اُنھون نے انکے رفیق کو
مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ
کچھ جنون نہین وہ تو ڈرانے والا ہے صاف کیا نگاہ نہین کی سلطنت مین آسمانون اور زمین کی اور جو اللہ نے بنائی ہے
مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ مَنْ يُّضْلِلِ
کوئی چیز اور یہ کہ شاید نزدیک پہونچا ہو انکا وعدہ سو اسکے پیچھے کس بات پر یقین لاوینگے جسکو اللہ

اللہ فلا ھادي له ويذرهم في طغيانهم يعمهون ٥

بھٹکادے اسکو کوئی نہیں راہ دینے والا اور انکو چھوڑ رکھتا ہے انکی شرارت میں بہکتے

وممن خلقنا ۔ یہ ذکر بمقابلہ قولہ ولقد ذرأنا لجہنم آخر واقع ہوا حاصل آنکہ جیسے جہنم کیواسطے بہتون کو پیدا کیا اسکے مقابلہ مین جنت کے واسطے بھی منجملہ مخلوقات کے ایک مخلوق عاقل ہے۔ اُمۃ ایک جماعت ہے کہ۔ یھدون بالحق وبہ تقدیم مین تخصیص ہے یعنے بالحق خاصۃ۔ خاص حق ہی کے ساتھ۔ یعدلون یعنے اپنے امور کو متعادل رکھتے ہین پس جیسا چاہیے نہ اس سے زیادتی کرتے ہین اور نہ اسمین کمی کرتے ہین کیونکہ اللہ تعالے نے انکو غفلت سے بیدار کیا ہے اور اپنی توفیق سے انکی آنکھون سے پردہ اُٹھا دیا ہے۔ آثار مین آیا ہے کہ اس اُمت مذکورہ سے مراد اُمت مرحومۂ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے چنانچہ قتادہؒ نے کہا کہ ہمکو خبر پہونچی کہ آنحضرت صلعم جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ یہ تم لوگون کے واسطے ہے اور تم سے اگلی اُمت کو بھی اسکے مانند دیا گیا چنانچہ فرمایا ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون الآیۃ۔ اور سراج مین ہے کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ مراد اس سے اُمت محمدی ہے۔ بیضاویؒ وغیرہ نے کہا کہ اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ اجماع کی حجت قائم ہے اسواسطے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ہر صدی مین ایک گروہ ایسا ہوگا جسکی یہ صفت ہے کیونکہ اگر مختص بزمانہ رسول صلعم یا بغیر ہوتا تو ذکر سے کوئی فائدہ نہ تھا اسلیے کہ یہ تو معلوم ہے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ربیع بن انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری اُمت مین ایک قوم برابر حق پر قائم رہیگی یہانتک کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اُترے۔ یعنے عیسیٰ بن مریمؑ کے اُترنے کیوقت بھی یہ گروہ حق پر قائم ہوگا اور صحیحین مین معاویہ بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ برابر میری اُمت مین سے ایک گروہ حق پر ظاہر رہیگا انکو جو کوئی خوار کرنا چاہے یا انکی مخالفت کرنا چاہے وہ ضرر نہ پہونچا سکیگا یہانتک کہ قیامت قائم ہو اور دوسری روایت مین ہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آوے اور وہ اسی حال پر ہونگے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ وہ لوگ ملک شام مین ہونگے مفسرؒ نے موافق جمہور کے کہا کہ آیت مین اُمت سے مراد اُمت محمدی ہے جیسا کہ ایک حدیث مین آیا ہے پھر اُمت صالحہ کا حال بیان کرکے ان لوگون کا حال شروع کیا جو اُنسے مخالفت کرین پس فرمایا۔ والذین کذبوا بآیاتنا اسم موصول سے مراد اہل مکہ یعنے اس زمانہ کے مشرک ہین یا عموماً سب منکرین ہین۔ اور آیات سے مراد قرآن مجید ہے۔ حاصل آنکہ جن منکرون نے قرآن کو جھٹلایا اور نہ مانا "سنستدرجھم من حیث لا یعلمون" گرفت کرینگے ہم انکو تھوڑا تھوڑا کرکے اس راہ سے کہ وے نہین جانتے استدراج کے معنے اصل مین درجہ بدرجہ چڑھانا یا اُتارنا۔ اور یہان ہلاکت کی طرف آہستہ آہستہ پہونچانا بعض نے کہا کہ یہ اسطرح پر کہ اللہ تعالے ان پر نعمتون کو اسقدر فراخ کردیتا ہے کہ دوسرے لوگ انکو دیکھکر غبطہ کرتے ہین اور ان لوگون کو ان نعمتون کی طرف مائل کرتا ہے پھر جب بے کھٹکے نچنت ہوجاتے ہین تو کمال سرسبزی وغفلت کے وقت انکو عذاب مین گرفتار کرتا ہے خواہ اسطرح کہ موت سے عذاب مین پڑجاتے ہین یا دنیا مین ہی اگلی اُمتون کے مانند عذاب نازل ہوتا ہے بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ عنقریب درجہ بدرجہ نزدیک کرینگے ہم انکو ایسی چیز سے جو انکو ہلاک کرے اور کئی گونہ انپر عذاب ہوجاوے اس راہ سے کہ انکو معلوم نہوگا کہ انجام کار اُنسے کیا ارادہ کیا گیا ہے کیونکہ جب اُنھون نے نصیحت وموعظت انبیاء علیہم السلام سے انکار کیا اور اپنی معاصی وکفر پر جمے رہے تو دنیا مین اللہ تعالے انپر ابواب نعمت کھول دیتا ہے پس اس سے اُن کو گمراہی وضلالت مین زیادہ غلو ہوتا ہے کیونکہ جہالت سے گمان کرتے ہین کہ انھین اعمال کیوجہ سے ہمپر یہ نعمت واحسان ہوتا ہے حالانکہ درحقیقت یہ انکے حق مین خواری ہے بس یہی استدراج ہے۔ روایت ہے کہ جب فارس فتح ہوا اور اس سلطنت کے خزانے حضرت عمرؓ کے حضور مین لائے گئے تو آپ نے رو کر دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار مین تجھسے پناہ مانگتا ہون کہ

ہمارے واسطے استدراج ہو کیونکہ تو فرماتا ہے کہ سنستدرجہم من حیث لایعلمون۔ وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ۔ یہ نستدرجہم پر عطف ہے لے ساعہلہم یعنے عنقریب مین اُنکو مہلت دونگا انکی مقرری مدت عمر تک اور جلدی عذاب مین ماخوذ نہ کرونگا تاکہ کفر و معاصی کو اپنی حد تک پہونچاوین اور توبہ کا دروازہ انپر کشادہ نہ کرونگا۔ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ لے شدید الایطاق۔ یعنے میرا کید سخت ہے کہ اسکی کوئی طاقت نہین رکھتا۔ متن و متانت بمعنے شدت قوت ہے اور کید بمعنے مکر۔ پس بعض نے کہا کہ مراد اس سے آخذ یعنے گرفت و پکڑ ہے اور علے ہذا یہ کلام بمانند قولہ ان بطش ربک لشدید ہے۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ کید الٰہی بمعنے عذاب و نقمت ہے یعنے میرا عذاب قوی و شدید ہے کشاف وغیرہ مین کہا کہ اسکو کید اسواسطے کہا کہ ظاہر مین یہ احسان و انعام سمجھے تھے اور درحقیقت باطن مین خواری و عذاب مزید تھا۔ آیت مین تقدیر برحق ہونے پر دلیل ظاہر ہے۔ اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا مَا بِصَاحِبِهِمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ لے اولم تیفکروا فیعلموا انہ لیس بصاحبہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم من جنون۔ کیا ان لوگون نے تفکر نہ کیا کہ جان لیتے یہ بات کہ انکے صاحب یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ بھی جنون نہین ہے کافر و مشرک لوگ اپنی جہالت سے آنحضرت صلعم کو مجنون کہتے تھے تو اسکو اللہ تعالے نے رد کر دیا کہ ایسے نیک صالح عادل منصف کامل اخلاق والے کی شان مین باوجود اسکے کمال خلق کے اقرار کے کیونکر مجنون کہتے ہین کیا ذرا بھی نہین سوچتے جو جان لین کہ اس کو کچھ بھی جنون نہین ہے۔ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ اے ماہو الا منذر بین الانذار۔ نہین وہ مگر ڈر سُنانے والا کھلے کُھلے کہ کسی پر پوشیدہ نہ ہے قتادہؒ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پہاڑی پر چڑھے جسکا نام صفا ہے اور قریش کو گھرانا گھرانا ایک ایک کرکے یا صباحاہ کہکر آواز دی پھر انکو اللہ عزوجل کے عذاب اور آیندہ کے وقائع سے جو موت بلکہ قیامت تک انپر واقع ہونیوالے ہین ڈرایا جب سن چکے تو انہین سے ایک بولا کہ یہ شخص تمہاری قوم والا ایک مجنون ہے کہ لگا شام سے ڈرونی خبر سُنانے یہان تک کہ صبح کر دی پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس رد مین اشارہ ہے کہ اگر یہ لوگ عذر کرین کہ ہم پیدائشی احمق تھے تو قبول نہوگا بلکہ ہٹ دھرمی سے بے پروائی کرتے اور ذرا بھی فکر نہین کرتے تھے لہذا توبیخ فرمائی بقولہ۔ اَوَلَمۡ یَنۡظُرُوۡا نظر استدلال۔ فِیۡ مَلَکُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ فیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہ و وحدانیتہ۔ کیا نظر نہ کی ان لوگون نے بطور استدلال کے ملک آسمانون و زمین مین اور اس چیز مین جو اللہ تعالے نے پیدا کی ہے کوئی چیز ہو تاکہ اس سے استدلال کرتے اس مخلوق کے خالق کی قدرت کاملہ و اسکی وحدانیت پر۔ واضح ہو کہ من شئ بیان ہے ما موصولہ مبہمہ کا۔ وَّاَنۡ عَسٰۤی لے و فی انہ عسٰی۔ اَنۡ یَّکُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ قرب اَجَلُهُمۡ فیموتوا کفارا فیسیرون لے النار فیبادروا الے الایمان۔ اور اس بات مین کہ قریب ہے کہ آگئی ہو انکی موت کی گھڑی پس کافر مر کر دوزخ کو جاوین۔ حاصل آنکہ کیون ان باتون مین نظر نہ کی کہ سمجھ حاصل کرکے ایمان و توحید کی طرف مبادرت کرتے اور جلدی قدم بڑھاتے۔ واضح ہو کہ ان عسٰی مین ان مخففہ ہے اور اسم اسکا محذوف ہے یعنے انہ عسٰی۔ اور عطف ہے ملکوت پر۔ پس استفہام سے ملامت ان کو دو باتون پر آیک یہ کہ ملک آسمان و زمین مین بلکہ اللہ تعالے کی پیدا کی ہوئی چیزون مین سے کسی چیز مین کیون نظر نہ کی کہ اسکی وحدانیت و قدرت کو جان لیتے۔ دوم یہ کہ اپنی موت مین کہ گھڑی موت کی آگئی ہو تو کافر مر کر دوزخ مین پڑینگے کیون غور نہ کیا تاکہ ایمان لانے مین جلدی کرتے۔ بیضاویؒ نے تجویز کیا کہ ان عسٰی مین ان مصدریہ ہو سکتا ہے ولیکن علامہ تفتازانی وغیرہ نے رد کر دیا کہ عسٰی ان افعال مین سے ہے جنکے گردان نہین آتی اور جو ایسے افعال ہین انپر ان مصدریہ نہین آتا ہے۔ کلام مین تنبیہ ہے کہ عاقل کو واجب ہے کہ ناگہانی غفلت مین موت آنے سے خوف کرکے جو اسپر فرض و واجب ہے اس مین تاخیر نہ کرے ورنہ اسپر بھی ملامت ہے

جو اللہ تعالے نے کافرون پر ملامت کی جنھون نے حضرت صلعم کی بات سے بے پروائی کی بلکہ مجنون کہا حالانکہ خود مردود تھے۔ فَبِاَيِّ
حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ یعنے بعد القرآن يُؤْمِنُوْنَ پھر قرآن کے بعد کون بات پر ایمان لاوینگے یہان بعدیت یا تو اس معنے کر کہ قرآن مجید کی
خوبی وسچائی انتہا مرتبہ پر ہے پس اسکے بعد اور کون بات چاہیئے جسپر ایمان لاوین یعنے یہ لوگ ایمان لانے والے نہین۔ اور یا اس معنی کر
کہ آنحضرت صلعم خاتم المرسلین ہین پس قرآن آخری کلام الٰہی بندون پر ہے حتی کہ قیامت قائم ہوگی پھر اور کس بات پر ایمان لاوینگے
یعنے اور کلام الٰہی نہ پاوینگے۔ کلام ابن کثیرؒ آیت کی تفسیر مین مشعر باین تقدیر ہے کہ اولم ینظروا فی کذا وکذا فیومنوا ویحذروا بانہ عسی ان
یکون الخ واللہ اعلم۔ آیت مین ان لوگون پر ملامت ہے جو مخلوق الٰہی سے خالق عز وجل کی عظیم قدرت پر نظر استدلال نہین کرتے ؎
برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ٭ لیکن جو لوگ کہ اس سے یون دلیل سمجھتے ہین کہ خالق کوئی ہے
وہ جاہل ہین کیونکہ یہ بات تو بہت کھلی ہوئی ہے بلکہ یون سمجھین کہ خالق بڑی قدرت والا ہے سبحان اللہ سبحان اللہ اسکی قدرت وعظمت کا
کون پار پاوے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث معراج کی بعض روایات مین ہے کہ حضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ مین ایک قوم پر گذرا جنکے
پیٹ مثل کوٹھریون کے انمین سانپ بھرے ہوئے باہر سے کلبلاتے نظر آتے تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون ہین جبرئیلؑ نے کہا
کہ یہ بیاج کھانے والے ہین پھر جب آسمان دنیا تک اُتر آیا تو مین نے نیچے کی طرف نگاہ کر کے دھنوان دھار دیکھا اور گونجی ہوئی وازین
سُنین تو مین نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ کیا ہے۔ کہا کہ یا رسول اللہ یہ شیاطین ہین کہ آدمیون کی آنکھون کے سامنے اُمڈے رہتے ہین تاکہ
آسمانون وزمین مین صاف نظر سے فکر نہ کرین اور اگر یہ نہو تو وہ لوگ عجائب قدرت الٰہی کو مشاہدہ کرین۔ رواہ الامام احمد وفی الاسناد
راو یضعف ولعلہ تو بع واللہ اعلم اس روایت مین بعض فوائد دقیق ہین از انجملہ آدمی کو اپنا پیٹ غذا کے دھنوان دھار ابخرات سے
خالی رکھنا چاہیئے اور ہلکے پیٹ و نرم دل سے خصوص روزے کی حالت مین فکر اچھی ہے لیکن آدمی ہر وقت اللہ تعالے سے توفیق
ہدایت مانگے اور کافرون کیطرح بے پروائی نہ کرے اسلیے کہ ہدایت وہی پاتا ہے جسکو اللہ تعالے ہدایت فرماوے مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا
هَادِيَ لَهٗ۔ جسکو اللہ تعالے نے گمراہ کیا پس اسکا کوئی ہادی نہین ہے وقد قال ومن یرد اللہ فتنتہ فلن تملک لہ من اللہ شیئا۔ اور
فرمایا۔ قل انظروا ماذا فی السموات والارض وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون۔ اور یہان فرمایا۔ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ اور قراءۃ یذرہم بیاء تحتیہ اور نذرہم بنون پھر برفع بنابرینکہ کلام مستانف ہے اور بجزم بنابرینکہ عطف ہے مابعد فاء کے محل پر
یعنے فلا ہادی لہ۔ جواب شرط ہے پس اگر مضارع ہوتا تو اسکو جزم ہوتا پس محل اسکا جزم کا ہے لہذا و یذرہم خواہ بیاء ہو یا بنون ہو اگر
عطف جزا پر ہے تو اسکے محل کے اعتبار سے جزم ہے اور اگر عطف نہین بلکہ جملہ مستانفہ ہے تو اسکو رفع ہے اور یہی قراءۃ ہندوستان
مین پڑھی جاتی ہے اور یعمہون جملہ حالیہ ہے اور معنے یہ کہ اللہ تعالے چھوڑتا ہے ان گمراہون کو انکی حد سے بڑھ جانے مین درحالیکہ وے
لوگ تحیر ستردد پھرتے ہین کیونکہ اہل ایمان و یقین تو اپنے اللہ تعالے پر صدق دل سے جمے ہوئے ہین انکے دلون مین نور ہے ان کی آنکھین
کھلی ہین انکے نزدیک بالیقین کسی سے ضرر نہین پہونچ سکتا بخلاف کافرون کے کہ شک واوہام مین پڑے ہین اور جس بات پر جم گئے وہ
خود اٹکل کی بات ہے ہزارسون بُت ہین ہزارون جوگنی سے ڈرتے ہین ہزارون ماتا سیتلا کے پھیر مین ہین ہزارون حضرت عیسیٰ کے
کفارہ بنجانے پر بھولے پڑے ہین۔ انکی مثالین کہان تک بیان ہون الغرض امر حق سے ہزارون کوس دور اور اپنے نفس کی خواہشون
اور شیطانی وسوسون مین مجبور پڑے ہین اور استدراج کو حقیقت سمجھتے ہین ف فی العرائس قولہ والذین کذبوا بآیاتنا سنستدرجہم

من حیث لایعلمون الخ. اسکے اشارہ مین وہ لوگ بھی داخل ہین جنکو احکام غیبیہ کشف ہوئے جو آئندہ حوادث مقدرہ کے واقع ہونے
سے خبر دیتے ہین باین طور کہ اسکے آئینہ قلب مین جہان زمانہ کی گردش کو دخل نہین نمودار ہوئے مگر انھون نے نفس کے معارضہ اور
طبیعت کے شک سے انمین تردد کیا اور اپنی خودی سے مشرک ہوگئے پھر اسکے بعد اسرار ملک و ملکوت انپر منکشف نہین ہوتے بلکہ ظاہری
عبادات پر انکو غرہ ہے اور پردہ ظلمت و حجاب غفلت سے خبر بھی نہین رکھتے۔ اور نیز جس قوم نے اولیاء الٰہی کی نشانیون کو جھٹلایا اور اُن کی
شان کو انکی راہ کو اور انکے طریقہ کو بُرا بتلایا پھر وہ اللہ تعالےٰ کی راہ چلنا چاہتی ہے یا اپنے اوپر خوب چال چلن ہونا ثابت کرتی ہے وہ کبھی
بندگان الٰہی کے درجہ کو نہین پہونچ سکتی وہ اپنے دھوکے مین آپ ہی سرگردان اندھی جاکر دوزخ مین پڑیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہود و
نصاریٰ و رافضی و خارجی جملہ گمراہ فرقے انھین مین داخل ہین اور نیچر فرقہ سب سے پہلے اس قوم کا مصداق ہے۔ فافہم۔ اور نیز اشارہ ہے
کہ جو فرقہ فقط طریقہ عبادات پر مغرور ہوا اور اسنے عبادات سے آگے کی منزل قرب کو تلاش نہ کیا وہ محجوب کیا گیا حالانکہ اسکو یہ معلوم نہین
پھر یہ سب حال اس شخص کے واسطے جسکے لیے عنایت ازلی تقدیر مین سابق نہین ہو چکی ہے اور رہا وہ شخص جو تقدیر ازلی مین برگزیدہ
ہو چکا کہ درجہ ولایت پر پہونچے اسکو استدراج کہان چھو سکتا ہے وہ الطاف ازل کی نگہداشت مین محفوظ و مصئون ہے سہل رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ استدراج انپر اسطرح ہوتا ہے کہ نعمتون سے انکو مالا مال کر دیا اور شکر گزاری بھلا دی پس جب نعمتون پر قادر ہوئے اور شکر منعم
فراموش کیا تو گرفتار کیے گئے۔ اور بعض نے فرمایا کہ استدراج یہ ہے کہ انکو اوہام مین ڈالدیا کہ وے تقدیر ازلی مین خدا رسیدہ برگزیدہ ہین
حالانکہ انکی قسمت مین خواری و بربادی کے لچھن ظاہر ہین۔ قولہ تعالےٰ اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ جو شخص کہ چشم حقایق
و کشف سے ملکوت مین اسرار جبروت کے دقائق دیکھنے والا نہین وہ کیونکر آئینہ صفات مین جہان انوار ذات ظاہر ہین نظر کرے گا۔
حق سبحانہ تعالےٰ نے ان لوگون کو مشاہدہ و قرب کے بہرے وادیون سے غیب مین نظر کرنے کے لیے تنبیہ فرمائی تاکہ صفاء عقول و ارواح و چشم
دل سے وہ کچھ ادراک کرین جو تمام جہان کی عبادات سے نہین پایا کیونکہ نظر مذکور مورث فکر ہے اور فکر مورث ذکر ہے اور ذکر مورث
معرفت ہے جس سے حکمت و اُس سے محبت اور اُس سے شوق و اس سے عشق و اس سے اُنس و اس سے انفراد اور اُس سے توحید اور اس سے
فناء اور اس سے بقاء حاصل ہوتی ہے اور بقاء سے دیدار ازل ملتا ہے اور اس سے دیدار ابد حاصل ہوتا ہے اور بندہ اس مقام پر انھین
پرون سے ازل سے ابد کو اور ابد سے ازل کو پرواز کرتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ قوم جنپر آیت کریمہ مین مذمت ہے اگر مشاہدہ و ایمان کا کشادہ راستہ
انکے لیے ملا ہوتا تو حق عز و جل انکو اپنی طرف نظر کرنے کا حکم فرماتا اور ملک و ملکوت کی طرف حوالہ نہ فرماتا کیونکہ توحید حق تعالےٰ مین غیر کی
طرف نظر کرنا شرک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے صحیح کہا اسمین کوئی شک نہین کہ غیر کی طرف نظر کرنا توحید مین شرک ہے اور
زبانی بحث و جدال والون مین سے جس نے یہ زعم کیا کہ نظر استدلالی کا حکم کلام مجید مین عموماً ہے اسنے بڑا دھوکا کھایا اور منشاء اس غلطی کا
یہ واقع ہوا کہ اسنے غیر پر نظر کرکے استدلال سے توحید حق و اثبات باری تعالےٰ کی طرف مؤدی ہونا چاہا حالانکہ یہ وہم ہے بلکہ ان چیزون
مین عظیم قدرت و صنعت الٰہی پر نظر کرکے انوار ذات کی طرف پہونچنا مقصود ہے اور یہی تفکر ہر جگہ مراد ہے بھلا تو نہین دیکھتا کہ قل ہو اللہ
احد مین تو مقدم ہے اسکے اثبات کے واسطے کسی معلول سے علت کیطرف کہین اثبات مذکور نہین ہے کیونکہ وہ بلا دلیل واضح و ظاہر ہے
و قد قال تعالےٰ اللہ نور السموات والارض الآیہ۔ اسیواسطے ائمہ فقہاء و مشائخ نے علم کلام کو ضلالت و گمراہی قرار دیا حتی کہ متکلمی کے پیچھے
نماز مکروہ ہونا امام ابو یوسف و امام احمد سے صریح مروی ہے اور زیادہ تفصیل ترجمہ عالمگیریہ کتاب الکراہیۃ سے تلاش کرو واللہ الہادی و

ہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال۔ بعض نے کہا کہ ملکوت مین نظر کرنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور مالک کی قدرت مین جب نظر عبرت پہونچ گئی تو سب شغل جاتا رہتا ہے اور بندہ کسی غیر سے مشغول نہین رہتا۔ بعض نے فرمایا کہ ملکوت مین نگاہ کرنے کے تین مرتبہ ہین۔ اول یہ کہ چشم عبرت سے نگاہ کرے جسمین نفسانی شہوت کو دخل نہو۔ دوم یہ کہ قدرت خالق جل سبحانہ مین چشم یقین سے نگاہ کرے۔ سوم یہ کہ چشم معرفت کے ساتھ مالک کے مالک عز وجل مین نگاہ کرے پس چشم عبرت سے نگاہ کرنے مین توحید کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ اور چشم یقین سے نظر کرنے مین اخلاص کی حقیقت ملتی ہے اور چشم معرفت سے دیکھنے مین معرفت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ شیخ اُستادؒ نے فرمایا کہ حضرت حق تعالے نے آیات کے چاند منور فرمائے ہین اُنکی روشنی مین شبہات کی تاریکی سٹ جاتی ہے پس جسنے اُن چاندون کو دیکھا وہ مشاہدہ قدرت مین پہونچا۔ بعض نے کہا کہ اوتعالے نے بچشم فکر نظر کرنے والون کے لیے حقائق تحصیل ظاہر فرمائے ہین پس جسنے اسطرح نہ دیکھا وہ کور باطن ہوکر درجہ بہائم سے نیچے گرا۔ نعوذ باللہ من العمی والعمہ والضلال۔ قال الخطیب وغیرہ پھر جب اللہ عز وجل نے توحید کو اور نبوت وقضاء وقدر کو بیان فرمادیا تو اسکے پیچھے قیامت وحساب برحق ہونا بیان فرمایا تاکہ چارون باتین جو قرآن کے مطالب مین سے گویا اصل ہین کمل ہوجاوین اور اس بیان کے ضمن مین مشرکون کی عناد وحماقت کا اظہار بھی ہو تاکہ یہ لوگ جہالت سے باز آوین۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ

تجھ سے پوچھتے ہین قیامت کس وقت ہے اُسکا ٹھہراؤ تو کہہ اُسکی خبر تو ہے میرے رب ہی پاس وہی کھول دکھاویگا اسکو اپنے وقت

وقف منزل ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ

بھاری بات ہے آسمان و زمین مین تم پر آویگی تو بیخبر آویگی تجھ سے پوچھنے لگتے ہین گویا کہ تو اسکا تلاشی ہے تو کہہ

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

اسکی خبر ہے خاص اللہ پاس لیکن اکثر لوگ سمجھ نہین رکھتے تو کہہ مین مالک نہین اپنی جان کے بھلے کا اور نہ بُرے کا

اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ

مگر جو اللہ چاہے اور اگر مین جانا کرتا غیب کی بات تو بہت خوبیان لیتا اور مجھکو بُرائی کبھی نہ پہونچتی مین تو

ع ۲۳ / ۱۳ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

یہی ہون ڈر اور خوشی سُنانے والا ماننے لوگون کو

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ بعض نے کہا کہ سوال کرنے والے کفار قریش تھے اور بعض نے کہا کہ چند علماء یہود نے آکر کہا کہ اے محمدؐ اگر تم رسول ہو تو بتلاؤ کہ قیامت کب آویگی کیونکہ ہم جانتے ہین۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قول اول اشبہ ہے اسواسطے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور قریش کے مشرکین اسکو پوچھا کرتے نہ بطور خوف وتصدیق کے بلکہ اسکو بعید جانتے اور اسکے ہونے کو جھٹلاتے تھے کما قال تعالے ویقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین۔ اور فرمایا یستعجل بہا الذین لا یؤمنون بہا والذین آمنوا مشفقون منہا ویعلمون انہا الحق الا ان الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلال بعید۔ اور الساعۃ قیامت۔ یہ لفظ بھی منجملہ ان الفاظ کے ہے جو بطور غلبہ کے کسی چیز کا نام ہوگیے ہین اگرچہ اصل معنے لفظ ساعت کے بہت قلیل زمانہ کے ہین لیکن الف لام درصورت غلبہ کے لازمی ہے اور نظیر اسکی النجم بمعنے ثریا۔ اور البیت خانہ کعبہ وغیرہ ہین اور اطلاق الساعۃ کا قیامت پر یا اسوجہ سے کہ اچانک واقع ہوگی یا جلد حساب ہوجائیگا یا اسوجہ سے کہ باوجود زمانہ دراز ہونے کے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بمنزلہ ایک ساعت کے ہے۔ کذا قال البیضاوی وغیرہ اور یا اسوجہ سے کہ بندہ کی حیات دنیا بمقابلہ دوام آخرت
کے ایک ساعت سے بھی کم ہے کذا سنح للمترجم وہو الاوجہ۔ حاصل آنکہ سوال کرتے ہین لوگ تجھسے قیامت کا۔ اَیَّانَ مُرْسٰهَا کب ہے
مرسا اس کا۔ مرسا مصدر ہے یا ظرف اور جملہ بدل اشتمال ہے یعنے قیامت کے وقت ارساء سے سوال کرتے ہین۔ ارساء بمعنے اثبات
واستقرار ہے۔ مرسو الشئ ثبات آن واستقرار آن۔ یقال رسا الجبل وارسی السفینۃ۔ کذا قال البیضاوی۔ اور طیبیؒ نے کہا کہ رسو کا استعمال
اجسام ثقیلہ مین ہوتا ہے اور قیامت پر اطلاق بدین طور کہ معانی کو اجسام سے تشبیہ دیدے۔ اور اَیَّان مشتق از اَیّ ہے کیونکہ بمعنے اسکے ای
وقت ہے اور یہ ماخوذ از اوی یا وی ہے کیونکہ بعض کا ماوی بجانب کل ہے اور بات یہ ہے کہ ای بدون اضافت کے مستعمل نہین ہوتا اور
جسکی طرف مضاف ہوا اسکا بعض ہوتا ہے جسکا ماوی بجانب کل ہے پس ای مین رجوع کے معنے ہین لہذا اشتقاق اسکا از اوی یا وی ہے
یہان بمعنے ای وقت ہے لہذا مفسرؒ نے کہا متی مرساہا۔ یعنے کون وقت اور کب ہوگا اسکا استقرار واثبات۔ قال علی بن ابی طلحہؒ عن
ابن عباسؓ انہ متی منتہاہا۔ کب ہے اسکا منتہی۔ یعنے کب ہوگا انتہاء وقت دنیا کا جو ابتداء وقت قیامت ہے۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا
متی تکون عِنْدَ رَبِّیْ۔ کہدے ان لوگون سے کہ علم قیامت کا کہ کب ہوگی فقط میرے پروردگار کو ہے یعنے وہی پاک پروردگار جانتا ہے
پھر اسی مضمون کو مؤکد فرمایا بقولہ۔ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ اللام بمعنے فی۔ نہین ظاہر کریگا قیامت کو اسکے وقت مین مگر وہ تعالے
تجلیہ از باب تفعیل بمعنے ظاہر کرنا کسی شئ کا۔ بولتے ہین کہ جلی الخبر اے اظہرہ اسنے خبر کو ظاہر کردیا۔ وعن مجاہدؒ قولہ لا یجلیہا نہین لاویگا
قیامت کو الخ۔ وعن السدیؒ نہین ارسال کریگا اسکو الخ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا لے لا یعلم جلیۃ امرہا ومتی یکون علی التحدید الا ہو۔
یعنے نہین جانتا اسکے جلی حال کو اور کس وقت محدود پر ہوگی مگر وہ سبحانہ تعالے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر احسن ہے۔ اور محققین نے کہا کہ
قیامت کے وقت مخفی رکھنے مین ایک یہ بھید ہے کہ لوگ طاعت کی طرف مائل اور معصیت سے محترز رہین۔ پھر لوقتہا کی لام بمعنے فی موافق
بتفسیر شیخ جلال ہے اور بیضاویؒ نے کہا کہ لام توقیت ہے اور یہ اوفق بتفسیر شیخ ابن کثیرؒ ہے۔ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اے عظمت
علی اہلہا لہولہا۔ قیامت بھاری وعظیم ہے آسمان والون وزمین والون پر بسبب ہول قیامت کے کیونکہ مخلوق مین سے کوئی نہین جسکو
قیامت کا ضرر بالکل نہ پہونچے بلکہ کچھ نہ کچھ پہونچیگا۔ کذا روی عن ابن عباس والحسن۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزہ احیاء موتی مین گزرا کہ
سام بن نوح کو جب زندہ کیا تو آدھا سر سپید ہوگیا تھا بسبب ہول قیامت کے۔ اور صحاح احادیث مین سورۂ عم یتساءلون عن النبا العظیم
وغیرہ جنمین قیامت کا ذکر ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انھون نے مجھے بوڑھا کردیا۔ اس تفسیر پر ثقل خود قیامت کا ہے اور قتادہؒ نے کہا لے
ثقل علمہا علی اہلہا انہم لا یعلمون۔ یعنے آسمان وزمین والون پر قیامت کا نجاننا گران ہے۔ اور ابن جریجؒ نے کہا کہ جب قیامت آویگی
تو آسمان پھٹ جاوینگے اور ستارے بکھر ینگے اور سورج اندھا اور پہاڑ ریزے ہونگے یہی اسکا ثقل ہے اور ابن جریرؒ نے قول قتادہ اختیار کیا
کہ مراد اسکے قائم ہونے کے وقت نجاننے کا ثقل ہے اور یہ انسب ہے بقولہ تعالے لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً نہین آویگی تمپر مگر اچانک۔ سدیؒ
نے کہا کہ قولہ ثقلت الخ یعنے قیامت مخفی ہوگئی آسمانون وزمین مین پس اسکے قائم ہونے کا وقت کوئی نہین جانتا ہے کسی فرشتہ وکسی نبی کو
کیسا ہی مقرب ہو کچھ علم نہین ہے وہ اچانک آویگی۔ مترجم کہتا ہے کہ علم نہونے کے معنے یہ کہ قطعاً کوئی محدود وقت نہین معلوم کہ کون
سنہ مین اور کس صدی مین آویگی۔ ہان اس کی نشانیان بیان ہوئی ہین چنانچہ مشہور حدیث سوال جبرئیل مین جو آدمی کی صورت
بنکر حضرت صلعم سے سوالات دین پوچھنے آئے تھے یہ سوال بھی تھا کہ قیامت کب ہوگی تو حضرت صلعم نے جواب دیا کہ ما المسئول عنہا باعلم

Marfat.com

من السائل یعنے پوچھنے والاجس سے پوچھتا ہے اسکو پوچھنے والے سے زیادہ معلوم نہین ۔ حاصل آنکہ مجھے نہین معلوم ۔ پھر پوچھا کہ اُس کی
نشانیان فرمایئے تو آپ نے چند نشانیان فرمائین اور دیگر احادیث مین قیامت کی نشانیان بہت ہین اور عنقریب کچھ توضیح آتی ہے۔
ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے اچانک قیامت آجاویگی ایسے حال مین کہ آدمی دودھ دوہتا ہوگا پس اُسکے مُنھ تک نہ پہونچیگا کہ قیامت
قائم ہوجاویگی اور باہم کپڑا خرید و فروخت کرتے ہونگے پھر بیع پوری ہونے پاویگی یہانتک کہ قیامت آجاویگی الحدیث رواہ مسلم ۔ اور مراد
ساعت یعنے قیامت سے وہ ساعت ہے جسمین سب کے سب مخلوق جو اسوقت روے زمین پر زندہ ہو مرجاویگی اور یہی صور کا نفخۂ
اولی ہے پھر اسکے بعد نفخہ کا قیام ہوگا جب قبرون وغیرہ سے حتی کہ جو جسطرح سڑ گلا ہے مبعوث ہوکر میدان حشر و حساب کو ہانکے جاوینگے
والبغتۃ الفجارۃ ۔ یعنے بغتۃ بمعنے اچانک ہے ۔ حاصل کلام آنکہ مشرکین کے سوال قیامت کے جواب کا یہ حکم دیا کہ تو کہدے کہ وہ ہولناک
چیز جس سے کافر و منافق غافل ہین وہ اچانک غفلت مین انپر ایسے وقت قائم ہوگی جسکو بطور معین و محدود کے سوا اللہ تعالے جل جلالہ
کے کوئی نہین جانتا ہے ۔ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا تجھسے یہ کافر لوگ ایسے پوچھتے ہین کہ گویا تو اس سے حفی ہے ۔ ابن فارسؒ
نے کہا کہ حفی بجار یعلمہ و فاروہ شخص جو ایک چیز جانتا ہو اور نیز حفی وہ شخص جو پوچھنے مین یا مانگنے مین مبالغہ کرے والسائل الحفی جو مانگتا
فقیر کہ اڑ جاوے ۔ اور نیز حفی وہ شخص جو پیارا دوست مہربان ہو پھر آیت مین ہر ایک معنے مذکورہ سے تفسیر آئی ہے ۔ قال ابن عباسؓ
مشرکون نے یون سوال کیا کہ گویا محمد صلعم اُنکے حفی ہین اور قتادہؒ نے کہا کہ مشرکون نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ہمکو قرابت کے حق سے بتلادو
کہ کب قیامت ہے ۔ قال العوفی عن ابن عباس ای کانک صدیق لھم و بینک و بینھم مودۃ ۔ یعنے گویا تو اُنکا بڑا دوست ہے تیرے
انکے بڑی دوستی ہے اور ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و ابو مالک و سدی رحمہم اللہ سے مروی ہے ۔ اور ابن ابی نجیح وغیرہ کی روایت حضرت
مجاہدؒ سے صحیح یون ہے کہ قولہ کانک حفی عنہا ۔ یعنے گویا تو نے اڑ کر کے قیامت کو اللہ تعالے سے پوچھ لیا ہے یہان تک کہ اسکا وقت
تجھے معلوم ہے حالانکہ سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ۔ اور یہی قول شیخ جلالؒ نے اختیار کیا ۔ اور معمرؒ نے بعض علماء تابعین سے
اور ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ کانک حفی عنہا ۔ ای کانک عالم بہا ۔ گویا تو وقت مقررہ قیامت کو جانتا ہے حالانکہ
اللہ تعالے نے اسکو اپنی مخلوق پر مخفی رکھا اسکو سوائے حق تعالے کے کوئی نہین جانتا ۔ عن بمعنے با ہے اور پڑھی یہ آیت ان اللہ عندہ علم
الساعۃ الآیۃ ۔ اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول معنے مین پہلے دونون قول سے ارجح ہے لہذا اسکو فرمایا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔ تو
کہدے کہ محدود وقت قیامت کا علم فقط اللہ تعالے ہی کے پاس ہے ۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ان علمہا انما ہو عندہ تعالے
ولیکن اکثر لوگ نہین جانتے اس بات کو کہ اسکا علم فقط اللہ تعالے ہی کو ہے ۔ ان لوگون کی نادانی تھی کہ قیامت کا وقت دریافت
کرنے کی فکر مین پڑے حالانکہ اُسپر ایمان لانا اور اُس کے واسطے سامان مہیا کرنا البتہ امر اہم اور دانائی تھی علاوہ برین جب آدمی مرا
وہی اُسکے حق مین قیامت ہے لہذا آنحضرت صلعم نے ایک اعرابی کو جو پوچھنے آیا تھا کہ قیامت کب ہے یون فرمایا کہ ارے قیامت تو
خواہ مخواہ آنے والی ہے پس تو نے اسکے واسطے سامان کیا جمع کیا ہے اُسنے عرض کیا کہ میرے پاس نہ کچھ بڑی نماز ہے نہ روزہ صرف اتنی
بات ہے کہ مین اللہ تعالے و اسکے رسول کو محبوب رکھتا ہون تو فرمایا کہ المرء مع من احب یعنے آدمی اسی کے ساتھ ہے جسکو وہ چاہتا ہوگا ۔
پس صحابہؓ کو جیسی خوشی اس حدیث سے ہوئی ویسی کسی چیز سے نہ ہوئی تھی ۔ یہ حدیث صحیحین و سنن و مسانید وغیرہ مین متعدد طرق سے
ایک جماعت صحابہؓ سے مرفوعاً مروی ہے اور بہت سے حفاظ متقنین کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے ۔ کما ذکرہ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے

بالجملہ انسان کی دانائی یہ ہے کہ یہ کارخانہ عظیم قدرت الٰہی جل سلطانہ کو مہمل خیال نہ کرے بلکہ جزا و سزا و ثواب و عقاب کو نیک اعمال و بد کردار پر یقین کرکے قیامت آنے والی جان لے پھر اسکے وقت کی تلاش لایعنی ہے بلکہ اسکے واسطے سامان جمع کرے اور وہ اس کی زندگی تک جتنے دنون کی ہوسے ممکن ہے ورنہ مرا اور قیامت آگئی لہذا حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اعرابی لوگ جب حضرت صلعم کے پاس آتے تو قیامت کو پوچھتے پس آپ نظر فرما کر ایک کم عمر آدمی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہا تو بڈھا پھوس ہونے پاویگا۔ کہ تمھاری قیامت آجاویگی اور مراد آپ کی اس کلام سے یہ ہوتی کہ تمھاری موت آجائیگی جو دار الآخرۃ کا برزخ ہے۔ رواہ مسلم۔ اور اسی معنے پر حدیث مین ہے کہ قبر جنت کے باغون مین سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے کھڈون مین سے ایک کھڈ ہے۔ اور جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلعم کی وفات سے ایک مہینہ پہلے آپ سے سُنا کہ تم لوگ مجھسے قیامت کو پوچھتے ہو سو اسکا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور مین اللہ تعالےٰ کی قسم کھاتا ہون کہ جو نفس منفوس[جان ۱۲] روے زمین پر آج کے روز موجود ہے اسپر سو برس نہ گذرینگے۔ رواہ مسلم اور صحیحین مین ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسکی مثل مروی ہے اور ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی مراد اس سے یہ تھی کہ یہ قرن اس سو برس مین ناپید ہوجائیگا۔ اور امام احمدؒ کی روایت قصہ معراج مین حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کا اپنا قصہ قریب قیامت نازل ہونے اور دجال کو قتل کرنے اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا ذکر کرکے کہا کہ جب یہ وقت پہونچیگا تو اُسوقت قیامت کی مثال ایسی ہوگی جیسے عورت حاملہ کو پورے دن ہوجاتے ہین کہ دن مین چاہے یا رات مین۔ ورواہ ابن ماجہ وغیرہ پس اس حدیث مین جملہ انبیاء علیہم السلام نے وقت قیامت سے لاعلمی ظاہر کی اور عیسیٰ علیہ السلام پر حوالہ کیا اسوجہ سے کہ قریب قیامت کے وہی نازل ہونگے اور انھون نے بھی لاعلمی بتلائی ہان اسقدر مثال جو مذکور ہوئی ہے وہ اللہ تعالےٰ کے آگاہ فرمانے کی بیان فرمائی کہ مجھے اسیقدر بتلایا گیا ہے اور واضح رہے کہ آنحضرت صلعم نے قیامت کے آثار بہت کچھ بیان فرمائے ہین جو جابجا متفرق مذکور ہوئے اور آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ مذکور ہونگے اور طارق بن شہابؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ قیامت کا ذکر کیا کرتے یہان تک کہ نازل ہوا قولہ ویسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا الآیۃ۔ رواہ النسائی باسناد جید قوی قالہ ابن کثیر۔ اور حذیفہؓ کی روایت مین مرفوع آیا کہ آنحضرت صلعم نے سوال قیامت کے جواب مین فرمایا کہ اسکا علم فقط اللہ تعالےٰ ہی کو ہے ولیکن مین اسکے بعض علامات جو قائم ہونے کے روبرو ہونگے بیان کرتا ہون کہ قرب قیامت کے فتنہ و ہرج واقع ہوگا اور فرمایا ہرج بزبان حبشہ یعنے قتل ہے اور فرمایا کہ اس زمانہ مین لوگون کے درمیان جان پہچان ایسی کم ہوجائیگی کہ قریب ہے کہ کوئی کسی کو نہ پہچانے رواہ احمد۔ اور صحیح مین حدیث انس و سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا بعثت انا والساعۃ کہاتین۔ یعنے حضرت صلعم نے اپنی کلمہ کی انگلی اور بیچ والی انگلی دونون کھڑی ملا کر فرمایا کہ مین ایسے وقت مین مبعوث ہوا کہ قیامت ایسی ملی ہوئی ہے جیسے یہ دونون انگلیان۔ پھر واضح ہو کہ علم وقوع قیامت کی اور علوم علم قیامت کی مثال ایسی ہے جیسے آدمی یقیناً جانتا ہے کہ مین مرجاؤنگا لیکن یہ نہین جانتا ہے کہ کب مرونگا لہذا جو شخص مغرور ہوکر بیٹھ رہے کہ موت سے پہلے توبہ کرونگا یا ایمان لاکر خاتمہ بخیر حاصل کرونگا وہ احمق ہے کیونکہ یہ نفع لے لینے و ضرر دور کردینے کی قدرت کا دعوی ہے پس جیسے اسکو وقت موت کا علم غیب نہین ویسے ہی اسکا بھی نہین ہے اور اللہ عزوجل نے خود اپنے رسول سید المرسلین صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کو حکم دیا کہ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ تو کہدے کہ مین مالک نہین اپنی ذات کے واسطے کسی نفع کا کہ اسکو اپنے لیے خود کھینچ لون اور نہ کسی ضرر کا کہ اسکو اپنی ذات سے خود دور کردون مگر جو اللہ تعالےٰ چاہے۔ قال البیضاویؒ اس مین اپنے بندہ ہونے کا اظہار ہے

ف اور [illegible] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے [illegible]

اور غیب جاننے کے دعوی سے بیزاری ہے قال ابن کثیرؒ اللہ تعالے نے حکم دیا کہ جملہ امور کو حق عزوجل کے سپرد کرے اور یہ خبر دے کہ
مین علم غیب اور آئندہ ہونے والی بات نہین جانتا ہون مگر اسیقدر جو اللہ تعالے نے مجھے بتلا دی چنانچہ مصرح کر دیا بقولہ۔ وَلَوْ
كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ اور اگر مین غیب جانتا ہوتا یعنے جو مجھسے پوشیدہ ہے وہ جانتا
ہوتا تو خیر مین سے بہت کچھ حاصل کرتا اور مجھے بُرائی نہ پہونچتی یعنے محتاجی فقر کی یا اُسی کے مانند کوئی بُرائی مجھے نہ پہونچتی کیونکہ جو
چیز مضر ہے مین اُس سے بچاؤ کر لیتا۔ وفی الکمالین پس ہر لڑائی مین مجھے غلبہ ہوتا اور دشمن مغلوب ہوتے اور یہ نہوتا کہ کبھی مین نے
فتح پائی اور کبھی کافرون کو غلبہ ہوا اور یہ نہوتا کہ خرید و فروخت مین کبھی نفع ہو اور کبھی خسارہ ہے اور یہ نہوتا کہ کبھی میری اپنے
طرف کی بات ٹھیک پڑی اور کبھی اس مین چوک ہوئی انتہت ترجمۃ قولہ کما دخل الی۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس عبارت مین
جو مزید توضیح کے واسطے لایا فی الجملہ نکارت ہے اور کسی قدر ادب مین جیسا چاہئے ٹھیک نہین علاوہ برین جہاد مین غالب مغلوب
ہونے کا ذکر بے موقع ہے اسلیئے کہ آیت کریمہ مکیہ ہے اور اسوقت تک جہاد کا حکم ہی نہ تھا تو غالب و مغلوب کیا پس شاید توضیح
باعتبار امر فی نفسہ کے ہے اور اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بات مین چوک نہونا تو قطعی ہے جواب یہ کہ ہان بیشک یہی اُن سب
باتون مین ہے جو امور دین سے بوحی جلی یا خفی ہین اور اسپر تمام اُمت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام امور دین مین معصوم ہین
انکی دینی بات مین وہم کا یا چوک جانے کا دخل نہین اور جس شخص نے انمین خلاف کیا اسکا کچھ اعتبار نہین۔ لیکن صاحب کمالین
کی مراد دینی بات نہین بلکہ ایسی باتین جو آپ نے اپنی طرف سے فرمائین۔ اگر کہا جاوے کہ انمین بھی ٹھیک ہی ہونا لائق ہے تو
جواب یہ کہ یہی کہا جاتا لیکن اللہ تعالے کے اس مین اسرار و حکمتین تھین کہ علاوہ امور دین کے جو متعلق برسالت و نبوت ہین اور
باتون مین کبھی کسی خاص حکمت الٰہی کے بھید سے آپ سے چوکنا ثابت ہے چنانچہ صحیح وغیرہ مین نماز مین سہو ہو جانا مذکور ہے اور آپ نے
خود بھی فرمایا ہے کہ مین تو ایک آدمی ہون جیسے تم لوگ بھول جاتے ہو مین بھی بھولتا ہون۔ اور نیز ثابت ہوا کہ اہل مدینہ درختان خرما
مین نر مادہ لگاتے جس سے خوب پھل آتے پس جب حضرت سرور عالم صلعم تشریف لائے تو انھون نے آپ سے اس معاملہ مین استفسار کیا
آپ نے اس فعل کے ترک کرنے پر اشارہ کیا پھر اس سال ایسا نہ کرنے سے پھل بہت کم آئے تو آپ نے فرمایا کہ امور وحی و شرع مین میری
بات مانو اور اپنے دنیاوی کامون مین یعنے جنمین شرعی اباحت ہے تم جانو۔ یہ کلام توضیح مین آگیا اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون
سو واضح ہو کہ غیب مصدر غاب یغیب ہے اور مراد یہان ما غاب ہے یعنے وہ چیز جو آنحضرت صلعم سے غائب تھی خواہ اورون سے
غائب ہو یا نہو۔ اور اس سے واضح ہوا کہ آسمان کا اور دوزخ و بہشت کا حتی کہ عرش و لوح محفوظ سے اوپر کا علم بھی آنحضرت صلعم کی
بہ نسبت علم غیب نہ تھا کیونکہ آپ نے اسکو دیکھ لیا تھا اور نیز آئندہ قیامت تک کے واقعات جو آپ نے اللہ تعالے کے وحی فرمانے سے
جان لیے اور یہ لوگون کو انسے آگاہ فرمایا وہ کوئی علم غیب آپ کی بہ نسبت نہ تھے ہان اورون کی بہ نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے انکو اُنکے
غیب کی خبر دیدی لہذا وہ اخبار سب معجزات ہین مثلاً فرمایا کہ قریب قیامت کے یعنے آخر زمانہ مین نصرانی پھلے پھولے بہت اکثرت سے
ہونگے یا میری اُمت آپس مین پھوٹ کر تہتر فرقے ہو جاویگی یا میری اُمت والے وہ بری باتین کرینگے جو اگلی اُمتون والون نے کیے
انھین کے قدم بقدم چلینگے اور مانند اسکے بہت کثرت سے غیب کی خبرین ہین جو احادیث مین وارد ہین اور بحمد اللہ تعالے وہ سب
ٹھیک پڑتی آئین اور آتی جاتی ہین تو ان سب چیزونکا غیب ہونا آنحضرت صلعم کی نسبت نہ تھا کیونکہ آپ کو وحی اظہار الٰہی سے یہ سب

Marfat.com

معلوم تھین بلکہ ہم لوگون کی بہ نسبت غیب ہین۔ اس بیان سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جن لوگون نے یہان متردد ہو کر کہ آنحضرت صلعم نے غیب کی خبرین فرمائی ہین اور آیت کریمہ سے غیب جاننے کی نفی نکلتی ہے یون تاویل کی کہ آیت مین انکسار وتواضع کے طور پر غیب جاننے سے انکار مراد ہے ان لوگون نے خطا کی اسواسطے کہ تواضع کے طور پر جھوٹ بولنا روا نہین ہے اور ایسی تاویل تو سخت غلطی ہے اور ایسی غلطی ہوئی کہ مجھے اسکی خرابیان ظاہر کرنے کی حاجت نہین اور صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالے نے جو حکم دیا وہ واقعی ہے اور آنحضرت صلعم نے تحقیقی خبر دیدی جسطرح آپ پر وحی ہوئی اور غلطی والون کو جو تردد ہوا تھا اُسکی تحقیق بتوفیق آلہی عزوجل اوپر گذری۔ اور حاصل یہ کہ اللہ تعالی ہی کے واسطے علم غیب ثابت ہے کما قال تعالے قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ یعنے غیب کو کوئی نہین جانتا ہے فقط اللہ تعالے ہی عالم الغیب ہے اور آسمانون وزمین والے یہ نہین جانتے کہ کب انکا بعث ہوگا یعنے کب قیامت آوے گی پس اس مقام پر اسلوب بالعکس ہے کہ پہلے سوال قیامت مین قطعی حکم دیدیا کہ سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا اور آنحضرت صلعم کی نسبت جو گمان کرتے تھے کہ انکو معلوم ہے اسکو مکرر رد کر دیا کہ علم قیامت کو اللہ تعالے نے اپنے ہی علم مین رکھا وہ کسی کو نہین معلوم ہے اگرچہ بحکم قولہ لا یطلع علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول الآیۃ کے رسولون کو بعض غیب پر اطلاع دیجاتی ہے لیکن قیامت کا علم اس بعض مین سے نہین ہے اور رسول کی طرف یہ اعتقاد کہ وہ اپنی قدرت سے غیب جاننے والا ہوتا ہے یہ کفر کا اعتقاد ہے اور کافرون کو کیا کہا جاوے کہ وے بدبخت تو کاہنون وغیرہ کو غیبدان سمجھتے تھے پس آنحضرت صلعم کو دوسری بار یہ کہنے کا حکم دیا کہ مین اپنے نفع و ضرر کا مالک نہین ہون یعنے غیب کا اختیار فقط اللہ تعالے ہی کو ہے وہ جسکو چاہے آگاہ فرماوے اور کسی بندہ کے اختیار مین نہین ہے چنانچہ وقت قیامت کا علم جب نہ دیا تو سوائے اللہ تعالے کے کسی کو معلوم نہوا کیونکہ خود غیب جان لینا کسی مخلوق کے اختیار مین نہین اور یہان ایک لطافت ہے کہ آنحضرت صلعم تمام مخلوق آلہی سے اور تمام رسولون سے اللہ تعالے کے یہان مقرب وبرگزیدہ ہین جب آپ کو معلوم نہین تو کسی کو معلوم نہین اور جب آپ کو غیب جان لینے کا اختیار نہین تو دوسرے کی کیا ہستی ہے پھر اس کو مدلل بیان کر دیا کہ ولو کنت اعلم الغیب الخ۔ یعنے اگر مین خود غیب جاننے پر قادر ہوتا بدون مشیت آلہی کے تو خیر کا استکثار کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہونچتی۔ اس دلیل سے ان کج فہم لوگون کو آسانی سے سمجھا دیا تاکہ اپنے زعم فاسد وناقص سے باز آوین اور عظمت وجلال آلہی پر نظر کرین اور غیر کی طرف نفع ونقصان کی نظر رکھنا جو بظاہر اُنکی گمراہی کا منشا ہوا ہے وہ دور ہو۔ مدارک مین تفسیر قولہ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الخ مین لکھا۔ یعنے مین ایک ضعیف بندہ مملوک ہون مین اپنی ذات کے واسطے مالک نہین کہ کوئی نفع کھینچ لون اور نہ کوئی ضرر ہٹا دون جیسے مملوک ہوا کرتے ہین الا وہی کہ جو میرا مالک چاہے کہ مجھے نفع دیدے یا مجھسے ضرر دور کر دے۔ اور حرف الا بمعنے لکن ہے اور استثنا منقطع ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی ابن عطیہ کا قول ہے اور صاحب مدارک نے اس تفسیر مین یہ بھی اشارہ کیا کہ بندے کے افعال سب اللہ تعالے کے پیدا کرنے سے حاصل ہوتے ہین جیسا کہ اہلسنت کا سچا مذہب ہے اور تقدیر برحق ہے۔ واضح ہو کہ معالم وغیرہ مین ایک سبب نزول کی طرف اشارہ کیا۔ کہ مکہ والون نے حضرت صلعم سے کہا کہ بھاؤ گران ہونے سے پہلے آپ ہم کو کیون نہین بتلا دیتے کہ ہم سستے مین خرید لین پھر گرانی کے وقت بیچکر نفع کماوین اور جس زمین مین قحط وخشک سالی ہونے والی ہے اسکو آپ کیون نہین بتلا دیتے کہ ہم وہان سے ایسی زمین مین کوچ کر جاوین جہان خوب پیداوار ہونے والی ہے تب یہ آیت نازل ہوئی یعنے قولہ قل لا املک لنفسی الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین تامل ہے کہ یہ امر سبب نزول واقع ہو کیونکہ آیت کو اپنے ماقبل سے ارتباط ظاہر ہے اور آیت دیگر یعنے قولہ قل لا یعلم

مین فی السموات الآیۃ اسکے واسطے مفسر ہے جیسا کہ اشارہ گذرا بنا برین کہ بعض آیت بعض کی تفسیر کرتی ہے اور جو سبب نزول ذکر کیا اسکی
تصحیح وتنقید روایت مجھے نہین ملی مگر اسپر دلالت کرتا ہے جو شیخ ابن جریرؒ نے تفسیر قولہ ولوکنت اعلم الغیب لاستکثرت آلخ مین لکھا کہ ابن عباسؓ
سے ایک روایت مین لفظ خیر کے معنے بیان کرنے کی تفسیر یون آئی ہے کہ اگر مین کوئی چیز خریدنے کے وقت جان لیتا کہ اسمین کیا نفع اٹھاونگا
تو جو چیز مین فروخت کرتا اسمین مجھے نفع ہی ہوا کرتا اور فقر ومحتاجی مجھے نہ پہونچتی۔ اور لکھا کہ دیگر علماء نے اسکی تفسیر مین کہا کہ اگر مین علم غیب
جانتا ہوتا تو فراخ سالی کی پیداوار سے خشک سالی کے واسطے رکھ لیتا اور سستے وقت مین مہنگے کے لیے خرید لیتا اور عبدالرحمن بن زید
بن اسلم نے قولہ وما مسنی السوء مین کہا کہ برائی ہونے سے پہلے مین اُس سے اجتناب اور بچاؤ کر لیتا۔ یہ روایات البتہ شاہد ہین لیکن یہ تحقیق
نہین کہ سبب نزول مذکور کی بنا پر یہ تفاسیر ہین بلکہ ظاہر یہ ہے کہ خیر کی یہ مثالی تفسیرین ہین جنسے سمجھانا اس امر کا مقصود ہے کہ خیر سے یہان
دنیاوی نفع مراد ہے نہ آخرت کی بھلائی جیسا کہ دوسری روایت جو ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے اسپر شاہد ہے اور وہ یہ کہ
قولہ لاستکثرت من الخیر کی تفسیر مین کہا۔ اے من المال۔ یعنے مال بہت حاصل کر لیتا اور مجھے نقصان نہ پہونچتا۔ مجاہدؒ سے منصور و
ابن ابی نجیح نے نہ کوئی آخرت کی روایت کی چنانچہ کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر مین جانتا کہ کب مرونگا تو نیک عمل کر لیتا اور یہی ابن جریجؒ کا قول
روایت کیا گیا لیکن اس تفسیر مین تامل ہے اسلیے کہ ایک عمل کیا بلکہ بہت اعمال صالحہ آنحضرت صلعم کے بالیقین معلوم ہین اور اگر یہ کہا جاوے
کہ بر تقدیر معلوم ہونے کے مزید اعمال مین کوشش کرنا مقصود ہے تو جواب یہ کہ پسندیدہ اعمال عند اللہ تعالے وہ ہین جو مداومت کے ساتھ ہون
اور حضرت صلعم کے جملہ اعمال ایسے ہی تھے اور ہر حال مین آپ حضرت حق عزوجل کی طرف انابت کے ساتھ رجوع تھے پس اس تفسیر کی توراہ
نہین نکلتی ہان یہ مراد ہو کہ دوسرون کو ہدایت وارشاد کرنا تو خیر کچھ وجہ بھی ہے لیکن تکلف بعید ہے پس حق یہی ہے کہ یہ تفسیر محل تامل ہے جیسا
کہ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا پس سبب نزول مذکور شاید ان مثالون سے ماخوذ کر کے بنایا گیا ہے واللہ اعلم۔ پھر یہان سبب نزول مین ایک
اور قول ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم جب غزوہ بنی المصطلق سے لوٹے تو راہ مین آندھی آئی اور سواری کے جانور بھٹک کر بھاگ گئے اور
حضرت صلعم نے اس روز بطور معجزہ کے یہ خبر فرمائی تھی کہ مدینہ مین آج رفاعہ مر گیا اور اس سے منافقون کو جلن ہوئی جو آپ کے لشکر کے ساتھ
تھے پھر آپ نے فرمایا کہ میرا ناقہ تلاش کرو کہ کہان گیا ہے تو عبداللہ بن اُبیّ منافق آپس مین کہنے لگا کہ تم دیکھتے ہو عجیب بات ہے کہ یہ شخص
مدینہ مین ایک مرد کے مرنے کی خبر دیتا ہے اور اسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسکا ناقہ کہان ہے پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالے کی وحی
خفی سے آگاہ فرمایا کہ چند منافقون نے میرے حق مین ایسی ایسی باتین کی ہین اور حکم دیا کہ میرا ناقہ اس وقت پہاڑ کے درہ مین ہے اسکی مہار
ایک درخت سے الجھ گئی ہے جا کر لے آؤ پس لوگ اسکو اسیطرح پکڑ لائے اور اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی قل لا املک لنفسی الآیۃ۔
مترجم کہتا ہے کہ شاید ائمہ علماء تابعین مین سے کسی نے یہ واقعہ بھی بطور مثال کے اس آیت کریمہ کے واسطے باین معنے بیان کیا ہوگا کہ
علم غیب مخصوص بجناب باری تعالے عزوجل ہے کسی اور کے اختیار مین نہین چنانچہ حضرت صلعم کے ساتھ خود ایسا ایسا واقعہ ہوا اور بعد
اعلام الٰہی تعالے آپ نے آگاہ فرمایا جیسے قصہ افک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ مین آپ خاموش تھے یہانتک کہ اللہ تعالے نے
منافقون کا بہتان باندھنا اور حضرت صدیقہ کا اس سے پاک دامن ہونا قرآن مین بوحی جلی نازل فرمایا اور دیگر وقائع کثیرہ ہین اور کچھ
حضرت صلعم پر مخصوص نہین بلکہ یعقوبؑ کو یوسفؑ کا پتہ نہ لگا یہان تک کہ آخر مین باعلام الٰہی تعالے معلوم ہوا لیکن حضرت صلعم کا
واقعہ کافی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام عالم سے آپ افضل ہین۔ بالجملہ یہ واقعہ بطور مثال کے کسی بزرگ نے بروقت تکلم تنبیہ

Marfat.com

اس آیت کے بیان کیا ہو کا اکثر متاخرین اہل علم نے چوک کر سبب نزول کر دیا۔ پھر مین نے جو کہا کہ یہ متاخرین کی چوک ہے تو اسلیے کہ یہ آیت کریمہ مکیہ ہے اور غزوہ بنی المصطلق بعد ہجرت مدینہ کے ایک زمانہ پیچھے واقع ہوا پس وہ سبب نزول کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ سبب متقدم ہوتا ہے نہ متاخر اور رہا یہ کہ شاید یہ آیت بھی مدینہ ہو تو یہ وہم ہے بدون نقل صحیح کے درست نہین اور مستثنیات مین داخل نہین ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ پس صحیح یہ ہے کہ یہ سب اقوال امثلہ ہین اور تفسیر وہی ہے جو اول مذکور ہوئی یعنے جناب باری تعالے کے واسطے عالم الغیب ہونا اور اسی کا قیامت کے وقت سے آگاہ ہونا اسکا رسول پاک ظاہر فرما دے اور اپنا بندہ و رسول ہونا اور غیب کے دعوی سے بری ہونا صرح بیان کرے یعنے جو اللہ تعالے مجھے بتلاتا ہے اسی کو مین جانتا ہون پس مین غیب جاننے والا نہین ہون۔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ اے ما انا الا نذیر للکافرین بالنار وبشیر بالجنة لقوم یومنون۔ مین نہین ہون مگر ڈر سنانے والا کافرون کو دوزخ کے ساتھ یعنے اگر اللہ تعالے پر ایمان نہ لائے اور محمد رسول اللہ کو نہ مانا اور کفر پر مرے تو ہمیشہ دوزخ مین طرح طرح کے عذاب سے جلینگے اور خوشخبری سنانے والا جنت کی قوم مومنین کو۔ یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالے پر ایمان لائے اور اسکے رسول صلعم کی تصدیق و اطاعت کی وہ جنت مین داخل ہونگے۔ حدیث مین ہے کہ جسنے دل سے سچ مانکر لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت مین داخل ہوگا۔ اسمین لطیفہ ہے کہ محمد رسول اللہ اس کلمہ توحید کو ضرور لازم ہے یعنے لا الہ الا اللہ کہنے والا جبھی ہوگا کہ جب محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہو۔ اور معنے یہ کہ کوئی معبود نہین مگر اللہ تعالے پھر اللہ تعالے کی معرفت کہ اسکی عظمت و جلال و پاکی اور صفات کمالیہ کو محمد صلعم سے معلوم کرو لہذا ایمان والے نے اگر لا الہ الا اللہ کہا تو اسنے یہ نجانا کہ مین جو اللہ تعالے پر ایمان لایا تو اسکی کیسی شان ہے اور مین اسکی جناب مین کیا اعتقاد رکھون پس وہ جناب محمد رسول اللہ صلعم سے سب صفات سیکھے یعنے جو شان الٰہی کہ کلام مجید و احادیث مین ہین انھین پر اعتقاد رکھے مثلاً اللہ تعالے اکیلا ہے اسکا کسی بات مین کسی فعل مین کسی صفت مین کسیطرح کوئی شریک نہین اور وہ کریم رحیم ہے جو چاہے کرے اور جو وہ نچاہے کبھی نہین ہو سکتا وہ خالق رازق علیم حکیم سمیع بصیر ہے اسیطرح جملہ صفات کو معلوم کرے اور اپنی عقل سے باتین نہ بناوے ورنہ شرک و گمراہی مین پڑ جائیگا نعوذ باللہ تعالے منہ۔ اور آگے کی آیت مین فی الجملہ بیان آتا ہے۔ پہلے اس سے آیت کریمہ مذکورہ بالا کے حقایق کو سنو۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ۔ اس کلام مین اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی درگاہ کا ہر طرح کی شرک سے پاک برتر ہونا ظاہر فرمایا اور صاف کہدیا کہ وہان کسی بندہ کی کچھ طاقت و قدرت نہین اور نہ اسکی کمائی و کرنے کی کوئی تاثیر ہے بلکہ افعال سبحانہ وتعالے کی قدرت و مشیت پر ہین۔ حاصل آنکہ اس سے یہ معنے ثابت ہین کہ مجھے اپنی ذات سے یہ اختیار حاصل نہین کہ اسکا قرب حاصل کرون یا اس سے دور پڑون بلکہ دوری و نزدیکی سب اسی کی طرف سے ہے اور اگر مجھے غیبی تقدیر معلوم ہوتی تو بر وصف ربوبیت مجھکو قدرت حاصل ہوتی کہ اپنی ذات کے لیے نفع لیتا اور ضرر دور کرتا۔ قولہ تعالے ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر الخ۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ زمانہ موجود مین مخلوق کو یہ اختیار نہین کہ اپنے آپ کو کوئی نفع پہونچا دے یا کوئی ضرر اپنے اوپر سے دور کرے پھر بھلا اسکے ایمان پر یا اسکی طاعت پر کیا بھروسا ہو سکتا ہے چنانچہ سید المرسلین افضل الخلایق اجمعین کو حکم ہوا کہ قل لا املک لنفسی الآیۃ۔ بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ لو کنت املک الغیب الخ۔ یعنے اگر مین غیب کا مالک ہوتا یا اسپر قدرت رکھتا ہوتا تو مجھے کوئی برائی کبھی نہ چھو جاتی لیکن حالت اصلی یہ ہے کہ غیب تو ہم سے تہ کر دیا گیا ہے اور ہر بدی وغیرہ کی ملامت ہمپر لازم ہوئی ہے۔ قال تعالے

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا

وہی ہے جسنے تمکو بنایا ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُسکا جوڑا کہ اُس پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا

فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ

پھر چلتی گئی اُس سے پھر جب بوجھل ہوئی دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو اگر تو ہمکو بخشے چنگا بھلا تو ہم ہیں تیرا شکر کرین پھر جب

اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

دیا انکو چنگا بھلا ٹھہرانے لگے اُسکے شریک اسکی بخشی چیز مین سو اللہ اوپر ہے انکے شریک بنانے سے

یہ آیت کریمہ منجملہ مشکلات قرآن مجید کے ہے اور اسکی تفسیر مین تامل سے نگاہ درکار ہے اور چونکہ کلام باری تعالے اپنے معانی مین صحیح وراست و درست ہے تو اشکال کا مرجع فقط یہ ہوتا ہے کہ آیا بندہ کی نظر اسکی ٹھیک تاویل پر پہونچی یا نہین اگرچہ مقصود اصلی اسکا واضح ہے اسمین کوئی اشکال نہین ہے پھر جن تاویلات پر نظر پہونچتی ہے آیا اُنمین سے کون معنے مراد ہین یہ مشکل ہے لہذا پہلے تو مفسر سیوطیؒ کے مختار پر تفسیر مذکور ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالے هُوَ الَّذِيْ ہو اللہ الذی۔ اللہ تعالے وہی ہے جسنے خَلَقَكُمْ تمکو پیدا کیا مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک جان سے۔ وہ آدم علیہ السلام ہے۔ اسمین سیاق ہے کہ خطاب اہل مکہ کو جو اُسوقت مشرک تھے اوّلاً اور تمام زمانہ کے مشرکون کو قیامت تک ثانیاً ہے پس آیندہ جو تشنیع شرک کرنے پر وارد ہے خصوص آخر آیت کریمہ وہ انھین مخاطبین پر ہے لہذا دریان کا حال بھی اُنھین کے حق مین تاویل کیا گیا جیسا کہ انشاء اللہ تعالے تحقیق مین بیان ہوگا بالجملہ اللہ تعالے نے اپنی کمال قدرت ظاہر فرماتے ہوے انپر احسان رکھا کہ اللہ تعالے نے تمکو یون پیدا کیا کہ پہلے ایک جان پیدا کی۔ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور پیدا کی اُسی سے اُسکی زوجہ علماء نے کہا کہ اُسی سے زوجہ پیدا کرنے مین ایک یہ حکمت ہے کہ جنسیت کے سبب سے میل خوب ہوتا ہے پس آدمؑ کی بائین پسلی سے پیدا کی تاکہ باہم میل خوب ہو۔ رہا یہ کہ کیون پیدا کی تو خود فرمایا۔ لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا تاکہ اس سے مانوس ہو جیسے ایک چیز اپنی جنس کی طرف مائل و مطمئن ہوتی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ منہا مین ضمیر مونث بجانب لفظ النفس جو مونث معنوی ہے راجع ہے اور یہان لیسکن بصیغہ مذکر غائب ہے تو جواب دیا گیا کہ یہان معنے نفس کی طرف رجوع ہے اور وہ مذکر ہے تاکہ آیندہ غشیان کے قصہ سے مناسب ہو چنانچہ فرمایا۔ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا پھر جب ڈھانپ لیا اُس سکون حاصل کرنے والے نے اپنی زوجہ کو۔ یعنے جماع کیا پس غشیان اس سے کنایہ ہے اور یہ بہت عمدہ کنایہ ہے اور اسمین دلیل ہے کہ اصلی وضع عورت پاس جانے کی اوپر سے ڈھانپ لینے کی شکل پر ہے۔ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا حاملہ ہوگئی نرے وجہ بحکم و قدرت الٰہی حمل خفیف۔ حمل بالفتح پیٹ یا درخت کا پھل اور بالکسر لادی یعنے آدمی جو اپنی پیٹھ یا سر پر لادتا ہے لیکن ہر دونون مین فتح و کسر حکایت کیا گیا اور یہان مراد اگر مصدر ہے تو مفعول مطلق ہے اور اگر محمول مراد ہے تو حمل خفیف یعنے نطفہ ہے قالہ السدیؒ اور یہی مفسرؒ نے لیا ہے۔ فَمَرَّتْ بِهٖ اسے ذہبت و جاءت لخفتہ۔ یعنے آتی جاتی رہی کیونکہ بوجھ ہلکا تھا۔ قال البیضاوی رح بعض قراءۃ مین فمرت بتخفیف الراء ہے اور بعض مین فاستمرت از استمرار ہے اور بعض مین فمارت از مور یعنے آمد و رفت ہے یا از مریۃ یعنے گمان یعنے حمل کا گمان و شک کیا یہی ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ اور فمرت بتخفیف الراء یعنے جزعت یعنے گھبرا گئی۔ اور ایک روایت مین ابن عباسؓ و میمون بن مہران سے ہے کہ فمرت بہ۔ اسے فاستمرت بہ۔ یعنے اسکو خفیف رکھا اور برابر آمد و رفت کام کاج کرنے مین اُسکو اٹھائے ہوئے ایسا بنا رکھا۔ جیسے ہلکی چیز لیے ہوے آدمی کام کرتا ہے۔ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ پھر جب بھاری ہوگئی بسبب اسکے کہ پیٹ کا بچہ بڑھ گیا مفسرؒ نے کہا کہ

اسوقت دونون کو خوف پیدا ہوا کہ کہین چوپایہ جانور نہ پیدا ہو تو دَّعَوَا اللّٰہَ رَبَّھُمَا دونون نے اللہ تعالے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا اگر تو ہم کو فرزند صالح یعنے شکل صورت سے درست عطا فرماویگا تو۔ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ہم بندے ضرور تیرے شکرگزارون مین سے ہونگے صالح سے مراد بدن وصورت مین درست بچہ ہے جیسا کہ حسنؒ وغیرہ سے تفسیر آئی ہے اور خوفناک ہوکر دعا کرنا ابو صالح ومجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ بالجملہ صالح فرزند پر شکرگزاری کی نذر کی باوجودیکہ اُنپر یہ خود واجب تھا اور اسمین دلیل ہے کہ فرزند کی خواہش کرنا اس شرط سے کہ صالح ہووے اور اُسپر اللہ تعم کی نذر ماننا روا ہے۔ فَلَمَّآ اٰتٰھُمَا صَالِحًا پھر جب اللہ تعم نے ان دونونکو فرزند صالح دیا جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰھُمَا تو دونون نے بنائے اللہ تعہ کے شرکا اُس چیز مین جو عطا فرمائی دونونکو شرکاء جمع شریک۔ اور ایک قراءۃ مین شرکا بکسر شین معجمہ وتنوین آیا بمعنی مصدر یعنے اسم فاعل ہے اور اخفشؒ نے اس قراءۃ پر انکار کیا اور رد کیا گیا کہ یہ قراءۃ اہل مدینہ ہے اور تاویل درست ہے پھر شرک کرنے کی وجہ مفسرؒ نے یہ ذکر فرمائی کہ فرزند مذکور کا نام عبد الحارث رکھا حالانکہ اللہ کے سوائے کسی اور کا بندہ نہین ہوتا اور نہ کسی اور کے نام پر رکھا جاوے۔ اور سمرہؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب حوا رضہ کے فرزند پیدا ہوا تو ابلیس آیا اور حوا کا فرزند زندہ نہین رہتا تھا پس ابلیس نے کہا کہ تو عبد الحارث اسکا نام رکھ تو زندہ رہیگا پس حواؑ نے یہی نام رکھا پھر یہ لڑکا زندہ رہا پس یہ شیطانی وسوسہ تھا اور شیطان نے یہ نام رکھنے کا حکم کیا تھا۔ رواہ الحاکم وقال حدیث صحیح ورواہ الترمذی وقال حسن غریب مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد وابو یعلی وابن جریر وابن ابی حاتم وطبرانی وابن مردویہ رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے اور واضح ہو کہ ملائکہ کے درمیان شیطان کا نام حارث کہلاتا تھا۔ اور یہ حدیث تو آنحضرت صلعم سے روایت کی گئی ہے اسی کے معنے مین آثار بھی آئے ہین چنانچہ محمد بن اسحاق نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ حواؑ کی اولاد ہوتی تو آدمؑ اُنکا نام عبد اللہ وعبید اللہ واسکے مانند رکھا کرتے پھر انکو موت آجاتی وہ مرجاتے تھے پھر دونون کے پاس ابلیس آیا اور کہا کہ ایسے نام کے سوائے تم نام رکھو تو جیتا رہے پس عبد الحارث نام رکھا اور وہ زندہ رہا پس اسی مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہے قولہ ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ الی آخر الآیۃ۔ وقد روی العوفی وسعید بن جبیر عنہ نحوہ اور سعید بن جبیر کی روایت مین مصرح ہے کہ شیطان نے دونون سے کہدیا کہ مین وہی ہون جنے تمکو جنت سے نکالا تاکہ تم میری پیروی کرو اور انکو ڈرایا کہ اگر ایسا نہ کروگے تو مین سینگون والا بچہ بناؤنگا اور پیٹ پھٹ جائیگا اور ایسا ہوگا و ایسا ہوگا خوفناک باتین کرتا رہا اور دو مرتبہ نہ مانا اور مردہ بچہ ہوا اور تیسری مرتبہ بچہ کی محبت غالب ہوئی اور عبد الحارث نام رکھا پس یہی فرمایا کہ جعلا لہ شرکاء فیما آتاھما الآیۃ۔ کما رواہ ابن ابی حاتم۔ اور اس اثر کو ابن عباسؓ سے اُنکے شاگردون مین سے ایک جماعت نے لیا ہے چنانچہ طبقہ اول مین سے مجاہد وسعید وعکرمہ وغیرہ ہین اور طبقہ دوم مین سے قتادہ وسدی وغیرہ ہین اور بہت سے سلف و خلف سے مروی ہے اور متاخرین مفسرین مین سے ایک بھاری جماعت نے بیان کیا جنکا شمار دشوار ہے۔ یہ حال تو اس قصہ کا سرسری روایت کے ذکر مین مرفوع وموقوف ہے اور اسی پر اعتماد کر کے مفسرؒ نے تفسیر کی ولیکن اسپر ایک اشکال سخت وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ آدم عم نے نبی ہوکر شرک کیا۔ اور مفسرؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ یہ نام رکھنے مین شرک ہے اور عبادت مین شرک نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ مقصود فقط یہ تھا کہ بچہ کا عبد الحارث نام رکھنا سبب نجات ہے پس عتاب ہوا کہ اسنے سبب پر نظر کی اور مسبب پر نظر نہ رکھی۔ اور یہ جواب ار ذکر دیا گیا کہ شرک کرنا تو آیت کریمہ مین مصرح ہے اور بالاجماع انبیاء کی شان سے نہین کہ شرک کرین اور بر تقدیر تسلیم اگر نام رکھنے مین شرک کیا اور وہ آسان ہے تاہم حرام سے خالی نہین اور انبیاء تو اہلسنت کے نزدیک معصوم ہین پھر یہ گناہ کیسا۔ یہ بات تو بدعتی فریق

Marfat.com

جو انبیاء علیہم السلام کو گناہ سے معصوم نہیں جانتے ہیں کہہ سکتے ہیں اور نیز مسبب پر سے نظر اٹھانا اور سبب کو ملحوظ رکھنا کب انبیاء کی
شان ہے حالانکہ انہیں تو یہ اعتقاد لازم آیا کہ عبد الحارث نام رکھنے سے بچہ جیتا رہیگا اور اس کی ماں سلامت رہیگی اور یہ ضرور
شرک ہے اور کوئی انکار نہیں کرتا کہ شرک جیسے افعال میں ویسے اعتقاد میں کیونکہ وہ عمل قلب بلکہ اشد ہے اور آخر کم سے کم تو یہ ہے کہ یہ
فعل حرام ہے اسیواسطے علامہ بیضاوی نے فرمایا کہ ایسی باتیں انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہیں اور ملا علی قاری نے شرح
مشکوٰۃ میں کہا کہ عبد الحارث و عبد النبی وغیرہ جو نام لوگوں میں پھیل رہے ہیں وہ جائز نہیں ہیں اور شیخ ابن حجر المکی نے تحفہ میں کہا کہ
عبد النبی اور عبد الکعبہ و عبد الدار و عبد علی اور عبد الحسین وغیرہ کے مانند نام حرام ہیں۔ اور یہیں سے رد ہو گیا جو بعض نے وہم کیا کہ
نام میں معانی کا لحاظ نہیں ہوتا ہے سوائے علمیت کے۔ کیونکہ یہ انحصار غلط ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مقصود اس سے وہ ہوتا ہے جسکا علم ہے
اور اصل معانی کا لحاظ تو بالتبع باقی رہتا ہے اور علماء معانی نے اسکی تصریح کر دی ہے کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے افلح و برکت
وغیرہ غلاموں کے نام رکھنے سے حدیث بخاری وغیرہ میں منع فرمایا اور حضرت صدیق کا نام زمانہ جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا اس کو بدلکر
عبد اللہ صدیق نام رکھا اور ابوہریرہ کا عبد الشمس نام تھا اسکو عبد الرحمن کیا۔ اور برّہ سے بدلکر زینب ام المومنین کا نام کیا اور بہت سے
نام انھیں معانی کے لحاظ سے بدلے ہیں جو احادیث میں مصرح ہیں۔ یہاں سے یہ مسئلہ نکل آیا کہ ہندوستان میں جو فاتی و بدھو و رمضانی و شبراتی
و ختما و امامی و منگلی وغیرہ نام رکھے جاتے ہیں سب نہیں جائز ہیں۔ بالجملہ اعتراض مذکور کا یہ جواب تو کچھ نہیں ہے اور کبھی یوں جواب دیا
جاتا ہے کہ یہ نام رکھنے میں شرک کرنا حضرت آدمؑ سے نہیں واقع ہوا بلکہ فقط حضرت حوا نے ایسا کیا تھا چنانچہ حدیث مرفوع سمرہؓ سے
واضح ہوا اور قولہ جعلا لہ شرکاء میں تثنیہ ہونا کہ دونوں نے شرک کیا ہے کچھ منافی نہیں اسواسطے کہ بیان میں تثنیہ ہے مگر مقصود اکیلی
حوا ہیں بدلیل روایت مذکورہ اور عرب کی زبان میں شائع ہے کہ ایک کے فعل کو دو کی طرف نسبت کر دیتے ہیں چنانچہ کلام مجید میں قولہ
فتلقی آدم من ربہ کلمات الآیۃ کے بعد دوسرے مقام پر فرمایا۔ قالا ربنا ظلمنا الآیۃ۔ اور ایسے ہی قولہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ۔ حالانکہ
فقط شوہر مراد ہے اور جیسے قولہ ونسیا حوتہما۔ حالانکہ فقط یوشعؑ بھولے تھے نہ موسیٰ علیہ السلام مگر ساتھ ہونے کی وجہ سے دونوں کو ذکر فرمایا
اور جیسے قولہ یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان۔ حالانکہ فقط کھاری سمندر سے نکلتے ہیں نہ شیریں سے۔ اور اسکے مانند بہت ہیں پس مراد آیت میں
قولہ جعلا لہ شرکاء سے یہ کہ جعل واحد منہما۔ اور وہ حواؑ ہے نہ آدمؑ۔ یہ جواب بھی شکست کر دیا گیا کہ فعل واحد کو دو کی طرف نسبت کرنا
التباس معنوی سے مامون ہونے کی صورت میں جائز ہے مطلقاً جائز نہیں ہے چنانچہ اگر دو آدمیوں نے زید کو مار ڈالا تو دونوں کا فعل ہے
اگر ایک نے مارا ہو تو ایک ہی کا بیان کیا جاوے ورنہ دوسرا بے خطا قصاص میں سولی دیا جائیگا۔ اور آدمؑ نے اگر یہ نام بدل دیا تھا تو تثنیہ
کے معنے نہ تھے اسیواسطے کسی مفسر نے اسطرف توجہ نہ کی علاوہ بریں ماخوذ فی الخطاب اصل ہے نہ تبع حالانکہ اوپر سے دونوں کا ذکر کرنا اور
دعا کرنا مصرح ہے اور نیز آثار ابن عباسؓ وغیرہ میں تصریح موجود ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ مخلص اس اشکال سے نہیں ہوا۔ علاوہ بریں یہ
وارد ہوگا کہ جعلا لہ شرکاء۔ شرکاء جمع شریک ہے اور روایات مذکورہ میں فقط ایک عبد الحارث سے اشراک ہے اگر کہا جاوے کہ دوسری
قراءۃ میں شرکاً مصدر واحد آیا پس جمع سے واحد مراد ہوگا تو جواب یہ ہے کہ نہیں یہ خلاف اصول تاویل ہے بلکہ مصدر جو جنس محتمل ہے وہ
منصوص خاص کی طرف جو جمع ہے راجع کیا جاوے تاکہ ہر دو اپنے اصل سے متفق ہوں۔ اور اس اشکال کا بھی کوئی جواب نہیں ہے
اسیواسطے علامہ بیضاوی و امام رازی و ابو السعود وغیرہ ایک جماعت مفسرین نے اس قصہ مذکورہ سے انکار کیا۔ اور بعض الہ رہ نے

جو اسکو محض رائے سے انکار تصور کیا اُسنے غلطی کی۔ پھر جبکہ یہان تحقیق درکار ہے تو سننا چاہیئے کہ حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ جسکو امام احمد وغیرہم نے روایت کیا وہ تین وجہ سے معلول ہے۔ اول آنکہ اسمٰعیل عمر بن ابراہیم راوی کی نسبت ابو حاتم الرازی نے کہا کہ قابل حجت نہین ہے۔ دوم آنکہ یہ حدیث بدون رفع کے قول سمرہؓ روایت کی گئی ہے۔ سوم آنکہ حسن بصریؒ جنھون نے سمرہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے خود اس آیت کی تفسیر دوسرے طور سے بیان کی ہے پس اگر سمرہؓ سے حسنؒ کے پاس یہ روایت مرفوع ہوتی یعنے آنحضرت صلعم کا قول ہوتا تو اُس سے عدول نہ کرتے حالانکہ ابن جریرؒ نے بسند صحیح حسن بصریؒ سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کیا کہ بعضے ملت والون کے حق مین یہ آیت ہے اور حضرت آدمؑ کے حق مین نہین ہے اور معمرؒ کے طریق سے بسند صحیح حضرت حسنؒ سے روایت کی کہ اس سے آدم علیہ السلام کی ذریت مراد ہے اور جنھون نے بعد حضرت آدمؑ کے شرک کیا ہے۔ اور قتادہؒ کے طریق سے بسند صحیح روایت کی کہ حسنؒ نے کہا کہ یہ یہود و نصاریٰ کے حق مین ہے۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ پس اگر حسنؒ کے پاس یہ حدیث آنحضرت صلعم سے محفوظ ہوتی تو باوجود تقویٰ و ورع کے اس سے عدول نہ کرتے پس صریح دلیل ہے کہ یہ روایت مرفوع نہین بلکہ صحابی کا قول ہے جسمین احتمال ہے کہ مانند کعب احبار و وہب بن منبہ وغیرہ مومنین اہل کتاب سے لی گئی ہو پس مرفوع حدیث ہونے کے عہدہ سے مین برأت کرتا ہون۔ ہذا کلامہ اس سے ظاہر ہوا کہ جنھون نے اس حدیث کو مرفوع قرار دیکر اس سے حجت پکڑی ہے یہ انکی خطا ہے اور یہ آنحضرت صلعم کا قول نہین ہے اب رہا بیان آثار کا یعنے اقوال بعض صحابہ و تابعین کے تو اُنکا اضطراب ظاہر ہے کیونکہ اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو خفیف و ثقیل ہونے کا ذکر لغو ہوتا اسواسطے کہ حوّا کے کئی اولاد اس سے پہلے ہو چکی تھین جیسا کہ ان آثار مین مذکور ہے اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ شاید واللہ اعلم دراصل یہ قصہ اہل کتاب سے لیا ہوا ہے کیونکہ ابن عباسؓ نے اسکو ابی بن کعب سے لیا ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے مجاہد کے طریق سے روایت کیا کہ ابن عباسؓ نے ابی بن کعب سے مصرح اس قصہ کو بیان کیا پس اہل کتاب سے ان آثار کا لیا جانا ظاہر ہے اور رسول اللہ صلعم سے یہ حدیث صحیح ہوئی کہ آپ نے فرمایا کہ جب اہل کتاب تم سے کوئی بات بیان کرین تو تم نہ انکی تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو پھر اُن کی خبر مین تین قسم کی پائی گئین ایک وہ کہ ہمکو بالیقین معلوم ہو گیا کہ یہ خبر صحیح ہے کیونکہ کتاب الٰہی یا سنت رسول اللہ صلعم سے اس پر دلیل موجود ہے۔ دوم وہ کہ اسکا دروغ ہونا ہمکو بالیقین معلوم ہو گیا کیونکہ قرآن یا حدیث مین اسکے برخلاف موجود ہے۔ اور سوم وہ کہ جس سے قرآن و حدیث مین سکوت ہے حالانکہ ایسی خبر روایت کرنے کی اجازت حدیث مین پائی گئی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ چاہو بنی اسرائیل سے روایت کرو کچھ حرج نہین ہے۔ پھر یہ اثر جو یہان مروی ہے اسکو جس صحابی یا تابعیؒ نے روایت کیا شاید اُسنے اسکو قسم سوم مین شمار کیا ہے ولیکن ہم اسکو قسم سوم مین نہین رکھتے ہین بلکہ ہمارے نزدیک وہی قول صحیح ہے جو حسن بصریؒ نے کہا کہ اس سیاق سے آدم و حوا نہین مراد ہین بلکہ انکی ذریات مین سے مشرکین مراد ہین اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پس برتر ہے اللہ تعالےٰ اس چیز سے جسکو یہ لوگ شرک لاتے ہین۔ یا برتر ہے ان لوگون کے شرک سے۔ پس پہلے جو آدمؑ و حوا کا ذکر فرمایا وہ ان دونون کی ایسی مشرک اولاد کے وجود کے واسطے توطیہ تھا پس شخص کے ذکر سے جنس کی طرف رجوع فرمایا جیسے قولہ ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح الآیۃ مین ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ جن ستارون سے آسمان کو زینت دی انھین سے شیاطین کو رجم نہین کیا جاتا بلکہ وہ شہاب دیگر ہین پس ذکر مصابیح سے اسکی جنس کیطرف استطراد ہے اور اُسکے اور نظائر بھی قرآن مجید مین موجود ہین یہ سب کلام شیخ ابن جریرؒ کا مختار ہے جو شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل کلام یہ ہوا کہ اقوال بعض صحابہ

Marfat.com

وتابعین کے جو قصہ آدمؑ وحوا کے بارہ میں ہیں وہ ان لوگون نے اہل کتاب کے اقوال بیان کر دیے ہیں بدون اسکے کہ ان اقوال سے آیت کریمہ کی تفسیر مجیبین چنانچہ حسن بصریؒ نے یہ قصہ روایت کیا مگر تفسیر آیت کی اور طرح سے فرمائی چنانچہ اوپر مذکور ہوئی اور ایسی ہی سدیؒ نے بھی اپنے طور پر تفسیر میں کہا کہ قولہ فلما تغشاہا سے آدمؑ کے ذکر سے جدا کر کے اہل عرب کے بت پرستون کے حق میں ہے یعنے وے لوگ اپنی اولاد کے بارہ مین جو اللہ تعالے انکو عطا فرماتا تھا اپنے شرکار یعنے بتون سے شریک لاتے تھے اور ایسا ہی ابو مالکؒ سے مروی ہے اور ابن کیسانؒ نے کہا کہ یہ کافرون کا حال ہے جو اپنی اولاد کا نام عبد الحارث وعبد العزی وعبد الشمس وعبد الدار وغیرہ رکھتے تھے۔ حسن بصریؒ نے کہا کہ یہ بعضے اہل ملت کے حق مین ہے آدمؑ کے حق مین نہین ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے موافق ابن جریرؒ کے اسکو سب تفاسیر مین سے بہتر قرار دیا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ ان قریش کے حق مین ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین موجود تھے اور وہ قصیؔ کی اولاد تھی اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے ہی نے تمکو اے گروہ قریش کے نفس قصیؔ سے پیدا کیا اور اُس کے ساتھ مین اُسکی زوجہ اسکی جنس سے عربیہ قرشیہ دیدی اور اُنے اولاد صالح طلب کی مگر آخر بجاے شکر کے شرک کر کے اپنے چارون بیٹون کے نام عبد مناف وعبد العزی وعبد الدار وعبد قصیؔ رکھے اور قولہ عما یشرکون مین ضمیر جمع کی قصی واسکے پیروی کرنے والے اولاد کے حق مین ہے اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفسیر اچھی ہے اُسپر کوئی اشکال نہین ہے۔ اور مدارک مین کہا کہ آدم وحوا سے فرمایا کثیر پیدا کی جنکا یہ حال ہوا کہ انمین سے جورو اور مرد نے فرزند صالح کی درخواست کی جب انکو اللہ تعالے نے دیا تو اُنھون نے شرک کیا اور علی ہذا التفسیر بحذف مضاف ہے یعنے قولہ وجعلا لہ شرکاء لے وجعل اولادہما لہ شرکاء۔ یعنے آدم وحوا کی اولاد نے اپنے فرزند دن کے پانے کے وقت اللہ تعالے کے ساتھ اپنے بتون کو شریک کیا۔ اور یہی قفالؒ نے ذکر کیا اور امام رازیؒ نے اسکو ذکر کر کے کہا کہ یہ تفسیر نہایت صحت وسداد پر ہے اور یہی ایک جماعت مفسرین کا قول ہے اور قریب اسکے معالم مین کہا کہ خطاب اس سے ہر واحد کو مخلوق مین سے ہے بقولہ خلقکم۔ اور اسی کے جنس سے اسکی جورو کر دی۔ معالم مین کہا کہ یہ قول تو اچھا ہے اگر سلف کا قول اسکے خلاف نہوتا۔ اور شیخ دہلویؒ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے نے آدم سے لوگون کو پیدا کیا اور ابتدائے خلقت انکی اسطرح ہوئی کہ آدم سے اسکی جورو پیدا کی تاکہ اس سے سکون حاصل کرے پس دونون سے نسل کثیر پیدا ہوئی پھر اول کلام کی طرف رجوع کیا کہ اللہ تعالے نے تم کو پیدا کیا مگر تم نے یہ ادا کیا اور بات یہ کہ جب انمین سے کسی نے اپنی جورو کو غشیان کیا اور اس کو حمل خفیف ظاہر ہوا الے آخرہ پس آیت مین اختصار ہے جس سے عوام کو یہ دقت پیش آئی کہ حضرت آدمؑ کیطرف اشراک کا شبہہ پیدا کیا حالانکہ انبیا علیہم السلام کا توحید پر ہونا جب منصوص ہے تو اس شبہہ کو گنجایش نہ تھی اسیواسطے اختصار بھی ہوا اور اصل کلام اگرچہ عام ہے وہ حوا وغیرہ سبکو شامل ہے لیکن جملہ امور کا جو تمام کلام مین مذکور ہین حوا پر صادق آنا ضرور نہین ہے پس بمانند قولہ تعالے الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء الآیۃ کے یہان بھی آدم وحوا سے خلق کثیر ظاہر کر کے اسکی ناشکری وشرک کرنے کا بیان مقصود ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالی وجعل منہا زوجہا لیسکن الیہا۔ اس کلام مین حقائق کے بعض لطیف اشارات ہین یعنے آدمؑ نے جنت مین تجلی حق عزوجل کے نور کو پایا اور برابر اُنپر مستغرق ہوئی تو قریب ہوا کہ برداشت نکر سکے اور مضمحل ہو جاوے پس اللہ عزوجل نے بنظر کرم جنت کی چیزون مین سے کسی پر حوالہ نہ کیا کیونکہ وہ سب نور مین ڈوبی ہوئی ہین پس آدمؑ ہی سے حوا کو پیدا کیا تاکہ سکون حاصل کرے اور درحقیقت تجلیات سے وحشت پاوین اور اسیواسطے آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ کو یا حمیرا خطاب سے متوجہ فرمایا۔ خلاصہ

Marfat.com

کہ اللہ تعالےٰ نے حوا کا پیدا کرنا آدمؑ کے واسطے امتحان رکھا تھا کہ اسکے ساتھ مشغول ہو کر حق عزوجل سے فی الجملہ غفلت کرکے راہ امتحان مین پڑ جاوے۔ بعض نے کہا کہ آدمؑ کے واسطے حوا کو اسکی طرف سکون حاصل کرنے کو پیدا کیا پھر جب سکون پایا تو حقیقت خطاب سے غفلت ہوئی پس درخت بہشت سے کھالیا جو کھایا۔ واسطیؒ نے کہا کہ بڑا امتحان یہ تھا کہ آدمؑ کے بدن سے حوا کو پیدا کیا پس اپنی طرف سے اسکی نظر اٹھادی کیونکہ فرمایا لیسکن الیہا۔ حالانکہ سوائے اللہ تعالےٰ کے دوسرے کیطرف سکون پانا بڑا امتحان ہے انتہی کلامہ پوشیدہ نہ رہے قولہ فتعالی اللہ عما یشرکون۔ یعنے اہل مکہ جو بتون کے ساتھ شریک لاتے ہین اللہ عزوجل اس سے پاک برتر ہے اور یہ جملہ مسببہ ہے عطف ہے خلقکم پر اور درمیان مین جملہ معترضہ ہے کذا قال المفسرؒ حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ نے تمکو پیدا کیا پس تمنے شرک کرکے ناشکری کی پس اس شرک سے اللہ عزوجل پاک برتر ہے۔ فلیتامل۔ اور بعض نے کہا کہ یہ کلام ابتدائی ہے اسمین اہل مکہ کی بت پرستی و شرک کارد ہے اور قرآن مجید مین اسطرح بہت آیا۔ کما فی قولہ ساحر علیم یرید ان یخرجکم من ارضکم فماذا تامرون پس من ارضکم تک ماقول فرعونیون کی گفتگو ہے اور فماذا تامرون۔ فرعون کا مقولہ ہے پس عما سے اصنام اور یشرکون سے کفار مراد ہین۔

اَیُشۡرِکُوۡنَ مَا لَا یَخۡلُقُ شَیۡئًا وَّ ہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ۫ۖ﴿۱۹۱﴾ وَ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ لَہُمۡ نَصۡرًا وَّ لَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ

کیا شریک بناتے ہین جو پیدا نہ کرین ایک چیز کو اور آپ پیدا ہوتے ہین اور نہ کر سکتے ہین انکی مدد اور نہ اپنی

یَنۡصُرُوۡنَ ﴿۱۹۲﴾ وَ اِنۡ تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَی الۡہُدٰی لَا یَتَّبِعُوۡکُمۡ ؕ سَوَآءٌ عَلَیۡکُمۡ اَدَعَوۡتُمُوۡہُمۡ اَمۡ

مدد کرین اور اگر انکو پکارو راہ پر نہ چلین تمہاری پکار پر برابر ہے تم کو کہ انکو پکارو یا

اَنۡتُمۡ صَامِتُوۡنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ فَادۡعُوۡہُمۡ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا

چپکے ہو رہو جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے بندے ہین تم سے بھلا پکارو انکو تو چاہیے قبول کرین تمہارا

لَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَہُمۡ اَرۡجُلٌ یَّمۡشُوۡنَ بِہَاۤ ۫ اَمۡ لَہُمۡ اَیۡدٍ یَّبۡطِشُوۡنَ بِہَاۤ ۫ اَمۡ لَہُمۡ

پکارنا اگر تم سچے ہو کیا انکو پاؤن ہین جنسے چلتے ہین یا انکو ہاتھ ہین جنسے پکڑتے ہین یا انکو

اَعۡیُنٌ یُّبۡصِرُوۡنَ بِہَاۤ ۫ اَمۡ لَہُمۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ قُلِ ادۡعُوۡا شُرَکَآءَکُمۡ ثُمَّ کِیۡدُوۡنِ

آنکھین ہین جنسے دیکھتے ہین یا انکو کان ہین جنسے سنتے ہین تو کہہ پکارو اپنے شریکون کو پھر برا کرو میرے حق مین اور

فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ ﴿۱۹۵﴾

مجکو ڈھیل نہ دو

مشرکین مکہ جو بتون وغیرہ سے شرک لاتے اسمین انکی توبیخ و ملامت ہے۔ اَیُشۡرِکُوۡنَ کیا شریک بناتے ہین اللہ تعالےٰ کے ساتھ عبادت مین۔ مَا لَا یَخۡلُقُ شَیۡئًا ایسی چیز کو جسنے کچھ بھی نہ پیدا کیا نہ کرے یعنے کچھ پیدا نہین کرسکتی ہے یعنے بت وغیرہ مورتین جو کچھ بھی پیدا نہین کرسکتی ہین انکی عبادت قرار دیکر اللہ تعالےٰ سے شرک کرتے ہین۔ کما قال تعالےٰ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ وان یسلبہم الذباب شیئًا لا یستنقذوہ منہ۔ یعنے جنکو تم پکارتے ہو اللہ تعالےٰ کے سوائے وہ کبھی ایک مکھی نہین پیدا کرسکتے اگرچہ سب کے سب اکٹھے ہو جاوین اور اگر مکھی اُنسے کچھ چھین لے تو اس سے چھڑا کر لے نہین سکتے ہین۔ وَّ ہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ بلکہ انکی صورت تو یہ ہے کہ وے خود گڑھے و بنائے جاتے ہین یعنے خود مخلوق ہین کما قال الخلیلؑ اتعبدون ما تنحتون الآیۃ تم کیا اُسی کو پوجتے ہو

جسکو اپنے ہاتھون تراشتے گڑھتے ہو ضمیر ہم ان بتون کے حق مین ہے باوجودیکہ یہ سب بے عقل بیجان تھے مشرکون کے اعتقاد کے موافق ہے کہ
وہ اپنے آلہہ کو ایسا سمجھتے تھے اور انھین کو سمجھانا مقصود ہے۔ حاصل آنکہ معبود وہ پاک سبحانہ تعالیٰ ہے جو پیدا کرتا ہے وہ معبود اور
تمام مخلوق اُسکی عابد یعنے پوجنے والی ہے اور یہ بُت تو کچھ بھی پیدا نہین کرسکتے بلکہ خود بنائے وگڑھے ہوئے ہین پھر کیا انکی عبادت کرتے ہو
شیطان نے وسوسہ دلایا کہ تمھاری مدد کرینگے پس یہ بھی رد فرمایا۔ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا اور کوئی استطاعت نہین رکھتے
کہ انکی یعنے اپنی عبادت کرنے والون کی کچھ مدد کرین۔ یہ تو دوسرون کی مدد ہے وہ اپنے آپ ہی کو نہین بچا سکتے کما قال وَلَا أَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُونَ یعنے جو کوئی انکو ضرر توڑ ڈالنے وغیرہ کا پہونچادے تو اپنے آپ کو نہین بچا سکتے ہین۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کا قصہ مشہور ہے کہ
اپنی قوم کے خوبصورت تراشے ہوے بتون کو توڑتے اور سخت اہانت کرتے تھے۔ اور اسلام مین حضرت معاذ بن جبل اور معاذ بن عمرو
بن الجموح کا قصہ معروف ہے کہ یہ دونون نوجوان مسلمان ہوگئے اور رات مین دونون جاکر مشرکون کے بُت توڑکر تلف کرڈالتے اور
انکی لکڑیان نکالکر غریب بیوہ عورتون کو جلانے کو دیتے تھے اور معاذ بن عمرو کا یہ قصہ ہے کہ انکا باپ عمرو بن الجموح اپنی قوم کا سردار تھا
اور اسکا ایک بُت تھا جسکو روز نہلاتا اور خوشبو لگاتا پس یہ دونون رات مین آکر اس بُت کو اوندھا کرکے پلیدی سے لتھاڑ جاتے تاکہ کچھ
سمجھے پس صبح کو عمرو نے آکر اس حال مین دیکھکر اُسکو پھر نہلاکر معطر کیا اور اسکے پاس تلوار رکھدی کہ تو اس سے قتل کرڈالنا پھر جو دوسرے روز
دیکھا تو ویساہی بیچارہ لتھڑا پڑا ہے پھر اُسکو درست کردیا اب تو ان دونون نے اسکو اٹھاکر ایک مردہ کتّے کے ساتھ ایک رسّی مین باندھ کر
ایک اندھے کنوین مین لٹکادیا پھر صبح کو جو عمرو بن الجموح نے یہ حال دیکھا تو جان گیا کہ مین باطل دین و اعتقاد پر ہون اور بُت پرستی چھوڑکر
مسلمان ہوگیا اور نہایت پاکیزہ ایمان پر ہوکر روز اُحد کے معرکہ مین شہید ہوگئے رضی اللہ عنہ۔ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ اگر تم پکارو ان بتون کو إِلَى
الْهُدَىٰ ہدایت کی طرف لَا يَتَّبِعُوكُمْ تو تمھاری اتباع نہ کرین۔ اسمین مشرکون کو مخاطب کرکے تنبیہ و توبیخ و تبکیت فرمائی اور پہلے سے
زیادہ اسمین بتون کی عاجزی کا بیان ہے یعنے اپنے عبادت کرنے والے کی مدد کرنا کیسا اُنسے تو یہ بھی نہین ہوسکتا کہ اگر انکا بندگی کرنے والا
اُنسے راہ پوچھے کسی بھلائی کی تو اسکو راہ بتلادین۔ حاصل آنکہ اگر تم بتون سے اپنے مطلب کی راہ پوچھو تو تم کو راہ نہین بتلا سکتے ہین۔ یتبعوا
بتشدید اور یتبعو بتخفیف دونون قراءۃ بمعنے واحد ہین۔ بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے یعنے اے اہل ایمان اگر مشرکون کو ہدایت اسلام
کی طرف بلاؤ تو تمھاری پیروی نہ کرینگے کیونکہ علم الٰہی مین انکے حق مین گمراہی مقدر ہے۔ اول قول اولے ہے۔ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ
یکسان ہے تمھارے حق مین چاہو تم انکو پکارو۔ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ یا خاموش رہو۔ بہرحال وہ سنتے ہی نہین تو تمھاری اتباع نہین
کرینگے۔ بجاے ام صمتم کے جملہ اسمیہ مین افادہ ہے کہ ہمیشہ سکوت رکھنا اور نہ پکارنا دونون یکسان ہین یعنے کبھی کسی وقت تمھارا پکارنا مفید
نہوگا کیونکہ وہ دائمی سکوت کے مانند ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ یعنے جنکو تم پوجتے ہو سوائے اللہ تعالے
کے وہ تمھارے مثل بندے مملوک ہین۔ بتون کو بندہ فرمایا حالانکہ وہ جمادات سے ہین تو یہ انکے اعتقاد کے موافق ہے اور بعض نے فرمایا کہ عموماً
ملائکہ وشیاطین وغیرہ کے پوجنے والون کو ملامت ہے اور بعض نے کہا کہ لات وعزیٰ جنکی مورتین پوجتے تھے انکو بیان کیا کہ اگر مورتون سے
قطع نظر جنکی مورتین ہین وہ بھی تمھارے مثل بندے ہین انکو خود کسی نفع وضرر کا اختیار نہین ہے۔ اور اول اولیٰ ہے لقولہ تعالے فَادْعُوهُمْ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ پکارو انکو دین تمکو تمھاری پکار کا جواب إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اگر تم سچے ہو کہ انکو نفع وضرر کی قدرت ہے اور وہ آلہہ ہین
پھر اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ بُت وغیرہ بیچارے تو اتنے بھی نہین جتنے انکی عبادت کرنے والے بیوقوف ظاہری قدرت رکھتے ہین کیونکہ

یہ بیوقوف اُنسے افضل ہین چنانچہ فرمایا ۔ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا کیا بھلا اُنکے پاؤن ہین جنسے چلتے ہین ۔ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا ام بمعنے بل ہے ۔ یعنے یہ نہین سہی ۔ کیا بھلا انکے ہاتھ ہین جنسے گرفت کرتے ہین اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا یہ نہین سہی ۔ کیا بھلا انکی آنکھین ہین جنسے دیکھتے ہین ۔ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا یہ نہین سہی ۔ کیا بھلا انکے کان ہین جنسے سنتے ہین ۔ استفہام سب جگہ انکاری ہے یعنے ان چیزون مین ان بتون کے واسطے کچھ بھی تو نہین ہے حالانکہ خود تم لوگ یہ چیزین رکھتے ہو پھر تم انکو کیونکر پوجتے ہو حالانکہ خود اُنسے افضل ہو ۔ اس مقام سے نکلتا ہے کہ حواس ظاہری کی راہ سے بھی انسان کو تفضیلت ہے مگر جماعت نماز مین امامت کیواسطے اندھے کے بہ نسبت آنکھون والے کو اس راہ سے افضلیت نہین معتبر ہے بلکہ براہ احتیاط طہارت ہے ۔ فافہم ۔ اگر کہا جاوے کہ ایک جماعت مشائخ نے ان حواس سے چشم پوشی کرنے کو کہا ہے مثلاً مولوی رومؒ نے کہا ؎ چشم بند ولب بہ بند وگوش بند ✽ گر نہ بینی نور حق برمن بخند ✽ تو جواب اسکا یہ ہے کہ ان حواس سے انسان کو افضلیت واقعی ہے بشرطیکہ انکو انکے کام مین لادے جسکے واسطے یہ پیدا ہوے ہین مثلاً آنکھ اسواسطے کہ عجائب صنعت وقدرت الٰہی کو مشاہدہ کرے حالانکہ اندھا اس سے محروم ہے اور کلام الٰہی مین اس نظر عبرت کا حکم بکثرت ہے مانند قولہ افلا ینظرون الی الابل الآیۃ ۔ اور ۔ قل سیروا فی الارض فانظروا ۔ اور قل انظروا ماذا فی السموات ۔ اور قولہ وکذلک نری ابراہیم الآیۃ اور قولہ اولم ینظروا فی ملکوت السموات الآیۃ ۔ اور جن لوگون نے ان حواس سے یہ کام نہین لیا اُنسے نفی فرمائی کما قال صم بکم عمی اور فرمایا ۔ ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لایفقہون بہا ولہم اعین لایبصرون بہا الآیۃ ۔ پس ائمہ صوفیہ کا یہ مقصد نہین کہ اُنسے مشاہدہ نہین بلکہ لوگ انکو بری طرح کام مین لاتے ہین لہذا انکو ان کامون سے بند کیا ۔ کیونکہ تو بالیقین جانتا ہے کہ آنکھ بند کرنے و لب بند کرنے سے حقیقی معنے مراد نہین حتی کہ اندھا بنکر نہ مسجد کو جاوے نہ نماز مین لب ہلاوے نہ حق بات سنے بلکہ مجاز مراد ہے جیسا کہ تجھے بتلایا گیا بالجملہ جب آدمی پورے یقین وایمان کے ساتھ نظر اُٹھاتا ہے تو قدرت الٰہی کو مشاہدہ کرتا ہے کما قال تعالے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل الآیۃ ۔ پس علماء ومشائخ مین پھوٹ ڈالنا اپنی نادانی ہے ان مین باہم اختلاف نہین بلکہ سمجھ والون کا قصور فہم ہے کہ مطلب نہین سمجھتے اور اپنی خواہش نفس پر لیجاتے ہین ۔ اب تفسیر کی طرف رجوع ہے پس معنے آیت کے یہ ہوے کہ تم لوگون کو جتنی قدرت ہے اتنی بھی تمہارے بتون جھوٹے معبودون کو نہین ہے وہ کسی کو بھی کچھ نفع وضرر نہین پہونچا سکتے ہین لہذا فرمایا کہ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ کہدے اے محمد صلعم ان بت پوجنے والون سے کہ بلاؤ اپنے شرکا یعنے باطل معبودون کو کہ مجھے اپنے اختیار سے ہلاک کرین یا کچھ ضرر ذرہ برابر پہونچا دین ۔ ثُمَّ كِيْدُوْنِ اے ثم کیدونی ۔ پھر تم اور تمہارے باطل معبود سب ملکر میرے حق مین کید ومکر کرو ۔ فَلَا تُنْظِرُوْنِ فلا تنظرونی اے لاتمہلونی ۔ پھر تم مجھے کچھ مہلت مت دو اور مت چھوڑو ۔ یعنے مین تمہاری طرف سے ذرا پروا نہین کرتا اور کچھ بھی مہلت نہین چاہتا کیونکہ واقع تو وہ ہوگا جو اللہ تعالے چاہے بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ نہین ہل سکتا پھر مہلت لینے کی کوئی حاجت نہین ہے بلکہ میرا بھروسا اللہ تعالے پر ہے

اِنَّ وَلِیِّ ءَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا

میرا حمایتی اللہ ہے جسنے اُتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندون کی اور جنکو تم پکارتے ہو اُسکے سوائے نہین

يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ

کرسکتے تمہاری مدد اور نہ اپنی جان بچاسکین اور اگر اُنکو پکارو راہ کی طرف کچھ نہ سنین اور تو دیکھے

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝

کرتکتے ہین تیری طرف اور کچھ نہین دیکھتے

اِنَّ وَلِيِّ ۦَ اللّٰهُ میرا تو حافظ و ناصر اللہ تعالے ہے۔ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ جسنے قرآن مجید نازل فرمایا مجھپر اسکی شان یہ ہے کہ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ وہ صالح بندون کی تولّی فرماتا ہے اور یہ محض اسکا کرم و فضل ہے پھر بھلا مین ان بتون وغیرہ سے کیونکر خوف کرونگا پس یہ جملہ تعلیل سابق ہے اور حاصل یہ کہ جب او تعالے اپنے لطف سے بندگان صالحین کا تولیہ فرماتا ہے تو آنحضرت صلعم تو اسکے برگزیدہ رسول تھے اور انبیاء بدرجۂ اولی اس کرامت سے سرفراز ہین۔ اسیواسطے ہود سے جب قوم نے کہا کما قد قص اللہ تعالے ان نقول الا اعتراک بعض آلهتنا بسوء۔ تو ہود علیہ السلام نے کہا۔ انی اشہد اللہ واشہدوا انی بری مما تشرکون من دونه فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی وربکم الآیۃ۔ حاصل آنکہ تمھارے و تمھارے بتون کی کچھ طاقت نہین ہے میرا حافظ و ناصر میرا اللہ تعالے ہے۔ پھر انکے بتون کا حال فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور جنکو تم پکارتے ہو یعنے پوجتے ہو سوائے اللہ تعالے کے وہ تمھاری کچھ مدد نہین کر سکتے اور نہ وے اپنی مدد و حفاظت کر سکتے ہین۔ اگر کہا جاوے کہ یہ بات تو ابھی مذکور ہو چکی ہے جواب یہ کہ اول مین تو مشرکون کو ملامت کرنے کے طور پر مذکور ہے اور یہان انکو فرق بتلایا کہ کس کی عبادت روا ہے اور کسکی نہین روا ہے۔ حاصل آنکہ بتون سے تم کو کسی تولیہ و حفاظت کی امید بالکل باطل ہے پس انکو چھوڑ دو اور اپنے خالق کریم کی عبادت کرو جو صالحین کا متولی ہے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ صالحین وہ ہین جو اللہ تعالے سے شرک نہین کرتے اور اس کی نافرمانی نہین کرتے ہین۔ آیت مین دلیل ہے کہ جو بندہ صالح کہ اللہ تعالے کی ولایت مین ہوا اسکو کوئی چیز مضر نہین ہو سکتی ہے اور عمر بن عبد العزیزؒ سے روایت ہے کہ اپنی اولاد کے واسطے کچھ ذخیرہ نہین رکھتے تھے تو بعض نے عرض کیا کہ آپ کیون نہین رکھتے ہین فرمایا کہ میری اولاد یا تو صالح ہوگی یا نہین پس اگر صالح ہوگی تو اللہ تعالے اسکا ولی ہے پھر اسکو میرے مال کی کیا حاجت ہے اور اگر وہ مجرم ہوگی تو اللہ تعالے نے فرمایا فلن اکون ظہیرا للمجرمین۔ پس جسکو اللہ تعالے نے رد کیا اسکے اہتمام مین مجھے مشغول ہونا مہمل ہے۔ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا اسدیؒ و مجاہدؒ سے مروی ہے کہ یہ مشرکون کے حق مین ہے یعنے اے مومنو اگر تم مشرکون کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو نہین سنینگے۔ وعلی ہذا یہ مخصوص انھین مشرکون کے ساتھ ہوگا جو علم الٰہی مین کافر مقدر ہوئے ہین اور ارجح و اولی یہ ہے کہ یہ بھی بتون کی تحقیق حالت کا بیان اور مشرکون کو فہمایش ہے جیسا کہ قتادہؒ سے مروی اور ابن جریرؒ کا مختار ہے اور خطاب مشرکون کو اور ضمیر ہم بتون کی طرف موافق انکے اعتقاد کے ہے حاصل آنکہ اے مشرکو اگر تم ان بتون کو ہدایت کے لیے پکارو تو نہین سنینگے اور جب نہ سنا تو ظاہر ہے کہ تم کو ہدایت کیونکر کرینگے۔ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ اور اے محمد صلعم تو دیکھتا ہے ان بتون کو گویا تیری طرف دیکھ رہے ہین حالانکہ انکو کچھ سوجھتا نہین ہے۔ حاصل آنکہ مشرکون نے انکو آدمی کی صورت گڑھکر قائم کیا تو انکے مقابلہ و مواجہ مین جو کھڑا ہو گویا بت اپنی لکڑی یا پتھر کے دیدون سے دیکھ رہے ہین حالانکہ کچھ بھی سوجھتا نہین پس ترٰہم خطاب خواہ آنحضرت صلعم کو ہو یا ہر مخاطب سمجھدار کو ہو۔ قال الحافظ رہ چونکہ مصور بصورت انسان تھے لہذا اضمائر و بیان مین انکے ساتھ انسان کا سا معاملہ کیا گیا و قلت اور نیز مشرکین اپنے زعم مین انکو نفع و ضرر دہندہ سمجھتے پس اُن کی فہمایش مین اسی انداز سے انکے ساتھ کلام کیا گیا ف فی العرائس قوله تعالے ان ولی ۓ اللہ الذی نزل الکتاب الآیۃ۔ امین اپنے حبیب محمد مصطفے صلعم کے واسطے محبت ازلی و رعایت ابدی ثابت فرمائی

یعنے عین عنایت ازلیہ ورعایت کفایت ابدیہ سے اسکے تولی فرمائی اور اپنے کلام ازلی ابدی سے اسپر خطاب شریف نازل فرمایا اور جیسے
اپنے حبیب علیہ السلام کی تولی اپنی طرف رکھی اسکے طفیل مین اسیطرح صدیقین وعارفین کی تولی بھی اسی کے ساتھ ملاکر اپنی طرف رکھی ہے
پس انبیاء علیہم السلام کو انوار ذات سے تولیہ فرمایا اور اولیاء رحمہم اللہ کو انوار صفات سے تولیہ فرمایا اور باقی عالم کے لوگون کو انوار افعال
سے تولیہ فرمایا پس عوام لوگ تو نور آیات مین لغزش سے معصوم ہین۔ اور خاص لوگ انوار صفات مین خطرات سے معصوم ہین اور خاص الخاص
انوار ذات مین مکر وقہر سے معصوم ہین۔ بعض نے فرمایا کہ بندون پر بنظر احسان لحاظ فرمایا اور اولیاء پر بچشم لطف اور انبیاء پر بچشم تولی۔ اور بعض
نے قولہ یتولی الصالحین مین کہا کہ مقتضائے بشریت اور اسکی کشمکش سے محفوظ فرمایا پس خاص لوگون کو اسطرح کہ انکا مقصود صحیح ہے اور
خالص اپنے معبود کے واسطے منفرد ہین اور عوام کو اسطرح کہ انکے اوقات درست رہتے ہین۔ حضرت جعفر الصادقؓ سے پوچھا گیا کہ قولہ
یتولی الصالحین مین کیا حکمت ہے حالانکہ بالیقین معلوم ہے کہ اوتعالے حی قیوم ہے اسکی ولایت مین تمام عالم ہے تو فرمایا کہ تولیہ دو طرح کا
ہوتا ہے ایک تولیہ تو قائم رکھنے کا اور دوسرا تولیہ یہ کہ عنایت ورعایت سے حق پر قائم رہے۔ واسطیؒ نے کہا کہ تولی جو صالحین کے ساتھ
مخصوص ہے وہ تولی بکفایت ہے یعنے حق تعالے انکے واسطے کافی ہے اور دوسری تولی جو فاسقین کے ساتھ ہے وہ انکے نفس کی خواہشین
انکو پوری کر دینا پس انکا بھی متولی ہے اور نیز واسطیؒ نے کہا کہ بندون مین سے جو پیشوا ہین انکی اصلاح کردی اسطرح کہ خواہش و
مقتضائے بشریت سے انکو بچایا اور خاص لوگون کی اصلاح اسطرح کہ مقصود انکا صحیح کر دیا اور عوام کی اصلاح اسطرح کہ انکو دین قویم
پر ثابت رکھا۔ اُستادؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پروردگار کے حقوق ادا کرنے پر قائم ہوا اللہ تعالے اُسکے اُمور کی کفایت فرماتا ہے پس اپنے مثل
بندون کی طرف نہین جھکتا اور جس حال مین وہ ہوا اللہ تعالے اسکو اجر و ثواب عطا فرماتا ہے اور اگر افضال مرادی نہ ملا تو جو کرتا ہے اسپر
بندہ کو راضی فرماتا ہے اور اسرار پر رضا کی خوشی اس سے زیادہ ہے جتنی دل پر عطاء کی راحت ہوتی ہے۔ قولہ تعالے وان تدعوہم الی الہدی
الآیۃ اہل غفلت کے حال سے خاص سننا و خاص دیکھنا یعنے جو مفید ہے وہ اللہ تعالے نے نفی فرمایا یعنے یہ انکے پاس نہین ہے کیونکہ انکے کان
وآنکھین پردۂ ضلالت وغفلت سے ڈھکے ہوئے و بند ہین پس وہ اپنے دل کے کانون سے آواز غیب نہین سُنتے ہین اور دل کی آنکھون سے
شواہد مین مشاہدہ غیب نہین پاتے ہین اور یا سوجہ سے ہے کہ اوتعالے جل سلطانہ نے انکو اس سننے و دیکھنے سے مردود کر دیا ہے اور اگر چاہتا
تو دکھلا و سُنا دیتا لیکن قہر ازلی و خذلان ابدی نے انکو اس سے محروم کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برنگ الوہیت مصبوغ اور بنور
مشاہدہ مزین تھے اور دست قدرت نے لباس خاص منقش بطراز رسالت انکے قدنیکو پر آراستہ فرمایا اور تاج ملکوتی سے متوج کیا اور میدان
جبروت مین مرکب نبوت پر مشاہدہ خاص کے واسطے روانہ کیا پس بندون کو آپ سے ایک تجلی خاص حاصل ہوتی تھی مگر وہی دیکھتا تھا جو
ازل مین اس نعمت سے سرفراز ہوا ہے اور اسی معنے مین آنحضرت صلعم نے فی قولہ من رأنی فقد رای الحق۔ اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے
پس حبیب ازلی نورانی آنکھ والے نے آپکو دیکھا تو اللہ تعالے دانا تر ہے کہ کس مرتبہ قریب پر پہونچ گیا وقد قال علیہ السلام طوبی لمن رآنی ولمن
رأی من رآنی الحدیث۔ یعنے بہت بشارت فرمائی اس شخص کو جسنے آپکو دیکھا یا آپکے دیکھنے والے کو دیکھا الحدیث۔ اور بعض نے قولہ تعالے
وان تدعوہم الی الہدی الآیۃ مین کہا کہ جسکو دعوت کرنے والے نے اپنی دعوت سننے سے بہرا کر دیا وہ کیونکر دعوت کو سُن سکتا ہے اور ندار حق
کوئی نہین سُن سکتا مگر وہی جسکو حق عز و جل سنادے پس وہ حق تعالے کے سنانے سے سنتا ہے اپنے کانون سے نہین سُن سکتا ہے۔ قولہ تریہم ینظرون
الیک۔ یعنے تیری صورت ظاہری کو دیکھتے ہین اور جو خصائص و انوار تجھمین ودیعت ہین انکو نہین دیکھتے ہین اور جو برکات ہم نے تجھسے

Marfat.com

خلق کے واسطے رکھے ہین اس سے یہ بدبخت محروم ہین اور ایسے ہی جسنے اپنی خودی کے ساتھ رسول اللہ صلعم پر نظر کی وہ معانی کے ادراک سے محروم رہا اور اگر برکت رسول اللہ صلعم سے آپکو دیکھے تو البتہ پاوے مگر وہ بھی قاصر ہے ہان اگر بنظر حق عزوجل دیکھے تو تمام طور پر اپنا نصیب پاویگا اور اسوقت اُسکو ظاہر ہوگا کہ وہ شرف کے امور کون کون ہین جنسے آنحضرت صلعم مخصوص ہین۔ سہل رح نے کہا کہ اس کلام مین ان لوگون کا بیان ہے جنکو انوار قرب سے زینت حاصل نہین ہوئی پس وہ ادراک حقائق سے اندھے ہین اور اکابر کی بزرگی انکو نظر نہین آتی ہے اور نیز تجھکو ایسی آنکھون سے دیکھتے ہین جنکو نور توفیق نہین ملا ہے پس تیرے حق کو کہان پہچان سکتے ہین اور ایسے دلون سے دیکھتے ہین جنمین نور ہدایت سے کوئی ثبات نہین ہے۔ بعضے کہتے ہین کہ بزرگون کا دیکھنا انکی صورت سے نہین حاصل ہوتا بلکہ ان مکاشفات سے جو قلب مین غیب سے حاصل ہون اور یہ بقدر احترام کے اور بقدر ایمان کے ہوتا ہے۔ پھر جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بڑھکر تھی کہ مخلوق مین سے کسی کو آپکے جلال وجمال پر اطلاع حاصل ہو اور حق عزوجل کو معلوم کہ تمام مخلوق آپکے ادائے حق اور تمام احترام سے عاجز ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عذر دین ان لوگون کو جو انوار رسالت ونبوت آپکے چہرہ پاک سے حاصل کرنے سے عاجز ہین۔ کذا قال فی السراج ہر گاہ کہ اللہ تعالے نے بیان فرما دیا کہ بت اور اُنکے پوجنے والے کسی نفع وضرر پر قدرت نہین رکھتے اور اللہ تعالے ہی ان امور کا متولی ہے تو لوگون کے معاملہ مین جو ٹھیک راستہ ہے وہ بیان فرمایا۔ لقولہ تعالے

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

تو پکڑ معاف کرنا اور کہہ نیک کام کو اور کنارہ کر جاہلون سے اور کبھی ابھار دے تجکو شیطان کی چھیڑ تو پناہ پکڑ اللہ کی وہی ہے سنتا جانتا

خُذِ الْعَفْوَ۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ معنے عفو کے فاضل وزائد ہین یعنے لوگون کے اموال مین سے جو تیرے واسطے عفو کیا جاوے لے اور جو کچھ تیرے پاس لاوین وہ لے لے۔ سدیؒ نے کہا کہ یہ امر سورہ براءۃ کے نازل ہونے سے پہلے تھا جسوقت تک کہ فرائض وتفصیل صدقات کی نازل نہین ہوئی تھی۔ اور ضحاک وسعید بن جبیر نے مانند قول اول کے ابن عباس سے روایت کیا۔ اور عبدالرحمن بن زید نے کہا کہ اللہ تعالے نے دس برس تک آنحضرت صلعم کو مشرکین سے عفو وچشم پوشی کرنے کا حکم دیا پھر اسکے بعد ان پر سختی کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن جریر رح نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور بہتون نے مجاہدؒ سے اسکی تفسیر مین روایت کیا کہ لوگون کے اخلاق مین سے عفو لینے کا حکم دیا بدون بحث وتفتیش کے۔ ایسا ہی عروہ بن الزبیر وعبداللہ بن الزبیر وابن عمر وعائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ زیادہ مشہور قول یہی ہے اور شاہد اسکا وہ ہے جو ابن جریرؒ وابن ابی حاتم نے مرسل روایت کیا کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے جبرئیلؑ سے کہا کہ اس کے معنے کیا ہین پس جبرئیلؑ نے جاکر واپس آکر کہا کہ اللہ تعالے نے آپکو حکم دیا کہ جو آپکے حق مین ظلم کرے اسکو عفو کیجیئے اور جس نے آپکو محروم کیا ہو اسکو آپ دیجئے اور جو آپ سے ناتا قطع کرے اس سے جوڑیئے اور مرفوع روایت جابر وقیس بن سعد بن عبادہ جسکو امام احمد وابن مردویہ وترمذی نے روایت کیا ہے وہ بھی اسکی شاہد ہے اور معنے اسکے بھی اسی مرسل کے مانند ہین۔ عبداللہ بن الزبیر نے کہا کہ نہین نازل ہوئی یہ آیت مگر لوگون کے اخلاق کے بارہ مین کما رواہ البخاری اور یہی قول شیخ مفسر جلال نے اختیار کیا۔ اور بخاری مین طویل روایت مین ہے کہ عیینہ بن حصن آکر اپنے بھائی کے بیٹے حر بن قیس کے پاس اُترا اور حُر نے اسکے واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایام خلافت مین

Marfat.com

اجازت مانگی پس عیینہ نے مجلس مین داخل ہوکر کہاکہ اے عمر بن الخطاب آپ نہ ہمکو بہت مال دیتے ہین اور نہ ہمارے درمیان عدل سے حکم کرتے ہین یہ سنکر حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا قریب تھا کہ اسکو مارین کہ اتنے مین حُر بن قیس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔ یہ جاہلون مین سے ہے ابن عباسؓ کہتے ہین کہ جیسے ہی یہ آیت اُسنے پڑھی پس واللہ ذرا نہین تجاوز کیا عمرؓ نے اور یہ انکی عادت تھی کہ کتاب اللہ تعالےٰ کے سامنے وقاف تھے یعنے فوراً ٹھہر جاتے تھے رواہ البخاری۔ سالم بن عبداللہ بن عمر ایک قافلہ اہل شام کی طرف گذرے امین جرس دیکھکر منع کیا تو وہ لوگ بولے کہ ہم اس بارہ مین آپ سے زیادہ جانتے ہین امین کچھ مضائقہ نہین ان بڑا جلجل منع ہے تو سالمؒ نے یہ آیت پڑھی واعرض عن الجاہلین۔ اور خاموش ہو رہے رواہ ابن ابی حاتم بالجملہ یہی راجح ہے کہ مراد اس سے اخلاق الناس ہین۔ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ اے المعروف اور حکم کر امر معروف کا۔ عروۃ بن الزبیر وسدی وقتادہ وابن جریر وغیرہ نے صریح کہاکہ عرف بمعنے معروف ہے اور اس مین جملہ طاعات داخل ہین۔ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ یعنے جب امر بالمعروف پر حجت قائم کردی اور جاہلون نے نہ مانا تو اُنسے اعراض کر اور ان کی بیوقوفی وجہالت کا مقابلہ مت کر۔ واضح رہے کہ اعراض اُنھین اُمور مین ہے جو اخلاق کی راہ سے لوگون کی ظلم وتعدی برداشت کرنے سے متعلق ہین نہ ایسے شخص سے جو اللہ تعالےٰ کے حق واجب مین جہالت کرے یا اللہ تعالےٰ سے کفر کرے کیونکہ امین تو جہاد واجب ہے واس تقدیر پر یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہین جیسا کہ مجاہدؒ وقتادہؒ سے مروی ہے اور عطاء وابن زید نے کہاکہ آیۃ السیف سے منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت کا اول وآخر منسوخ ہے اور اوسط محکم ہے قیس بن سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ جنگ اُحد مین منجملہ شہداء کے حضرت حمزہ سید الشہداء بھی تھے جنکو کافرون نے مُثلہ کر ڈالا تھا پس جب حضرت صلعم نے دیکھا تو فرمایا کہ واللہ مین انمین سے ستر آدمیون کو مثلہ کرونگا پس جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لائے رواہ ابن مردویہ وَإِمَّا دراصل آن ما تھا پس ان شرطیہ کو ما زائدہ مین ادغام کیا گیا۔ يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ نزغ دراصل بمعنے بگاڑ دینا چنانچہ بولتے ہین کہ نزغ بیتا اُسنے گھر بگاڑ دیا بعض نے کہاکہ بمعنے اغواء ہے پس آیت مین استعارہ تبعیہ ہے کہ معاصی پر اغواء کو نزغ سے تشبیہ دی گئی پھر اغواء کے واسطے نزغ مستعار لیکر اس سے ینزغنک کا اشتقاق ہوا پس نزغ بمعنے وسوسا اور ایسے ہی نغز ونخس ونسغ اسی معنے مین آتے ہین۔ زجاجؒ نے کہاکہ نزغ ذراسی حرکت کو کہتے ہین اور شیطان کی طرف سے ذراسا وسوسہ نزغ ہے اور مفسرؒ نے معنے آیت مین کہا اے ان یصرفک عما امرت بہ صارف۔ اگر تجھے اس چیز سے جسکا تجھکو حکم کیا گیا ہے کوئی پھیرنے والا پھیرے۔ شاید یہ تفسیر بنظر عموم بمعنے نزغ کے ہے ولیکن آیت مین نزغ مقید از جانب شیطان ہے پس اولیٰ واظہر یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ اگر تجھکو وسوسہ شیطانی سے کچھ بھی وسوسہ پہونچے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ تو اللہ تعالےٰ سے تو پناہ مانگ۔ یہ شرط کا جواب ہے اور فاستعذ امر کا جواب محذوف ہے اے فاستعذ باللہ یدفعہ عنک تو اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگ وہ تجھسے وسوسہ شیطان کو دور کردیگا۔ روایت ہے کہ جب قولہ خذ العفو نازل ہوا تو حضرت صلعم نے دعا کی کہ اے پروردگار مین غضب کا یعنے غصہ آجانے کا کیا علاج کرون تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنے قولہ اما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ۔ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝ وہ سننے والا ہے قول کا اور جاننے والا ہے فعل کا یعنے سمیع وعلیم ہونا اُسکی صفت قدیم ہین پس نزغہ شیطان سے استعاذہ کا سمیع و سمیع علیم ہے اور صحاح مین دو شخصون کا جھگڑنا اور ایک کا غضب مین ہوجانا اور حضرت صلعم کا فرمانا کہ مین ایک کلمہ جانتا ہون اگر اسکو یہ کہتا ہو تو اس سے یہ دور ہوجاتا جو اپنے جی مین پاتا ہے اور وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے۔ اور عیاذ کے معنے التجا کرنا اور بھروسا کرنا اور شر و برائی سے چھٹکارا مانگنا پس اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سے جسقدر شیطانی وساوس ہوتے ہین اللہ تعالےٰ انکو دور کرتا ہے بشرطیکہ حالت

مذکورہ کے وقت بندہ اپنے سچے دل سے اللہ تعالے کی طرف التجا لاوے اور اسی پر بھروسا کرکے شر و بدی سے چھٹکارا مانگے۔ واضح ہو کہ یہان ایک سوال وارد کیا گیا اور وہ یہ کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے پس اگر آنحضرت صلعم نبی معصوم ہوتے تو شیطان کو کوئی راہ نہ ملتی کہ آپ کے قلب مین نزغ و وسوسہ کرے جس سے استعاذہ کی ضرورت ہوتی حالانکہ یہ بات یقینی ہے کہ آنحضرت صلعم معصوم تھے۔ اور اس سوال کا بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ خطاب اُمت کے ہر فرد کو ہے اور رد کیا گیا کہ وہ خلاف ظاہر ہے اور بعض نے جواب دیا کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے لیکن مراد اس سے افراد اُمت ہین۔ اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب بطریق فرض و تقدیر کے ہے یعنے اگر بالفرض ایسا ہو تو استعاذہ کر۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک سوال ہی نہین وارد ہوتا ہے یہ سوال تو بالکل مہمل ہے اسواسطے کہ جملہ شرطیہ مذکورہ مین ملازمت نہ وارد ہے یعنے اگر آنحضرت صلعم معصوم ہوتے تو نزغ شیطان کو راہ نہوتی۔ اسکی ملازمت ممنوع ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم معصوم ہین تو نزغہ شیطان کے موافق معصیت سرزد نہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ آپ سے کوئی معصیت سرزد نہین ہوئی پس آپ معصوم ہین۔ حاصل یہ کہ معصوم ہونے مین اور نزغ شیطان مین کوئی منافات نہین ہے کیونکہ دل مین وسوسہ آنے سے عصمت باطل نہین ہوتی بلکہ جب کوئی امر جو شرع مین منکر ہے وہ سرزد ہو تو البتہ عصمت باطل ہو ولیکن اللہ تعالے اپنے انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ شیطان سے محفوظ رکھتا ہے اور معلوم ہے کہ صحاح مین وہ حدیث مروی ہے کہ ایک عورت آپ کے سامنے سے گذری پس آپ اُٹھکر حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے حجرہ مین تشریف لے گئے پھر باہر آئے تو آپ کے سر سے قطرات پانی کے ٹپکتے تھے اسکے بعد فرمایا کہ عورت کے آگے پیچھے شیطان مزین کرتے چلتے ہین پس جب تم مین سے کوئی شخص اچانک نظر مین اپنے دل مین کچھ پاوے تو اسکو چاہیئے کہ اپنی بیوی سے اپنی حاجت پوری کرلے پس دفع ہو جائیگا ہذا حاصل مافی الحدیث۔ اور وسوسہ کے بعض متعلقات قصہ آدم علیہ السلام مین گذرے مع قول حسن بصریؒ کہ شیطان کو اختیار دیا گیا ہے کہ سالوین آسمان پر وسوسہ پہونچاوے اور مراد آنکہ وسوسہ اُسکا اسکی ذات کے وہان رسائی پر موقوف نہین ہے اور بعض کلام تحت قولہ ثم یحکم اللہ آیاتہ الآیۃ انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگا پس اگر تحقیق حال منظور ہے تو ان مقامات کو جمع کرکے بوسعت نظر براحادیث غور کرنا چاہیے واللہ تعالے اعلم **ف فی العرائس** قولہ تعالے خذ العفو۔ اگر تیرا حق نہین پہچانتے یا کم پہچانتے ہین تو معاف کر اسلیئے کہ بعضے تو دل سے خواستگار و جان نثار ہین مگر اپنی وسعت بھر پہچان سکتے ہین اور بعضے مقہور بقہر ازل ہین وہ کچھ بھی نہین پہچانتے ہین۔ قولہ وأمر بالعرف۔ اپنے حکم دینے اور بدکامون سے ممانعت کرنے مین اُنپر مہربانی و نرمی فرما کیونکہ وہ حقائق احکام کے اُٹھانے سے ضعیف ہین۔ قولہ واعرض عن الجاہلین۔ ان جاہلون سے اعراض فرما جنکو تیرے پر نظر ڈالنے کی استعداد ہی نہین ہے۔ اشارہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ منکر کرامات اولیاء و معجزات انبیاء ہین وہ آدمیت کے درجہ کو کبھی نہین پہونچینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین دونون فریق موجود ہوئے ہین اور دونون ایمان سے خارج اور ایک دوسرے سے بدتر ہین نعوذ باللہ من الغباوۃ والجہالۃ۔ اللہ تعالے عز و جل نے چاہا کہ اپنے حبیب کو قدیم کے اخلاق سے لباس پہنا دے یعنے تجلی کشف و ظہور انوار فعل سے ملبوس فرما دے پھر چاہا کہ اسکو امر قدیم و کلام کریم سے ملبوس فرما دے تاکہ جمیع صفات کے ساتھ جمیع معانی سے متصف ہوکر جمیع اخلاق کریمہ سے آراستہ ہو جاوے اور اس فیض سے ایک قطرہ امت کو بھی مرحمت ہوا چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ تم لوگ اپنے خلق ویسے بناؤ جو اللہ تعالے عز و جل کے ہین **قال المترجم** ابتدائے حال یہ ہے کہ بندہ ان اخلاق مین متکلف ہوتا ہے یعنے جیسے نقل کسی اصل سے بتکلف ہوتی ہے اسیطرح کرتا ہے اور آخر رحمت الٰہی سے وہ اپنے افعال سے فنا ہوکر حقیقت حال سے متصف ہو جاتا ہے بدون حلول وغیرہ کے اور بدون کسی تشبیہ کے اور یہان استدلال زبانی کا کام نہین بلکہ تصدیق ایمانی

Marfat.com

درکار ہے اور حدیث قرب النوافل ایمان کے واسطے کافی ہے والسلام۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ظاہر و باطن بزرگ اخلاق کا حکم دیا اور وہ یون کہ خلایق کی لغزشون سے چشم پوشی کرین اور انکو اخلاق پاکیزہ کا حکم دین اور جاہلون سے اعراض کرین یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالے سے مڑے ہوئے ہین ان جاہلون سے مُنہ موڑین۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو کہا کہ جو آپ سے انقطاع کرے آپ اُس سے ملین اور جو آپ کو کسی چیز مین محروم رکھے آپ اُسکو دین اور جو آپ کے حق مین ظلم کرے آپ اُس سے عفو کرین اور جو آپ سے بدی کرے آپ اُسکے حق مین نیکی کرین۔ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ خذ ما صفا ودع ما کدر۔ صاف لے لے اور تلچھٹ چھوڑ دے۔ وقولہ تعالے واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم۔ شیطان قہر قدم کا کتا ہے جو وہ قلب کے ایک طرف نفس کے دروازہ پر کھڑا ہو کر بھونکے تو ہمارے قہر سے ہمارے لطف کی طرف بھاگ آنا چاہیئے۔ اور یون کہنا چاہیئے کہ اعوذ بک منک۔ پھر جب اس نور سے قلب منور ہوگیا تو اُسکے کنارے شیطان کی رسائی نہوگی کیونکہ اگر وہ ذرہ برابر بھی اس سے قریب ہو جاوے تو جلکر مر جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ فاسق وفاجر یعنے کافر و مشرک تو شیطان کے ردوے کھدوے بندے ہین اُنپر تو اس کو حاکم کہنا چاہیئے اور یہ اس سبب سے نہین کہ شیطان کو خود کچھ قدرت ہے بلکہ یہ لوگ مقہور ازلی ہین اور مقہور ہونے مین شیطان ان سب کا سردار ہے۔ اور رہے بندگان حق تعالے تو وہان شیطان چور ہے پس ایمان جب قلب مین ہے تو شیطان ہر وقت اسکی چوری کرنے پر آمادہ ہے سہ گر نہ موش دزد در انبانہاست ÷ خرمن عمر چہل سالہ کجاست ÷ پس نفس کے سراغ سے نواحی قلب تک پہونچتا ہے پھر جب اسمین تعوذ وغیرہ کی روشنی چمکی تو شیطان بھاگا۔ جہان انوار آلہی کا نزول ہو وہان شیطان مخذول ہو۔ فافہم۔ جریریؒ نے کہا کہ جو اپنا ہتھیار بھولا اسکو شیطان نے ایکدم مین اپنی بیڑیون مین قید کیا۔ اُستادؒ نے کہا کہ اگر تیرے دل مین شیطان کا کچھ وسواس اچانک آتا نظر آیا تو اللہ تعالے سے پناہ مانگ کہ وہ اپنی توفیق سے تجھے محفوظ فرمادیگا اور اگر تیرے سینہ مین حظوظ نفسانیہ کو دخل ہوتا نظر آوے تو اللہ تعالے سے پناہ مانگ وہ تجھکو تائید سے مستغنی فرمادیگا اور اگر مقام ترقی مین تجھے مشکوک کیا تو پناہ مانگ کہ اللہ تعالے تجھے تحقیق سے فیضیاب کریگا۔ پھر اللہ عز وجل نے اپنے اولیا مین سے اہل تقوی کو بیان فرمایا کہ انپر وساوس شیطانی وہواجس نفسانی سے امتحان لیا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالے کو یاد کرکے بیدار ہو جاتے ہین کما قال تعا

اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا اِذَا مَسَّهُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ تَذَکَّرُوۡا فَاِذَا هُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ ۝ وَاِخۡوَانُهُمۡ

جو لوگ ڈر رکھتے ہین جہان پڑگیا اُنپر شیطان کا گذر چونک گیے پھر تبھی اُنکو سوجھ آگئی اور جو شیطان کے بھائی ہین

یَمُدُّوۡنَهُمۡ فِی الۡغَیِّ ثُمَّ لَا یُقۡصِرُوۡنَ ۝

وہ انکو کھینچے جاتے ہین غلطی مین پھر وہ کمی نہین کرتے

پہلی آیت مین انبیا علیہم السلام کے ساتھ شیطان کے نزغ کا ذکر کیا اور وہ خفیف وسوسہ ہوتا ہے اور شاید وہ خفیف الحرکہ بسبب قلت کے ہو یعنے باریکی کی وجہ سے نزغ فرمایا اور ظاہر ہے کہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ شیطان کو کھلے کھلے وسوسہ کی مجال نہین ہے جیسے عوام کے ساتھ وسوسہ انداز ہوتا ہے۔ بالجملہ یہان اہل تقوی کا حال بیان فرمایا کہ جب انکو طائف شیطان پہونچتا ہے تو وہ بیدار ہو کر اللہ تعالے کی یاد سے ہوشیار ہو جاتے ہین بخلاف غیر متقیون کے کہ وے اور زیادہ گمراہی مین گھُسے چلے جاتے ہین چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا۔ جن لوگون نے تقوی کیا یعنے شرک و نافرمانی سے بچے۔ اِذَا مَسَّهُمۡ اصابہم۔ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ جب پہونچا اُنکو شیطان سے کوئی

طائف۔ یہان دو قراءۃ ہین ایک طیف بروزن سیف اور وہ قراءۃ ابن کثیر وابوعمرو وکسائی کی ہے اور دوسری قراءۃ طائف وہ باقی قرائ رحمہم اللہ کی قراءۃ ہے پس طیف یا تو مصدر ہے یا مخفف طیّف بروزن خیّر ہے کما قال الکسائی اور لغت مین اسکے معنے وہ چیز جو قلب مین متخیل ہو یا خواب مین نظر آوے کما قال النحاس و قال الشاعر ؎ فولی لطیفک نیئی عن تلقی عند المنام ؛ کیما انام فتنطفی نارتاجج فی العظام ؛ یعنے اے معشوقہ تو اپنے طیف سے یعنے خیال وتصور سے کہدے کہ سوتے وقت میری آنکھون کے سامنے سے ذرا ہٹ جاوے تاکہ مین سو جاؤن کہ جو آگ میری ہڈیون مین بھڑک رہی ہے وہ ذرا ٹھنڈی ہو جاوے۔ بالجملہ طیف ایسے امر متخیل کو کہتے ہین۔ ویقال طاف الخیال یطوف طیفًا۔ پھر بعض نے کہا کہ طائف کے بھی یہی معنے ہین جو طیف کے مذکور ہوے اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ دونون مین فرق ہے اسواسطے کہ طاف الخیال کے محاورہ سے طائف اسم فاعل نہین لاتے ہین کیونکہ وہ محض تخیل بے حقیقت ہے اور طائف وہ شیطان خود ہے اور قولہ فطاف علیہا طائف من ربک مین طیف نہین کہہ سکتے ہین اور وسوسہ وجنون وغضب وصرع یعنے مرگی کو بھی طیف کہتے ہین کیونکہ وہ ایک لمّہ شیطانی مشابہ خیال کے ہے۔ مفسرؒ نے قراءۃ طیف اختیار کی اور مس کی تفسیر اصابت سے ذکر فرمائی اور طیف سے الہام شیطانی مراد لیا۔ یعنے انکو چھو جاتا پہونچا۔ وقال البیضاویؒ طائف از طاف یطوف ہے گویا وہ اُنکے گرد پھرا اور یہ قدرت نہ پائی کہ ان مین اثر کرے اور یہ بنابر اسکے کہ دونون کے معنے واحد ہین اور تیسیر مین ہے کہ طیف وطائف جو عوارض شیطانیہ مین سے انسان کے اندر نازل ہو۔ اور بر تقدیریکہ مراد طائف سے نفس شیطان ہو تو بھی اسکے مس سے مراد وسوسہ وغیرہ ہوگا۔ قال ابن کثیرؒ طیف وطائف دونون قراءۃ مشہور ہین بعض نے کہا کہ دونون کے ایک معنے ہین اور بعض نے کہا کہ فرق ہے پھر بعض نے اسکی تفسیر غضب سے بیان کی یعنے جب انکو غصہ آیا جو بوسوسہ شیطانی ہوتا ہے اور بعض نے صرع وغیرہ سے اور بعض نے گناہ کا قصد کرنے سے اور بعض نے گناہ ہونے سے تفسیر کی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ارجح وہ تفسیر ہے جو شیخ مفسر جلالؒ نے ذکر فرمائی۔ حاصل آنکہ اہل تقوی کو جب الہام شیطانی سے کچھ پہونچتا ہے تو۔ تَذَکَّرُوْا یاد کرتے ہین اللہ تعالے کے عذاب کو اگر اس الہام کے موافق برا کام کرین اور ثواب کو اگر اطاعت پر رہین۔ فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ پس وہ حق بات کو ناحق سے دیکھنے والے ہو جاتے ہین یعنے اس تذکر و یاد کے ساتھ ہی اُنپر حق وناحق کھل جاتا ہے یا وہ وسوسہ شیطانی واسکی راہ کو جدھر سے آتا ہے دیکھ لیتے ہین۔ پھر واضح ہو کہ ظاہر آیت کریمہ سے الہام ایسے امر کا مراد ہے جو شرع مین معصیت ہے اور امراض مانند صرع وغیرہ کے مراد نہین ولیکن بعض ائمہ تفسیر نے اس سے بھی تفسیر کی جیسا کہ گذرا اور ابن مردویہ وغیرہ نے یہان ایک حدیث وارد کی جسکو اہل سنن وغیرہ نے بھی روایت کیا اور وہ یہ کہ ایک عورت نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے مرگی آتی ہے اور اس حالت مین ستر کھل جاتا ہے پس آپ دعا فرمادین کہ اللہ تعالے مجھے اس سے شفاء عطا فرماوے آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو مین دعا کرون اور اللہ تعالے تجھے اچھا کر دے اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور تیرے واسطے جنت ہی وہ بولی کہ مین صبر کرتی ہون اور مجھے جنت ملے ولیکن آپ یہ دعا فرمادین کہ مین اس حالت مین برہنہ نہوا کرون پس آپ نے دعا فرمائی اور اللہ تعالے نے اُسکو اس سے نجات دی وقد رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم۔ ابن عساکر نے ترجمہ عمرو بن جامع مین ذکر کیا کہ ایک نوجوان آدمی مسجد مین عبادت کیا کرتا تھا اسپر ایک عورت عاشق ہوئی اور اسکے پیچھے لگ گئی یہانتک کہ قریب ہوا کہ اس عورت کے ساتھ اس کے مکان کے اندر داخل ہو پس اُسکو یہ آیت یاد آئی ان الذین اتقوا اذا مسہم الآیۃ پس بیہوش ہوکر گر پڑا پھر افاقہ ہوا تو اسکو مکرر یاد آئی اور دوبارہ بیہوش ہوکر مر گیا رحمۃ اللہ علیہ پس عمرو بن جامع نے آکر اسکے باپ کو اسکی تعزیت دی اور وہ رات مین دفن ہو چکا تھا پس عمرو نے

اپنے ساتھیون سمیت جاکر اُسکی قبر پر نماز پڑھی پھر عمرو بن جامع نے آواز دی کہ اے فرزند سعید کلام اللہ مین حق تعالےٰ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان - پس قبر مین سے اس جوان نے آواز دی کہ اے عمرو مجھے اللہ عزوجل نے دو نون عطا فرمائی ہین اور دو بار عطا فرمائی ہین یعنے چار جنتین عطا ہوئی ہین - وَاِخْوَانُهُمْ اے اخوان الشیاطین من الکفار - اور کافرون مین سے شیطانون کے بھائیون کا یہ حال ہے کہ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ - مدد کرتے ہین شیاطین اُن کو غیّ مین - اخوان الشیاطین وہ گمراہ فاسق فاجر آدمی ہین جو شیاطین کی باتین مانتے اور اُن کی پیروی قبول کرتے ہین اور مراد ان سے کافر لوگ ہین کما قال تعالےٰ الم تر انا ارسلنا الشیاطین علے الکافرین توزہم الآیۃ - اور ضمیر اخوانہم مین شیطان کی طرف جو سابق مین مذکور ہے راجع ہے اور جمع کی ضمیر اس بنا پر کہ الشیطان سے جنس مراد ہے پس ضمیر جمع اس کی طرف راجع ہوسکتی ہے اور مَدّ بتشدید دال اور اَمَدّ دو نون ایک معنے مین ہین اور ایک جماعت اہل لغت نے جنمین سے ابوعبیدہ بھی ہین کہا کہ جب کوئی چیز دوسری چیز کو بذات خود بڑھاوے تو بولتے ہین کہ مَدّہ - اور اگر کسی اور چیز سے بڑھاوے تو اَمَدّ بولتے ہین کما قال تعالےٰ یمددکم ربکم - اور بعض نے کہا کہ مَدّ کا استعمال برائی مین ہے اور امد کا استعمال بھلائی مین - بالجملہ معنے اسکے دراز کرنا و بڑھانا - اور غیّ بمعنے ضلالت و جہالت و گمراہی - حاصل آنکہ اخوان الشیاطین کا بیان یہ ہے کہ شیاطین ان کو گمراہی مین بڑھاتے اور انکے واسطے مدد ہوجاتے ہین زمخشری نے اسی تفسیر کو اوجہ قرار دیا اور یہی عامہ مفسرین کا قول ہے - اور قتادہ سے مروی ہے کہ معنے یہ ہین کہ شیاطین جو جاہلون یا غیر متقیون کے بھائی ہین وہ جاہلون و غیر متقیون کو جہالت مین مدد کرتے ہین - ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ جن ہین جو اپنے دوستون کو انسانون مین سے وحی کرتے ہین - یعنے ان کے دلون مین شیطانی وسوسہ ڈالتے حتی کہ اُن کے اعتقاد بگاڑتے اور فسق و فجور پر آمادہ کرتے چلے جاتے ہین - ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ اقصار کسی چیز سے باز رہنا ثم لا یقصرون پھر باز نہین رہتے ہین - ابن عباسؓ نے کہا کہ تھکتے نہین اور ملال آگین نہین ہوتے یعنے شیاطین اپنے بھائی کافرون غیر متقیون کو ضلالت مین کھینچتے چلے جاتے ہین باز نہین آتے یہانتک کہ دم مرگ سے انکے لیے جہنم واجب ہوجاوے اور کافر کو اپنے اوپر نظر نہین ہوتی اور نہ متقیون کے مانند وہ عہد یاد کرتا ہے تاکہ اس سے باز آوے - الحاصل نہ انسان اپنی بدکرداری سے باز رہتا ہے اور نہ شیاطین اُن کو گمراہی مین گھسیٹنے سے رکتے ہین - ہکذا روی عن ابن عباسؓ و علی ہذا قولہ لا یقصرون - انس و شیاطین دو نون کے فعل پر محمول ہے اے ثم لا یقصر الشیطان والانسان اور مفسر سیوطیؒ نے فقط انسان سے متعلق کیا یعنے جیسے متقی بندے حکم آلہی یاد کرکے بیدار ہوجاتے ہین ویسے کافر متذکر و مبصر نہین ہوتے جو اخوان الشیاطین ہین - ف فی العرائس قولہ ان الذین اتقوا اذا مسہم الآیۃ - شیطان جو حسد کرنے والے دشمن ہین وہ دور سے اولیاء اللہ تعالےٰ کو تاک کر وسوسون کے تیر چلاتے ہین اور سب خطا کرتے ہین کوئی نہین لگتا مگر جبھی کہ وہ لوگ ایک لحظہ اپنے معبود کی یاد سے غافل ہوے ورنہ اگر حضوری پر قائم ہوتے ہین تو سرا رکوس انکے پاس پھٹکنے کی طاقت و قدرت نہین رکھتے ہین - پھر جب غفلت کے دم مین اُنکو کوئی وسوسہ ہو پہنچ گیا تو محسوس کرکے اُسکو فوراً یاد آلہی سے دور کرتے اور جناب ازلی اور درگاہ باری تعالےٰ عز سلطانہ و جل جلالہ کی طرف رجوع لاتے ہین پس یاد آلہی کے شہاب ثاقب سے اُنکو مار کر جلا دیتے ہین وقال تعالےٰ فاذاہم مبصرون نقل ہے کہ شیخ جنیدؒ نے خواب مین ابلیس کو دیکھکر پوچھا کہ بھلا تم مین سے کسی کو یہ قدرت ہے کہ ان بندون کی مجلس مین گذرے جو یاد مین مشغول ہوتے ہین وہ بولا کہ جیسے ہم مین سے کوئی شیطان تم مین سے کسی عوام کو چھوکر صرع مین ڈال دیتا ہے ایسے ہی جب ہم مین سے کوئی تمھاری مجلس ذکر مین گذرتا ہے تو صرع مین پڑجاتا ہے پس جیسے تم اپنے آدمی کو مصروع کہتے ہو ویسے ہم اپنے کو مانوس کہتے ہین - بعض مشائخ نے کہا کہ آیت کریمہ مین اُن

Marfat.com

متقیون کا بیان ہے جنھون نے اپنے سر باطنی کو انس و قرب کے حوالہ کیا اور اپنے نفس کو فتنہ و طیف شیطانی سے ممنوع رکھا اور ہر دم زبان یا دل سے یاد حق سبحانہ تعالیٰ سے غافل نہین ہین

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ

اور جب تو لیکر نہ جاوے اُن پاس کوئی آیت کہین کچھ چھانٹ کیون نہ لایا تو کہہ مین چلتا ہون اُسی پر جو حکم آوے مجکو میرے رب سے یہ سوجھ کی باتین ہین تمہارے

رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

رب کیطرف سے اور راہ کی اور مہر ہے اُن لوگون کو جو یقین لاتے ہین

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ اور جب نہ لایا تو انکے پاس یعنے اہل مکہ کے پاس ۔ بِاٰيَةٍ ایسی کوئی آیت جسپر انھون نے ہٹ کی یعنے اُن کی ہٹ کا معجزہ نہ دکھلایا جیسے مکہ چوڑا ہو جاوے یا کوہ صفا سب سونے کا ہو جاوے اور مانند اُن کے اور خرافات ہٹ کی باتون کے تو ۔ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا کہتے ہین کہ کیون نہین تو نے اسکو اجتبار کیا ۔ محاورہ بولتے ہین کہ اجتبی الشیٔ یعنے اپنے واسطے وہ شیٔ جمع کر لی پس معنے یہ ہوے کہ کیون نہین تو نے اُسکو جمع کیا اپنی طرف سے بناکر ۔ پس اجتبار باب افتعال سے ہے پس اپنی طرف سے افتعال اور بنا لینا اس سے نکلتا ہے ۔ بعض نے کہا کہ اجتبار بمعنے اختلاق ہے بولتے ہین کہ اجتبی الکلام اے اختلقہ یعنے اپنی طرف سے بات بنائی ۔ لہذا ابن عباسؓ نے تفسیر فرمائی کہ کیون نہین تو نے آیت کو اپنی ذات سے پیدا کیا ۔ اور قتادہ و سدی و عبدالرحمن بن زید نے کہا یعنے تو اپنی طرف سے اُسکو کیون نہین نکال لایا ۔ اسی کو ابن جریرؒ نے اختیار کیا ۔ ضحاکؒ نے فرمایا یعنے تو اسکو آسمان سے خود کیون نہین لے آیا ۔ بعض نے لکھا کہ جب وحی مین دیر ہوتی تو کافر لوگ آنحضرت صلعم سے یہ بات کہتے تھے ۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کفار قریش آنحضرت صلعم سے کہا کرتے کہ ہماری مانگی ہوئی نشانی آپ کوشش کر کے اللہ تعالےٰ سے کیون نہین مانگتے ہین کہ ہم اسکو دیکھکر ایمان لے آدین ۔ اللہ عز و جل نے آنحضرت صلعم کو جواب دینے کا حکم فرمایا کہ ۔ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ یعنے تو ان لوگون سے کہدے کہ مین تو اسی بات کی اتباع کرتا ہون جو میرے پروردگار کی طرف سے مجھے وحی کیجاوے ۔ یہ مجھے اختیار نہین ہے کہ اپنے آپ سے کوئی بات لے آؤن ۔ ابن کثیرؒ نے کہا یعنے مین جناب الٰہی مین پیش قدمی کر کے نہین مانگتا پس اگر اجازت ہوئی تو مانگتا ہون اور خود دیدی گئی تو لے لیتا ہون ورنہ جرأت نہین کرتا ۔ پھر اُن کو ارشاد کیا کہ تمہارے مقدمہ مین اگر ایمان ہے تو اس قرآن سے بڑھکر کون معجزہ و نشانی ہوگی ۔ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ یہ قرآن تو کھلی حجتین ہین تمہارے پروردگار کی طرف سے ۔ بصائر جمع بصیرت بمعنے حجت ۔ چونکہ قرآن مجید سبب ہے عقول کے بصائر کا پس بطریق اطلاق اسم سبب بر مسبب کے اسپر بصائر کا اطلاق ہوا اور اخفش نے کہا کہ قرآن کو بصیرت بطریق مجاز یون کہا جیسے کہتے ہین کہ انت حجۃ علیک ۔ تو خود اپنے اوپر حجت ہے اور حدیث مین ہے کہ قرآن تیرے لیے حجت ہے یا تجھپر حجت ہے یعنے قرآن مجید سے جنھون نے نفع پایا انکے واسطے قیامت مین حجت ہے اور جنھون نے اس سے کفر کیا انپر یہ حجت ہے ۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اور ہدایت و رحمت ہے ایسی قوم کے واسطے جو اس پر ایمان لاتے ہین ۔ بعض نے کہا کہ لوگون کے درجات متفاوت ہین بعض تو علم توحید مین انتہائی درجہ کو پہونچکر گویا آنکھون دیکھنے والے ہوگئے اور یہی عین الیقین کے مرتبہ پر ہین اور بعضے بطریق استدلال و نظر کے یقین پر ہین جنکو علم الیقین والے کہتے ہین ۔ اور بعضے مسلمان ماننے والے ہین اور یہی حق الیقین والے عامہ مومنین ہین ۔ پس پہلون کے واسطے تو قرآن بصائر ہے اور دوسرون کے واسطے ہدایت ہے اور عامہ مومنین کے واسطے رحمت ہے ۔ اور اول وہ ہے جو ابوالسعود رح نے کہا کہ

قرآن کا قلوب کے واسطے بصائر ہونا سب کی نسبت متحقق ہے اور اسی سے سب پر حجت قائم ہے اور رہا اسکا ہدایت ورحمت ہونا تو یہ مومنون کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ یہی ان کے انوار سے مستفیض ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید ہے اسواسطے کہ اگر عین الیقین والون کے واسطے بصائر ہو تو مشرکین کے واسطے درحقیقت بصائر نہوا پس انپر حجت قائم نہوگی حالانکہ یہی عین مقصود ہے علاوہ برین مخاطبین کفار کے واسطے بصائر قرار پاوے اور عامہ مومنین اس سے محروم ہون لہذا قول شیخ ابو السعود صواب ہے واللہ اعلم

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اسطرف کان رکھو اور چپ رہو شاید تم پر رحم ہو

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اس کلام مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ اوپر سے مربوط و اسی پر معطوف ہو یعنے جب بیان فرمایا کہ قرآن مجید لوگون کے واسطے بصائر و مومنون کے واسطے ہدایت ورحمت ہے تو حکم دیا کہ اسکی تعظیم و احترام کے واسطے جب پڑھا جاوے تو خاموش ہو کر سنو اور جو کفار قریش نے نکالا تھا کہ - لاتسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ الآیہ - یعنے آپس مین ایک دوسرے کو تاکید کرتے کہ اس قرآن پر کان نہ دھرو اور کانون کانون مچادو جیسا کہ ایک آیت مین آیا ہے اس سے منع فرمایا کہ نہین بلکہ تم کان دھر کر سنو تاکہ جو حکمتین و خوبیان اس مین بھری ہین اس سے تمکو نصیحت حاصل ہو - دوم احتمال یہ کہ کلام مستانف ہو یعنے یہان سے ایک جدید حکم شروع کر کے بیان فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جاوے یعنے آنحضرت صلعم پڑھ کر سنادین یا کبھی کوئی پڑھے - فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ تو تم کان لگا کر سنو - وَاَنْصِتُوْا اور چپ رہو تاکہ حواس ٹھیک رہین اور خوض سے سمجھو اور نفع پاؤ - لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ شاید تم رحم کیے جاؤ - یعنے اگر گوش دل سے یقین و انتفاع حاصل کرو تو اُمید وار ہو کہ اللہ تعالے تمپر رحمت فرماوے - اور بعض نے کہا فاستمعوالہ کے یہ معنے ہین کہ اسپر عمل کرو اور اس کے حکم سے تجاوز مت کرو - اور یہ جیسے کہتے ہین کہ اے فلانے ہماری بات سُن یعنے اسی پر کاربند ہو - پھر واضح ہو کہ آیت مین استماع و انصات کا حکم آیا وجوب کے واسطے ہے یا سوا اسکے ہے - تو بیضاویؒ نے لکھا کہ ظاہر لفظ تو اسی کو مقتضی ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو استماع و انصات واجب ہے خواہ نماز مین ہو یا نماز سے باہر ہو ولیکن عامہ علمار کے نزدیک نماز سے باہر یہ دونون مستحب ہین - مترجم کہتا ہے کہ عامہ علمار سے شاید شافعیہ و اسمہ علمار مراد لیے ہین واللہ اعلم و علمار حنفیہ کے نزدیک موافق اصول کے سننے والے پر مطلقاً ہر حال مین سننا و سکوت واجب ہے کما فی الخلاصۃ وغیرہا سوائے چند صورتون کے جو فقہ مین مستثنیٰ ہین اور وہین یہ تفصیل پوری تلاش کرنی چاہیئے - اور یہی حضرت حسن بصریؒ و اہل ظاہر کا قول ہے - مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جماعت کا امام اگر کوئی آیت رحمت یا آیۂ عذاب پڑھے تو مقتدی کو رحمت مانگنا یا عذاب سے پناہ چاہنا مکروہ ہے بلکہ سکوت کرے - کما فیما رواہ عبد الرزاق عنہ - ابو ہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جسنے کتاب اللہ تعالے کی کوئی آیت کان لگا کر سُنی تو اسکے لیے کئی گونہ نیکی لکھی جائیگی اور جسنے اُسکو پڑھا اُسکے لیے قیامت مین نور ہوگا - رواہ احمد - معاویہ بن قرہؒ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے اپنے مشائخ مین سے ایک سے یہ بات پوچھی - راوی کہتا ہے کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا تو جواب دیا کہ جو کوئی قرآن سُنے اسپر خاموش ہونا اور کان لگا کر سننا واجب ہے کما رواہ ابن مردویہ - پھر واضح ہو کہ بر تقدیریکہ آیت کریمہ استیناف ہو تو سبب نزول اسکا کیا واقع ہوا - اسمین اختلاف ہے - ایک قول یہ کہ نماز مین ہے اور اس مین دو قول گویا متحد المعنے ہین ایک یہ کہ نماز مین لوگ باتین کیا کرتے تھے اس سے ممانعت فرمائی - دوم یہ کہ نماز مین امام کی قراءۃ سننے و خاموش رہنے کا حکم دیا گیا - قول دوم یہ کہ خطبہ جمعہ و عیدین مین نازل ہوئی ہے - قول سوم یہ کہ آنحضرت صلعم قرآن پڑھتے تھے اور ایک

Marfat.com

جوان انصاری حاضر تھا تو جب آنحضرت صلعم کچھ پڑھتے وہ بھی وہی پڑھتا جاتا پس یہ آیت نازل ہوئی ۔ کما رواہ ابن جریر عن الزہری رحمہ اللہ ۔ اور اس روایت کی اسناد جید ہے اور ائمہ حنفیہ کے واسطے دلیل ظاہر ہے کیونکہ نماز سے خارج استماع و انصات کا حکم ہوا ہے اور بتکلف سے تاویل کرنا نہیں چاہیئے ہے ۔ واضح ہو کہ شیخ مفسر رحمہ نے قول دوم کو ارجح قرار دیا اور کہا کہ خطبہ مین باتین کرنی چھوڑنے کے بارہ مین نازل ہوئی ہے اور خطبہ ہی کو قرآن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ خطبہ مین قرآن کی آیات ضرور پڑھی ہین ۔ کمالین مین کہا کہ یہ قول سعید بن جبیر و عطار و مجاہدؒ سے مروی ہے اور ابو الشیخ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ خطبہ جمعہ و عیدین کے بارہ مین ہے ۔ و فی تفسیر الحافظ ابن کثیرؒ حسن بصریؒ نے کہا کہ یہ آیت نماز مین و خطبہ سننے کے وقت ہے ۔ اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ روز عید الفطر و عید الضحی و روز جمعہ اور ان نمازون کے بارہ مین ہے جنمین امام جہر سے (آواز سے) پڑھے ۔ اور اسی قول کو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا کیونکہ خطبہ جمعہ کے وقت خاموشی کا حکم ہے ۔ پوشیدہ نہ رہے کہ مفسرؒ نے جو قول اختیار کیا وہ خلاف جمہور ہے اور ارجح بھی نہین حالانکہ خطبہ کتاب مین وعدہ کیا ہے کہ ارجح قول اختیار کرونگا ۔ معالم و کشاف و بیضاوی وغیرہ مین اولی و اصح قول اول قرار دیا کہ یہ آیت نماز مین استماع قراۃ الامام و خود سکوت کرنے کے بارہ مین نازل ہوئی ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ خطبہ جمعہ و عیدین تو مدینہ مین ہوا ہے اور یہ آیت مکیہ ہے پس نزول اس کا نماز کی قراۃ کے بارہ مین ہوا اور یہی قول حضرت حسن بصریؒ و زہری و نخعی کا ہے اور بیہقی نے امام احمد سے روایت کی کہ کہا کہ علماء نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ یہ آیت نماز کی قراۃ مین نازل ہوئی ہے اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت استماع و انصات کا حکم ہے ولیکن نماز فریضہ مین یہ اور زیادہ موکد ہوا ہے جبکہ امام جہر سے قراۃ کرے جیسا کہ حضرت ابو موسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ۔ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا ۔ یعنے امام اسی واسطے کیا گیا ہے کہ اسکے پیچھے اقتدار کیجاوے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراۃ کرے تو تم خاموش رہو ۔ رواہ مسلم و اہل السنن ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز مین لوگ باتین کیا کرتے تھے پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو خاموشی کا حکم کیے گئے ۔ مترجم کہتا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کسی اور سے سنکر یہ سبب نزول روایت کیا ورنہ ابو ہریرہؓ کا اسلام لانا زمانہ خیبر مین بعد ہجرت کے واقع ہے ۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نماز مین آپسمین ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے تھے پس قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ۔ رواہ ابن جریر اور نیز ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھون نے نماز پڑھی پس کچھ لوگون سے سُنا کہ وے امام کے ساتھ پڑھتے تھے پس جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اے لوگو کیا ابھی وہ وقت نہین آیا کہ تم سمجھو اور کیا ابھی وہ وقت نہین آیا کہ تم بوجھو اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اسکو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالے نے تم کو فرمایا ہے رواہ ابن جریرؒ ۔ پھر ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایسی نماز سے جسمین جہر سے قرارت فرمائی تھی سلام پھیر کر فرمایا کہ کیا تم مین سے کسی نے ابھی میرے ساتھ کچھ پڑھا ہے تو ایک نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ تو فرمایا کہ مین کہتا ہون کہ یہ میرے واسطے کیا ہے کہ مین قرآن مین منازعت کیا جاتا ہون راوی کہتا ہے کہ پھر جس نماز مین آنحضرت صلعم جہر سے قراۃ فرماتے اس مین لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ قراۃ کرنے سے باز رہے جبکہ اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے یہ سُن لیا ۔ رواہ احمد و اہل السنن و قال الترمذی حدیث حسن و صححہ ابو حاتم الرازی اور زہری رحمہ اللہ نے جو تابعین مین سے بڑے ثقہ مشہور عالم ہین فرمایا کہ جن نمازون مین امام جہر سے پڑھے اس مین کوئی مقتدی کچھ قراۃ نکرے اور مقتدیون کو امام کی قراۃ کافی ہے اگرچہ وہ انکو اپنی آواز نہ سناوے ولیکن جن نمازون مین امام آہستہ پڑھتا ہے اُن مین مقتدی آہستہ بدون آواز نکالے پڑھین اور امام کے پیچھے والے لوگون مین سے کسی کو نہین چاہیئے کہ آہستہ یا آواز سے اُسکے پیچھے کچھ پڑھے کیونکہ

اللہ تعالے فرماتا ہے واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ علماءؒ مین سے ایک گروہ کا یہی مذہب ہی کہ جہریہ
نماز مین مقتدی پر کچھ قراءۃ نہین واجب ہے نہ سورۂ فاتحہ کی اور نہ کسی اور سورہ کی اور یہی امام شافعی کا قول قدیم مانند مذہب امام مالکؒ
کے ہے اور یہی امام احمدؒ سے ایک روایت ہے اور شافعیؒ نے قول جدید مین کہا کہ امام کے سکتاتؑ مین وہ سورہ فاتحہ پڑھ لے اور یہی صحابہ و
تابعین واتباع مین سے ایک گروہ کا قول ہے۔ اور امام ابو حنیفہ واحمد بن حنبل نے کہا کہ مقتدی پر کچھ قراءۃ نہین واجب ہے نہ نماز سریہ مین
اور نہ جہریہ مین۔ بدلیل حدیث کہ جسکا امام ہو تو امام کی قراءۃ اُسکے واسطے قراءۃ ہے اور اس حدیث کو امام احمدؒ نے مسند مین مرفوع روایت کیا
اور موطا مالک مین جابر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے اور یہی اصح ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر مین
روایت کیا کہ یہ نماز مفروضہ مین ہے۔ یعنے استماع قرآن وانصات کا حکم نماز مفروضہ مین ہے اور ایسا ہی عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے اور ابن جریر وغیرہ نے عبید بن عمیر وعطار بن ابی رباح ومجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ
جمہور کا قول اس کے سبب نزول مین کہ نماز مین استماع قرآن وانصات مین یہ حکم نازل ہوا ہے یہی صحیح ہے اور خطبہ جمعہ وعیدین مین
استماع وانصات اس مین داخل ہے نہ آنکہ یہی سبب نزول واقع ہوا اسواسطے کہ سبب نزول فی الحقیقۃ متقدم ہوتا ہے اور جمعہ وعیدین
بعد ہجرت کے مدینہ مین واجب ہوئے ہین اور اس تکلف کی حاجت نہین کہ حکم پہلے نازل ہو گیا پھر سبب کا وجود ہوا حالانکہ نماز مین کلام
کرنے وغیرہ سے ممانعت واس مین استماع وانصات کی روایات موجود ہین پس متعین ہوا کہ نماز مین استماع وانصات کے واسطے یہ حکم نازل
ہوا ہے۔ پھر واضح ہو کہ نماز مین قرآن کا استماع وانصات جبھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا شخص پڑھتا ہو کیونکہ خود پڑھنے والے سے انصات
کیونکر ہو گا پس جب امام پڑھے تو مقتدی پر استماع وانصات واجب ہے اور یہ بھی جب ہے کہ امام جہر سے یعنے آواز سے پڑھتا ہو۔ اور اسکا
حاصل یہ ہوا کہ جب نماز مین امام آواز سے قرآن پڑھے تو مقتدی اُس کے سُننے پر کان لگاوین خواہ دوری کی وجہ سے اُن کو سنائی دے
یا نہ دے اور خاموش رہین اور جب امام آواز سے قرآن نہ پڑھتا ہو مثلاً ظہر یا عصر کی نماز ہو تو اس مین استماع وانصات کا حکم جاری
نہین ہو سکتا ہے پھر واضح ہو کہ جہریہ نمازون مین مقتدی پر امام کی ابتداء سے سب قراءۃ یعنے سورۃ الفاتحہ سے سننا وخود سکوت رکھنا
واجب ہے یا یہ حکم سوا سورۃ الفاتحہ کے ہے۔ کلام اس مین سزاوار یون ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بارہ مین شرع سے کیا حکم ثابت ہے وہ
بیان ہو پھر ہر دو صورت مین غور کرنا چاہئیے پس صحیحین مین حدیث ہے جسکے معنے یہ ہین کہ نماز نہین اُس شخص کی جسنے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی۔
ایک روایت مین ہے کہ ادا ہے کافی نہین نماز اُس شخص کی جسنے فاتحہ نہ پڑھی۔ مترجم کہتا ہے کہ لفظ مین لاتجزی۔ ہے ومنہاج مین
بیضاویؒ نے کہا کہ الاجزاء ہوالاداء الکافی۔ یعنے کافی طور پر ادا ہونے کو اجزاء کہتے ہین یہین سے کہا گیا کہ اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھی اور
قرآن مین کچھ اور پڑھ لیا تو اداء کافی نہوگی بلکہ ناقص ہوگی اور یہ نہین کہ بالکل باطل ہو اور اسی پر دلیل ہے قولہ تعالے فاقرؤا ما تیسر
من القرآن۔ یعنے پڑھو جو میسر ہو قرآن سے۔ اور اسی پر دلیل ہے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جسنے ایسی نماز پڑھی جسمین سورۂ فاتحہ نہ پڑھی
تو وہ خداج ہے یعنے ناقص ہے۔ رواہ الجماعۃ الا البخاری یہین سے حنفیہ نے فرمایا کہ بقدر ماتیسر تو قرآن فرض ہے کیونکہ دلیل قطعی متواتر سے
یعنے قرآن مجید سے ثابت ہے اور احادیث صحاح سے سورہ فاتحہ تمام پڑھنا نکلتا ہے لیکن یہ احادیث متواتر نہین ہین پس بسبب فرق متواتر وغیر
متواتر کے کہا کہ اول تو فرض ہے اور دوم واجب ہے۔ اور یہ فرق خود بدیہی ہے محتاج بیان نہین ہے بدین معنے کہ فرض وواجب مین اس
طور پر تفریق کیجاوے اور شارح منہاج نے یہ فرق تسلیم کیا اور کہا کہ ایسا ہی ہونا چاہئیے۔ پھر ایک حدیث مین سورہ فاتحہ زیادہ نہ پڑھنے والے کی

Marfat.com

نماز کو لاصلوٰۃ فرمایا۔ یعنے اسکہ اجزا نہین ہے۔ اور حدیث معروف جسمین حضرت صلعم نے ایک شخص کو جو اچھی طرح رکوع سجدہ پورا نہ کرتا تھا نماز کا کافی طریقہ سکھلایا اور ایک رکعت کا حال بیان فرماکر اُس سے کہا کہ اپنی تمام نماز مین ایسا ہی کر۔ تو اس سے بعض نے نکالا کہ ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ واجب ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے یہ استدلال ضعیف ہے اسواسطے کہ اول رکعت مین سورۂ فاتحہ مع ما تیسر پڑھنے کا حکم دیا تھا پس اگر ایسا ہی کرنے سے ہر ہر جزو کی طرف اشارہ ہو تو ہر رکعت مین فاتحہ مع سورہ واجب ہوا جاتا ہے حالانکہ اس کا قائل کوئی نہین ہے ابو سعیدؓ کی حدیث مین البتہ آیا کہ ہم کو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ پڑھین۔ پس اگر یہ حدیث اپنے اسناد سے ثابت ہو تو دلیل ہوگی کہ ہر رکعت مین فاتحہ واجب ہے۔ اب یہ غور چاہیے کہ سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا وجوب تنہا پڑھنے والے اور امام پر ہے یا مقتدی پر بھی ہے پس بدلیل بعض روایات کے جنمین سورۂ فاتحہ کے ساتھ زائد کا بھی حکم ہے یہ ثابت ہوا کہ تنہا پڑھنے والے یا امام پر یہ حکم ہے کیونکہ مقتدی پر زائد پڑھنا کسی نے نہین کہا اور جابرؓ سے روایت ہے کہ جسنے کوئی رکعت پڑھی اور اس مین سورۂ فاتحہ نہین پڑھی تو اُسنے وہ نہ پڑھی الا آنکہ امام کے پیچھے ہو۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوا کہ نماز فجر مین آنحضرت صلعم پر پڑھنا بھاری ہو گیا تو بعد سلام کے فرمایا کہ جب مین جہر سے قرات کرون تو کوئی کچھ نہ پڑھے سوائے ام القرآن یعنے سورۂ فاتحہ کے کیونکہ جسنے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اُسکی نماز نہین ہے۔ اور اسی حدیث کو ابن حبان نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اس مین یون ہے۔ فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔ یعنے امام جہر سے پڑھتا ہو تو تم قراءۃ مت کرو اور چاہیے کہ تم مین سے آدمی سورۂ فاتحہ کو اپنے جی مین پڑھ لے۔ اسیطرح اس حدیث کو طبرانی و بیہقی رح نے بھی روایت کیا۔ اب مین سوال سابق کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حکم استماع و انصات کا مطلقاً ہے یا سوائے سورہ فاتحہ کے ہے تو جواب کے دو طریقے ہین ایک تو بیان مذاہب مجتہدین اور دوم تحقیق مقام ولیکن اس مسئلہ کی تحقیق کے واسطے دوسرا مقام بسیط درکار ہے یہان فی الجملہ دلائل کے ساتھ بیان مذاہب پر اقتصار کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و نیز تابعین و اتباع رحمہم اللہ مین دونون مذہب والے موجود تھے اور بسبب اُلفت باہمی کے جو لوازم و مقتضیات ایمان سے ہے ایک دوسرے پر انکار نہین کرتے تھے پھر مجتہدین مین سے جس نے تاکید سورۂ فاتحہ پڑھنے پر نظر کی اُنھون نے مقتدی پر بھی امام کی قراءۃ کی حالت مین سورہ فاتحہ پڑھنا واجب جانا ہے لیکن یہ استدلال انکا تعمیم سے ہے یعنے مثلاً آنحضرت صلعم کا ارشاد جسکا حاصل یہ ہے کہ جسنے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اُسنے نماز نہ پڑھی۔ یہ عام ہے امام و مقتدی دونون کو شامل ہے پس مقتدی پر بھی واجب ہے اور اس استدلال مین ضعف ہو جائیگا اگر یہ ثابت ہو کہ امام کی قراءۃ کے ساتھ مطلقاً معارضہ نہین ہو سکتا جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے اگرچہ آیت کریمہ بھی عام ہے پس میرا مقصود اثبات و تضعیف نہین اور نہ قواعد اصولیہ کے موافق تحقیق کرتا ہون بلکہ طریقہ اور راہ بتانا مقصود ہے۔ ہان اُن احادیث سے تقویت لائی جاتی ہے جن مین مقتدی کو سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے اور بعض علما نے اسکو بھی نقل نہین جانا کیونکہ آواز سے پڑھنے کی اجازت تو مسلم ہے کہ نہین دی گئی بلکہ بقرینہ روایات دیگر اس کی تاویل کرکے کہا گیا کہ عام اجازت سے مراد یہ کہ اپنے جی مین پڑھے یعنے خفیہ پڑھے پس بعید نہین کہ بقرینہ دلائل و روایات دیگر و رفع اختلاف کے جی مین پڑھنے سے (یعنے مقتدی کو) حقیقی صورت مراد ہو اگرچہ پڑھنے کا اطلاق مجاز سہی یعنے دل مین پڑھنا ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ متضمن حمد و ثناء الٰہی و دعا کو ہے اور خود حدیث قدسی قسمت الصلوٰۃ جو تفسیر سورہ فاتحہ مین گذری ہے اس کی شاہد ہے پس اس تقدیر پر یہی قول اصح ہوگا کہ امام کی قرات سُننا اور خود سکوت کرنا مطلقاً واجب ہے جیسا کہ عموم آیت کریمہ سے ظاہر ہے اور نیز حدیث صحیح مسلم وغیرہ جو ابو موسیٰ اشعری رض کی روایت سے گذری کہ اذا قرأ فانصتوا۔ یعنے جب امام تکبیر کہے تو تم اسکے ساتھ تکبیر کہو پھر

Marfat.com

جب قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ یہ شاہد قوی ہے اور حدیث مالی انازع القرآن جو اوپر گزری اپنے عموم پر باقی ہے اور حدیث جابر رضہ جسنے ایسی رکعت پڑھی جسمین سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اُسنے نہ پڑھی الا آنکہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ تو اس سے جیسے اس امر کی تائید نکلی کہ موافق ظاہر آیت کے استماع و انصات مطلقاً واجب ہے ویسے ہی حدیث عموم و وجوب قراءۃ فاتحہ کے معنے ظاہر ہوے کہ امام و منفرد مراد ہے نہ مقتدی اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جو اوپر گزری اس معنے کے واسطے صریح ہے اور حدیث انما جعل الامام لیوتم بہ الخ کی مؤید و متفق دوسری حدیث ہے کہ جس نمازی کے آگے امام ہو تو امام کی قراءۃ وہی اس کی قراءۃ ہے پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معنے آیت کریمہ کے اپنے عموم پر ہین یعنے جب امام قرارت کرے تو مقتدیون پر استماع و سکوت واجب ہے خواہ سورۂ فاتحہ پڑھے یا اس سے زائد اور سابق مین بیان ہو چکا کہ یہی ائمہ حنفیہ کا اور مشہور امام احمدؒ کا مذہب ہے ہان دعا کرنا دل ہی دل مین جیسے امام آواز سے دعا کرتا ہے جائز ہے بلکہ موکد ہے اور یہ گویا استماع و انصات کے معنے مین ہے۔ اب رہا یہ کہ جن نمازون مین امام جہر نہین کرتا تو پہلے بیان ہوا کہ اسمین آیت کریمہ کا حکم جاری ہونا بنظر سبب نزول کے مقصود نہین ہے لہذا بعض ائمہ نے اس مین مقتدی پر قراءۃ فاتحہ واجب جانی ہے لیکن ائمہ حنفیہ نے بدلیل حدیث قراءۃ الامام قراءۃ لہ کے کہا کہ امام ہی کی قراءۃ اس کی قراءۃ ہو گئی پس وہ نہ پڑھے لیکن اس سے عدم جواز نہین نکلتا ہے۔ ہان ظہر کی نماز مین آنحضرت صلعم کے پیچھے کسی نے کچھ پڑھا تھا اور اسطرح پڑھا تھا کہ آنحضرت صلعم نے سُن لیا تو اسکو فرمایا حتی ظننت ان بعضکم قد خالجنیہا۔ پس اس سے نکلتا ہے کہ مکروہ جانا ولیکن عدم جواز پر استدلال اس سے ضعیف ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ بندۂ ضعیف کو یہان آیت کریمہ کی تفسیر سے غرض ہے اور اس مین نماز سریہ مین یعنے جسمین امام جہر سے نہین پڑھتا استماع و انصات کا حکم جاری نہین پس اس سے بحث کی بھی یہان کچھ ضرورت نہین ہے اور نماز جہریہ مین مطلقاً استماع و انصات جیسا ائمہ حنفیہ کا مذہب موافق ظاہر آیہ کریمہ ہے مترجم کے نزدیک قوی و مختار ہے پس حاصل تفسیر موافق اس سبب نزول کے جو جمہور کا قول ہے یہ ہوا کہ نماز مین جب امام آواز سے قرآن پڑھے خواہ سورہ فاتحہ پڑھتا ہو یا زائد اُس سے تو لوگون پر واجب ہے کہ کان لگا کر سنین اور خاموش رہین۔ اور لفظ آمین چونکہ قرآن مین سے نہین ہے لہذا جب امام اسکو کہے تو مقتدی بھی آمین کہے خواہ آہستہ سے جیسا کہ ائمہ حنفیہ نے اجتہاد کر کے نکالا ہے یا آواز سے جیسا کہ ائمہ شافعیہ وغیرہ کا مختار ہے بدلیل احادیث صحاح وغیرہ۔ حاصل آنکہ آمین کے وقت استماع و انصات اسوجہ سے نہین ہے کہ آمین قرآن سے نہین ہے۔ فافہم واللہ اعلم

ف عرائس مین ہے کہ قولہ تعالے واذا قرئ القرآن الآیۃ۔ اس مین اللہ تعالے نے سب بندون کو ارشاد فرمایا کہ قرآن کو اس حال سے سنین کہ اُنکے دل حاضر ہون یعنے غفلت مین اڑے ہوے نہون بلکہ دل جمعی سے سنین اور بدن مین سچی رکھین اور فضول باتون سے اپنے اسرار کو ساکن رکھین اور یہ قرآن مجید کا احترام و وقار ہے پس جب حق عزوجل اپنے بندون کو دیکھیگا کہ خطاب کی منزل مین دست بستہ کھڑے اور فرمان باری تعالے کی تعظیم و احترام کرتے ہین تو اُمید ہے کہ فضل سے اُن کے دلون کے اسرار کھول دیگا اور اپنے خطاب کے اسرار سے اُن کو ذوق عطا فرما دیگا اور لطیف اشارات و عجیب اخبار و غریب حکمتین اُنکو کرامت فرما دیگا پس جس بندے نے اسکے اسرار کے مقامون کو اسی کے نور سے دیکھا اور اللہ تعالے کے کلام پاک کو اسی سے سُنا تو قرآن مجید اسکے حق مین بصائر ہو گیا پس اس سے جمیع صفات کے انوار دیکھے گا اور ان انوار مین مشاہدۂ ذات پاک جل جلالہ پا دیگا اور قولہ ہذا بصائر من ربکم۔ کے معنے سے مستفیض ہو گا والحمد للہ رب العالمین واضح ہو کہ حرف لعل اس مقام پر ادب و سکون کے ساتھ کلام الٰہی سننے والون کو اُمید دلاتا ہے یعنے جب تم ایسے ہو گے تو امیدوار رہو کہ اسکے اسرار و انوار تم پر کشف کیے جاوین۔ بعض مشائخ نے کہا کہ استمعوا الآیہ کے معنے یہ ہین کہ دل لگا کر سُنو شاید تم کو دل کے کانون سے سنائی دیوے اور وہ

Marfat.com

مراد سمجھو جو حق تعالے نے تمکو خطاب فرمانے مین رکھی ہے اور لطائف فیوض سے سرفراز ہوکر بسبب خوبی استماع کے وصال تک پہونچو اور برکت خطاب سے اس کی رحمت مین غرق ہوجاؤ یعنے جیسے تمکو شریعت عطا ہوئی ہر ویسے ہی آداب خدمت سے توفیق ہو اور واضح ہو کہ اللہ تعالے نے بندون کو جو نعمتین عطا فرمائی ہین ان مین سے بڑی نعمت یہ ہے کہ آداب بندگی کی توفیق حاصل ہو اور یہ آداب وہ ہین جنسے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ مخصوص فرمائے گئے ہین۔ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظاہر مین خاموشی اختیار کرنا ان لوگون کے آداب مین سے ہے جو درگاہ کے دروازہ پر ہین اور سرائر سے خاموشی ان لوگون کے آداب سے ہے جو درگاہ مین پہونچ گئے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے رسول پاک صلعم کو خفیہ یاد کا حکم دیا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا

اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل مین گڑگڑاتا اور ڈرتا اور پکارسے کم آواز بولنے مین صبح اور شام کے وقتون اور مت

تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَ

رہ بے خبر۔ جو لوگ پاس ہین تیرے رب کے بڑائی نہین رکھتے اسکی بندگی سے اور یاد کرتے ہین اسکی پاک ذات کو اور

لَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝

اُسی کو سجدہ دیتے ہین

سجدہ ۱۴ ع ۱۹ تلثمراربع

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً اور یاد کر تو اے محمد صلعم اپنے پروردگار کو اپنے جی مین یعنے بسرّ ا بحالت تضرع یعنے تذلل کے اور بحالت خیفہ یعنے اُس سے خوف رکھنے کے۔ بیضاویؒ وغیرہ نے ذکر کیا کہ محتمل ہے کہ خطاب ہر مخاطب کو عام طور پر قرار دیکر مقتدیون کو حکم ہو کہ امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد خود یہ لوگ آہستہ قراءۃ کرین جیسا کہ شافعیؒ کا مذہب ہے۔ وقال ابن کثیرؒ فی التفسیر اور شیخ ابن جریرؒ نے اور اُنسے پہلے عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے زعم کیا کہ مراد اس سے قرآن سننے والے کو حکم ہے کہ استماع کی حالت مین وہ اس صفت پر ہو یعنے اپنے جی مین ذکر کرتا جاوے ثم قال الحافظ اور یہ قول بعید ہے اور پہلی آیت مین جو حکم دیا گیا کہ استماع کے وقت سکوت و انصات رکھین اسکے منافی ہے اور استماع خواہ نماز مین مراد ہو جیسا کہ اوپر گزرا یا نماز و خطبہ جمعہ مین ہو بہر حال یہ معلوم ہے کہ زبان سے اسوقت ذکر کرنے کے بہ نسبت خاموشی افضل ہے چاہے آواز سے ذکر ہو یا آہستہ سے ہو۔ بالجملہ ان دونون علماء کے قول کی کسی نے اتباع نہین کی ہے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ حافظ کا ظاہر کلام یہان اور اوپر کی آیت کی تفسیر مین اسطرف میلان رکھتا ہے کہ مختار اسکے نزدیک استماع و انصات مین قول شیخ زہری و مالکؒ ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ شیخ حافظ کا اعتراض بر کلام ابن جریر و ابن زید اسی صورت مین وارد ہوتا ہے کہ ذکر نفسی سے مراد یہ ہو کہ آہستہ زبان سے پڑھے اور اگر حقیقت مین ذکر نفسی بدون حرکت زبان کے مراد ہو تو اعتراض وارد نہین ہوتا اور وہ انصات کے منافی نہین ہے۔ قال الخطیب فی السراج یہان ذکر سے اعم مراد ہے جو قراءۃ قرآن و دعاء و دیگر اذکار سب کو شامل ہے اور ذکر فی النفس یعنے جی مین ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ عز و جل کی عظمت و جلال کو جی مین حاضر لاوے کیونکہ جب زبان سے یاد کرنا بدون ذکر قلبی کے ہو یعنے دل مین یاد نہو اور زبان سے ذکر کرے تو وہ بیفائدہ ہوتا ہے اور اُس کا اُلٹا نہین ہے کیونکہ ذکر کا یہی فائدہ ہے کہ دل حاضر ہو اور جس کا ذکر کرتا ہے یعنے اللہ عز و جل کی عظمت دل مین آوے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ احادیث مین جو امام کے پیچھے نماز جہریہ مین قراءۃ و ذکر و فاتحہ کا حکم آیا ہے انکو اسی معنے کر ذکر نفسی پر محمول کرنے کے واسطے یہان سے شاہد صریح معلوم ہوا اور

ابوہریرہؓ جو راوی حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب الحدیث ہین اُنسے سوال کیا گیا کہ ہم کبھی امام کے پیچھے ہوتے ہین تو اس حالت مین
کیا کرین تو جواب دیا کہ اپنے جی مین پڑھ لے پس اس سے نکلا کہ امام کے پیچھے استماع و انصات کا حکم معلوم تھا اور یہان تعارض سمجھکر سائل نے
سوال کیا تو اُنھون نے جی مین پڑھنے کا جواب دیا پس وہم تعارض دور ہو گیا اور سائل کو یہ وہم نہین تھا کہ ہر حال مین فاتحہ بجہر پڑھنے کا حکم
ہے تو امام کے پیچھے جہر کیونکر کرین جس سے آہستہ پڑھنے کا طریقہ بتلانے سے وہم دور ہوا۔ اور وجہ ذکر نفسی مخصوص بقراءۃ فاتحہ ہونے کی یہ ہے
کہ وہ حمد و ثناء الٰہی و دعاء ہے اور مقصود اسمین تعظیم جلال الٰہی و تضرع ہے جسمین اشخاص کی حالت مختلف ہوتی ہے پس ہر ایک کے واسطے
ارشاد ہوا تاکہ اپنی حالت کے موافق نور حاصل کرے اور یہ امور جو مترجم نے ذکر کیے ارشاد طریقہ نظر آیات و احادیث ہے تاکہ تعصب و حمیت کو
چھوڑکر حق بات کی تلاش مین رہین پس ذکر نفسی پر محمول کرنے سے کسی تخصیص وغیرہ کی ضرورت نہین پڑتی اور سب مین اتفاق ہو جاتا ہے اور
اس مقام سے ذکر نفسی خود کلام مجید سے ثابت ہوا۔ فافہم۔ قال الرازی مین نے بعض اکابر اہل دل کو سنا کہ جب امریدون مین سے کسی کو
خلوت و ذکر کا حکم دینا چاہتے تو اسکو چالیس راتون تک خلوت و تصفیہ کا حکم دیتے پھر جب یہ مدت پوری ہوتی اور تصفیہ حاصل ہوتا تو
اللہ تعالیٰ کے ننانوے پاک نام اسکو پڑھنے کا حکم دیتے اور مرید سے کہتے کہ ان نامون کے ذکر کے وقت اپنے قلب کو دیکھتا رہے جس نام کے سُننے پر
قال یعنے اسکو پڑھنے سنانے جائین
اسکا شوق بڑھے اور دل مین اسکی تاثیر قوی بڑھے اس کو نگاہ رکھے پھر اس سے فرماتے کہ تو آگاہ رہ کہ اسی نام پاک کی مواظبت و ذکر سے
تجھپر ابواب مکاشفات مفتوح ہونگے پس اسی کو ہر دم یاد مین رکھ اور یہ طریقہ لطیف و پسندیدہ ہے انتہیٰ کلامہ۔ پھر اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے
واذکر ربک فرمایا اور آذکر اللّٰہ یا اور کسی نام پاک سے نہین فرمایا اور ربک باضافت فرمایا پس اس مین نہایت رحمت و فضل و احسان کی
طرف دلالت ہے اور مقصود یہ کہ اس نام کے سُننے وقت بندہ خوش ہوکر پھولا نہ سماوے کیونکہ اس سے ایسے ایسے بے تعداد اقسام کے انعام
اسکو یاد آوینگے جس سے اسکی اُمید بہت قوی ہو جائیگی اور گلب بمقتضائے طبیعت اس احسان پر نظر کرکے حضرت منعم عزوجل کی طرف تضرع
لاوے لیکن جب قولہ تضرعا وخیفۃ۔ دونون کو سنا تو خوف و اُمید دونون بدرجہ کمال ہو جائینگے جیسا کہ خبر مین وارد ہے کہ مومن کا خوف و
اُمید اگر تولے جاوین تو برابر نکلین اور بعض نے کہا کہ یہ حالت صحت کا حال ہے اور بنابر قول بعض علماء کے جسقدر اُمید کو غلبہ ہو اسیقدر
خوف بڑھتا ہے اور حالت مرض مین چاہیئے کہ جانب اُمید کو غلبہ ہو اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ایک جوان کے پاس
گئے درحالیکہ وہ موت مین تھا پس فرمایا کہ تو کیونکر اپنے آپ کو پاتا ہے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے پروردگار سے اُمیدوار ہون ولیکن
گناہون سے خوفناک بھی ہون تو فرمایا کہ ایسے وقت مین یہ دونون باتین کسی مومن کے دل مین جمع نہین ہوتی ہین مگر آنکہ اللہ تعالیٰ اس کی
اُمید اسکو پوری کر دیتا ہے اور اسکے خوف سے اسکو امن مین کر دیتا ہے کذا فی السراج مختصراً تفسیر سے واضح ہوا کہ یاد کر اپنے پروردگار کو اپنے
جی مین گڑگڑاہٹ و خوف کے ساتھ۔ وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اے فوق السر و دون الجہر۔ اور سے اوپر اور جہر سے نیچے قول کے ساتھ
یعنے درمیانی آواز سے نہ بالکل آہستہ ہو اور نہ بلند ہو۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ غدو اور آصال مین۔ غدو جمع غدوہ اور وہ طلوع فجر سے طلوع
شمس تک یعنے پو پھٹنے سے سورج نکلنے تک غدوہ بضم اول کہلاتا ہے اور آصال جمع اصیل مانند ایمان و یمین ہے اور وہ عصر سے غروب آفتاب تک
ہے۔ حاصل کلام آنکہ طلوع فجر سے سورج نکلنے تک اور عصر سے غروب تک اپنے پروردگار کو اپنے جی مین تضرع و خوف کے ساتھ
اور درمیانی آواز سے یاد کر۔ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور غافلون مین سے مت ہو۔ یعنے اپنے پروردگار کی یاد سے اور ہر ایسی چیز
سے جس سے اس کی رضامندی و قرب حاصل ہو اس سے غافل مت ہو۔ پس اگر خطاب آنحضرت صلعم کو ہے تو بمانند قولہ ولا تکونن

من المشرکین۔ وغیرہ کے بطریق فرض وتقدیر کے ہے یا خطاب آپکو اور مقصود امت والے لوگ ہین یا تعریض ہے کافرون پر یعنے تو اپنے
پروردگار کی یاد کر بخلاف ان مشرکون کے جو ضلالت وگمراہی مین غافل پڑے ہین اور تاویل دوم وسوم اظہر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ غدو
اور آصال کی جمع کیون ہے تو جواب آنکہ دوام کی طرف ارشاد ہے یعنے ہمیشہ ایسا ہی کر اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالےٰ کو بندہ کی وہ
عبادت پسند ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑی ہو۔ اگر کہا جاوے کہ انھین دو وقتون مین منحصر ہے تو جواب یہ کہ نہین بلکہ ہمیشہ یاد الٰہی مین رہنا
مقصود ہے اور اسیواسطے کہا گیا کہ غدو اور آصال سے جملہ اوقات مراد ہین مگر تغلیباً اُن کو غدو وآصال کہا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ
تغلیب مین انھین دو وقتون کو ترجیح کیون دی گئی۔ تو جواب یہ کہ مفسرین نے اسکے وجوہ بیان کیے ہین از انجملہ یہ کہ دونون وقت
بہ نسبت اور اوقات کے اشرف ہین اور یہ کہ فجر کو آدمی نیند سے اُٹھتا ہے جو چھوٹی موت ہے پس مستحب ہے کہ جاگتے ہی یاد الٰہی مین شکرانہ
ادا کرتا ہوا اُٹھے اور ایسا ہی آصال مین خواب کے وقت یاد الٰہی پر سونا مستحب ہے تاکہ اس موت کے وقت خاتمہ یاد پر ہو کیونکہ یہ نہین
جانتا کہ صبح کو اُٹھایا جاویگا یا خاتمہ عمر ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ بندہ جس حال پر مرا اُسی حال پر اُٹھایا جائیگا۔ تمام تفصیل
فتاوی ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب الاذکار جلد چہارم مین ہے۔ از انجملہ آنکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہر روز اللہ تعالےٰ کے ستّر ہزار فرشتے
رات مین اُترتے اور بندون کے اذکار واعمال صالحہ لیکر بعد نماز فجر کے آسمان کو جاتے ہین اور اسیوقت دیگر ستّر ہزار اُترتے ہین اور دونون
گروہ باہم ملاقی ہوتے ہین اور دوسرا گروہ بعد نماز عصر کے چڑھتا ہے اور دیگر ستّر ہزار جدا اُترتے اور باہم ملاقی ہوتے ہین پھر اسیطرح برابر
جاری ہے پس بعد نماز فجر اور نماز عصر کے ہر دو گروہ کے صعود ونزول کا وقت متبرک ہے پس یاد الٰہی ہر دو وقت مستحب ہے واضح ہو
کہ یہ توجیہ وتاویل اس تقدیر پر ہے کہ اب بھی ایسا ہی فضل موجود ہے چنانچہ احادیث اسپر دلالت کرتی ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا
کہ اللہ تعالےٰ نے شروع روز اور آخر روز مین کثرت سے یاد الٰہی کرنے کا حکم دیا جیسا کہ دوسری آیت قولہ تعالےٰ فسبح بحمد ربک قبل طلوع
الشمس وقبل الغروب۔ مین ہے اور یہ حکم اُسوقت تک تھا کہ معراج شریف واقع نہوئی اور پنجگانہ نماز فرض نہوئی تھی اور یہ آیت مکیہ ہے
مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ اگرچہ مکیہ ہے لیکن اس سے نماز پنجگانہ فرض ہونے سے پہلے یہ حکم ہونا متیقن نہین ہوسکتا اس واسطے کہ معراج
بھی مکہ مین واقع ہوئی ہے اسیواسطے علماء نے موافق احادیث کے ان دونون وقتون کی فضیلت بیان کردی۔ پھر واضح ہو کہ خطاب
اگرچہ آنحضرت صلعم کو رکھا جاوے تاہم شمول اسکا امتیون کو بھی ہے اور اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کی عبادت سے مومنون کو آداب خدمت پر
آمادگی دلائی۔ کما قال تعالےٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ البتہ وہ بندے جو تیرے پروردگار کے پاس ہین۔ قرطبیؒ نے کہا کہ بالاجماع
اس سے ملائکہ مراد ہین۔ عند ربک سے مراد یہ کہ ایسے مقام مین ہین کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے وہان کسی کا حکم نافذ نہین ہے۔ اور بعض نے کہا
کہ یہ بطور تکریم کے ہے یعنے از راہ کرامت کے انکو تقرب الٰہی حاصل ہے اور مسافت کی راہ سے نزدیکی مراد نہین ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل
ہر مکان وزمان سے پاک برتر ہے اور ہر چیز اسکی مخلوق ہے۔ بالجملہ فرشتے جو آسمانون پر ہین۔ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ تکبر نہین
کرتے ہین اللہ عزوجل کی بندگی کرنے سے کیونکہ اللہ تعالےٰ جل جلالہ کی عظمت وکبریائی کے آگے خائف وہراسان وگرگڑائے ہوئے
ہردم اسکی یاد مین ہین۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آسمانون مین چار انگل جگہ نہین مگر آنکہ کوئی فرشتہ وہان سربسجدہ پڑا ہے اور برابر
اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہین۔ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ اور فرشتے اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرتے ہین یعنے ہر ایسی چیز سے جو جناب باری تعالےٰ جل جلالہ کے
لائق نہین ہے اس سے پاکی بیان کرتے ہین۔ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ اور اسی کے واسطے سجدہ کرتے ہین۔ اس مین آدمیون پر تعریض ہے

Marfat.com

کیونکہ یہ لوگ شرک و کفر کرتے اور سر بسجدہ نہیں ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بھلا تم لوگ ویسی صف نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھتے ہیں کہ پہلے صف پوری کرتے ہیں پھر اُس کے بعد والے صف پوری کرتے ہیں پھر اس کے بعد والے پوری کرتے ہیں اسیطرح صفیں بھرتے ہیں اور باہم صف میں ملے ہوئے جمے ہوئے رہتے ہیں الحدیث۔ قرآن مجید میں یہ پہلا سجدہ ہے پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر بالاجماع واجب ہے اور احادیث و آثار اس سجدہ و دیگر سجدات میں بہت ہیں۔ و فی السراج اس آیت میں اشارہ ہے کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں ایک اعمال قلوب و دوم اعمال جوارح پس اعمال قلوب میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالے کو ہر ایسی چیز سے جو اُسکے سولے ہے پاک و برتر سمجھے اور قولہ ویسبحونہ سے اس طرف اشارہ ہے اور اعمال جوارح جو اعضا سے ادا ہوتے ہیں ان سے بقولہ ولہ یسجدون۔ اشارہ فرمایا پس اعتقاد پاکیزہ رکھے جو اللہ تعالے کے کلام و سنت رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے اور اعمال خیر خواہ قلبی ہوں یا جوارح سے ہوں ادا کرے اور ملائکہ کے ساتھ موافقت کرے پس ثواب ان سے زیادہ پاویگا انشاء اللہ تعالے اور ملائکہ ایسے بندوں کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ ما من عبد یسجد للہ سجدۃً الحدیث۔ یعنے جو کوئی بندہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالے اُسکا درجہ بڑھاتا اور اُس سے گناہ میٹا دیتا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضہ سے مروی ہے کہ نماز کے سوائے آنحضرت صلعم سجدہ کی سورہ پڑھتے اور آپ سجدہ کرتے اور ہم لوگ آپ کے ساتھ سجدہ کرتے حتی کہ بعضے ہم میں سے اپنی پیشانی رکھنے کو ٹھکانا نہیں پاتے تھے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آدمی نے جب سجدہ پڑھا اور سجدہ کیا تو شیطان ایک طرف ہو کر روتا ہے کہ ارے میری موت آوے آدمی کو سجدہ کا حکم کیا گیا اُس نے سجدہ کیا تو اُس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے انکار کیا تو میرے لیے دوزخ ہے۔ و فی اللباب احادیث بیشمار۔ فی العرائس قولہ تعالے واذکر ربک فی نفسک۔ یاد کر اپنے پروردگار کو یہان تک کہ اپنے آپ کو حی القیوم کی بقا سے باقی اور اپنی خودی سے فانی کرے اس حال سے کہ تجھے اپنی عبودیت کا یقین ہو اور حضرت حق عز و جل کی جناب کبریائی میں سوائے اس کی عظمت و جلال کے تجھے اپنا نفس نظر نہ آوے اور غیر حق عز و جل کو نہ دیکھے اور یہی قولہ تضرعاً و خیفۃً کے معنے ہیں کہ عظمت و جلال کے سوائے کچھ نظر نہ آوے اور اپنے بندہ ہونے کا یقین ہو۔ اور نیز قولہ واذکر ربک الخ یعنے پروردگار کے اوصاف سے اپنے نفس میں اس کو یاد کر گویا تو اسرار قدم کو اُٹھائے ہوئے ہے اور اپنے نفس و اس کے اوصاف سے فانی ہے۔ اور نیز یہ معنے ہیں کہ یاد الٰہی عز و جل کو اپنے نفس تک پہونچا کیونکہ قلب ہی اُس کا تختگاہ ہے جسکو تو یاد کرتا ہے۔ حسینؒ نے اس آیت میں کہا کہ واذکر ربک فی نفسک سے اشارہ ہے کہ یاد الٰہی کو اپنے نفس پر بھی ظاہر مت کر کہ وہ اس کے عوض کا خواستگار ہو اور سب سے زیادہ بہتر ذکر وہ ہے جسپر سوائے حق عز و جل کے اور کوئی واقف نہو اور علی ہذا جسقدر اذکار زیادہ خفی ہوں اُسیقدر بہتر ہیں۔ قولہ تعالے ولاتکن من الغافلین۔ یعنے ہم سے کسی اور طرف مشغول نہو اور ایسے لوگوں میں سے مت ہو جو انعام فرمانے والے سے نظر خطا کر کے انعام کی طرف ڈالتے ہیں۔ اشارہ میں حق تعالے نے اپنے رسول علیہ السلام کو خطرات و سواس سے نفس کو بچائے رکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے میرے ساتھ یاد کر نہ اپنے ساتھ۔ کیونکہ جو حق تعالے کو اپنے آپ سے یاد کرے وہ غافل ہے اور جو اسکو اسی سے یاد کرے وہ ذکر و فکر سے اٹھا کر کشف جمال تک پہونچایا جاتا ہے۔ سہلؒ نے کہا کہ میں تم سے سچ بات یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس کا کوئی سانس بدون یاد الٰہی چلا گیا وہ غافل گیا۔ بعض نے کہا کہ غافل وہ شخص ہے جو اس بات سے غافل رہا کہ اللہ تعالے کی

Marfat.com

مراد اس سے کیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ غافل ہے جو حقائق امور سے نادان رہا۔ اُستاد رحمہ نے کہا کہ تفرح یہ ہے کہ کشف جمال بحالت بسط ہو۔ اور خیفہ یہ ہے کہ کشف جلال بحالت ہیبت ہو اور یہ اکابر بندگان خدائے تعالےٰ کا حال ہے اور جو اُن سے نیچے درجہ کے ہیں تو اُن کے احوال از راہ خوف و رغبت وغیرہ کے طرح طرح کے ہوتے ہیں اور جو ان سب سے اوپر ہیں وہ اصحاب بقاء و فناء و صحو و محو ہیں اور ان سے اوپر اصحاب حقائق ہیں جو مقام تمکین میں ثابت ہیں پس ان پر کسیطرح کا تلون اثر نہیں کرتا اور کسی امتحان میں وہ مشاہدہ سے اور قیام بحق سے متزلزل نہیں ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ کے ان بندوں کو جو بزرگ عارفین میں سے ملائکہ مقربین مقام عندیہ میں ہر بُرے وصف و بدخصلت سے پاک اور درگاہ الٰہی میں بعبودیت حاضر ہیں بیان فرمایا۔ بقولہ ان الذین عند ربک لا یستکبرون الآیۃ۔ یہ لوگ بروقت ظہور انوار عظمت کے عبودیت و فناء کے ساتھ ذات مقدس قدیم کی تنزیہ و پاکی بیان کرتے اور کشف جمال ازلی میں حیران و مبہوت ہیں اور اگر قدرت کاملہ حق سبحانہ تعالےٰ سے حجاب نہ ہوتا تو اس کشف جمال و جلال میں جل جاتے۔ کذا قال فی ہذا المقام و یقول المترجم برخلاف ائمہ تفسیر کے شیخ نے اس مقام پر شاید ان الذین سے فرشتے و دیگر بندگان خاص بھی شامل مراد لیے ہیں کیونکہ مقام کشف جمال میں مبہوت و عشق میں متحیر قرار دیا حالانکہ تحقیق ہے کہ ملائکہ اس صفت خاص میں شریک نہیں بلکہ محض کشف جلال و اُس کے امثال میں شامل ہیں۔ فلیتامل فی ہذا المقام حتی یظہر لک حقیقۃ الحال واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً

حضرت حسن بصری و عکرمہ و جابر بن زید و عطاء و عبد اللہ بن الزبیر وغیرہم علماء مفسرین نے مطلق تصریح کردی ہے کہ یہ سورہ مدینہ ہے اور یہی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور انھوں نے اس میں سے کچھ استثناء نہیں کیا۔ اور ابن عباس رضؓ نے کہا کہ یہ سورہ بدر میں نازل ہوئی اور ایک روایت میں کہا کہ یہ سورۂ بدر ہے اور سعد بن ابی وقاص رضؓ کی روایت جس میں درخواست شمشیر سعید بن العاص ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ آتی ہے وہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جو ابن عباسؓ کا قول ہے لیکن قرطبیؒ نے لکھا کہ ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ سورہ مدنیہ ہے سوائے سات آیتوں کے یعنے قولہ واذ یمکر بک الذین کفروا الآیات۔ کے کہ یہ آیات مکیہ ہیں اور اسی طرف مفسر رحمہ نے اشارہ کیا بقولہ او الا قولہ واذ یمکر بک الذین الخ۔ یعنے یہ سورہ تمام و کمال بدون استثناء کے مدنیہ ہے جیسا کہ جمہور سے اور اکثر روایات میں ابن عباس سے ثابت ہے یا یہ سورہ مدنیہ ہے سوائے قولہ واذ یمکر بک الآیات کے۔ اور وجہ استثناء ان آیات کی تفسیر سے انشاء اللہ تعالےٰ واضح ہوگی لیکن اول قول کہ تمام سورہ مدنیہ ہے ارجح بلکہ اصح ہے اور اس سورہ کے تمام آیات پچھتر یا چھہتر یا ستتر ہیں اور ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے کبھی نماز مغرب میں اس سورہ شریفہ کو پڑھا ہے کما رواہ الطبرانی بسند جید۔ اور ایک ہزار پچھتر کلمات اور پانچ ہزار اسی حروف ہیں۔ کذا ذکرہ غیر واحد و قال الحافظ ہی مدنیۃ و آیاتہا اربعون و ست آیات و کلماتہا الف و ستماتہ و احدی و ثلثون کلمۃ و حروفہا خمسۃ آلاف و ماتتان و اربعۃ و تسعون حرفا واللہ اعلم قلت کذا فی النسخۃ الحاضرۃ والظاہر انہ من سہو الکاتب والصواب ما قال غیرہ فافہم۔ واضح ہو کہ آیات کا عدد بر قول اصح توقیفی ہے اور اختلاف ان میں بوجہ عدم وقوف اہل شمار کے واقع ہوا اور یہ لمور جمہ میں سے نہیں کیونکہ اس سے

Marfat.com

کوئی کمی بیشی و کسی قسم کا تغیر کلام میں مطلقاً نہیں ہو سکتا ہے اور تمام تحقیق اس کی ضمن مقدمہ سے تلاش کرنی چاہیے والحاصل یہ سورہ مدنیہ پچھتر یا چھہتر یا ستتر آیات کا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جو بخشنے والا مہربان ہے

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ۪ وَ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۝

حکم میں چلو اللہ کے اور اُسکے رسول کے اگر ایمان رکھتے ہو

واضح ہو کہ تفسیر میں کلام تین طرح سے ہے۔ اول تفسیر موافق زبان عربی۔ دوم سبب نزول۔ سوم معانی و بیان مذاہب۔ واضح ہو کہ قولہ یسئلونک۔ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ انفال کی حقیقت شرعی سے سوال کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ انفال معہودہ سے کہ کیونکر یہ مال غنیمت تقسیم ہو جیسا کہ بیان سبب نزول سے ظاہر ہوگا۔ انفال جمع نفل بالتحریک مراد اس سے مال غنیمت ہے اور اصل میں نفل بمعنے زیادت ہے اور غنیمت کو نفل اسواسطے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے فضل و عطیہ ہے اور اسواسطے کہ غنیمت اس اُمت کو دیگر اُمتوں سے بطور فضل و زیادت کے حلال کی گئی کیونکہ اگلی اُمتوں پر حلال نہ تھی اور یہ منجملہ خصائص اس اُمت مرحومہ کے ہے جیسا کہ قولہ تعالےٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم الآیہ کی تفسیر میں احادیث صحیحہ سے بیان ہو چکا ہے اور نفل اس مال کو بھی کہتے ہیں جو امام المسلمین یا سردار لشکر کسی ایسے غازی کے واسطے شرط کر دے جو خطرناک امر جہاد میں اپنے آپ کو ڈالے اور اسلیے اُسکو نفل کہتے ہیں کہ یہ مال اُسکے معمولی حصہ سے زائد ہوتا ہے اور نیز غنیمت کو نفل اسلیے بھی کہتے ہیں کہ غازیوں کو راہ حق میں جہاد کرنے سے جو ثواب ملتا ہے وہ تو بہت کچھ ہے اور غنیمت بھی ان کو بطور فضل و زیادت کے حلال فرمائی۔ لفظ نفل کا اطلاق دیگر معانی پر بھی آتا ہے از انجملہ قسم و ابتغار وغیرہ ہے اور نافلہ نماز تطوع کیونکہ وہ فرائض پر زائد ہے اور یہیں سے کہا گیا کہ قولہ تعالےٰ ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک۔ میں نافلہ بمعنے زائد از فرائض پنجگانہ ہے اگرچہ آنحضرت صلعم پر تہجد واجب تھی اور ایسے ہی قولہ علیہ السلام زادکم صلوٰۃ ہی خیر لکم الحدیث۔ درباره وتر کے اسی معنے پر ہے پس فقہی اصطلاح نفل متعین نہیں ہو سکتی حتی کہ امام ابو حنیفہ رحؒ نے کہا کہ وتر بدلائل شرعی واجب ہے۔ و صوم نفل یعنے زائد از رمضان و واجبات۔ اور نیز نافلہ بمعنے فرزند کا فرزند کیونکہ فرزند سے زائد ہے خواہ پوتا ہو یا پوتی ہو ومنہ قولہ تعالےٰ ویعقوب نافلۃ۔ یعنے اسحاق عؑ سے زائد اسکے فرزند یعقوب کو ہم نے عطا کیا بالجملہ مراد یہاں نفل سے غنیمت ہے والانفال ای غنائم۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ الانفال ای المغانم جمع مغنم کی اور یہی غنیمت سے مراد ہے یعنے جو مال کہ جہاد کے لوٹ میں حاصل ہو اور تعریف فقہ میں مسطور ہے۔ پھر واضح ہو کہ آیت کریمہ کے سبب نزول میں اختلاف ہے اور مفسروں نے اختیار کیا کہ جنگ بدر کے لوٹ کے بارہ میں نازل ہوئی اور سب سے پہلا جہاد آنحضرت صلعم کا جسمیں آپ شریک تھے وہ غزوہ بدر واقع ہوا اور اللہ تعالےٰ نے اسمیں مومنوں کو باوجود بہت قلت کے کھلی ہوئی فتح دی اور عجیب و غریب معجزات آنحضرت صلعم کے ہاتھوں پر ظاہر فرمائے اور کافروں کو خوار کیا۔ پس قولہ تعالےٰ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ

یعنے تجھسے سوال کرتے ہین تیرے اصحاب کہ یہ انفال کسکے لیے ہین۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے کہ آیت دربارہ مغانم بدر کے نازل ہوئی عن
سعید بن جبیرؓ مین نے ابن عباسؓ سے سورۂ انفال کو پوچھا تو فرمایا کہ بدر مین نازل ہوئی۔ کما رواہ البخاری۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ
علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی انفال یعنے غنائم ہین اور وہ خالص آنحضرت صلعم کے واسطے تھے اس مین سے کسی کا کچھ نہ تھا
مترجم کہتا ہے کہ ظاہر مرادیہ کہ غنائم بدر کو اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کے واسطے کر دیا پھر آپ نے اُسکو جسطرح چاہا مسلمانون کے درمیان
بانٹ دیا۔ فافہم۔ نیز ابن عباسؓ سے ایک شخص نے انفال کا مسئلہ پوچھا تو جواب دیا کہ گھوڑا بھی نفل سے ہے اور اُس کا مع سوار کا ساز و سامان
بھی نفل سے ہے پھر اُس نے اپنا سوال دوہرایا اور پھر ابن عباسؓ نے وہی جواب دیا تب وہ بولا کہ مین اُس انفال کو پوچھتا ہون
جسکو اللہ تعالے نے اپنی کتاب مجید مین ذکر فرمایا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ برابر وہ شخص پوچھتا گیا یہانتک کہ قریب ہوا کہ ابن عباسؓ کو
حرج مین ڈالے تو ابن عباسؓ نے کہا کہ اس پوچھنے والے کی مثل ضبیع کی سی ہے جسکو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مارا تھا۔ رواہ
ابن جریر اور عبدالرزاق نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضہ کا یہ حال تھا کہ جب اُن سے بات پوچھی جاتی تو فرماتے
کہ مین تجھے حکم نہین دیتا اور نہ منع کرتا ہون۔ پھر ابن عباس رضہ نے کہا کہ قسم اللہ تعالے کی کہ آنحضرت صلعم کو اللہ تعالے نے اسی واسطے
بھیجا تھا کہ زجر کرین اور حکم دین اور حلال کو حلال بنا دین اور حرام کو حرام بنا دین پھر راوی نے اُسی شخص کا قصہ بیان کیا جسنے
انفال سے پوچھنا شروع کیا تھا اور ابن عباس رضہ نے آخر کار کہا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ضبیع تھا کہ عمر رضہ نے اس کو مارا یہانتک
کہ خون اس کی ایڑیون پر جاکر بہا تو سوال کرنے والے نے کہا کہ آپ ہوشیار ہو جایئے کہ آپ نے جو عمر رضہ کے حق مین تعریض کی تھی سو
اللہ تعالے نے آپ سے اس کا بدلا لے لیا۔ قال الحافظ اسنادہ صحیح۔ پھر ابن کثیرؒ نے لکھا کہ نفل کی تفسیر یہ کی گئی کہ نفل وہ مال جو
امام المسلمین کسی غازی کو ایسے کافر مقتول کا گھوڑا و ہتھیار وغیرہ دیدے جسکو اسی غازی نے قتل کیا ہو اور بہتیرے فقہاء کی سمجھ مین نفل
سے یہی معنے متبادر ہوتے ہین۔ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ سوال کرنے والون نے آنحضرت صلعم سے پانچوین حصہ کا حال پوچھا تھا جو چار
پانچوین حصے تقسیم کرنے کے بعد رہتا ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ قال المترجم واضح ہو کہ اب جہاد مین یہ حکم ہے کہ جو کچھ لوٹ کا مال جمع
ہو اُس کے پانچ حصے کیے جاوین اس مین سے پانچوان حصہ تو رسول اللہ صلعم کے واسطے ہے اور اس مین اختلاف ہے کہ وہ بیت المال
مین رہیگا یا آنحضرت صلعم کے واسطے مخصوص ہے اگرچہ اس زمانہ مین بعد وفات آنحضرت صلعم کے آنحضرت صلعم کے واسطے اسکا مخصوص
ہونا متعذر ہے اور باقی چار پانچوین حصے غازیون پر موافق حکم شرع کے تقسیم ہوتے ہین۔ پس مجاہدؒ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ پانچوان
حصہ جو نکال لیا گیا اس کے بارہ مین سوال کیا گیا تھا۔ اور عطاء بن ابی رباح سے اس آیت کے معنے مین روایت ہے کہ
پوچھنے والون نے مانند گھوڑے و غلام و باندی کے ہر ایسے مال کا حکم پوچھا جو بدون لڑائی کے مشرکون کے لشکر سے بھاگ کر مومنون
کے قبضہ مین چلا آیا ہے پس حکم دیا کہ وہ خالص آنحضرت صلعم کے واسطے ہے جو چاہین کرین۔ قال الحافظ۔ عطاءؒ کا یہ
کلام مقتضی ہے کہ انھون نے انفال کو یعنے فئے لیا ہے کیونکہ فئے البتہ وہ مال ہے جو بدون لڑائی کے قبضہ مین آیا اور وہ مخصوص
بآنحضرت صلعم ہے۔ اس کو جو چاہین کرین۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ و شعبیؒ نے فرمایا کہ بروز زحف کچھ نفل نہین اور نفل جبھی ہے کہ
دونون طرف کے لشکر نہ بھڑے ہون۔ اور ایک گروہ علماء نے کہا کہ انفال سے سرایا مراد ہے۔ علی بن صالح بن حیی سے
روایت ہے کہ آیت مین کہا کہ مراد انفال السرایا۔ ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ امام المسلمین جو کچھ بعض سرایا کو باقی لشکر کے ساتھ اُنکے

Marfat.com

حصہ بانٹ سے زیادہ دیوے اور شعبیؒ نے اس کو مصرح بیان کر دیا ہے۔ اور شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ مراد نفل سے یہاں وہ زیادتی ہے جو حصہ بانٹ سے زائد ہو اور اسی کا شاہد ہے جو سبب نزول اس آیت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے مروی ہے کہ جب بدر کی لڑائی ہوئی اور میرا بھائی عمیر رضؓ شہید ہوا تو میں نے اس کے عوض میں سعید بن العاص کافر کو قتل کر ڈالا اور اس کی تلوار لے آیا اور اس کا نام ذوالکتیفہ تھا پس جب میں حضرت صلعم کے حضور میں لایا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو جا کر قبض میں پھیر دے پس میں واپس ہوا حالانکہ میرے دل میں بھائی کے قتل اور اسباب چھن جانے سے جو کچھ تھا اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس میں تھوڑی دور چلا تھا کہ سورہ انفال نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اب جا کر وہ سامان لے لے۔ رواہ احمد وقد رواہ من وجہ آخر عنہ ابسط من ہذا وقد رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن صحیح اور ابو داؤد طیالسیؒ نے مصعب بن سعد کے طریق سے سعدؓ سے روایت کی کہ میرے حق میں چار آیتیں اُتریں ایک تو میں نے بدر کے روز ایک تلوار مال غنیمت سے لا کر حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یہ تلوار آپ مجھے نفل دیدیجئے (یعنی تلوار مذکور جو بخشش کی تھی ١٢) پس آپ نے دو مرتبہ فرمایا کہ جہاں سے تو لایا ہے وہیں اس کو رکھ دے پھر میں نے سوال کو دوہرایا تو فرمایا کہ وہیں رکھدے جہاں سے تو لایا ہے پھر یہ آیت اُتری قولہ یسئلونک عن الانفال الآیہ۔ اور پوری حدیث تحت قولہ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا الآیہ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگی باقی تین آیتیں اس حدیث میں ایک یہی قولہ ووصینا الانسان۔ ۲ اور دوم قولہ انما الخمر والمیسر الآیہ ہے۔ اور سوم آیۃ الوصیۃ ہے۔ اس حدیث کو مسلمؒ نے بھی صحیح میں روایت کیا ہے۔ محمد ابن اسحاق نے ابا اسید مالک بن ربیعہ سے روایت کی کہ میں نے ابن عائذ کی تلوار جسکا نام مرزبان کہلاتا تھا بدر کے روز پائی پھر جب آنحضرت صلعم نے لوگوں کو حکم دیا کہ جو کچھ اُنکے ہاتھوں میں نفل ہے وہ سب غنیمت میں واپس کریں تو میں بھی اس کو جا کر ڈال آیا اور حضرت صلعم کی شان سے تھا کہ جو کوئی آپ سے سوال کرتا اس سے نہیں نہ کرتے پس ارقم بن ابی الارقم مخزومی نے اس کو دیکھ کر حضرت صلعم سے مانگا تو آپ نے اسکو وہ تلوار دیدی وقد رواہ ابن جریر من وجہ آخر۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول کا حاصل یہ ہے کہ بدر میں جو غنیمت جسکے ہاتھ آئی اسکے سوال کرنے کے بارہ میں آیت اُتری ہے ولیکن مفسر رحمہ اللہ ودیگر ائمہ تفسیر نے تمام نزول اس بارہ میں نہیں قرار دیا اسواسطے کہ تمام کلام اس سبب مذکور سے خوب مرتبط نہیں ہے ہاں دوسرا اسباب نزول البتہ مناسب ہے جو عبادہ بن الصامت رضؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نکلے اور بدر میں حاضر ہوئے اور لشکر اسلام اور لشکر مشرکین میں مقابلہ ہوا پس اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست فاش دی پس ایک گروہ اہل اسلام کا دشمنوں کے پیچھے ہوا جو ان کو قتل کرتا اور قید کرتا تھا اور دوسرا گروہ لشکر کا مال غنیمت جمع کرتا تھا اور تیسرا گروہ آنحضرت صلعم کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھا اس خوف سے کہ دھوکے سے دشمن آپ پر حملہ آور ہو پھر جب رات ہوئی اور لوگ سب جمع ہوئے تو جن لوگوں نے غنیمت جمع کی تھی انھوں نے کہا کہ ہم نے اس مال کو جمع کیا ہے اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہے اور دشمن کا تعاقب کرنے والوں نے کہا کہ تم ہم سے زیادہ حقدار نہیں ہو ہم نے دشمن کو شکست دی اور بھگایا اور آنحضرت صلعم کے گرد حلقہ کرنے والوں نے کہا کہ ہم نے دشمن کی طرف سے فریب کا خوف کر کے آنحضرت صلعم کو بیچ میں لے لیا اور اس کام میں مشغول رہے پس نازل ہوا قولہ یسئلونک عن الانفال الآیہ۔ پس آنحضرت صلعم نے غنیمت تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔ رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن حبان والحاکم اور مانند اُسکے ابن عباسؓ سے بھی کئی طرق سے مروی ہے۔ امام القاسم بن سلامؒ نے ذکر کیا کہ انفال میں وہ غنیمت کے مال ہیں جو لڑائی میں کفار سے حاصل ہوں اور وہ اموال جنکو مسلمان لوگ حربیوں سے پاویں پس بدلیل قولہ تعالیٰ یسئلونک عن الانفال الآیہ۔ پہلے انفال سب

Marfat.com

رسول اللہ صلعم کے واسطے تھے پس آنحضرت صلعم نے بدر کے روز اپنی رائے سے بدون پانچوان حصہ نکالے مسلمانون مین بانٹ دیا پھر اسکے بعد خمس کی آیت یعنے پانچوان حصہ نکالنے اور باقی اہل جہاد پر تقسیم کرنے کی آیت نازل ہوئی پس پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ایسا ہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور یہی قول مجاہد و عکرمہ و سدی رح کا ہے اور ابن زید نے فرمایا کہ منسوخ نہین بلکہ محکم ہے اور تمام تفصیل اس کی فقہ مین ہے اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ غنائم بدر مین سے پانچوان حصہ نہ نکالا جانا منظور فیہ ہے بدلیل اس حدیث کے جسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دو اونٹنیان نوجوان ملی تھین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو بخاری رح نے شراب کے حق مین دوسری آیت نازل ہونے کے بارہ مین حضرت سید الشہداء حمزہ رض کے ان دونون اونٹنیون مین سے ایک کا کوہان کاٹ لینے مین ایک قصہ کے ساتھ روایت کی ہے واللہ اعلم۔ قال الخطیب اس مین اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یا نہین۔ مجاہد و عکرمہ نے فرمایا کہ قولہ تعالے واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول۔ اس آیت سے منسوخ ہے یعنے آیت انفال سے تو جملہ غنائم فقط آنحضرت صلعم کے واسطے تھے پھر آیۃ الخمس سے اللہ تعالے نے منسوخ فرما کر فقط پانچوان حصہ مخصوص فرمایا۔ اور بعض نے کہا کہ آیۃ الانفال جیسے منسوخ ہے ویسے ایک راہ سے ناسخ بھی ہے یعنے اگلی اُمتون پر اموال غنیمت کے حرام تھے پس آیۃ الانفال سے اللہ تعالے نے اس اُمت مرحومہ کے واسطے حلال فرمائی اور اگلی شریعت کو اس سے منسوخ کیا۔ عبد اللہ بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہین ہے بلکہ ابھی ثابت ہے اور معنے یہ ہین کہ انفال جملہ واسطے اللہ تعالے و اسکے رسول کے ہین یعنے رسول اللہ صلعم کو جہان جسطرح اللہ تعالے تقسیم کا حکم فرماوے وہان تقسیم کرین پھر طریقہ تقسیم کو قولہ واعلموا انما غنمتم من شئ الآیہ سے مصرح فرمایا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر انفال کا واسطے اللہ تعالے و رسول کے ہونے کے کیا معنے ہین جبکہ اورون پر تقسیم ہونگی تو جواب یہ کہ اسکے یہ معنے ہین کہ تقسیم ان کی کسی اور کی رائے پر نہین ہے بلکہ اللہ تعالے جسطرح حکم فرماوے اور رسول اللہ صلعم اس کی تعمیل فرماوین۔ مترجم کہتا ہے کہ آیۃ الانفال دربارہ غنیمت بدر ہے اور اسوقت تک طریقہ تقسیم کی آیت یعنے آیۃ الخمس نازل نہین ہوئی تھی پس یہ کہنا پڑیگا کہ وقت حاجت کے بعد بیان کا نازل ہونا جائز ہے جیسا کہ اہل اصول مین سے بعض کے نزدیک مستقر ہوا ہے۔ اللہم الا ان یقال ان غنائم بدر خمست ایضا ببیان من الوحی الخفی کما سبقت الاشارۃ الی ہذا فتذکر وعلی ذلک الوجہ فالمصیر الی القول بالنسخ یکون مرجوحا لانہ ضروری متاخر فتدبر۔ بالجملہ آیت کریمہ سے یہ حاصل ہوا کہ انفال جملہ مخصوص بآنحضرت صلعم ہین کسی کو اس مین دعوی نہین ہان یہ رحمت خاصہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ہم لوگون پر حلال فرما دیا پس جو کچھ حضرت صلعم موافق ارشاد حق سبحانہ تعالے بانٹ کر دیدین وہ پاک حلال ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تقوی اختیار کرو اللہ عزوجل سے۔ یعنے اس کی طاعت کرو اور کسی حکم مین مخالفت نہ کرو اور غنائم کے بارہ مین آپس مین جھگڑا کھیڑا چھوڑو۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ذات کا لفظ موافق قول زجاج رح کے کسی شئ کی حقیقت و نفس کے معنے مین آتا ہے اور یہی متکلمین کا استعمال ہے اور بین کا لفظ ایک تو ظرفیہ ہے اور جب اسمیہ ہو تو اس کے معنے وصل کے اور جدائی کے دونون ہوتے ہین پس یہ لغت منجملہ اضداد کے ہے مانند قرء کے کہ حیض و طہر دونون پر آتا ہے اور قولہ تعالے لقد تقطع بینکم مین بقراءۃ رفع یہی معنے لیے گئے یعنے البتہ کٹ گیا تمہارا وصل و میل۔ اور یہی یہان مراد ہے یعنے ذات بینکم لے حقیقۃ وصلکم۔ یعنے اپنے میل کی حقیقت و نفس کو۔ یا کہا جاوے حقیقۃ ما بینکم۔ جو تمہارے درمیان اتصال ہے اس کی حقیقت کی اصلاح کرو بایں طور کہ دلی دوستی رکھو اور جھگڑا چھوڑ دو جسمین اللہ تعالے و اسکے رسول کی رضامندی ہے۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور تم لوگ کہا مانو اللہ تعالے و اسکے رسول کا۔ یعنے اللہ تعالے و رسول اللہ صلعم جو تمکو حکم دین اسکو مانو

Marfat.com

واطاعت کرو۔ اِن کُنتُم مُّؤمِنِینَ۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ یعنے اگر ایسے ہو تو اللہ تعالےٰ واُسکے رسول صلعم کی اطاعت کرو۔ اگر کہا جاوے کہ کیا ایسے نہ تھے جو حرف اِن سے فرمایا حالانکہ حرف اِن واسطے شک کے ہے تو جواب یہ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کسی امر مین شک نہین ہو سکتا پس حرف اِن۔ یہان شک کے لیے نہین بلکہ ان کو خوشی دلانے وابھارنے وجوش مین لانے کے لیے ہے۔ گویا یون کہا کہ تم لوگ تو متقی مومن ہو پس ضرور تم اللہ تعالےٰ ورسول صلعم کی پیروی کروگے۔ اگر کہا جاوے کہ اگر خطا سے کسی بندہ نے اللہ تعالےٰ واس کے رسول کی اطاعت نہ کی تو کیا وہ مومن نہ رہا حالانکہ اہل سنت تو فاسق مسلمان کو کافر نہین کہتے اور بندہ دونون مین کوئی اور واسطہ بیچ کا نکالتے ہین تو جواب یہ کہ مومن کا لفظ یہان اطلاق کے ساتھ ہے پس فرد کامل مراد ہوا یعنے کامل مومن ہو تو ضرور اطاعت کروگے اور یہ معلوم ہے کہ فسق کرنے والا کامل ایمان والا نہین ہوتا۔ بعض نے کہا کہ قولہ ان کنتم مومنین۔ ای ان کنتم دائمین علی الایمان ومستمرین علیہ۔ یعنے اگر تم برابر ایمان پر ثابت رہنے والے ہو تو ضرور اطاعت کروگے جیسے قولہ اہدنا الصراط المستقیم۔ مین ہے کیونکہ یہ دعا کرنے والا تو صراط مستقیم پر ہے پس مراد یہی کہ دائم ثابت رکھ ہم کو راہ مستقیم پر۔ عطا رحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ورسول کی اتباع واطاعت یہی ہے کہ قرآن مجید و سُنّت الرسول صلعم کی پیروی کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم ف اصلاح ذات البین۔ شرع مین بہت بڑا کام ہے جابجا اللہ عزوجل نے حکم دیا اور احادیث مین بہت کچھ ارشاد ہے حتی کہ دومنون مین صلح کرادینے کی فضیلت معروف ہے اور حدیث مین ہے کہ تنافس مت کرو اور آپس مین بغض مت رکھو اور ایک دوسرے پر حسد مت کرو اور اللہ تعالےٰ کے بندے بھائی بھائی بنے رہو۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ جسنے موقع مناسب باتون سے دو مومنون مین صلح کرادی وہ جھوٹا نہین بولا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اس وقت مین آنحضرت صلعم بیٹھے تھے کہ ناگاہ مسکرائے یہانتک کہ آپ کے دونون دندان مبارک کھُل گئے تو عمرؓ نے عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ کونسی بات ہے جسپر آپ ہنسے تو فرمایا کہ میری اُمت مین سے دو آدمی حضرت رب العزة تبارک وتعالےٰ کی حضور مین ادب سے حاضر ہوکر بیٹھے اور ایک نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے اس بھائی سے اس کا عوض لے جو اُسنے مجھپر ظلم کیا ہے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی کو اس کا مظلمہ دے۔ اس نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری نیکیون سے میرے پاس کچھ نہین رہا۔ تو مدعی نے عرض کیا کہ اے پروردگار پھر یہ میرے گناہون مین سے اپنے اوپر لادے۔ حضرت انسؓ کہتے ہین کہ اتنا کہکر رسول اللہ صلعم کی مبارک آنکھون سے آنسو جاری ہوے پھر فرمایا کہ لوگو یہ بڑا بھاری دن ہوگا اس لوگ اس بات کے محتاج ہونگے کہ کون اُنکے گناہ اُٹھالے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مدعی سے ارشاد کیا کہ تو اپنی آنکھ اُٹھاکر دیکھ۔ اُس نے جو دیکھا تو عرض کرنے لگا کہ اے میرے پروردگار مین تو چاندی کے شہر وسونے کے مکانات موتیون وجواہرات سے جڑاؤ دیکھتا ہون۔ یہ کس نبی کے لیے ہین۔ یہ کس صدیق کے لیے ہین۔ یہ کس شہید کی قسمت کے ہین۔ ارشاد ہوا کہ جو کوئی اس کے دام دے اُسی کے ہین۔ وہ عرض کرنے لگا کہ اے رب کریم اس کے دام بھلا کون دے سکتا ہے۔ فرمایا کہ تو بھی دے سکتا ہے وہ بولا کہ میرے پاک پروردگار ارحم الراحمین مجھ بندے کے پاس کیا ہے فرمایا کہ ہان تو اپنے بھائی کو اسکا مظلمہ معاف کردے وہ بولا کہ اے رب کریم مین نے چھوڑا معاف کیا۔ پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اچھا اُٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت مین دونون داخل ہو۔ پھر حضرت صلعم نے پڑھا فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم۔ تم اللہ تعالےٰ سے تقوی کرو اور اپنے ذات البین کی اصلاح کرو دیکھو اللہ تعالےٰ قیامت کے روز مومنون مین اصلاح فرماتا ہے۔ رواہ ابو یعلی احمد بن علی بن المثنی الموصلی رح۔ فؔ فی العرائس قولہ تعالےٰ یسئلونک عن الانفال مجاہدہ وریاضت کرنے مین بندگان الٰہی کے ہر گروہ کو نفس کے ساتھ قتال وجہاد پیش آتا ہے پھر فتح وغنیمت ملتی ہے۔ پس مریدون کو جو غنیمت ملتی ہے وہ یہ ہے

اگر جو عمل وہ لوگ کرتے ہین وہ صفائی نیت وصفائی دل سے حاصل ہو جاتا ہے اور محبین کی غنیمت یہ کہ حالات مین ذوق ہوتا ہو اور عارفین
کی غنیمت یہ کہ نور شاہدات سے آنکھین ٹھنڈی ہوتی ہین۔ اب پوچھو کہ اس کا سوال کرنا کیا معنے ہین سنو کہ آفتاب نبوت سے جو نور شریعت
ظاہر ہوا اُسکو حاصل کرنا مانگتے تھے اور چاہتے تھے کہ راہ معرفت مین کس ادب کے ساتھ جاوین۔ یکرامت ہے کچھ اپنے حاصل کیئے نہین حاصل
ہوسکتا لہذا فرمایا۔ قل الانفال للہ والرسول۔ یعنے یہ ہدایت اللہ تعالےٰ ہی کے قبضہ قدرت مین ہے جسکو چاہے عطا کرے اور رسول کے ساتھ
خصوصیت اس راہ سے کہ اُمت کی تربیت کرنے مین آپ ہی سرفراز ہین او تعالےٰ تمام مخلوق سے بے پروا ہے اس کا رسول پاک اپنے نفس کی
خواہش سے پاک اس کی رسالت ادا کرتا ہے۔ پھر راہ حق مین بندون کو اپنی عظمت وجلال سے ڈرایا اور آپس مین بندون کو مواسات کا حکم
فرمایا بقولہ فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم۔ راہ حق مین کسی طرف التفات نہ کرو سوائے حق عزوجل کے۔ اور اسکی راہ مین اسی کے واسطے اپنے
بھائیون کے دلون کی مواسات اسطرح کرو کہ انکی تربیت مین اپنی جان سے مصروف ہو۔ واطیعوا اللہ۔ یعنے حقیقت مین اللہ تعالےٰ کی
اطاعت کرو اور شریعت مین رسول اللہ صلعم کی پیروی ہے۔ ان کنتم مومنین۔ یعنے اگر تم محبت کے دعوی مین سچے ہو تو ایسا ہی کرو۔ سہل
رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر ایسے قول وفعل کو چھوڑ دینا جسپر شرع مین مذمت وارد ہوئی ہے یہی تقوی ہے۔ اُستاذ نے کہا کہ تقوی یہ ہے کہ اپنے نفس کی
خواہش ومراد چھوڑ کر اور حق تعالےٰ کی رضامندی چاہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تقوی کے مراتب مختلف ہین جو بعض حواشی ہدایہ مین مفصل مذکور
ہین اور سابق مین مترجم بھی ذکر کر چکا اور جو قول سہل رحمہ اللہ سے نقل ہوا اچھا اور میانی قول ہے کہ عموماً اسقدر تقوی کافی ہو ولیکن واضح
رہے کہ مذمت سے مراد شرعی اطلاق مین وہ فعل ہوتا ہے جسپر عذاب کی وعید آئی ہے ولیکن یہان اولی یہ ہے کہ اس سے اعم معنے لیے جاوین حتی
کہ جو کوئی اپنا مُنھ مسواک وغیرہ سے پاک کرکے نماز نہ پڑھتا ہو وہ بھی مخالف تقوی ہے فافہم پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندون کی بعضی
ٹھیک ٹھیک نشانیان ان کی سچائی کی بیان فرمائین اگر تو یہ نشانی کسی بندہ مین دیکھے یا خود وہ اپنے نفس کے غرور سے بچا ہوا ان نشانیون کو
اپنے آپ مین دیکھے تو اسکے مومن ہونے مین شک نہوگا اور یہ انوار غیب وارد ہونے کی تاثیر ہے جو انکے دلون پر پہونچتی اور انکا اثر انکے چہرون سے
چمکتا ہے۔ حاصل آنکہ اگر تم سچے مومن ہو تو مطیع رہو اور سچے مومن کی علامت فرمائی بقولہ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ

ایمان والے وہی ہین کہ جب نام آوے اللہ کا ڈر جاوین دل اُنکے اور جب پڑھے جاوین انپر اُسکے کلام زیادہ ہووے انکو

إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

ایمان اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہین جو کھڑی رکھتے ہین نماز اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہین وہی ہین

هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

سچے ایمان والے انکو درجے ہین اپنے رب پاس اور معافی اور روزی آبرو کی

اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر منافقون کی مذمت ومومنون کی مدح مین فرمایا۔ واذا ما انزلت سورۃ فمنہم من یقول ایکم زادتہ ہذہ ایمانا
فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون۔ یعنے جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو بعضے منافق کہتے ہین کہ اے تم مین سے کس کا ایمان بڑھایا
سو وہ لوگ جو سچے مومن ہین تو انکو سورہ ایمان بڑھاتی ہے اور وہ خوشی مین دل سے کھل جاتے ہین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے
اس مقام کی تفسیر آیت مین روایت کیا کہ منافقون کے دلون مین فرائض ادا کرنے کے وقت اللہ تعالےٰ کی یاد سے کچھ نہین سماتا اور وے لوگ

Marfat.com

کسی آیت پر ایمان نہین رکھتے اور نہ انکو توکل ہے اور نہ ٹھیک ٹھیک نماز پڑھتے ہین اور نہ زکوٰۃ دیتے ہین پس اللہ تعالے نے ان کے حال سے
تو آگاہ کر دیا کہ وے مومن نہین ہین پھر مومنون کا وصف بیان فرمایا بقولہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ کلمہ انما حصر کے واسطے آتا ہے پس لازم آیا کہ
آیت مین جو صفت مذکور ہے وہ جنمین ہو وہی مومن ہون اور جنمین نہو وہ مومن نہون حالانکہ فاسق گنہگار بھی مومن ہوتا ہے اور تاویل یہ
ہے کہ المومنون سے مومنین کامل مراد ہین اور مفسرؒ نے کہا کہ وہ لوگ مراد ہین جنکا ایمان پورا ہے اسمین کمی نہین ہے اور یہ قول بنا بر ینکہ ایمان
مین کمی بیشی ہوتی ہے وسیاتی الکلام فیہ انشاء اللہ تعہ۔ المعنے پورے مومن وہی لوگ ہین۔ اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کہ
جنکی یہ صفت ہے کہ جب اللہ تعالے ذکر کیا جاوے تو انکے دل وجل مین ہو جاتے ہین مفسرؒ نے کہا کہ ذکر اللہ ای وعیدہ۔ یعنے اللہ تعالے کے
ذکر کیے جانے سے مراد یہ کہ اللہ کی وعید ذکر کیجاتی ہے یعنے جب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالے نے ایسے کام پر جو بدکام ہے یون عذاب کرنے کا
حکم دیا ہے تو وے ڈر جاتے ہین۔ اور وجل یعنے خوف ہے۔ وقال مجاہدؒ وجلت ای فرقت بروزن سمعت یعنے جو گھبرا کر خوفناک ہو جاتے ہین
وکذا قال السدی وغیر واحد رحمہم اللہ۔ وہذا کقولہ تعالے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ یعنے جو
بندہ اپنے پروردگار کے مقام سے ڈرا اور نفس کو اسکی خواہش مین مقام وحد سے بڑھنے سے روکا تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے قلت بلکہ دو جنت
لقولہ تعالے ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ یعنے جسنے مقام رب تعالے سے خوف کیا اسکے لیے دو جنت ہین۔ وعن السدیؒ فی الآیۃ کہا کہ یہ
ایسے بندہ کا بیان ہے کہ کوئی ظلم یا گناہ کیا چاہتا تھا اس سے کسی نے کہدیا کہ اے مرد آدمی تو اللہ تعالے سے ڈر پس اس کا دل لرز گیا۔ قال
الخطیبؒ وحاصل آنکہ مومن جبھی کامل ہوتا ہے کہ اللہ تعالے سے خوفناک ہو کما فی قولہ والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون۔ اور فی قولہ۔
الذین ہم فی صلوتہم خاشعون۔ اگر کہا جاوے کہ یہان تو ذکر الٰہی سے ڈر جانا بیان کیا اور دوسری آیت مین مطمئن ہونا آیا ہے اور ایک
آیت مین ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب پس دونون مین جمع کیونکر ہے تو جواب یہ کہ دونون مین کچھ منافات نہین اسلیے کہ وجل تو خوف
عذاب سے ہے اور اطمینان بوجہ یقین کے ہوتا ہے اور یہی خوف و اُمید کا مقام ہے جو مومن کی شان ہے چنانچہ دونون ایک آیت مین جمع
ہوے یعنے قولہ تعالے تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ۔ مترجم کہتا ہے کہ دوسرا جواب یون ہو سکتا ہے
کہ بنا بر تاویل مذکور کے وجل تو ذکر وعید الٰہی سے ہے۔ اور اطمینان یاد الٰہی سے ہے پس موجب جدا جدا ہوا تحقیق یہ ہے کہ خوف دو طرح کا
ایک گنہگارون کو عذاب کا خوف اور دوسرا پرہیزگارون کو عظمت وجلال الٰہی کا خوف پس یہ ہیبت ہے۔ اسی سے کہا گیا کہ وجل ایک
ہیبت ہے جس مین محبت ملی ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کے شمائل مین آیا کہ جو آپ کو دور سے دیکھتا وہ ہیبت کھاتا اور پاس بیٹھتا تو اٹھنے کو
اس کا جی نہ چاہتا۔ پس مومن کے پاس جب اللہ عزوجل کا ذکر ہوا تو اس کا قلب وجل ہو جاتا ہے اور یہ ہر ایک کے مرتبہ کے موافق متفاوت
ہے۔ حاصل اس تحقیق کا یہ ہے کہ جو لوگ مومن کامل ہین انکے دل ذکر الٰہی سے وجل ہو جاتے ہین عقاب الٰہی ذکر ہونے کی حاجت نہین
ہے۔ ہان گنہگار البتہ عقاب الٰہی بیان ہونے سے ڈرتے ہین اور اُن کے حق مین وجل یعنے ہیبت نہین بلکہ خوف ہے۔ پس کاملون کی ایک
پہچان تو وجل قلوب بذکر اللہ عزوجل ہے اور دوم۔ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا اور جب تلاوت کیجاوین انپر
آیات الٰہی تو بڑھاتی ہین یہ آیتین انکو ایمان یعنے ان آیتون کے سننے سے انکا ایمان بڑھتا ہے مفسرؒ نے کہا کہ ایمان یعنے تصدیق بڑھتی
ہے۔ اس قول سے اشارہ کیا کہ نفس تصدیق ایسی چیز ہے کہ اس مین کمی بیشی ہوتی ہے اور یہی امام شافعی وائمہ محدثین کا قول ہے اور ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ ایمان کا گھٹ بڑھ جانا جمہور اُمت کا قول ہے بلکہ بمانند امام شافعی و امام احمد کے بہتیرون نے نقل کیا کہ اس قول پر اجماع اُمت ہے

Marfat.com

اور بڑا استدلال انکا اسی آیت سے ہے کیونکہ اسمین ایمان بڑھنا منصوص ہے اور جب بڑھنا ثابت ہوا تو گھٹنا بالاستلزام ثابت ہوا اور کہا ہین
مین کہا کہ جو لوگ ایمان کے حق مین گھٹنے بڑھنے کے قایل نہین ہین یعنے جیسے امام ابوحنیفہؒ وغیرہ تو وہ کہتے ہین کہ آیت مین ایمان بڑھ جانے کے
یہ معنے ہین کہ جس باتون پر ایمان پہلے تھا اب ان باتون مین کچھ باتین اور بڑھ گئین قلت یعنے یہ نہین کہ ایمان کی حقیقت بڑھ گئی اسلیے کہ
وہ تو تصدیق کا نام ہے یعنے دل مین یقین رکھنا مثلاً اللہ تعالےٰ واحد ہے اسپر یقین ہے تو مومن ہے اور اگر یقین مین کمی ہے تو وہ مذبذب
اور ڈھلمل یقین ہوا پس منافق ہوا وہ مومن نہوا اور اسپر زیادتی بھی متصور نہین ہے۔ کرخیؒ نے کہا ہے کہ حقیقت ایمان کی یعنے یقین تو
اکثر کے نزدیک نہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے ہان امام شافعی وغیرہ سے جو گھٹنا بڑھنا منقول ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ تصدیق قابل
قوت وضعف ہے پس اسی کو زیادتی وکمی سے تعبیر کیا کیونکہ بالیقین معلوم ہے کہ جو یقین کہ انبیاء علیہم السلام وارباب کشف وشہود کو حاصل
ہے اس مین اور عوام اُمت والے آدمی کے یقین مین ضرور فرق ہے اور انبیاء واولیاء کا یقین قوی ہوتا ہے اسیواسطے کاملون کو فرمایا۔
وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ اور فقط اپنے پروردگار ہی پر بھروسا کرتے ہین نہ کسی اور پر۔ توکل یہ کہ اپنے سب کام اللہ تعالےٰ کے سپرد کرے بسبب
کمال یقین اس امر کے کہ جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور بندہ پر یہ البتہ لازم ہے کہ جہان تک عقل وحواس وشرع کی اجازت ہو اسکو بجا لاوے
لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ چاہے لہذا انکا قلب مطمئن ہوتا ہے اس مین اگر مگر کی گنجائش نہین ہوتی اور کبھی نہین سوچتے کہ اگر ایسا کرتے تو یون
ہوتا اور مگر ایسے کیا تو یہ ہوا۔ بلکہ سب وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ چاہے لہذا فرمایا قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ہو مولنا وعلی اللہ فلیتوکل
المومنون۔ یہ تو انبیاء واولیاء کی تصدیق ہے اور عوام خواہ مخواہ بسبب عدم قوت تصدیق کے گھبرا جاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ بعد
تحقیق کے ظاہر ہوا کہ دونون فریق مین کچھ اختلاف نہین بلکہ لفظی بحث ہے اور خطیبؒ نے سراج مین لکھا کہ جنکے نزدیک ایمان تصدیق
قلبی ہے وہ گھٹنے بڑھنے کے قائل نہین۔ اور جنکے نزدیک اعتقاد واقرار وعمل کے مجموعہ کا نام ہے وہ کمی بیشی کے قائل ہین۔ قلت وفیہ نظر۔
وعمر بن حبیبؒ نے کہا کہ ایمان کی زیادتی یہی کہ اللہ تعالےٰ کو یاد رکھین واس کی حمد کرین اور نقصان یہی کہ سہو وغفلت مین پڑین۔ ابوہریرہؓ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخین ہین ان مین سے سب سے اونچی شاخ تو گواہی اس بات کی کہ
لا الٰہ الا اللہ اور سب سے نیچی یہ کہ راہ مین سے موذی چیز ہٹا دینا۔ اور حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔ رواہ البخاری ومسلم۔ مترجم کہتا ہے کہ
تیسیر الوصول مین اس حدیث کو ایمان کی تعریف مجازی مین داخل کر کے اشارہ کیا کہ یہ نفس حقیقت ایمان نہین پس اس سے زیادت و
نقصان نفس حقیقت پر دلیل لانا سہو ہوگا اور تحقیق بات تو معلوم ہو چکی پھر زیادہ کلام بیکار ہے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی پر توکل کرنا
یہی اصل ہے اور تقوی مین بڑا درجہ ہے۔ پس آیت مین کامل مومنون کے تین صفات بہت عمدہ ترتیب سے بیان فرمائے مرتبہ اول تو یہ ہے
کہ یاد الٰہی کے وقت وجل ہو اور دوم یہ کہ مقامات تکالیف سنکر خوشی سے یقین کو رونق ہو اور آخری مرتبہ یہ کہ سب سے منقطع ہوکر فقط
اللہ تعالےٰ پر اعتماد کرے اور سورۂ قل ہو اللہ احد پیش نظر رکھے۔ پھر یہ تینون مراتب تو ایسے احوال تھے جو قلب وباطن مین معتبر ہین اور یہی
اصل ہین پھر اُنسے ظاہر کی طرف منتقل کر کے فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اقامت کے معنے قائم کرنا اور یہ جبھی کہتے ہین کہ ٹھیک
پورے طور سے کیا ہو اسیواسطے مفسرؒ نے تفسیر مین کہا کہ یاتون بہا بحقوقہا۔ یعنے نماز کو اس کے جملہ حقوق کے ساتھ جسطرح چاہیے ہر ادا کرتے
ہین۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ نماز کی اقامت یہ ہے کہ جن جن وقتون مین نمازین ادا کیجاتی ہین اور وہ مواقیت کہلاتے ہین انکی محافظت رکھے
اور نماز کے وضوء اور رکوع وسجود کی محافظت رکھے۔ مقاتلؒ نے فرمایا کہ اوقات کی محافظت اور بطور پورا اچھی طرح طہارت کرے اور رکوع

Marfat.com

کو پورا اور سجدہ کو پورا ادا کرے اور نماز مین قرآن کی قراءۃ کرے اور تشہد پڑھے اور آخر مین درود پڑھے۔ یہی نماز کی اقامت ہی۔ حدیث مین ہے کہ نماز کی اوقات مین سے اول وقت ادا کرنا افضل ہے اور رکوع مین اور سجدہ مین تین تسبیح تک تو واجب ہے اور اس سے زیادہ کرنا افضل ہے۔ اور باقی تفصیل فقہ سے تلاش کرنا چاہیئے۔ بالجملہ کامل مومنون کے ظاہر افعال مین سے ایک یہ کہ نماز کو اقامت سے یعنے جسطرح ادا کرنی چاہیے اسطرح ادا کرتے ہین۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس چیز مین سے جو ہم نے انکو رزق کی یعنے عطا کی ہے خرچ کرتے ہین یعنے اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرتے ہین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ زکوۃ دینے اور جہاد مین خرچ کرنے اور بندون کو نفقہ دینے وغیرہ سب کو خواہ فرض و واجب ہون یا مستحب ہون شامل ہے اور تمام مخلوق اللہ تعالے کی پرورش مین ہین پس جو کوئی خلق کو نفع پہونچاوے وہی اللہ تعالے کو زیادہ محبوب ہے۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ اے بندہ خدا یہ تمام مال تیرے ہاتھ مین امانت وعاریت ہے مگر تجھے خرچ کرکے ثواب لینے کا فضل دیا گیا ہے پس تو خرچ کرکے اس سے بڑھکر نعمت دائم و باقی حاصل کر ورنہ قریب ہی کہ تو اسکو چھوڑ جاوے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ لوگ یعنے جنکے یہ اوصاف بیان ہوے ہین یہی مومنین ہین حقا یعنے سچ ٹھیک اس مین کچھ شک نہین۔ لَهُمْ دَرَجٰتٌ ان کی منزلتین ہین جنت مین۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے پروردگار کے یہان۔ یعنے جنت مین کمافی قولہ ہم درجات عند اللہ۔ یا اللہ تعالے کے نزدیک ان کے بڑے بڑے مرتبے ہین۔ وَمَغْفِرَةٌ اور مغفرت ہے یعنے اللہ تعالے ان کی لغزشون کو بخشیگا اور فضل فرماویگا۔ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور بڑا رزق ہے ف ظاہری اعمال مین سے فقط نماز و انفاق زکوۃ وغیرہ کو مخصوص ذکر کیا اس واسطے کہ یہی دونون نفس پر زیادہ شاق ہین پس جب نفس ان مین مطیع ہوا تو باقی اعمال فاضلہ مین ضرور مطیع ہوگا جیسے افعال قلوب مین سے خوف حق تعالے واخلاص و توکل پر اکتفا فرمایا ہے پس جب یہ افعال قلب اور یہ اعمال جوارح جمع ہوئے تو جملہ اخلاق پاکیزہ اس مین موجود ہونگے۔ واضح ہو کہ اصحاب حنفیہ نے کہا کہ آدمی کو روا ہے کہ جب اس سے سوال کیا جاوے کہ تو مومن ہے تو کہے کہ ہان مین برحق مومن ہون۔ اور یون نہ کہے کہ انشاء اللہ تعالے مین مومن ہون اور اصحاب شافعیہ نے کہا کہ آدمی کو یہی کہنا چاہیے کہ مین انشاء اللہ تعالے مومن ہون اور یون نہ کہنا چاہیے کہ انا مومن حقا۔ اور بعضے محققین نے لکھا کہ دونون فریق مین کچھ اختلاف نہین ہے اسواسطے کہ آدمی سے جب سوال کیا جاوے کہ تو ایمان لایا تو وہ انشاء اللہ تعا بطور شک کے نہین کہہ سکتا ہے کیونکہ ایمان تو تصدیق کا نام ہے پس یہی کہیگا کہ مین قطعی یقین رکھتا ہون اور رہا یہ کہ خاتمہ اسکا کیونکر ہوگا تو اس کو کوئی نہین جانتا سوائے اللہ تعالے کے پس اس لحاظ سے یہی کہنا چاہیے کہ انشاء اللہ تعالے مین مومن ہون یعنے جنتی ہون اگر اللہ تعالے نے چاہا اور بعض نے کہا کہ اگر سوال کیا جاوے اور وہ کہے کہ انشاء اللہ تعالے مین مومن ہون اور انشاء اللہ تعالے سے اُس کی نیت شک کی نہو بلکہ بطور تبرک کے ہو تو بھی جائز ہے جیسے قولہ ع۔ وانا انشاء اللہ بکم لاحقون۔ یعنے زیارت قبور مین کہا کہ مین بھی انشاء اللہ تعا تم لوگون سے ملنے والا ہون۔ حالانکہ یہان قطعی علم ہے کہ اہل قبور سے آدمی ملیگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے استشہاد کرنا محل تامل ہے اسواسطے کہ اہل قبور سے لاحق ہونا بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے چاہے ورنہ اگر آسمان پر اٹھالے تو وہ قادر ہے اور نیز ہر اہل قبر سے لاحق ہونا قطعی نہین معلوم کیونکہ یہ اللہ تعالے کی مشیت پر ہے اور نیز احتمال ہے کہ لحوق باعتبار نیک انجام کے ہو یعنے زیارت کنندہ واہل قبر سب کا انجام بخیر ہو اور باہم ملاقی ہون پس یہ کہان سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ تعالے حدیث مین محض تبرک کے لیے ہے۔ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ مومن ہین تو فرمایا کہ اگر تو پوچھتا ہے کہ اللہ تعالے و ملائکہ و رسولون و کتابون و قیامت و

Marfat.com

حساب وغیرہ پر ایمان رکھتا ہون تو مین قطعی ایمان رکھتا ہون اور اگر پوچھتا ہے کہ جن مومنون کا اللہ تعالےٰ نے قولہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم الآیہ مین ذکر کیا ہے تو مجھے نہین معلوم کہ مین ایسا ہون یا نہین ہون۔ وعن سفیان الثوریؒ جو کوئی اپنے حق مین یہ قطع کرلے کہ مین اللہ تعالےٰ کے نزدیک مومن حق ہون۔ پھر یہ یقین نہ کرے کہ مین قطعی جنتی ہون تو آدھی آیت پر ایمان لایا۔ حاصل یہ کہ انجام کار کی راہ سے کسی کو معلوم نہین ہوسکتا کہ مین مومن ہون جیسے کوئی یہ یقین نہین کرسکتا کہ مین جنتی ہون فافہم۔ قولہ تعالےٰ ہم درجات عند ربہم الخ۔ یہ درجات اہل جنت کے اپنے اپنے ایمان واعمال کے موافق فضل آلٰہی سے متفاوت ہون گے چنانچہ صحیحین کی حدیث مین ہے کہ علیین والون کو اُنکے نیچے والے ایسے دیکھینگے جیسے تم افق آسمان مین ڈوبے ہوے جگمگاتے تارے کو دیکھتے ہو یعنے ایسے بلند منزل ہونگے تو صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ انبیاء علیہم السلام کے درجے ہین ان کو کوئی اور اُن کے سوائے نہین پاویگا۔ آپ نے فرمایا کہ کیون نہین قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ اور لوگ بھی جو اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے اور رسولون کی تصدیق کی ہے پاوینگے۔ ابوسعید خدریؓ کی حدیث مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جنت والے آپس مین اپنے اوپر درجہ والون کو اسطرح دکھلادینگے جیسے تم آسمان مین گھُسے ہوئے تارے کو آپس مین ایک دوسرے کو دکھلاتے ہو اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما انھین بلند درجہ والون مین سے ہونگے انپر اللہ تعالےٰ نے نعمت فرمائی ہے۔ رواہ احمد واہل السنن۔ یہان بعض نے سوال وارد کیا کہ نیچے درجہ والون کو جب بلند درجہ والون کی فضیلت دیکھکر تمنا ہوئی تو عیش مکدر ہوگا پھر غم کیونکر نہوگا اور رزق کریم کیونکر رہا۔ اور جواب دیا کہ ہر شخص اپنی نعمت موجودہ مین ایسا مستغرق ہوگا کہ غیر کی طرف لحاظ بھی نہ کریگا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جواب مین تساہل ہے اور حق یہ ہے کہ ایسے حسد وغبطہ وتمنا وآرزو اور دیگر خصال جو پسندیدہ نہین ہین یہ دنیاوی جسم وقوی کی خاصیت ہین اسی واسطے یہ جسم دیکر ان بداخلاق سے بچنے کا امتحان رکھا گیا ہے اور وہان کے جسم مین یہ پلیدی نہوگی پس کسی کے اندر یہ خواہش پیدا نہوگی اسی واسطے کہا گیا کہ آخرت کے حالات کو دنیاوی احوال سے فقط نام کے سوائے کچھ مناسبت نہین ہے علاوہ برین حسد وغبطہ وغیرہ کوئی فعل بدون خلق آلٰہی تعالےٰ کے پیدا نہین ہوسکتا جیساکہ اہل سنت کا مذہب ہے پس جب اللہ تعالےٰ نے اہل جنت سے بالکل رنج وغم دور کیا تو اپنے کرم سے وہ ایسی کوئی چیز نہین پیدا فرماویگا جس سے ان کو اندوہ ہو بلکہ جائز ہے کہ ہر ایسی حالت جس سے رنج پیدا ہونے کا گمان کیا جاتا ہے اس سے اللہ تعالےٰ کے پیدا کرنے سے خوشی پیدا ہو۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ضحاک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جنت والے متفاوت درجات پر بعضے اونچے اور بعضے نیچے ہونگے پس جو لوگ اونچے ہین وہ نیچے والون پر اپنا فضل دیکھینگے اور جو نیچے ہین وہ اپنے اوپر کسی کی فضیلت نہین گمان کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے وہی ہین جو ہم نے اوپر بیان کردیے اور اسکے واسطے احادیث مین شواہد موجود ہین فاستقم ف فی العرائس فی قولہ تعالےٰ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم الآیہ اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان والیقان کا اسطرح وصف فرمایا کہ اوتعالےٰ کا ذکر جاری ہونے اور خطاب سننے وکتاب پڑھنے کے وقت وجل مین ہوجاتے ہین جو ذکر آلٰہی سننے کے وقت اللہ تعالےٰ کی دیدار عظمت وجلال سے پیدا ہوتا ہے اس کی تجلی سے انکے ایمان کو نور غیب بڑھتا ہے اور انکے ایقان کو نور قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی طاعت مین ان کی رضامندی اچھی طرح ہونے سے راحت اُنس پیدا ہوتی ہے یہان تک کہ وہ لوگ اسی کی عظمت سے خائف اور اُسی کی ربوبیت کے عارف اور اسی کی کفایت پر متوکل ہوجاتے ہین۔ ہمارے شیخ ابوعبداللہ بن خفیف قدس سرہ نے اس آیت مین وجل کے بیان مین فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ وجل کے احکام اہل وجل کے واسطے

اسیوقت صحیح ہوتے ہین جب ران کا پردہ اور غفلت کے حجاب اُنکے دلون سے دور ہوتے ہین پس بسبب قوت علم وصفائی یقین کے سطوات خوف کا مشاہدہ ہوتا ہے پس رقت اشفاق کی وجہ سے لطیف وجل انکے دلون مین سماتا ہے اور یہ اسوجہ سے کہ عظمت الٰہی کے دیدار مین جو کچھ پردہ تھا وہ اپنی استعداد کے موافق اُٹھ جاتا ہے پس ہیبت اپنا ظہور کرتی ہے ۔ مترجم کہتا ہے یعنے اس انوار ہیبت و عظمت سے میٹھا میٹھا رعب انپر چھا جاتا ہے اور یہی وجل کہلاتا ہے ۔ ابو سعید خرازؒ نے فرمایا کہ بھلا تو نے اللہ تعالےٰ کے ذکر کے وقت یا اس کی کتاب مجید سننے کے وقت یہ وجل دیکھا ۔ بھلا ذکر الٰہی سننے کے وقت تیرا یہ حال ہوا کہ تو بول نہ سکتا ہو مگر اسی کے ساتھ ۔ بھلا تیرا یہ حال ہوا کہ تو بہرا ہو گیا ہو ہر بات سننے سے سوائے اس سے اسیکا ذکر سننے کے ۔ کہان تجھے یہ حاصل ہوا ہیہات تو بہت دور رہا ۔ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ سبحانہ عزوجل وجلت قلوبہم ۔ ان کے دلون مین اس بات کی ہیبت چھا جاتی ہے کہ کہین اس پاک بے نیاز کی درگاہ سے دور نہ ہو جاوین پس ان کے اعضا ظاہری خوف کھا کر خدمت کی طرف جھک پڑتے ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ دوسری آیت مین جو ذکر نماز و زکوۃ وغیرہ کا ہے اُس کا نکتہ بھی نکل آیا یعنے پہلے اوتعالے عزوجل کی عظمت وجلال کا خطور ہوتا ہے پس گڑگڑا کر ادائے خدمت کی طرف جھک پڑتے ہین فافہم ۔ واسطیؒ نے کہا کہ وجل کے درجات متفاوت ہین ہر ایک کو اسکے مطالعہ کی مقدار وجل حاصل ہوتا ہے پس بسا اوقات تو بندہ کو مواضع سطوت کا دیدار ہوتا ہے اور بسا اوقات مواضع محبت و مودت کا اور بسا اوقات نزدیک کرنے اور دور کر دینے کا دیدار ہوتا ہے شیخ جنید رحمہ نے کہا کہ حق عزوجل کے فراق سے انکے دل حالت وجل مین ہو جاتے ہین بعض نے کہا کہ وجل کے درجات موافق مطالعات کے متفاوت ہوتے ہین پس اگر سطوت وعظمت الٰہی کا مطالعہ ہوا تو بندہ ہیبت مین آجاتا ہے اور اگر مودت کا مطالعہ ہوا تو اس خوف سے کہ جاتی نہ رہے وجل مین ہو جاتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جسنے قرب حاصل ہونے کو ادب دیے جانے سے مطالعہ کیا وہ وجل مین ہو جاتا ہے اور جسنے دوری دیے جانے کو دھمکی اور جھڑکی سے معلوم کیا وہ وجل مین ہو جاتا ہے اور جسنے اسکو اسطرح مطالعہ کیا کہ شہود سے غائب اور اس کے سرمدیت سے قائم اور اس کے ازل و ابد سے خالی ہے تو ایسے حال مین کچھ وجل نہین ہوتا اور نہ کچھ اضطراب اور نہ تباعد اور نہ اقتراب کیونکہ وہ محقق بذات اور فراموش از صفات ہے اور ذات مین ذات سے فنا رہے جیسے آنحضرت صلعم نے صفات سے ذات کی طرف گریز فرمایا کما قال علیہ السلام اعوذ بک منک ۔ یعنے تجھسے تیرے ہی ساتھ پناہ لیتا ہون ۔ جنید رح نے قولہ واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا الآیہ ۔ مین کہا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف وصول نہین مگر باو تعالےٰ ۔ اُستاد رح نے کہا کہ وجل تو ان کو مقامات غفلت سے نکالتا اور مساکن غیبت سے ہانک دیتا ہے اور جب تفرقہ کے جنگلون سے نکلکر مشاہدہ ذکر کی طرف آگئے تو سکون بحق عزوجل انکو حاصل ہو گیا پس جب ان کو آیات الٰہی سنائی گئین تو اُس سے ان کی تصدیق پر تصدیق بڑھتی گئی اور تحقیق پر تحقیق زیادہ ہوتی گئی جبکہ اُنھون نے جلالت قدر حق عزوجل کو پہچانا اور اُسکے ادراک سے اپنے آپ کو قاصر یقین کیا تو اپنی امداد مین اسی کی رعایت پر توکل کیا اور جیسے اسنے ابتدا مین ان کو اپنی عنایت سے چھڑایا ویسی ہی انتہا مین اس کی کفایت پر متوکل ہوے ۔ عارفون کے ساتھ حق تعالےٰ کی سنت یہ ہے کہ اپنے کشف جلال و لطف جمال کے ساتھ انکو مودت مین لے لیا پھر جب اپنے جلال سے ان کو کشف کیا تو انکے دل حالت وجل مین آئے اور جب کشف جمال سے انپر ملاطفت کی تو انکے دل ٹھہر گئے کما قال تعالےٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ وجل قلوب ان کو بسبب خوف فراق کے ہوتا ہے یعنے اس سے ڈرتے ہین کہ قرب و مشاہدہ سے دور کر کے دور فراق مین ڈالے جاوین پھر راحت وصال سے ان کے دلون کو اطمینان و تسکین ہوتی ہے پس فراق کے ذکر سے فنا رہو جاتے ہین اور وصال کے ذکر سے باقی و زندہ

ہو جاتے ہین ۔ پھر اللہ تعالے نے اپنی راہ مین ان کا جان فدا کرنا بوصف مدیا دفرمایا بقولہ الذین یقیمون الصلوۃ ومما رزقناہم ینفقون ۔ پھر ان کے ایمان کامل ہونے کو بیان فرمایا ۔ بقولہ اولٰئک ہم المومنون حقا ۔ پس حقیقت ایمان کی شرط انھین خصلتون سے ہے جنکو ان دونون آیتون کے بیان مین ذکر فرمایا پس جو کوئی ان خصائل مذکورہ سے آراستہ نہوا گویا وہ حقیقت ایمان سے آراستہ نہین ہر یعنے یہ خصائل ہون تو حقیقی مومن ہوگا ۔ تقوی وموسنون مین اصلاح اور انقیاد بوقت حکم اللہ تعالے والرسول بطریق اخلاص ۔ اور وجل قلب بوقت سماع قرآن وذکر آلٰہی اور مزید یقین بوقت استماع آیات ۔ اور ترک تدبیر بوقت تقدیر اور قیام مناجات بصفت صلوۃ اور انقطاع از اشتغال بدنیا اور مقدم رکھنا حقوق برادران ایمانی کو اپنی ذات پر پس جب یہ خصال پورے ہوے تب اسپر حقیقی مومن ہونے کا نام صادق آیا بسبب قول الٰہی عزوجل اولٰئک ہم المومنون حقا ۔ پھر جب ایمان مین محقق ہوا تو جو تعریف اُسکے بعد اللہ تعالے نے ذکر فرمائی اور جو وعدہ دیا ہے اس کا مستحق ہوا یعنے پوری مغفرت سے سرفراز ہوگا کیونکہ اللہ تعالے کے فضل کے سوائے اپنے خطرات کی طرف اس نے التفات نہین فرمایا اور اوتعالے اس کو اعلی درجات پر ترقی دیگا اور کشف مشاہدات کے وقت شراب وصال سے سیراب فرماویگا کما قال تعالے لہم درجات عند ربہم ومغفرۃ ورزق کریم ۔ اس مین بیان ہے کہ حقیقت ایمان یہ ہے کہ غیب کا مکاشفہ ہو جاوے اور جو اللہ تعالے نے اُن کو وعدہ فرمایا ہے وہ ظاہر ہو جاوے ۔ اسکی تصدیق حدیث حارثہ رضی اللہ عنہ سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس سے کہا کہ ہر شئی کی ایک حقیقت ہے پس تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مین نے دنیا سے اپنے نفس کو منقطع کیا پس اپنی رات کو جاگتا رکھا اور اپنے دن کو مین نے پیاسا رکھا اور گویا مین اپنے پروردگار کے عرش کو کھلا ہوا ظاہر دیکھتا ہون اور گویا مین اہل جنت کو جنت مین آپس مین ایک دوسرے کی زیارت کرتا دیکھتا ہون اور گویا دوزخیون کو آتش مین بھونکتے چلاتے دیکھتا ہون پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو پہچان گیا پس اسکو لازم پکڑ ۔ قال المترجم تخریج حدیث کی معجم طبرانی مین ہے کما مر فی الحاشیۃ ۔ پس آیت وحدیث سے صحیح ہوا کہ حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ غیب کی نظر سے غیب کا دیدار حاصل ہو اور اسکا ثمرہ وہ ہے جو آیت مین اللہ تعالے نے ذکر فرمایا کہ معاملات روشن وحالات شریفہ حاصل ہون ۔ بعض نے کہا کہ اس مین چند چیزین مجتمع ہوئی ہین جس سے انکا ایمان محقق ہوا ۔ اول تعظیم وذکر ۔ دوم سماع کے وقت وجل ۔ سوم تلاوت ذکر واس کے سماع کے وقت اظہار زیادت ایمان ۔ چہارم اللہ تعالے پر توکل ۔ پنجم شرائط عبودیت پر قائم ہونا اسطرح کہ حکم کے موافق انکو پورا ادا کرنا ۔ پھر حقیقت سے انکے اوصاف کامل ہو گئے پس ایمان مین محقق ہوے ۔ شیخ جنید رہ نے قولہ ہم المومنون حقا مین کہا کہ حق ہوئی یعنے ثابت ومتحقق ہوئی یہ بات کہ ان کے واسطے اللہ تعالے کی طرف سے سعادت ازلیہ سابق ہو چکی ہے ۔ شیخ ابوبکر بن طاہر رہ نے فرمایا کہ حقیقت ایمان کی پانچ چیزون کے ساتھ ہوتی ہے یقین واخلاص وخوف واُمید ومحبت ۔ پس یقین ہونے سے شک سے نکل جاتا ہے اور اخلاص کی وجہ سے ریا نہین رہتا ہے اور خوف ہونے سے مکر سے بچا رہتا ہے اور اُمید ہونے سے مایوسی سے بچتا ہے اور محبت ہونے سے وحشت وحیرت سے بچتا ہے ۔ اُستاد رہ نے قولہ لہم مغفرۃ ورزق کریم ۔ مین کہا کہ اللہ عزوجل کی شان ہے کہ گنہگارون کے عیب چھپاتا اور اُنکو فضیحت نہین فرماتا ہے تاکہ افضال کے اُمیدوار ہونے سے محجوب نہو جاوین ۔ اور عارفون کے مناقب چھپاتا ہے تاکہ اپنے اعمال واحول پر ناز نہ کرین اور رزق کریم وہ ہے جو انکو کشف اسرار سے حاصل ہوتا ہے ۔ اب جاننا چاہیے کہ آگے کی آیات مین اس امر کو ظاہر فرمایا کہ جو لوگ حقائق ایمان کی اہلیت رکھتے ہین ان مین یہ لازم نہین ہے کہ بالکل فرشتہ کی طینت پر ہو جاوین بلکہ بعض طباع بشریت وحرکات نفس امارہ انہین

رہجاتے ہین کہ حکم وامر آلہی کے وقوع پر انکا ظہور ہوتا ہے مگر اس سے جو تعریف انکے حق مین مقدر ہے وہ منقلب ہوکر مذمت نہین ہوجاتی بلکہ فضل ورحمت سے سرفراز ہوتے ہین کیونکہ اوتعالے جل جلالہ نے ان کرامات سے اُن کو اُنکے وجود سے پہلے ازل ہی مین بدون انکی طرف سے کسی علت وسبب ہونے کے محض اپنے فضل سے برگزیدہ فرمایا ہے۔ اور اس امر کو ظاہر فرمایا کہ ولی صادق اگرچہ درجہ ولایت پر پہونچ گیا ہو نفس کے بعض خطرات سے معصوم نہین ہوجاتا اور کسی نبی ورسول کے درجہ تک نہین پہونچ سکتا ہے حالانکہ بعض ادنی خطرات سے فی نفسہ رسول معصوم نہین ہان بعصمت آلہی معصوم ہین یعنے کوئی خطرہ ان کو ضرر نہین پہونچا سکتا ہے اور ولی کے حق مین یہ عصمت نبوت نہین ہوتی ہے ہان ایسے خطرات سے ان کو نقصان نہین پہونچتا بلکہ انکا اختصاص جو بسبب تقدیر وبرگزیدگی قدیم کے ہے مقترن بصفت جمیلہ ہوجاتا ہے تاکہ کوئی گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ ولی وہی ہوتا ہے جب تمام مدارج عبودیت کو تمام و کمال ادا کرے کیونکہ تو یہ نہین دیکھتا کہ مقام نبوت تو بعض خطرات سے خالی ہی نہین پھر مقام ولایت کا کیا ذکر ہے اور ان تمام مقاصد کو جو ہم نے مجملاً اوپر ذکر کردیا ہے یعنے حقیقی ایمان والا بعض طباع وحرکات بشریت سے خالی نہین ہوتا اور زلات بشریت اس کو کچھ مضر نہین ہوتے ہین اگرچہ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہو وے کیونکہ برگزیدگی تو اُنکے وجود سے سابق بتقدیر ازلی ہے اسکو

کلام اوتعالے سے بتوفیق اللہ تعالے سمجھو وقد قال اللہ تعالے

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ص وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ

جیسے نکالا تجکو تیرے رب نے تیرے گھر سے درست کام پر اور ایک جماعت ایمان والی ناراضی تھی

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ يَعِدُكُمُ

تجھسے جھگڑتے تھے درست بات مین واضح ہوچکے پیچھے گویا انکو ہانکتے ہین موت کی طرف اور آنکھون دیکھتے ہین اور جسوقت وعدہ دیتا ہی

اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ

اللہ تمکو ایک ان دو جماعت مین سے کہ تمکو ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جسمین کانٹا نہ لگے وہ ملے تمکو اور اللہ

اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

چاہتا تھا کہ سچا کرے سچ کو اپنے کلامون سے اور کاٹے پیچھا کافرون کا تا سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کرے جھوٹھ کو اور اگرچہ ناراضی ہون گنہگار

وجہ ارتباط اس کلام کی ماسبق سے بتقریر عرائس البیان مذکور ہوئی اور وہ بحسب المعنے پسندیدہ ہے اور اہل تفسیر نے اعراب قولہ تعو كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ مین اختلاف کیا کہ کاف کس سے متعلق ہے لیکن اولی یہ ہے کہ بعض معنے کلام پہلے بیان کرکے تب اس کو ذکر کیا جاوے. واضح ہو کہ بالحق متعلق اخرج ہے یعنے حق وصدق کے ساتھ تجھ کو تیرے پروردگار نے تیرے گھر سے نکالا۔ بعض نے کہا کہ گھر سے یعنے مکہ سے اور مراد سفر ہجرت ہے اور جمہور نے کہا یعنے مدینہ سے اور مراد جہاد بدر ہے اور بدر ایک کنوان یا مقام ہے اکنوان بنانے والے کا نام تھا مگر اب وہ ایک مقام ہے جس مین پانی ملتا ہے اور سال مین ایک بار وہان عرب ایک میلہ کیا کرتے تھے اور زمانۂ جاہلیت کی رسوم برتتے تھے جو زمانۂ اسلام مین موقوف ہوئین۔ اور قریش کے ساتھ آنحضرت صلعم سے پہلی لڑائی وہین واقع ہوئی۔ حاصل آنکہ جیسے تجھکو تیرے پروردگار نے حق کے ساتھ تیرے گھر یعنے مدینہ سے قتال بدر کے واسطے نکالا۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے۔ یعنے اور حال یہ کہ مومنون مین سے ایک

Marfat.com

فریق البتہ کراہت رکھنے والا تھا یعنے اس نکلنے سے کراہت رکھتا تھا اگر کہا جاوے کہ یہ جملہ حال کیونکر ہو سکتا ہے اسلیے کہ حال اخراج مین ان لوگون کی کراہت متحقق نہ تھی بلکہ بعد خروج کے جب وادی ذفران مین پہونچے ہین تب کراہت پیدا ہوئی ہے جیسا کہ قصۂ مابعد سے واضح ہوگا۔ جواب یہ کہ حال مقدرہ ہے اے مقدرین الکراہتہ۔ اب جاننا چاہیے کہ تعریب کاف مین جو مقتضی تشبیہ چیزے بچیزے دیگر ہے چند اقوال ہین۔ ایک یہ کہ تقدیر کلام یون ہے۔ اتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم فان ذلک خیر لکم کما ان اخراج محمد من بیتہ خیر لکم وان کرہہ فریق منکم۔ دوم آنکہ کاف متعلق بما بعد ہے یعنے کما اخرجک ربک من بیتک بالحق علی کرہ فریق منھم کذلک ہم یکرہون القتال ویجادلونک فیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اس امر کو مقتضی ہے کہ نکلنے کے وقت تحقیقاً بعض سے کراہت موجود تھی وفیہ نظر لما عرفت فتذکر۔ سوم آنکہ کاف بمعنے علی اور ما بمعنے الذی ہے اے امض علی الذی اخرجک ربک الخ۔ چہارم آنکہ کاف بمعنے اذ ہے اے اذکر اذ اخرجک ربک الخ۔ پنجم یہ کہ اصلحوا ذات بینکم اصلاحا کما اخرجک ربک۔ پس جماعت کی طرف خطاب کرنے سے ایک کی طرف رجوع ہے۔ ششم یہ کہ اطیعوا اللہ ورسولہ طاعۃ محققۃ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق ہفتم یہ کہ یتوکلون حقا کما اخرجک الخ۔ اور ایسے ہی اس مقام پر بہت وجوہ اعراب ہین جنکو سمین رہ نے مفصل ذکر کیا اور اولی وجہ وہ ہے جو زجاج رہ نے بیان کی کہ تقدیر کلام یون ہے کہ الانفال ثابتۃ للہ والرسول وان کرہوا کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان کانوا کارہین۔ یعنے انفال سب مخصوص بآنحضرت صلعم ہین جیسے چاہین تقسیم کرین اور یہ لوگون کے حق مین بہتر ہے اگرچہ وہ اسکو گران سمجھین جیسے کہ حق تعالے نے تجھے ان غنائم کے حصول کے سبب مین جب پہلے گھر سے نکالا یعنے واسطے جہاد بدر کے تب بعضے لوگون نے مکروہ جانا تھا حالانکہ یہ اخراج بحق تھا اور انکے حق مین بہتر تھا۔ رازی رح نے کہا کہ جو وجوہ اس مقام پر مذکور ہوئے ہین سب سے یہ وجہ اعراب وبیان کی بہت اچھی ہے واضح ہو کہ کراہت ایک فریق مومنین کی بطریق عصیان وضعف الیقین کے نہ تھی بلکہ بمقتضاے بشریت تھی اور بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلعم کو مدینہ مین خبر پہونچی کہ ابوسفیان ملک شام سے بہت بڑا مال تجارت قریش کا لیے ہوے مکہ کو جاتا ہے پس حضرت صلعم نے لوگون کو آمادہ کیا کہ اہل شرک وکفر جوان اموال کے سرکشی پر ملک الٰہی مین فساد مچاتے ہین اور راہ راست چھوڑے ہوئے ہین اس مال کو انسے چھین لو پس مومنون مین سے قریب تین سو تیرہ ۳۱۳ آدمی کے نکلے اور باقی لوگ سستی کرکے رہگئے کہ اس مال کے پیچھے کون جاوے اور ابوسفیان کو جو یہ خبر پہونچی کہ محمد صلعم مع اپنے اصحاب کے اس کی جستجو مین نکلے ہین تو اس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کو اجارہ پر اسواسطے مقرر کیا کہ مکہ کو جاکر قریش کو نفیر کرے کہ جلدی دوڑو تمھارا مال لٹا جاتا ہے پس ابوسفیان تو قافلہ کو لیکر راہ چھوڑ کر سمندر یعنے بحر قلزم کے کنارے کنارے ہو رہا اور مکہ مین سے دلاور بہادر قریب ایک ہزار مسلح جوان کے نکلکر بدر کے کنوین پر اُترے اور اس کو گھیر لیا اور شرابین پینا وگانا وناچ دیکھنا واونٹون کے کباب لگانا شروع کیے۔ اور حضرت صلعم کے ہاتھ سے جب قافلہ نکل گیا تو حضرت جبرئیل ع نے آگاہ کیا کہ اللہ تعالے عزوجل تم کو وعدہ دیتا ہے کہ قافلہ یا نفیر دونون مین سے ایک طائفہ یعنے ایک گروہ تمھارا ہے چاہو قافلہ گرفتار کرکے لیلو اور چاہو یہ ہزار آدمی جو لڑنے آئے ہین ان کو لے لو۔ مومنون نے جو فقط تین سو تیرہ ۳۱۳ تھے اور وہ بھی اچھے ساز وسامان سے نہ تھے بلکہ بہتسے ننگے بدن بدون زرہ وپورے ہتھیار کے تھے ان لوگون نے خوف کیا اور ان کو رعب چھا گیا اور حضرت صلعم سے کہا کہ ہم تو بدون سامان کے قافلہ لینے کو نکلے تھے اب ایسی حالت مین دشمن سے کیونکر لڑین۔ چنانچہ حق تعالے نے فرمایا۔ یُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ تجھسے جدال کرتے ہین جھگڑتے ہین دربارہ حق کے بعد ظہور حق کے۔ یعنے حق انپر ظاہر ہو گیا کہ ہر چیز قبضۂ قدرت الٰہی مین ہے

کسی ساز وسامان وغیرہ کی تاثیر نہین ہے اور کوئی نفع وضرر بدون قضاے حق عزوجل کے نہین پہونچ سکتا اسیواسطے خوبی ایمان
کے مقتضی ہے اللہ تعالےٰ ہی پر بھروسا کرتے ہین پس بعد ظہور حق کے بمقتضاے بشریت اس مقام پر تجھسے جھگڑتے ہین۔ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ
اِلَی الْمَوْتِ گویا وے موت کی طرف کھینچے جاتے ہین۔ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ درحالیکہ موت کو آنکھون دیکھ رہے ہین۔ یعنے ظاہری اسباب
سب موجود دیکھنے سے گویا خود موت ہی کو دیکھ رہے ہین۔ پس یہ کراہیت انکو اس جہت سے تھی کہ تعداد بہت تھوڑی وسامان
جنگ بہت کم تھا گویا ایسے زبردست لشکر سے ایسی حالت مین مقابلہ کرنا خواہ مخواہ قتل ہوجانا سمجھکر گھبرا گئے اور یہ بمقتضاے بشریت تھا
ورنہ توکل بحق سبحانہ تعالےٰ کے منافی ہے۔ واضح ہو کہ اس لڑائی مین اللہ تعالےٰ نے مومنون کو عجیب عجیب آیات قدرت دکھلائین
ازانجملہ یہ کہ باوجود اس حالت کے کہ ابتدا مین اس لشکر سے لڑنے جانا گویا موت کی طرف کھینچے جانا سمجھتے تھے اور انتہا مین ایسی کھلی
فتح دیدی۔ اور آمد ملائکہ اور خواب عاتکہ ہمشیرہ عباس رض وغیرہ کافرون کے واسطے بھی آیات تھین ولیکن سال آیندہ فی الجملہ غلبۂ
مشرکین سے کافرون کو مکر مین ڈالدیا وعنقریب بیان آویگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ فی المعالم والسراج وغیرہ غزوۂ بدر مین آنحضرت صلعم
پہلے واسطے لڑائی کے نہین نکلے تھے بلکہ قافلہ کے واسطے نکلے تھے اور بات یہ ہوئی کہ ابوسفیان چالیس سوارون کے ساتھ جن مین
عمرو بن العاص ومخرمہ بن نوفل الزہری وغیرہ تھے شام سے قافلہ لیکر مکہ کو جاتا تھا اور اس مین قریش کی کثرت تجارت تھی پس جبرئیل ع
لے آکر آنحضرت صلعم کو آگاہ فرمایا کہ آپ نے مومنون کو آگاہ کیا پس کثرت مال اور قلت دشمن کی نظر سے مومنون کو قافلہ سے تعرض کرنا
بھلا معلوم ہوا ولیکن کچھ لوگ ساتھ ہوئے اور کچھ لوگ بے پروائی کرکے ٹھہر گئے۔ جب ابوسفیان نے آنحضرت صلعم اور مومنون کا روانہ
ہونا سنا اور وہ ملک حجاز مین پہونچکر ہوشیار بیدار اور متجسس اخبار تھا پس اسے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر مقرر کرکے اہل مکہ کے
پاس روانہ کیا کہ بہت جلد اپنے قافلہ کی خبر لو۔ ضمضم کے آنے سے پہلے مکہ مین یہ واقعہ ہوا کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب جو عباس بن عبدالمطلب
کی بہن تھین اُنھون نے خواب مین دیکھا کہ ایک اونٹ سوار اونچے ٹیلے پر آکر چلایا کہ اے آل غالب جلد اپنے مصارع کو چلو اور لوگ
اس کی طرف جمع ہوگئے پھر ایک فرشتہ آسمان سے اُترا اُسنے پہاڑ سے ایک پتھر لےکر اوپر پھینکا پس مکہ کا کوئی گھر نہ بچا جسمین اس پتھر کی
کرچ نہ گری ہو۔ عباس نے سنکر کہا کہ اسکو کسی سے مت بیان کرو اور خود نکلکر ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات کرکے یہ خواب بیان کیا اور
اسکو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی پس اُسنے اپنے باپ سے بیان کیا اور خواب فاش ہوگیا۔ پھر دوسرے روز عباس طواف کرنے لگے اور
ابوجہل مع ایک گروہ کے سایۂ کعبہ مین بیٹھا خواب عاتکہ کی باتین کرتا تھا اسنے کہا کہ اے عباس جب طواف سے فارغ ہو تو ادھر آنا پھر
مین فارغ ہوکر گیا تو اسنے کہا کہ اے بنو عبدالمطلب یہ فتنہ تم مین کہان سے آیا یعنے خواب عاتکہ اور بولا کہ اے بنو عبدالمطلب کیا تم اس پر
راضی نہوئے کہ تم مین سے مرد نبوت کا دعوی کرین یہانتک کہ عورتین مدعی ہوئین اب ہم تین روز تک تمہارا انتظار کرتے ہین اگر یہ بات سچ
ہوئی تو خیر ورنہ ہم تین روز بعد ایک نوشتہ لکھدینگے کہ عرب مین تمہارا خاندان بڑا جھوٹا ہے۔ عباس کہتے ہین کہ مجھسے اُس سے بہت باتین
نہین ہوئین غیر ازینکہ مین نے انکار کیا کہ عاتکہ نے کچھ نہین دیکھا۔ پھر شام ہوئی تو بنی عبدالمطلب مین سے کوئی عورت نہ بچی جسنے مجھسے آکر
شکایت نہ کی ہو کہ تم نے اس فاسق خبیث کو اپنے مردون کی غیبت کرنے دیا یہانتک کہ اُسنے عورتون کی بدگوئی کی اور تم سنتے رہے
کیا تمہارے پاس کچھ غیرت نہین رہی۔ پھر مین تیسرے روز صبح کو گیا تاکہ ابوجہل خبیث کو چھیڑکر اسکی گفتگو کا بدلا لون۔ جب مین مسجد مین
پہونچا تو مین نے اُسکو دیکھا اور اسکی طرف چلا اور وہ دُبلا پتلا تر شرو تیز نظر تیز زبان آدمی تھا اتنے مین وہ دروازہ کی طرف سے نکل کر

تیز چال چلدیا تو مین نے کہا کہ شاید میرے خوف سے چلدیا ہے حالانکہ جو اُسنے سُنا وہ مین نے نہین سُنا تھا یعنے اسے ضمضم بن عمرو کی آواز سنی کہ وہ بطن الوادی سے چلاتا اور گریبان پھاڑتا تھا کہ لے آل غالب اے قریش جلد دوڑو کہ محمد اور اُنکے ساتھیون نے تمھارے اموال تجارت کو جو ابوسفیان کے ساتھ ہین گھیرا ہے پس ابوجہل نے ٹیلہ پر کھڑے ہوکر قریش کو نفیر کیا اور قریب ہزار مسلح جوان کے نکلکر جلد روانہ ہوکر پہونچے تو اس سے کہا گیا کہ تمھارا قافلہ سمندر کے کنارے کی راہ لیکر سلامت بچ گیا اب لوٹ چلو پس اُسنے نہ مانا اور کہا کہ بدر کے مقام مین شراب و کباب و راگ و رنگ کرکے مومنون کو خفیف کرکے واپس آوینگا پس بدر مین آکر اُترا اور پانی پر مشرکون نے قبضہ کرلیا محمد بن اسحاق بن یسار نے زہری و عاصم و یزید بن رومان وغیرہ کی حدیثون کو جو عروۃ بن الزبیر کے طرق سے ابن عباسؓ سے ہین مجتمع کرکے مختصر سیاق سے یون ذکر کیا کہ رسول اللہ صلعم جب وادی ذفران مین پہونچے تو آپ کو خبر ملی کہ قریش اپنے قافلہ کو بچانے کے لئے نفیر کرکے نکلے اور روانہ ہوئے ہین پس آنحضرت صلعم نے لوگون سے مشورہ مانگا تو بعض نے کہا کہ ہم کو نفیر سے لڑنے کی طاقت نہین۔ پھر مشورہ مانگا اور پھر بعض نے یہی جوابدیا کہ ہم تو عیر یعنے قافلہ کو لینے نکلے تھے اور نفیر سے لڑنے کی طاقت ہم کو نہین ہے پس آنحضرت صلعم کا چہرہ متغیر ہوگیا پس فوراً حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہوکر اچھا کلام کیا پھر عمرؓ نے کھڑے ہوکر اچھا کلام کیا پھر مقداد بن عمروؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ جو آپ کو اللہ تعالے حکم فرمادے آپ اسی پر چلین اور ہم آپ کے ساتھ ہین اور قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ ہم آپ سے ویسے نہ کہینگے جیسے بنواسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ فاذہب انت وربک فقاتلا انا ہہنا قاعدون۔ بلکہ ہم یون کہینگے کہ فاذہب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون۔ اور قسم ہے اُس پاک پروردگار کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر آپ ہم کو برک الغماد لیجاوین تو ہم اُس کے ورے نہ ٹھہرینگے یہانتک کہ وہان پہونچ جاوین پس حضرت صلعم نے مقداد کو دعاے خیر دی۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ مراد آپ کی یہ تھی کہ انصار جواب دین کیونکہ بڑا گروہ وہی تھے اور انھون نے جب عقبہ مین آنحضرت صلعم کے مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے آپ کے ساتھ بیعت کی تھی تو عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ ہم آپ کے ذمہ دار ہونے سے بری ہین اسوقت تک کہ آپ مدینہ مین آجاوین پھر مدینہ پہونچنے کے بعد ہم آپ کو ہر ایسی چیز سے جس سے اپنی اولاد کو بچاتے ہین بچاوینگے پس آنحضرت صلعم خیال فرماتے کہ شاید انصار یہی جانتے ہون کہ مدینہ پر اگر کوئی دشمن بقصد ضرر رسانی آنحضرت صلعم ہجوم کرے تو انپر بچانا و دفع کرنا لازم ہے اور بس اور یہ لازم نہین کہ مدینہ سے ساتھ ہوکر دشمنون کے ملک مین مددگاری کرین۔ پس جب آنحضرت صلعم نے یون فرمایا تو سعد بن معاذؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ گویا آپ ہم کو مُراد لیتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان۔ تو عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم لوگ تو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور شہادت دی کہ جو کچھ آپ لائے سب برحق ہے اور اسپر ہم نے عہود و مواثیق دیے کہ بسر و چشم جان و دل سے مطیع و فرمانبردار ہین پس جو کچھ آپ کو اللہ تعالے نے حکم دیا ہو آپ اس راہ چلین پس قسم ہے اُس ذات پاک کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ اگر ہم کو اس سمندر پر پیش کرین اور اُس مین گھسین تو ہم بھی گھس پڑینگے ایک بھی نہین پھریگا اور ہم اُسکو بُرا نہین جانتے کہ آپ ہم کو کل کے روز کسی دشمن نے بھڑا دین۔ ہم لڑائی کے وقت سراسر ثابت قدم اور بھڑ جانے کے وقت راسخ دم ہین اور اُمید ہے کہ اللہ تعالے ہمارے طرف سے آپ کو ایسی باتین دکھلادے جس سے آپ کی آنکھین ٹھنڈی ہون پس آپ اللہ تعالے کی برکت پر ہم کو لے چلین۔ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تو آنحضرت صلعم بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالے کی برکت پر روانہ ہو اور تم کو بشارت ہو کہ اللہ تعالے نے مجھسے عیر و نفیر مین سے ایک گروہ کا وعدہ کیا ہے اور قسم ہے اللہ تعالے کی کہ گویا مین اسدم قوم کے مصارع کو دیکھتا ہون یعنے جہان جہان ان مین کے مشہور لوگ قتل ہوکر گرینگے ہر ایک کے ٹھکانے کو دیکھتا ہون۔ قال ابن کثیرؒ اور عوفی رح نے ابن عباس رضؓ سے اسکے مانند روایت کیا

اور ایسا ہی سدیؒ وقتادہؒ وابن زیدؒ ودیگر علماء سلف نے بیان کیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے میدان جنگ مین پھر کر لڑائی واقع ہونے سے پہلے ہر ایک کے مقتول ہونے کا ٹھکانا بتلایا تھا جس سے سر مو تجاوز نہین ہوا۔ اور یہ روایت سابق مین بیان ہو چکی ہے۔ اس تمام بیان سے واضح ہوا کہ قولہ تعالے یجادلونک فی الحق آلخ مین بوجہ اضطراب کے بمقتضاے بشریت جو مناقشہ واقع ہوا وہ فقط بعض لوگون کی طرف سے تھا جنکے بدن پر زرہ بھی نہ تھے اور لڑائی کے واسطے بالکل آراستہ نہ تھے وہی یون خیال کرتے کہ کانما یساقون الی الموت وہم ینظرون۔ اور یہ بات بھی ان کی طرف سے قبل وعدہ آلہی وبشارت کے واقع ہوئی تھی چنانچہ بعد مناقشہ کے جب قتال کے واسطے روانہ ہونے پر متفق ہوگئے تب حضرت صلعم نے اُن کو بشارت دی کہ اللہ تعالے نے مجھے عیر ونفیر دونون مین سے ایک گروہ کا وعدہ دیا ہے وقد قال تعالے۔ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ اس مین یاد دلایا اپنے وعدہ کا اور اس کے پورا کرنے کا اور طائفتین سے مراد عیر ونفیر ہے اور جملہ انہا لکم بدل اشتمال ہے یعنے احدی الطائفتین کا وعدہ یہ کہ وہ تمھارے واسطے ہے اور یہ وعدہ بطور منع خلو سمجھا گیا یعنے دونون مین سے کوئی ایک طائفہ انکو ملیگا۔ اور عباس رضؓ بن عبد المطلب نے اس سے منفصلہ حقیقیہ سمجھا چنانچہ امام احمد نے بسند جید ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ بدر کی لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلعم سے کہا گیا کہ اب عیر پر بھی بھیجئے اس سے کوئی روکنے والا نہین ہے اور عباس بن عبد المطلب اسوقت مشرکون کے ساتھ بدر کے قیدیون مین تھے انھون نے آواز دی کہ یہ بات لائق نہین ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیون تو عرض کیا کہ اسلیے کہ اللہ تعالے نے آپ سے احدی الطائفتین کا وعدہ کیا تھا پس وہ پورا کر دیا۔ بالجملہ مومنون کو اللہ تعالے نے احدی الطائفتین کا مبہم وعدہ دیا ولیکن یہ لوگ چاہتے تھے کہ عیر ہم کو ملے اسواسطے کہ بہت مال تھا اور لڑائی سے بھی خطرہ نہ تھا چنانچہ فرمایا۔ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ اور تم یہی چاہتے تھے کہ بے شوکت والا یعنے بے ہتھیار وزرہ والا گروہ یعنے عیر تمکو ملے کیونکہ اسمین آدمی کم اور جنگی سامان کم تھا بخلاف نفیر کے کہ ایک ہزار کے قریب پورے مسلح تھے۔ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ۔ اور اللہ تعالے چاہتا تھا کہ ثابت وظاہر کرے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ یعنے اس تقدیر کے ساتھ جو ازل مین اسلام کے ظاہر وغالب ہونے کے واسطے ثابت ہوئی ہے۔ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالے چاہتا تھا موافق کلمات قدیمہ کے کہ قطع کرے دابر یعنے آخر کافرین کو بایں طور کہ ان کی جڑ کاٹ دے چنانچہ اس واقعہ مین ابو جہل وغیرہ ان کے سرکش مڈھ لوگون کو قتل کر دیا جس سے جڑ کٹ گئی پس چونکہ اللہ تعالے نے حکم قدیم مین یہ چاہا تھا لہذا مومنون کو قتال کا حکم اس لیے دیا کہ۔ لِيُحِقَّ الْحَقَّ تاکہ ثابت وظاہر کرے حق کو وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ اور میٹ دے باطل یعنے کفر کو وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ اگرچہ بڑے برا جانا کرین مجرم لوگ یعنے مشرک لوگ اگرچہ اسلام وحق کو برا جانا کرین مگر اللہ تعالے اسکو پورا کرنے والا ہے ف فی العرائس قولہ تعالے کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المومنین لکارہون یہ کراہت بخطرہ نفسانی تھی پھر اور زیادہ کیا بقولہ یجادلونک فی الحق بعد ماتبین سدی رحہ نے کہا کہ کذا فی تفسیر ابن کثیر ۱۲ سمجھنے حق مین جدال کرتے ہین بعد ازانکہ انکو ظاہر ہو گیا کہ تو نہین کرتا مگر وہی جو تجھکو اللہ تعالے حکم فرما دے کانما یساقون الی الموت وہم ینظرون۔ پاک ہے وہ معبود قادر قدیم جسنے اپنے ان بندون کو حقائق ایمان ودرجات وانوار ومکاشفات سے مخصوص فرما کر ان صفات کی کوئی پروا نہین کی تاکہ مخلوق کو معلوم ہو کہ فضل آلہی عزوجل ان بندون پر سابق اور عنایت آلہی انپر قدیم ہے اور آیت کریمہ کے معنے یہ ہین کہ اموال غنیمت کی تقسیم انہین موافق حکم ازلی کے ہے اور ان کے نفوس کی خواہش کے موافق نہین ہے جیسے تجھکو تیرے گھر سے تیرے پروردگار

Marfat.com

نے دشمنوں پر جہاد کرنے کو نکالا حالانکہ وہ لوگ اس میں کراہت کرتے تھے یعنے جہاد میں جیسے انکی کراہت تھی ایسے ہی اموال غنیمت کی تقسیم میں بھی
اور یہ بخواہش نفس و مقتضائے بشریت ہے اور اس جہت سے نہیں ہے کہ انکے دل حکم اللہ و رسول کے قبول سے انکار کرتے ہیں اسلیے کہ وے
لوگ حکم اللہ تعالے و رسول پر کامل یقین رکھتے ہیں اور یہی حال جملہ سالکین کا ہے کہ انکے نفوس انکے اوطان قلوب میں ہر دم نہیں ٹھہرتے
سوائے اُن اوقات کے جنمیں حق عز و جل کا مشاہدہ ہوتا ہے پس ان اوقات میں تو روے زمین پر جتنے قلوب اس کرامت سے مشرف ہیں
سب انوار غیب سے منور ہو کر تاریکی نفس و بشریت سے چھوٹ جاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ نفس کو کبھی امر حق سے الفت نہیں ہوتی۔ اور بعض
صحابہ رضہ نے جو اس مقام پر آنحضرت صلعم سے ہٹ چاہی تھی تو یہ بچوں کی سی ہٹ تھی کہ پیار دیکھکر پانوٗن پھیلائے کہ وے لوگ وصال کی گود
میں پالے جاتے تھے جیسے خلیل علیہ السلام نے از راہ خلت و انبساط کے قوم لوط کے بارہ میں اللہ تعالے سے جھگڑا کیا کما قال اللہ تعالے یجادلنا
فی قوم لوط الآیہ۔ یعنے ابراہیم نے ہم سے قوم لوط کے بارہ میں جھگڑنا شروع کیا۔ پھر پردۂ نفس قبل مشاہدہ تک رہتا ہے پھر جب حق ہی حق رہا تو
پردہ اُٹھ گیا اور نفس کے آثار میں سے ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہتا ہے قال المترجم کوئی نادان یہ خیال نہ کرے کہ اولیاء امت سے حجاب دور
اور مشاہدہ کا ظہور ہوتا ہے پھر کیا صحابہ اس سے بھی کم تھے کیونکہ ہم نے تحقیق اور بیان کر دی کہ ہر ایک فرقہ کے واسطے مقام قرب مختلف ہیں
پس اولیاء اُمت کو جو مرتبہ انتہاء درجہ کا ہے وہ پہلا قدم مرتبہ شہداء کا ہے اور انتہاء مرتبہ شہداء کا اول درجہ صدیقین کا ہے اور انتہاء
درجہ صدیقین کا اول مرتبہ نبوت ہے اور علی ہذا اگلی اُمتوں میں سے جو صدیقین کو ملا وہ اس اُمت کے اولیاء کو نصیب ہوا واللہ تعالے اعلم
پس یہ فرقہ صحابہ رضہ کا اسوقت میں مقام غیبت میں تھا پھر جب انکی مراد انکو کھلی تو خوشی خاطر سے دوسری بار جنگ احد میں اپنی جان
قربان کرنا قبول کیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے کی سنت جاری ہے کہ اہل سلوک کو انکے گھروں سے نکالتا ہے تاکہ غربت و مسافرت میں فرقت
کی تلخی پاویں اور بشریت و نفس جن چیزوں سے مالوف ہے انکا اثر باقی نہ رہے اسیواسطے فرمایا کما اخرجک ربک من بیتک بالحق۔ اور
اشارہ حقیقت اس میں یہ ہے کہ مردان حق اپنے نفوس کے وطنوں سے نکلکر میدان مشاہدہ میں حاضر ہوتے ہیں تاکہ انکے ساتھ کسی غیر کا وجود
سوائے حق کے نہ رہے۔ شیخ ابو یزید بسطامی رح نے کہا کہ میں نے وصال کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ اپنا نفس چھوڑ دے اور چلا آ۔ ابن عطار رح
نے کہا کہ اشارہ ہے کہ اپنا گھر چھوڑ کر اندھے دلوں کو نور حق سے زندہ کر اور قولہ وان فریقا من المؤمنین الی آخرہ یعنے وہ اپنے اوطان چھوڑنے
سے کراہت رکھتے ہیں اور کسی بندہ کے واسطے صحبت و نصیحت کی حقیقت پوری نہیں ہوتی جب تک اپنے اقارب کو چھوڑ کر وطن سے ہاتھ نہ
اُٹھا دے پس انکے وطنوں سے نکال دیا کہ دوسرے شہروں میں جاویں پھر جب انکے نفس سے مطالبہ نہ رہا تو انکو واپس کر دیا کہ سوائے
حق تعالے کے کوئی اور انکا مالک نہووے۔ بعض نے اس آیت میں لکھا کہ تجھکو تیرے اوصاف سے فانی فرما کر باوصاف حق باقی کیا اور تیرے
نفس کے سکون و اعتماد سے باہر کر کے حق سے ساکن و معتمد کیا تاکہ تو کسی مالوف پر ظاہر لحاظ نہ فرما دے پس تجھکو تیرے مالوفات سے نکالکر حق سے
باقی کیا کہ اسی سے تیرا قیام اور اسی پر تجھے اعتماد ہو اور مومنین سے ایک فریق تیری ظاہر مفارقت اوطان سے کراہت رکھتا ہے حالانکہ انکو یہ
معلوم نہیں کہ اس مفارقت سے تیرا وطن حق ہوگا۔ پھر حق تعالے نے قوم کی رفاہیت طلبی کو بیان فرمایا بقولہ وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون
لکم۔ ازل میں سنت الٰہی جاری ہوئی کہ ہر مشاہدہ کے وقت ایک مجاہدہ ہے اور ہر نعمت کے ساتھ ظہور فضل الٰہی ہے تاکہ مخلوقات اپنی بندگی کے
ساتھ امر قدم کا یقین کریں۔ بعض نے کہا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ اپنی کوشش سے واصل بحق ہوگا وہ جاہل احمق ہے اور جسنے یہ گمان کیا کہ
بدون کوشش کے پہونچ جاویگا وہ کاہل واہی ہے۔ قولہ تعالے لیحق الحق ویبطل الباطل۔ اللہ تعالے نے سچی محبت والوں اور جھوٹے دعوے

Marfat.com

والون مین اپنے لطف وکرم سے تیز کردی - نیز خطرات نفسانیہ جاری ہونے سے وہ اپنی جانین اللہ تعالےٰ کی راہ مین قربان کرکے حق ایمان وپوری سچائی سے متصف ہون - قال المترجم یعنے نفس تو ہر ایک کو فریب دیتا ہے کہ تو مومن صادق ہے پس وہ اپنی جانین قربان کرکے دیکھین کہ سچے ہین - اور نیز مشاہدہ سے انکے دلون مین سچی محبت ڈالے اور انکے نفس کے خیالات کو باطل کردے - بعض نے کہا کہ تحقیق حق اسطرح کرین کہ اُسپر متوجہ ہووین اور ابطال باطل اسطرح کہ باطل سے مُنھ موڑین - واسطیؒ نے کہا کہ تحقیق حق اسطرح کہ خاص تجلی فرماوے اور ابطال باطل اسطرح کہ تاریکی باطل میٹ دے اور منکرون کو وحشت مین بھٹکاوے - بعض نے کہا کہ تحقیق حق تو کشف[عہ] ہے اور ابطال باطل استار ہے - بعض نے کہا کہ تحقیق حق اسطرح کہ حکم حق پر راضی ہون اور سخط اور ترشروئی کو باطل کرین - بعض نے کہا کہ مومنون کے لیے تحقیق حق ہو اور کافرون کے باطل کو مٹادے - بعض نے کہا کہ اولیاء کو جذب کرلے اور مردودون کو اُلٹے پھیردے - بعض نے کہا کہ اہل حق کی برہان روشن کرے اور مدعیون کے دعوے مٹادے

[عہ] اسکا کشف یعنی پردہ دور کردینا ۱۲

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا
جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہونچا تمھاری پکار کو کہ مین مدد بھیجونگا تمھاری ہزار فرشتے لگاتار آتے جاتے اور یہ تو دی

جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
اللہ نے فقط خوشخبری اور تا چین پکڑین دل تمھارے اور مدد نہین مگر اللہ سے بیشک اللہ زور آور ہے

حَكِيْمٌ ۝ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ ع ۱۰
حکمت والا جسوقت ڈالدی تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو اور اُتارا تمپر آسمان سے پانی کہ اُس سے تمکو پاک کرے

بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ اِذْ
اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور محکم گرہ دے تمھارے دل پر اور ثابت کرے تمھارے قدم جب

يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتون کو کہ مین ساتھ ہون تمھارے سو تم دل ثابت کرو مسلمانون کے مین ڈالدونگا دل مین کافرون کے

الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا
دہشت سو مارو اوپر گردنون کے اور مارو اُنکے پور پور یہ اسواسطے کہ وہ مخالف ہوے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ
اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہو اللہ کا اور اُسکے رسول کا تو اللہ کی مار سخت ہے یہ تو تم چکھ لو

وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝
اور جان رکھو کہ منکرون کو ہے عذاب دوزخ کا

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ ظرف متعلق بفعل محذوف ہے مانند اذکر وا کے اے اذکر وا وقت استغاثتکم - ای تطلبون منہ الغوث بالنصر - یعنے یاد کرو وقت اپنے استغاثہ کا یعنے معرفت اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کرتے تھے کافرون پر فتح پانے کی - یہ دوسری نعمت ان کو یاد دلائی - اور مقام مقتضی ماضی ہے لیکن مضارع بطریق حکایت حال ہے تاکہ وہی وقت یاد آجاوے - استغاثہ طلب غوث - یقال استغثتہ فاغاثنی

یعنے مین نے اللہ تعالے سے مدد مانگی پس اُسنے مجھے مدد دی۔ اور کسی کی فریاد کو پہونچنا۔ غیاث اسم ہے۔ بالجملہ جب مومنون نے معلوم کیا کہ قتال ضرور ہے اور کافرون کی کثرت و شوکت دیکھی اور اپنی قلت و بے سامانی تو اللہ عز وجل سے استغاثہ کیا اور معالم مین ہے کہ یون کہنا شروع کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان دشمنون کافرون پر فتح دے اے غیاث المستغیثین ہماری فریادرسی فرما۔ اور مفسرین نے مانند بعض کے اشارہ کیا کہ لفظ آذکر یا فراد مقدر ہے اور یہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور ضمیر جمع تستغیثون بطریق تشریف ہے۔ علی بن ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ تعالے اذ تستغیثون ربکم۔ آنحضرت صلعم کی دعا کے بارہ مین ہے۔ امام احمد نے اپنے اسناد سے عمر بن الخطاب رض سے روایت کی کہ جب بدر کا روز ہوا تو آنحضرت صلعم نے اپنے ساتھیون کو کچھ اوپر تین سو دیکھا اور مشرکون کو ہزار سے اوپر دیکھا پس آنحضرت صلعم قبلہ کی طرف مُنھ کر کے کھڑے ہوے اور تہ بند باندھے تھے اور چادر اوڑھے تھے اور دعا مانگنی شروع کی۔ اللھم انجزلی ما وعدتنی الخ یعنے میرے پروردگار جو تونے مجھسے وعدہ فرمایا وہ پورا کر دے میرے مولی جو تونے مجھے وعدہ دیا وہ پورا فرما دے میرے باری تعالے اگر اہل اسلام مین سے یہ گروہ مارا گیا تو زمین مین تیری عبادت کی اُمید نہین۔ اسیطرح برابر اپنے پروردگار سے استغاثہ کرتے و دعا مانگتے تھے یہانتک کہ آپ کے دوش مبارک سے چادر گر پڑی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر چادر اُٹھا کر اوڑھا دی اور ایک طرف سے آپ کو دبوچ لیا اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ آپ کی مناجات اپنے پروردگار سے کافی ہے او تعالے عنقریب آپ کا وعدہ پورا فرما دیگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم الآیہ۔ پھر جب یہ دن ہوا اور دونون گروہ بھڑ گئے تو اللہ تعالے نے مشرکون کو ہزیمت دی اور مومنون نے انمین سے ستر آدمی قتل کیے اور ستر قید کیے۔ پھر آنحضرت صلعم نے ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا تو ابوبکر رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ آپ کے بھائی بھتیجے کنبے قبیلہ کے ہین میری رائے ہین آپ انسے فدیہ لے لیوین پس جو ہم نے لیا وہ ہمارے لیے کافرون پر قوت ہوگا اور شاید اللہ تعالے انکو ہدایت دے تو یہ لوگ ہمارے قوت بازو ہو جاوینگے پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب کیا رائے ہے مینے کہا کہ واللہ میری تو وہ رائے نہین جو ابوبکر رض کی رائے ہے بلکہ میری رائے ہین تو آپ مجھے اجازت دین تو مین فلان کو قتل کرون یعنے اپنے ایک قریب ناتے دار کا نام لیا۔ اور علی رض کو اجازت دیجئے کہ وہ عقیل کو قتل کرین اور حمزہ رض کو اجازت دیجئے کہ وہ فلان اپنے بھائی کو قتل کرین تاکہ عند اللہ تعالے اس امر کا ثواب ملے کہ ہمارے دلون مین مشرکون کی طرف کچھ میلان بھی نہین ہے اور یہ لوگ مشرکون کے پیشوا و سردار ہین۔ پھر رسول اللہ صلعم نے ابوبکر رض کے قول کی طرف میل کیا اور اُنسے فدیہ لیکر چھوڑ دیا پھر جب دوسرا روز ہوا تو مین صبح کو آنحضرت صلعم کے پاس گیا تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم و ابوبکر رض رو رہے ہین۔ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ و آپکا یار غار کیون روتے ہین آپ نے فرمایا اسوجہ سے کہ تیرے ساتھیون پر فدیہ لینے کی وجہ سے اس درخت سے زیادہ قریب عذاب پیش ہوا۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا جو قریب لگا ہوا تھا اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تا قولہ فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا پھر جب دوسرا سال آیا تو احد کے واقعہ مین جو انھون نے بدر کا فدیہ لیا تھا اسیقدر ستر آدمی شہید ہوے اور اصحاب رسول اللہ صلعم نے فرار کیا اور آنحضرت صلعم کے دندان مبارک ٹوٹے اور خود آپ کے سر مبارک پر بیکر دو آیا جس سے آپ کے چہرہ مبارک پر خون جاری ہوا اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا قولہ اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ہذا قل ہو من عند انفسکم الآیہ۔ یعنے تمھارے نفسون کی طرف سے ہے کہ تم نے مشرکین بدر کا فدیہ لے لیا۔ رواہ مسلم و ابوداؤد والترمذی و ابن جریر و ابن مردویہ وصححہ الترمذی و ابن المدینی۔ ابو صالح سے روایت ہے کہ جب بدر کے روز حضرت صلعم نے بہت ہی دراز عاجزی سے مناجات شروع کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنی

مناجات اپس فرمادین عنقریب اللہ تعالے آپکا وعدہ پورا فرمادیگا ذکرہ الحافظ فی تفسیرہ۔ ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ مقداد بن الاسود کے ساتھ
ایک موقع پر مین تھا اور انکو جوبات حاصل ہوئی وہ مجھے دنیا وما فیہا سے بہتر آتی ہے اور وہ یہ کہ حضرت صلعم مشرکون پر فتح ومدد کی دعا
کرتے تھے کہ مقداد نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم لوگ ویسے نہ کہینگے جیسے موسیٰؑ سے بنی اسرائیل نے کہا کہ اذہب انت وربک فقاتلا۔ بلکہ ہم
آپکے داہنے وبائین وآپکے روبرو اور آپکے پیچھے آپ پر جان فدا کرینگے پس آنحضرت صلعم کا چہرہ مبارک چمکنے لگا رواہ البخاری اور
ابن عباس رضؓ نے کہا کہ بدر کے روز حضرت صلعم یون دعا کرتے تھے کہ اللّٰھم انشدک عھدک ووعدک اللّٰھم ان شئت لم تعبد پس ابوبکر نے آپ کا
دست مبارک پکڑ لیا کہ یارسول اللہ آپ کو کافی ہے پس آنحضرت صلعم ہمپر یہ پڑھتے ہوئے نکلے سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ اسکو بھی بخاری وغیرہ
نے روایت کیا ہے۔ بہرحال بدر کے روز آنحضرت صلعم کی طرف سے یا عموماً مومنون کی طرف سے بھی حضرت باری تعالے مین مدد کا استغاثہ ہوا
اور حضرت صلعم نے بہت مناشدت کی۔ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ پس قبول کیا تمہارے پروردگار نے تمہارے استغاثہ کو یعنے اغاثہ فرمایا۔ عطف ہے
تستغیثون پر اور نعمت یاد دلانے مین یہ قبولیت بھی داخل ہے اور معطوف علیہ اگرچہ لفظاً مضارع ہے مگر معنے مین وقت یاد دلانے کے
ماضی ہے پس معطوف علیہ معنوی ماضی پر معطوف لفظاً ومعنے ماضی کا عطف ہوا۔ اور قبولیت کی تفسیر یہ ہے کہ۔ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ
حرف جر حذف کرکے استجاب کے تحت مین منصوب المحل کیا گیا۔ یعنے بانی معینکم بالف مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ یعنے قبولیت کا جواب دیا باین طور
کہ مین تعین مدد دینے والا ہون ہزار ملائکہ سے۔ مُرْدِفِيْنَ اے متتابعین یردف بعضھم بعضا۔ جوکہ مردف بکسر دال ہونگے یعنے پے درپے
ہونگے کہ بعض کا بعض ردیف ہوگا۔ کذا قال ابن عباس اور احتمال ہے کہ مردفین بمعنے آنکہ تمہارے لیے بجدت ہون چنانچہ ابن عباس رضؓ سے
ایک روایت مین ہے کہ مردفین یعنے ممدین کذا قال مجاہدؒ وابن کثیرؒ وابن زید۔ اور ایک روایت مین ابن عباس نے کہا کہ مردفین
یعنے ہر فرشتہ کے پیچھے فرشتہ تھا۔ اور ایک قراءۃ مین مردَفین بفتح دال ہے اور جبکہ ہر فرشتہ کے پیچھے فرشتہ تھا تو معنے ظاہر ہین کیونکہ جن
بعض کے پیچھے دوسرے ردیف ہین وہ مردف بفتح ہوئے اور پیچھے والے مردف بالکسر ہوئے پس دونون طرح تعبیر صحیح ہے اور شیخ علکبری نے
مفعول مردفین محذوف رکھا اے مردفین امثالھم۔ یعنے اپنے مثل دیگر فرشتون کو اپنے پیچھے ردیف کرنے والے تھے۔ وعلی ہذا ایک ہزار سے
زائد ہونگے اور ابن جریرؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتون کے ساتھ آنحضرت صلعم کے میمنہ
مین اُترے اور میمنہ مین اُسدن ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور میکائیل ایک ہزار فرشتون کے ساتھ آنحضرت صلعم کے میسرہ مین اُترے اور مین
اُسدن میسرہ مین تھا۔ قال ابن کثیرؒ اگر اسکی اسناد صحیح ہو تو یہ مقتضی ہے کہ الف ملائکہ مردفین بتلاتے تھے اسی واسطے بعض نے مردفین بفتح
الدال پڑھا ہے اور مشہور وہ ہے جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم ومومنون کو ہزار
ملائکہ سے مدد دی جنمین سے پانچ سو کو لیکر جبرئیل داہنی طرف اُترے اور پانچ سو کو لیکر میکائیل بائین طرف اُترے۔ واضح ہو کہ یہان
دو سوال ہین۔ اول یہ کہ سورہ آل عمران مین تعداد زیادہ مذکور ہے اور یہان فقط ایک ہزار فرمائی جواب دیا گیا کہ پہلے ایک ہزار
سے مدد کا وعدہ دیا پھر تین ہزار ہوے پھر پانچ ہزار ہوگئے جیسا کہ آل عمران مین مذکور ہوا۔ وکذا قال قتادہ رحؒ۔ وعن الشعبیؒ ایک ہزار
تو مردفین تھے اور تین ہزار منزلین تھے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک دونون مین کچھ منافات نہین ہے کیونکہ مومنون کو مشرکون کے
ایک ہزار لشکر سے گھبراہٹ ہوئی تھی تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین تمکو ایک ہزار ملائکہ مردفین سے مدد دونگا یعنے ملائکہ پے درپے ردیف دار
جماعتون سے تمہاری مدد کو آوینگے جنمین سے اول جماعت ایک ہزار ہوگی پس اسمین ایک ہزار مین انحصار نہین ہے اور جو آثار دربارہ ایک ہزار

Marfat.com

کے مذکور ہوئے وہ کچھ منافی نہین کیونکہ اول جماعت ایک ہزار کی آکر اسطرح کھڑی ہوئی کہ آدھی داہنی طرف اور آدھی بائین طرف گئی اور باقی ردیفون کی تفسیر مذکور نہین سوائے قول علی کرم اللہ وجہہ کے کہ میمنہ مین ایک ہزار ٹھہرے اور ایسے ہی میسرہ مین۔ سوال دوم آنکہ ملائکہ نے قتال کیا یا نہین۔ پس بعض نے کہا کہ قتال نہین کیا بلکہ جوان مردون کی صورت سپید کپڑے پہنے سفید عمامے باندھے جن کا چھور پشت پر دونون مونڈھون کے بیچ مین ڈالے ابلق گھوڑون پر سوار اسواسطے آئے کہ مومنون کو ثابت قدم رکھین اور اُن کی بھیڑ بڑھا وین۔ اور اگر قتال کرنا مقصود ہوتا تو ایک فرشتہ تمام دنیا کے ہلاک کرنے کو کافی ہے چنانچہ قوم لوط کے شہرون کو جبرئیل نے کیونکر تہ وبالا کر دیا اور ایک آواز سخت سے قوم صالحؑ وغیرہ ہلاک کر دی۔ پھر اسقدر جماعت کثیرہ کی کیا ضرورت ہوتی لہذا قتال نہین کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ دلیل ضعیف ہے اسواسطے کہ جیسے جماعت مومنین کی بھیڑ بڑھانا مقصود تھی ویسے اسمین اور بھی فوائد حاصل تھے جیسے جمی ہوئی صف بستہ ہونا اور مضطرب نہونا اور آدمیون کی صورت مین لباس کی پسندیدہ ہیأت کی تعلیم وغیرہ اسیواسطے حدیث مین عمائم کا حکم دیا کہ وہ سیما ملائکہ ہے یعنے ملائکہ جب بصورت آدمی متمثل کیے جاتے ہین تو عمامہ کے ساتھ ہوتے ہین۔ اور ایسے ہی عمامہ کا چھور پس پشت دونون کندھون کے بیچ مین لٹکانا وغیرہ اور نیز یہ تعلیم کہ دشمن کا قتل بقدرت الٰہی ہے اور ہتھیار امر ضروری نہین چنانچہ آثار ذیل سے یہ بات ظاہر ہوگی۔ بالجملہ ایک فرشتہ کا تمام دنیا کے ہلاک کو کافی ہونا اس بات کے منافی نہین کہ فرشتون نے بدر مین قتال نہین کیا کیونکہ بالکل اہلاک تو مقصود ہی نہ تھا علاوہ برین اسی مقصود کے لیے ایک فرشتہ کی بھی ضرورت نہین ہے لہذا مختار قول جمہور ہے کہ فرشتون نے بدر مین قتال کیا اور اسی پر دلیل ہے قولہ تعالے اذ یوحی ربک الی الملائکۃ الآیۃ۔ کیونکہ قولہ واضربوا منہم کل بنان۔ اسپر تخصیص ہے اور حضور ملائکہ بدر مین خود ان ملائکہ کے واسطے موروث فضیلت تھا چنانچہ رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت صلعم سے پوچھا کہ آپ اہل بدر کو اپنے درمیان کیسا سمجھتے ہین فرمایا کہ مسلمانون مین سے افضل یا ایسی ہی کچھ بات کہی تو جبرئیلؑ نے کہا کہ ملائکہ مین سے جو بدر مین حاضر ہوئے وہ بھی ایسے ہی ہین۔ رواہ البخاری۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ مسلمانون مین سے ایک نے ایک مشرک کا پیچھا کیا ناگاہ اوپر سے کوڑا مارنے کی آواز سُنی اور کسی سوار نے کہا کہ اقدم حیزوم۔ یعنے اے حیزوم آگے بڑھ اتنے مین مشرک کو جو دیکھا تو گُدّی کے بل گر پڑا ہے اور دیکھا تو کوڑے کی چوٹ سے اُس کا چہرہ پھٹ گیا ہے پس مرد انصاری نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا تو فرمایا کہ تو نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان کی مددوالون مین سے تھا۔ روایت ہے کہ ابوجہل ملعون جب زخمی پڑا ہوا مر رہا تھا تو اُسنے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ آواز کہان سے آتی تھی جو ہم کو بدحواس کرتی تھی حالانکہ ہم کسی شخص کو نہین دیکھتے تھے تو کہا کہ وہ ملائکہ کی آواز تھی تو ابوجہل بولا کہ وہی ہمپر غالب ہوئے تم غالب نہین ہوئے ہو۔ ابوداؤد مازنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بدر کے روز مین نے ایک مشرک کا پیچھا کیا کہ اسکو تلوار ماردون تو میری تلوار پہونچنے سے پہلے مشرک کا سر میرے سامنے آگرا۔ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہم مین سے آدمی اپنی تلوار سے مشرک کی طرف اشارہ کرتا اور تلوار پہونچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر گر پڑتا۔ اور ایسے ہی اور آثار کثیرہ ہین جو دلالت کرتے ہین کہ ملائکہ نے بدر کے روز قتال کیا۔ رہا یہ امر کہ سوائے بدر کے بھی قتال کیا ہے یا نہین تو سلیمان جمل نے کہا کہ سوائے بدر کے اور کہین ثابت نہین ہوا۔ وقال الخطیب صحیح یہ ہے کہ اُنھون نے بدر مین قتال کیا اور کہین مانند احد وحنین وغیرہ کے قتال نہین کیا۔ اور یہی اکثر کا مختار ہے۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى اور نہین کیا اللہ نے اسکو۔ یعنے امداد ملائکہ سے مدد کو مگر بشارت یعنے تاکہ تمھارے دلون کو خوشی ہو اور اللہ تعالے کے وعدون پر مطمئن ہو۔ وَلِتَطْمَئِنَّ

Marfat.com

بِهٖ قُلُوۡبُکُمۡ اور تاکہ اس سے تمھارے دل مطمئن ہون اور اضطراب مین نہ پڑین۔ ورنہ او تعالے قادر ہے کہ تمھارے دشمنون کو بدون مدد
کے تمھین سے ہلاک کردے بلکہ خود بخود ہلاک کردے وقد قال تعالے ولو شاء اللّٰہ لانتصر منہم ولکن لیبلو بعضکم ببعض۔ یعنے اگر او تعو چاہتا
تو کافرون سے یون انتقام لے لیتا ولیکن نہین چاہا اور تمکو جہاد کے واسطے حکم دیا تاکہ بعض کو بعض سے امتحان مین ڈالے۔ وَمَا النَّصۡرُ
اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ اور مدد وفتح نہین مگر اللہ تعالے ہی کی طرف سے یعنے درحقیقت مدد ونصرت فقط حضرت باری تعالے عز وجل
کی طرف سے ہے اور کسی چیز سے نہین ہے اور ملائکہ کی امداد یا لشکر کی کثرت وسامان وغیرہ تو یہ سب وسائط ہین انمین خود کچھ تاثیر نہین
ہے پس تم ان چیزون سے نصرت مت سمجھو اور اگر یہ چیزین نہون تو فتح ونصرت سے مایوس مت ہو اور اس مین تنبیہ ہے کہ مومن کو
واجب ہے کہ ہر حال مین فقط اللہ تعالے پر بھروسا کرے اور کسی دوسری چیز پر اعتماد نہ کرے کیونکہ اسی کے قبضۂ قدرت مین سب
اُمور ہین اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ اللہ تعالے عزیز حکیم ہے۔ یعنے وہی ہر چیز پر غالب اور سب اس کے
زیر حکم مقہور ہین اور وہی حکمت والا ہے جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اُس کی حکمت ہے جسکی حقیقت تک بندہ کی سمجھ نہین پہونچ سکتی ہے
پھر اللہ تعالے نے تیسری نعمت یاد دلائی بقولہ اِذۡ یُغَشِّیۡکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً یاد کر یا یاد دلا دے جبکہ ڈھانپ دیا تمپر نعاس
کو واسطے امن پانے کے اس چیز سے جو تم کو پہونچے خوف سے مِّنۡهُ حق تعالے کی طرف سے یعنے امن از جانب حق تعالے حاصل
ہونے کے لیے۔ یہ تفسیر بنا بر قول شیخ جلال کے ہے کہ اَمَنَہ کو مفعول لہ قرار دیا یعنے نعاس سے ڈھانکنا اسواسطے تھا کہ خوف سے امن
از جانب حق عز وجل حاصل ہو۔ قال فی الکمالین۔ یہ اس اعتبار سے کہ یغشی مضمن معنے ینعسون ہے ورنہ ظاہر یہ ہے کہ اَمَنَہ بدل
از نعاس ہے یعنے تمپر نعاس ڈھانپ دی جو کہ امنہ از جانب حق تعالے تھی۔ نعاس ہلکی نیند کو کہتے ہین اور یہ عجیب نعمت تھی کہ باوجود
خوف واضطراب کے انکو سلادیا لہذا کہا گیا کہ معجزہ کے حکم مین تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قتال مین نعاس امن از جانب
حق تعالے ہے اور نماز مین نعاس از جانب شیطان ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ سجدہ مین جو بندہ سوجاتا ہے اُس کو اللہ تعالے
ملائکہ کو دکھلاتا ہے کہ دیکھو یہ میرا بندہ میری یاد مین سربسجدہ سوگیا۔ قتادہ رح نے کہا کہ نعاس تو سر مین ہوتی ہے اور نیند دل مین
ہوتی ہے۔ بعض نے کہا کہ جس رات کی صبح کو قتال واقع ہوا اُس رات مین نعاس کی دو وجہین تھین ایک یہ کہ صبح قتال مین چاق
چوبند ہون دوم یہ کہ خوف زائل ہو اور امن حاصل ہوجاوے۔ علی رض سے روایت ہے کہ ہم مین سوائے مقداد کے کوئی سوار
نہ تھا اور مین نے دیکھا کہ ہم مین سبھی سوتے تھے سوائے رسول اللہ صلعم کے کہ آپ درخت کے نیچے رات بھر نماز پڑھا کیے اور روکر دعا کیا کیے
یہان تک کہ صبح ہوگئی قال المترجم آنحضرت صلعم کو کسی طرح کا اضطراب وخوف نہ تھا بعض نے کہا کہ حالت قتال مین یہ نعاس
طاری ہوئی تھی۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اُحد مین یہ واقعہ ہونا مشہور ہے اور بدر مین یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے پس جب
امر سخت ہوتا ہے اور خوف طاری ہوتا ہے تو مومنون پر یہ نعاس چھاجاتی ہے جس سے انکے دل اللہ تعالے کی مدد ورحمت پر مطمئن
ہوجاتے ہین اور صحیحین مین ہے کہ بدر کے روز آنحضرت صلعم مع صدیق رضی اللہ عنہ کے عریش مین تھے اور دونون دعا مانگتے تھے کہ اتنے
مین آنحضرت صلعم پر ایک اونگھ کے مانند خفیف نوم طاری ہوئی پھر مسکراتے ہوے بیدار ہوکر فرمایا کہ اے ابوبکر بشارت ہو کہ جبرئیل یہ
آئے اور اُنکے اگلے دونون دانتون پر غبار پڑا ہے پھر عریش کے دروازہ سے یہ پڑھتے ہوے نکلے۔ سیہزم الجمع ویولون الدبر۔ یعنے جماعت
کفار عنقریب ہزیمت کھاوین اور پیٹھ پھیرینگے۔ وَیُنَزِّلُ عَلَیۡکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً اور نازل فرمایا تمپر اس حال مین پانی آسمان سے

یعنے مینہ برسایا۔ مجاہدؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے نعاس سے پہلے پانی برسایا پس غبار بیٹھ گیا اور ریگ جم گئی اور مومنون کے دل خوش ہوئے اور قدم جم گئے۔ بعض نے کہا کہ نعاس کے بعد پانی برسایا۔ لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ تاکہ اس سے تم کو پاک کرے یعنے وضو و غسل وغیرہ کی طہارت کرو جو ظاہری نجاست تھی۔ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ اور دور کردے تم سے رجز شیطان یعنے وسوسہ شیطان۔ اور وہ یہ کہ اُسنے تمہارے دلون مین وسوسہ ڈالا کہ اگر تم حق پر ہوتے اور تم مین اللہ تعالے کا رسول ہوتا تو تم اسطرح پیاسے نہوتے اور حالت جنابت و حدث سے نماز نہ پڑھتے حالانکہ مشرک لوگون نے پانی پر قبضہ کیا ہے۔ اور تھوڑی دیر مین جب تمپر پیاس کا سخت غلبہ ہوگا تو مشرکین اپنے مقام سے آکر تمکو باندھ لیجاوین اور قتل کرینگے پس اس سے اضطراب شدید پیدا ہوا اور جب مینہ برسایا تو مومنون نے خوب پیا اور نہائے اور جانورون کو پلایا اور وسوسہ شیطان دور کردیا۔ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ۔ اور تاکہ بندش کرے تمہارے دلون پر یقین وصبر کے ساتھ۔ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ اور تمہارے قدم ثابت کرے کہ ریگ مین نہ دھنس جاوین۔ کیونکہ مینہ پڑنے سے ریگ جم گئی تھی اور اسپر اچھی طرح چلنا ممکن ہوگیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے علی بن ابی طلحہ وعونی کی روایت ابن عباسؓ سے ایسی ہی ذکر کی کہ بدر مین جو پانی کی جھیل تھی اسپر مشرکین قابض تھے اور مسلمانون کو پانی نہ ملنے سے ویسی حالت پیش آئی جو مذکور ہوئی پھر خوب پانی برسا جس سے مشقت رفع ہوئی اور مسلمانون و مشرکون کے درمیان ایک میدان بلند ریگ کا تھا پس جب مینہ سے وہ سخت ہوگئی تو قوم کی طرف روانہ ہوئے۔ اور شعبی و زہری وغیرہ علماء سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہلکا پانی برسا تھا اور مشہور یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جو پہلا پانی پایا وہین اُتر پڑے تھے پس خباب بن المنذر نے آکر عرض کیا کہ اگر بحکم الٰہی آپ یہان اُترے تو ہم کو بڑھنا روا نہین اور اگر لڑائی کے لیے اُترے تو یہ پڑاؤ نہین ہے بلکہ آپ ہم کو لیکر قوم مشرکین سے قریب جو پانی ہے وہان اُتریں اور ایک فرشتہ نے آکر حضرت باری تعؔ کا سلام پہونچایا اور اس رائے کی خوبی بیان کی اور جبرئیلؑ موجود تھے اُنھون نے کہا کہ یا رسول اللہ مین اسکو پہچانتا نہین ولیکن یہ درحقیقت فرشتہ ہے کوئی شیطان نہین ہے پس حضرت صلعم روانہ ہوکر موافق رائے خباب کے قریب قوم کے اُترے اور درمیان مین ایک تودہ ریگ تھا اور ابن اسحاق نے عروۃ بن الزبیر سے روایت کیا کہ وہ میدان نرم ریگ کا تھا جسمین پانون دھنستے تھے پس اللہ تعؔ کے حکم سے آسمان سے پانی برسا۔ اور مسلمانون کو صرف اسقدر پہونچا کہ زمین جم گئی اور چلنے سے معذور نہوئے اور قریش کو اسقدر پہونچا کہ دلدل ہوگئی اور چلنے سے عاجز ہوئے۔ ابن جریرؒ نے علی رضؓ سے روایت کی کہ جس رات کی صبح جنگ بدر واقع ہوئی اسمین خفیف مینہ پڑا کہ ہم لوگ درخت کے سایہ مین اور ڈھالون کے نیچے چھپ رہے اور آنحضرت صلعم نے لڑائی پر آمادہ کرتے ہوئے رات گزاری۔ بالجملہ مفسرؒ نے تو یہ قول اختیار کیا کہ بدر کے تالاب پر مشرکین قابض ہوگئے تھے اور مومنون کو مینہ کے پانی سے سیرابی حاصل ہوئی اور مغازی ابن اسحاق وغیرہ سے ثابت ہے کہ مشرکین بسبب شدت بارش و دلدل کے کوچ کرنے سے عاجز رہے اور مومنین نے بڑھکر تالاب پر قبضہ کرلیا اور بارش کا پانی مومنون کو صرف اتنا پہونچا کہ ریگ جم گئی اور چلنے پر بخوبی قادر ہوگئے اور قدم جمنے لگے اور یہی قولہ ويثبت به الاقدام کے معنے ہین۔ اور زمخشریؒ نے کہا کہ ربط کے واسطے ہوسکتا ہے یعنے جب اطمینان قلب وطہارت از رجس شیطان حاصل ہوئی تو معرکہ مین ثابت قدمی ہوگی۔ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ یاد دلادے اے محمدؐ جبکہ وحی فرمائی تیرے رب نے ملائکہ کو جن سے مسلمانون کو مدد دی تھی۔ أَنِّي مَعَكُمْ اے بانی۔ باین طور کہ مین تمہارے ساتھ ہون یعنے اپنے فتح ونصرت سے تمہارے ساتھ ہون۔ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا پس تم ایمان والون کو ثابت قدم رکھو یا تثبیت باین طور کہ انکے ساتھ ہوکر لڑو۔ یا بشارت دینے سے اُنکے

Marfat.com

دل مضبوط کردیں فرشتہ آدمی کی صورت مین صف لشکر کے سامنے بیان کرتا کہ تم کو بشارت ہو اللہ تعالے تمہارا ناصر ہے تم اسی کو پوجتے ہو اور مشرکین بت پرست ہین۔ یا اسطرح کہ مومنون کے دلون مین نیک الہام کرو جیسے شیطان کو وسوسہ ڈالنے کی قوت ہے۔ پھر اللہ تعالے نے معیت کو بیان فرمایا بقولہٖ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ہین عنقریب کافرون کے دلون مین رعب ڈالدونگا پس وے ثابت قدم نرہ سکینگے۔ یہ اللہ تعالے کی طرف سے مومنون پر نعمت تھی کہ مشرکون کے دلون مین خوف ڈالدیا۔ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ پس مارو کافرون کو اعناق کے اوپر۔ اعناق جمع عنق بمعنے گردن اور اسکے فوق وہ جگہ جہان ذبح کرتے ہین اور جوڑ اور سر کیونکہ یہ سب اعناق کے اوپر ہین اور بعض نے کہا کہ فوق یہان صلہ ہے اور مراد اعناق ہین یا فوق بمعنے علی ہے یعنے علے الاعناق وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ بنان جمع بنانہ وہ ہاتھ پیرون کی انگلیون کے کنارے اور مراد یہان اطراف ہین کما قال ابن عباس یا جوڑ و بند ہین کما قال ابن عطیہ۔ معنے یہ کہ مارو کافرون کے کل اطراف کو۔ بعض نے کہا کہ سر و بنان کو خاصکر اسلیئے ذکر کیا کہ سر تو اعلی واشرف ہے و بنان ادنی واضعف ہے پس درمیان مین بدن کے جملہ اعضاء داخل ہوگئے اور بعض نے کہا کہ سر کے ضرب سے آدمی مرجاتا ہے اور انگلیون کے اطراف قطع کرنے سے ہتھیار وغیرہ تھامنے ولڑنے سے بیکار ہوجاتا ہے۔ ربیع بن انس سے مروی ہے کہ بدر کے روز لوگون کو ملائکہ کے مارے ہوے مقتول اس نشان سے معلوم ہوجاتے کہ مقتول کے سر و بنان پر جیسے آگ سے جلے ہوے داغ ہوتے تھے۔ قال المفسر وغیرہ سہل بن حنیف رض سے روایت ہے کہ ہم نے بدر کے روز دیکھا کہ ہم مین کا آدمی مشرکون کے آدمی پر تلوار کا حملہ کرتا پھر قبل اسکے کہ تلوار اس تک پہونچے اس کا سر جدا ہوکر گر پڑتا۔ رواہ الحاکم وصححہ البیہقی۔ پھر آنحضرت صلعم نے ایک مٹھی سنگریزہ لیکر مشرکون کی طرف ماری اور فرمایا شاہت الوجوہ پس کوئی مشرک نہین بچا مگر آنکہ اس کی آنکھ مین اسکے ریزے بھر ہوے اور مشرکون نے بھاگنا شروع کیا اور مسلمان انکے تعاقب مین ہوے کہ انکو قتل کرتے وقید کرتے تھے۔ ذٰلِكَ یہ عذاب جو مشرکون پر واقع ہوا۔ بِأَنَّهُمْ بسبب اسکے کہ انہون نے شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ مخالفت کی اللہ تعالے واسکے رسول سے گویا اللہ تعالے کی راہ کو ایک شق چھوڑا اور آپ دوسری شق اختیار کی۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ تعالے و اُسکے رسول سے تو اللہ تعالے اسکو عذاب کریگا فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ پس اللہ تعالے سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ذٰلِكُمْ مبتدا اور خبر محذوف ہے یعنے یہ تو عذاب ہے۔ فَذُوقُوهُ پس اسکو چکھو لوا ے کافرو اس دنیا مین وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ اور البتہ کافرون کے لیے آخرت مین۔ عَذَابَ النَّارِ آگ کا عذاب یعنے دوزخ ہے جسمین ہمیشہ پڑے جلینگے۔ بجاے ضمیر یعنے وان لہم۔ کے وان للکافرین فرمایا بغرض اہانت کے اور اس اشعار کے کہ عذاب آخرت ان کی شرک وکفر کا بدلا ہے کہ حق عزوجل نے انکو پیدا کیا اور اسقدر نعمتین دین اور رسولون سے ہدایت کی مگر وہ کچھ نہ مانے سوائے اسکے کہ اپنے پروردگار تعالے سے منہ موڑین و بتون وغیرہ کے بندے بنین ف فی العرائس قولہ اذ تستغیثون ربکم الخ۔ استغاثہ مقام شکوی و تواضع مقام انبساط اور فنا بدیدار بقاء ہے پس جسنے حالت استغاثہ مین اس سے تعرض کیا وہ اس سے اسی کی طرف فرار کرتا اور اسکو اسی سے طلب کرتا ہے اور اسی کے ساتھ مستغیث نہ از جانب خود چنانچہ قوم مومنین نے اس سے استغاثہ کے ساتھ اپنی مراد پر معونت چاہی کہ فتح وغنیمت حاصل ہو پس اللہ تعالے نے ملائکہ کی امداد سے ان کی فریادرسی کی پھر اُن کو غیر کی طرف نظر رکھنے سے موڑا چنانچہ فرمایا وما النصر الا من عند اللہ۔ ان کی دعا پر فوراً قبولیت اسوجہ سے ظاہر ہوئی کہ سچی التجاسے اللہ تعالے کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور پوری قبولیت اسلیئے کہ اسکے انوار جمال وجلال

Marfat.com

مین مستغرق ہوکر فریاد کی تھی۔بعض نے کہاکہ جسنے سچی التجا رسے استغاثہ کیا فوراً اسکی التجا رقبول ہوتی ہے۔شیخ نصر آبادی نے کہاکہ استغاثہ
دو طرح کا ہے ایک تو استغاثہ اُس سے اور دوسرا استغاثہ اسکی طرف پس جو استغاثہ اس سے ہوتا ہے ایسے استغاثہ کرنے والے کو جواب نہین
دیا جاتا بلکہ وہ اسی استغاثہ پر ہمیشہ معلق ہوتا ہے۔اور جو استغاثہ اسکی طرف ہے اسی کی طرف انبیاء واولیاء کی قبولیت ہوتی ہے۔اور نیز شیخ
موصوف نے کہاکہ نفس کا یہ استغاثہ ہے کہ اسکو حصہ بقا رملے اور ہمیشہ اسمین عافیت رہے اور قلب کا استغاثہ از خوف تقلیب ہے یعنے د؟
راہ مستقیم سے نہ پھیر اجاوے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بندہ کا قلب ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت مین ہے جدھر چاہے اُدھر
پھیرے۔روح کا استغاثہ طلب راحت ہے اور سر باطن کا استغاثہ درخواست ہے کہ اُن اسرار پوشیدہ پر آگاہی ہو جو سینون مین چھپے ہوئے
ہین۔استاد رح نے فرمایا کہ جسقدر انسان کو اپنی محتاجی ظاہر ہوئی ہو اُسی کے موافق استغاثہ ہوتا ہے اور حق عز وجل کو قدرت مین منفرد جان لے
کہ وہ اس شکایت کے دور کرنے پر قادر ہے۔قولہ تعالےٰ وما جعلہ اللہ الا بشری ولتطمئن بہ قلوبکم۔امداد ملائکہ کی بشارت اسواسطے کہ وعدون کی
سچائی ظاہر ہونے سے بندون کے دل بانوار بقار مطمئن ہون اور دلیل وبرہان کی خواہش بسبب ضعف یقین کے ہوتی ہے اور اگر یقین بدرجۂ
کمال ہوتا تو طمانینت کا تعلق کسی برہان سے نہوتا پھر وسائط سے مومنون کی نظر اپنی عزت وکبریائی کی طرف پھیر دی بقولہ وما النصر الا من
عند اللہ۔مرجع حقائق اس آیت مین یہ ہے کہ نصرت الٰہی کشف انوار مشاہدہ سے ان روحون کے لیے جو شوق سے بیخود ہین پس اپنے وصال
سے ان لوگون کو قہریات پر فتح وظفر دیتا ہے باین طور کہ اپنے لطف کے میدان سے ان لوگون کے روبروسے قہریات کو محض اپنے لطف وکرم
سے ہانک دیتا ہے۔بعض نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے آثار نصرت وسلامتی کے بیان فرمائے پس جسنے ذلت وافتقار ظاہر کرکے نصرت وسلامتی
نہین چاہی وہ کبھی نہ پاویگا اسواسطے کہ قدرت قوت سے فتح ونصرت وسلامتی چاہنا اپنی قوت قدرت پر اعتماد ہے اور یہ ربوبیت سے
مقابلہ ہے پھر بھلا وہ کون پلید ہے جو ربوبیت سے منازعت کرکے سلامت بچے ہرگز نہین وہ ضرور مقہور وخوار ہوگا۔مترجم کہتا ہے کہ
اس واقعہ بدر مین یہ سب واقع ہوا چنانچہ جب کثیر تعداد سے قریش کا لشکر نظر پڑا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے پروردگار
یہ قریش اتراتے اور غرور کرتے آتے اور تیرے رسول کو جھٹلاتے اور تیری عبادت سے مُنہ موڑتے ہین۔اور مومنون کا استغاثہ آیت مین بیان
ہے پس اللہ عز وجل نے عاجزی سے مدد ونصرت وسلامت چاہنے والون کو غالب کیا اور تکبر وغرور والون کو خوار وبرباد کیا۔فافہم۔پھر
اپنی عزت وجلال کو بیان فرمایا بقولہ ان اللہ عزیز حکیم۔اُس کا عزیز ہونا یہ کہ کسی علت وعمل سے اُسکی مخلوق مین سے یعنے جو کچھ ماسوائے اُسکے
ہے اسمین سے کسی کو یہ مجال نہین کہ اسکے جمال وجلال مین سے کچھ مطالعہ کرے یعنے ہدایت اسی کی طرف سے ہے اور حکیم ہونا یہ کہ مومنون کو
مقام مشاہدہ دینے اور انھین کو اس قرب سے سرفراز کرنے مین مخصوص کیا۔واسطی رح نے فرمایا کہ عزیز وہ ہے کہ جو اسکے طلب کرنے والے ہون
اپنی طاقت سے اسکو نہ پاوین اور اسی کے کرم سے جب پاوین تو اسکے حضور مین عاجز وہیچ ہو جاوین۔اُستاد رح نے کہاکہ عزیز کو ڈھونڈھنے
والا اسی کے انعام سے پاتا ہے اور چاہت والا اسی کے کرم سے ملجاتا ہے راہ تو آسان ہے ولیکن جبھی کہ اس کا لطف شامل حال ہو جاوے
اور حق سبحانہ تعالےٰ تو ہر وصل وفصل وقرب وبُعد سے عزیز وپاک ہے اسکی درگاہ مین تو بدون اسکے کرم وفضل کے کسیطرح راہ ہنین ہے۔
اگر دنیا مین کوئی شاہنشاہ بننے پر اترایا اور وہان مقبول نہین تو نجاست کے ناپاک گڈھے سے بدتر جہنم کے کھڈ مین ڈالا گیا اور اگر دنیا مین
فقیر ذلیل ہے لوگ اسکے دروازے پر آنے سے عار وننگ رکھتے ہین اور وہان مقبول ہے تو دنیا کے ہر بادشاہ سے کروڑون مرتبہ افضل ہے بلکہ
کچھ نسبت نہین ہے پھر اللہ تعالےٰ نے انپر راحت ابدان وتزویح روح کے امتنان کے ساتھ نعاس کا کرم فرمایا بقولہ اذ یغشیکم النعاس امنۃ

منہ۔ نعاس یہ ہے کہ خون جو قلب کے گرداگرد ہے اس سے بخارات اُٹھکر موافق عجیب خلقت الٰہی کے دماغ کو پہونچتے اور پٹھون کو راحت دیتے ہین پس جب تیزی فکر و ہیجان سے اعصاب دماغی مین کلال لاحق ہوتا ہے تو یہ بخارات خون کے صاف بلغم سے رطوبت ملے ہوئے دماغ مین پہونچکر پٹھون کو بھاری کر دیتے ہین اور رفتہ رفتہ جب تمام عروق و قلب مین ایسی کیفیت ہو جاتی ہے تو حواس باطل ہو کر نیند آتی ہے اور یہ صفات انسانیہ مین سے ہے اللہ تعالےٰ اس سے پاک و برتر ہے کما قال تعالےٰ لاتاخذہ سنۃ ولا نوم۔ پھر جب اوتعالےٰ اپنے اولیار کو راحت جسمانی دیتا ہے تو نعاس سے انکے انقباض کو دور کرتا اور مقام انبساط مین پہونچاتا ہے۔ اور واضح رہے کہ نعاس مین مکاشفات کی صورتین اور ہاتف غیب کی آوازین عالم غیب سے سنائی دیتی ہین اور قلب کی آنکھون مین غیبی صورتین بالبداہتہ نظر آتی ہین جن سے بہت امن حاصل ہوتا ہے کما قال تعالےٰ امنۃ منہ۔ یعنے اطمینان و امن از جانب حق تعالےٰ تھی یعنے مزید امتحان و غلبہ نفس و شیطان سے امن دیدیا۔ عبداللہ بن مسعود رضنے فرمایا کہ جہاد و لڑائی مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے نعاس امن ہوتی ہے اور نماز مین شیطان کی طرف سے غفلت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم کی نیند نعاس ہی ہوتی تھی اسی واسطے فرمایا کہ میری آنکھین سوتی ہین اور میرا دل نہین سوتا ہے۔ کیونکہ قلب جب سویا تو عالم ملکوت مین سے کچھ نہین دیکھتا۔ اور یہی اولیار کا حال ہے کہ ہر حال مین انکے دل جاگتے رہتے ہین اور سونا انکا بہت نہین ہوتا اور جسنے عالم غیب مین سے کچھ دیکھا اُس کا دل اسوقت مین حالت نعاس ہی مین ہوتا ہے۔ سہل رح نے فرمایا کہ نعاس کا نزول دماغ سے ہوتا ہے اور اس حالت مین دل زندہ ہوتا ہے اور نیند کا حلول دل مین ظاہر ہوتا ہے اور یہان نعاس کا فائدہ یہ تھا کہ اللہ عزوجل نے انکو آگاہ کیا کہ فضل و کرم الٰہی عزوجل ان کی کمائی و قدرت سے نہین ہے پس انکو انکے نفس و اختیار سے فانی کر دیا پھر ان کے دشمنون کے دلون مین رعب ڈالکر بھگا دیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نصرت بالرعب مسیرۃ شہر۔ یعنے ایک مہینہ کی راہ تک مجھے رعب سے فتح و نصرت دی گئی ہے۔ جب بندہ اپنے حول و قوت سے بری ہوا تو اللہ تعالےٰ کی فتح و نصرت آجاتی ہے اور وہ اپنی سب مرادین پاجاتا ہے۔ پھر اوتعالےٰ نے انپر اپنی رحمت نازل کرنے کا احسان بیان فرمایا وینزل علیکم من السمار مار لیطہرکم بہ۔ ظاہری پانی سے اشباح پاک ہو جاتے ہین اور آب معرفت سے ارواح پاکیزہ ہوتے ہین۔ پھر جب ارواح نے افعال و صفات کے مقام و حقیقت کو پہچان لیا تو ذات پاک سے عارف ہو جاتی ہین۔ پس انکی مثال ایسی ہے جیسے سمندر مین سیپیان پڑی ہین پس دریاے افعال مین ارواح کی سیپیان ہین جو صفات کے موتی بحر ذات سے لیتی ہین اور یہ موتی حقیقت و معرفت کے ہین۔ بعض نے کہا کہ جب دلون پر یقین کے پانی پڑتے ہین تو اُن مین سے اختلاج و شک سب دُھل جاتا ہے جیسے قولہ لیطہرکم بہ۔ سے ظاہر ہے کہ طرح طرح کی مخالفت و خوف و وسوسہ شیطان سب اس پانی سے دھوکر انکے دلون کو مضبوط کر دیا۔ پھر اس باران رحمت کا وصف بیان فرمایا بقولہ ولیربط علی قلوبکم و یثبت بہ الاقدام۔ یعنے اس باران یقین سے انکو معرفت عبودیت اور ربوبیت دیکر انکے دلون کو معرفت الٰہی مین مرتبط و مستقیم کر دیا اور وحشت فرقت انکے دلون سے دور کر کے دیدار وصل کے شوق مین مستقیم و ثابت قدم فرمایا اور اس تجلی کا حاصل یہ ہوا کہ انکے بدن تو طاعات پر مرتبط و قائم ہو گئے اور انکی عقلین آیات الٰہی سے مرتبط ہوئین اور انکے قلوب انوار صفات سے مرتبط ہوئے اور انکی روحین انوار ذات سے اور انکے اسرار علوم ازلی و ابدی سے مرتبط ہوئے۔ پھر جب وہ لوگ اسطرح مستغرق ہوئے تو انکی دستگیری فرمائی اور فنار سے نکالکر انکو مقام بقار مین جگہ دی اور اگر ایسا نہوتا تو ظہور ربوبیت کے پہلے ہی ہلہ مین فنا ہو جاتے کہ پھر حکمت آلہیہ انسے اس وجہ سے ظہور نہو تی اسلیئے کہ سطوات عظمت و کبریا و عزت کو کون اُٹھا سکتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اپنے اولیار کے دلون کو صبر کے ہتھیار سے بلا رو مشقت اُٹھانے پر مرتبط کر دیا اور عارفین کے

Marfat.com

دون کو انوار غیوب اپنے اسرار پر اُٹھا لینے سے مرتبط کیا اور اہل استقامت کے قدم جمائے کہ جملہ احوال مین مستقیم ہوئے اور قدم نہین ہٹاتے بعض نے کہا کہ قلب تین[1] طرح کے ہین اوّل آنکہ خلق سے مربوط ہین ۔ دوم[2] آنکہ اسماء و صفات سے مربوط ہین ۔ سوم وہ جو حق عزوجل سے بصفت تفرید و تجرید مرتبط ہین ۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

[1] قلوب پہ تینوں ہین [2] اچھے ہین مگر بتدی ہین

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا لَقِيتُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ ٱلْأَدْبَارَ ۝ وَمَن

اے ایمان والو جب بھڑ و تم کافرون سے میدان جنگ مین تو مت دو انکو پیٹھ اور جو

يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُۥٓ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ

کوئی انکو پیٹھ دے اُس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج مین سو وہ لے پھرا غضب

ٱللَّهِ وَمَأْوَىٰهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ۝

اللہ کا اور اُسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بُری جگہ جا ٹھہرا

اللہ تعالےٰ اپنے مومن بندون کو حکم دیتا ہے کہ کافرون سے لڑائی مین مت بھاگو اور سوائے تحرف قتال یا تحیز بسوے فئہ کے جو کوئی بھاگا وہ اللہ تعالےٰ کے غضب مین پڑکر جہنمی ہوگا چنانچہ فرمایا ۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ اے ایمان لانے والے بندو یعنے جنکی شان سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی پر بھروسا کرتے اور اسی کی تاثیر سے ہر بات جانتے ہین اور فتح و نصرت اسی کی طرف سے یقین کرتے ہین پس اُن کو خطاب کیا کہ ۔ إِذَا لَقِيتُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ زَحْفًا زحف یعنے آہستہ آہستہ نزدیک ہونا اور اصل مین چوتڑون کے بل گھسلنا یقال زحف الصبی جب بچہ چوتڑون کے بل ذرا رینگنا شروع کرے پھر لڑائی مین دشمن کیطرف چلنے والے کو زاحف کہنے لگے اور یہان زحفا مصدر بہ حال ہے اے زاحفین ۔ تزاحف یعنے آپس مین ایک دوسرے سے نزدیک و قریب ہونا ۔ اور لشکر کثیر کو بھی زحف کہتے ہین اور یہ مصدر سے نام رکھا گیا اور چھوٹے لشکر کو جو بہت شجاع ہو زحف بایں معنے کہتے ہین کہ بسبب شجاعت کے گویا بہت بڑا لشکر ہے کہ کبھی شکست نہین کھاتا ۔ بالجملہ اصلی معنے سے جو لڑنے والے پر اطلاق ہوا تو شاید اسوجہ سے کہ لشکر کثیر کی چال جب آپس مین گو نجے ہوئی چلتے ہین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ گویا چوتڑون کے بل گھسلتے ہین اگرچہ حقیقت مین وہ تیز رفتار ہون اور یا اسوجہ سے کہ مقابل صف قتال مین جب دشمن کی طرف بڑھتے ہین تو دانون سے آہستہ بڑھتے ہین بالجملہ اس تشبیہ سے اسکا لازم مقصود ہے یعنے اجتماع و کثرت گویا وے اپنی کثرت سے زحف کرتے ہین لہذا مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ معنے آنکہ جب بھڑو تم کافرون سے درحالیکہ مجتمع ہو ۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ یعنے جب تم کافرون سے بھڑو و نزدیک ہو جاؤ فَلَا تُوَلُّوهُمُ ٱلْأَدْبَارَ ادبار جمع دُبُر بضمتین یعنے مقعد اور یہ مقابل قبل بضمتین یعنے مقام پیشاب ہے اور نیز دُبُر بمعنے ظہر یعنے پشت آتا ہے اور یہان اسی معنے مین ہے یعنے کافرون سے لڑنے مین انکو پیٹھ مت دو اور مقصود اس سے لازمی معنے ہین یعنے انکے سامنے سے مت بھاگو ۔ اور ابن عطیہ نے کہا کہ بجائے اظہار کے ادبار کہنے مین فصاحت ہے کیونکہ اس فعل کی شناعت و مذمت زیادہ نکلتی ہے پس آگاہ کردیا کہ ایسے فعل شنیع کو مت اختیار کرو ۔ حاصل آنکہ کافرون کے روبرو ہو کر پھر مُنھ موڑکر اپنی پیٹھین انکو مت دو ۔ درحالیکہ تم بھاگنے والے ہو ۔ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُۥٓ اور جو کوئی اس روز کافرون کی طرف اپنی پیٹھ پھیریگا کسی صورت مین إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ سوائے دو صورتون کے ایک یہ کہ قتال کے واسطے منحرف ہو یعنے لڑائی مین کافرون کے ساتھ چال کی ہو بایں طور کہ کرکے کافر کو اپنا بھاگنا دکھلایا حالانکہ مقصود اسکا یہ ہے کہ اچانک اس پر

لوٹ پڑے اور اسکو قتل کر ڈالے تو اسطرح کرنے مین مضائقہ نہین کما نص علیہ سعید بن جبیر والسدی رحمہ اللہ۔ اور دوسری صورت یہ کہ متحیز ہو کسی فئہ یعنے جماعت کی جانب۔ یعنے انضمام۔ و مل جانا چاہتا ہو مسلمانون کی کسی جماعت کی جانب تاکہ انمین ملکر قوت حاصل کر کے جماعت کفار پر حملہ کر کے انکو قتل و شکست دے تو یہ بھی جائز ہے اور ہمارے نزدیک یہ شرط نہین ہے کہ جس فئہ کی طرف تحیز چاہتا ہے وہ اس سے قریب مقام مین ہو حتی کہ اگر کسی سریہ[1] مین ہو اور وہان سے فرار کر کے پورے لشکر کے سردار کے پاس آگیا یا بڑے سردار امام المسلمین کے پاس بھاگ آیا تو بھی جائز ہے چنانچہ امام احمد نے اپنے اُستاد سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین ایک سریہ مین تھا پس لوگون کے پانون اکھڑ گئے اور مین بھی انکے ریلے مین بھاگا پس ہم لوگون نے آپس مین کہا کہ ہم اب کیا کرین کہ ہم زحف سے بھاگے اور غضب الٰہی مین پڑے پھر ہماری رائے ہوئی کہ مدینہ مین رات بسر کرین پھر یہ رائے ہوئی کہ آنحضرت صلعم کے روبرو پیش ہون پس اگر ہماری توبہ قبول ہو تو خیر ورنہ چلے جاوینگے پھر رات بھر پڑے رہے اور صبح نہین ہوئی تھی کہ ہم نے درگاہ نبوت پر حاضر ہو کر اجازت مانگی تو آنحضرت صلعم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ کون قوم ہے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمین بھگوڑے ہین تو فرمایا کہ نہین بلکہ تم متحیز ین ہو اور مین تمھارے واسطے فئہ اور مین تمام مسلمانون کے لیئے فئہ ہون پس ہم لوگون نے بڑھکر آپ کے ہاتھ چوم لیے۔ وقد رواہ ابو داؤد والترمذی و قال حدیث حسن۔ اور جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بسبب کثرت لشکر مجوس کے جسر فارس پر شہید ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میری طرف متحیز ہو کر چلا آتا تو مین اسکے لیے فئہ ہو جاتا۔ کما رواہ محمد بن سیرین عنہ و ابو عثمان نہدی رح نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اس قصہ مین کہا کہ اے لوگو مین تمھارے واسطے فئہ ہون۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین ہر مسلمان کے لیے فئہ ہون اور عبد الملک بن عمیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اے لوگو تم اس آیت کے معنے سمجھنے مین دھوکا نہ کھانا یہ تو فقط روز بدر کے واسطے تھی اور اب مین ہر مسلمان کے لیے فئہ ہون۔ بالجملہ معنے یہ ہوئے کہ جو کوئی لڑائی مین کفار کے روبرو سے مُنھ موڑ کر پیٹھ دے سوا اسکے کہ لڑائی کے داؤن گھات کے لیے متحرف ہو یا کسی گروہ اسلام سے خواہ قریب ہو یا بعید ہو حتی کہ بڑا امام ہو قوت و انضمام حاصل کرنے کو سوائے ان دونون صورتون کے جو کوئی کفار سے بھاگے فَقَدْ بَاۤءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ تو وہ پھرا اللہ تعالےٰ کے غضب مین۔ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ اور جہنم اسکا ٹھکانا ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بُری جگہ پھر جانے کی ہے یہ جہنم ف اولی جاننا چاہیئے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ کافر لوگ بہ نسبت مسلمانون کے دو چند سے زائد نہون۔ بقولہ تعالےٰ الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین الآیۃ۔ پس اگر کافر لوگ دو چند سے زائد ہون اور جہاد کرنے والا بھاگ جاوے تو جائز ہے اور یہ سب بنا بر اس قول کے کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخہ نہین ہے بلکہ دو چند کافر ہونے سے مخصص ہے یعنے اس آیت مین تو سوائے دو صورتون کے اور کوئی صورت مستثنیٰ نہ تھی بلکہ عام تھی پھر یہ تیسری صورت اور مستثنیٰ ہوئی لیکن چونکہ دوسری آیت منفصلہ ہے لہذا اسکو مستثنیٰ نہین بلکہ مخصص قرار دیا لہذا بعد اس تخصیص کے اپنے عموم پر باقی ہے اور اکثر علماء کا یہی قول ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فرار کرنا فقط صحابہ رضی اللہ عنہم پر حرام تھا کیونکہ جہاد انپر فرض عین تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث ابوہریرہ رض مین جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہے لڑائی سے بھاگنے کو موبقات سبعہ مین سے شمار فرمایا اور اسکا مقتضی یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ ہے پس شاید اس قول دوم والے علماء اسکو بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین مخصوص کہتے ہونگے ورنہ ظاہر مقتضائے حدیث یہ ہے کہ وہ سب پر حرام ہے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہ کی تخصیص نہین ہے۔ قول سوم یہ کہ فرار فقط خاصۃً صحابہ انصار رضی اللہ عنہم پر حرام تھا کیونکہ خاص انھین نے منشط[2] و مکرہ

[1] چھوٹا لشکر جسمین امام نہو بلکہ کسی سردار کی ماتحتی مین ہو ۱۲م [2] قولہ منشط حالت دل گوارا و مکرہ حالت دل ناگوار ۱۲م

Marfat.com

مین سمع وطاعت پر بیعت کی تھی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول تو قول دوم سے بھی زیادہ محل تامل ہے اور جو اشکال ان دونون قول پر وارد ہوتے ہین وہ پوشیدہ نہین ہین۔ اور قول چہارم یہ کہ اس آیت سے مراد خاص اہل بدر ہین کیونکہ اگر وہ تحیز چاہتے تو سوائے مشرکون کے انکو کہان ٹھکانا ملتا کیونکہ مسلمان اسوقت اور کہان تھے اور آنحضرت صلعم جنکی طرف اصل تحیز تھا وہ ساتھ ہی تشریف رکھتے تھے اور سوا بعد اسکے تو پھر بعض مسلمان بعض کے واسطے فئہ ہین مترجم کہتا ہے کہ یہی قول قوی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ وابن عمر وابن عباس وابوہریرہ وابو سعید رضی اللہ عنہم وابو نضرۃ ونافع وسعید بن جبیر وحسن بصری وعکرمہ وقتادہ وضحاک وغیرہم رحمہم اللہ علماء سلف وخلف سے مروی ہے اور انکی حجت یہ ہے کہ عصابۂ اہل بدر کے واسطے کوئی اور عصابہ مومنین کا ایسا شوکت والا نہ تھا کہ جسکی طرف فرار کر کے منضم ہوتے اور مدینہ مین جو اہل اسلام باقی تھے وہ بسبب بعیت حضرت صلعم کے گویا معدوم کے حکم مین تھے چنانچہ آنحضرت صلعم نے اپنی دعا مین کہا اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض۔ اور اقوال عمر رضی اللہ عنہ دربارہ ابو عبیدہ رض کے عموماً پہلے مذکور ہوئے اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نافع رحمہ اللہ نے انسے پوچھا کہ ہم ایسی قوم ہین کہ دشمنون یعنے کافرون سے قتال کرنے کے وقت ثابت قدم نہین رہتے ہین اور ہمکو نہین معلوم کہ ہمارے واسطے فئہ ہمارا امام ہے یا ہمارا لشکر ہے تو فرمایا کہ فئہ تو رسول اللہ صلعم ہین مین نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اذا لقیتم الذین کفروا زحفا الآیۃ۔ تو فرمایا کہ یہ آیت تو بدر کے دن اُتری پس نہ اسکے پہلے کے لیے ہے نہ اسکے بعد کے لیے۔ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھون نے قولہ تعالےٰ ومن یولھم یومئذ دبرہ الآیۃ مین کہا کہ یہ تو فقط اہل بدر ہی کے حق مین اُتری ہے رواہ ابوداؤد والحاکم والنسائی وابن جریر وابن مردویہ عبد اللہ بن المبارک نے باسناد صحیح حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کی کہ قولہ ومن یولھم یومئذ دبرہ الآیۃ مین کہا کہ یہ تو روز بدر کے واسطے حکم تھا اور رہا اب تو اگر کسی جماعت مسلمین یا شہر اسلام کی طرف بھاگ آیا تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور نیز ابن المبارک رحمہ اللہ نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کی کہ اللہ تعو نے اس آیت سے واجب کر دیا تھا کہ بدر کے روز جو کوئی بھاگیگا وہ دوزخی ہے پھر جب اُسکے بعد اُحُد کا واقعہ ہوا۔ اور بعض جماعت نے جگہ چھوڑ دی تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان تا قولہ ولقد عفا اللہ عنھم الآیۃ۔ پھر جب اسکے سات برس کے بعد حنین کا واقعہ ہوا تو فرمایا ثم ولیتم مدبرین ثم یتوب اللہ من بعد ذلک علی من یشاء اور زید مولے رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کہا۔ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو واتوب الیہ تو اسکی مغفرت کیجائیگی۔ اگرچہ وہ زحف سے بھاگا ہو۔ رواہ ابوداؤد والطبرانی والترمذی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر دشمن سے بھڑ جانے کے بعد ان سببون مین سے کسی سبب کے بغیر فرار کرے تو حرام ہے۔ اور حق یہ ہے کہ مومنون کو جہاد مین بمقابلہ کفار کے ثبات لازم ہے بشرطیکہ اسباب فرار مین سے کوئی سبب جواز کا موجود نہو اور اگر بدون ان اسباب کے فرار کیا مثلاً بسبب نامردی وبد دلی کے تو جمہور کے قول پر مرتکب کبیرہ ہے۔ فلیتامل واللہ اعلم۔ وفی السراج۔ ہرگاہ بدر کی لڑائی سے واپس ہوئے تو لوگون نے کافرون کے قتل کرنے پر افتخار کیا۔ ایک نے کہا کہ مین نے فلان مشرک کو مارا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اس سے زبردست مارا۔ پس نازل ہوا۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ

سو تم نے انکو نہین مارا لیکن اللہ نے مارا اور تو نے نہین پھینکی مٹھی خاک جو وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی اور کیا چاہتا تھا

الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ایمان والون پر اپنی طرف سے خوب احسان تحقیق اللہ ہے سنتا جانتا یہ تو ہو چکا اور جان رکھ کہ اللہ سست کریگا تدبیر کافرون کی

اس کلام مین اللہ تعالےٰ نے تنبیہ کرکے ظاہر فرما دیا اور مومنون کے اعتقاد کو کامل کردیا کہ بندون کے افعال کا پیدا کرنے والا حق سبحانہ تعالےٰ ہے اور بندہ خود اپنے افعال پر تمام قادر و انکا خالق نہین ہے پس جو بھلائی کہ بندون سے صادر ہو اس مین اللہ تعالےٰ ہی کی حمد و ثنا کرین کہ اُسی نے انکو توفیق دی و اعانت کی اسی واسطے فرمایا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ ۔ بیضاوی و زمخشری نے کہا کہ فا جواب شرط محذوف پر داخل ہے اے ان افتخرتم بقتلہم فلم تقتلوہم۔ یعنے اگر تم آپس مین مشرکون کے قتل کرنے پر فخر کرتے ہو تو تم نے انکو قتل نہین کیا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۔ ولیکن اللہ تعالےٰ نے انکو قتل کیا۔ ابن ہشام رحمہ اللہ نے اسکو رد کیا کہ جو جواب منفی بلم ہو اسپر فا درداخل نہین ہوا کرتی ہے پس ارتباط کلام بما قبل کے واسطے ہے اور معنے یہ ہین کہ مشرکون کے لشکر کو جو تعداد و سامان مین تم سے بہت زیادہ تھا تمنے اپنی طاقت و قوت سے میدان بدر مین قتل نہین کیا بلکہ انھون نے اللہ تعالےٰ و اسکے رسول کی مخالفت کی اور توحید خالق سبحانہ سے تکبر کیا پس اللہ تعالےٰ ہی نے انکو قتل کر دیا۔ اور مقصود اس سے یہ کہ اہل ایمان اپنی قوت و قدرت سے بیزار ہو کر توحید الٰہی پر قائم ہون۔ وقد قال تعالےٰ ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ الآیۃ۔ وقال تعالےٰ ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئًا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین۔ پس نصرت فقط اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے ہے اور ہتھیار و سامان وغیرہ جمع کرنا و اس مین کوشش کرنا موافق بشری عادت کے انپر لازم ہے ورنہ فتح و نصرت اسی پر موقوف نہین وقد قال تعالےٰ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ و اللہ مع الصابرین۔ پس صابر ہونا دلیل اس امر کی ہے کہ انکو فتح و نصرت الٰہی حاصل ہوگی پس خالق فتح و نصرت وہی پاک خالق عز و جل ہے اور اسی طرح اپنے حبیب رسول محمد صلعم کی ایک مٹھی ریت کنکریان ملی ہوئی مارنے کے واقعہ مین بھی یون ہی فرمایا۔ یعنے بدر کے روز حضرت صلعم ایک عریش مین جو آپ کے واسطے لوگون نے بنادی تھی دعا و تضرع کرتے رہے پھر قولہ سیہزم الجمع و یولون الدبر۔ پڑھتے ہوے نکلے اور ایک مٹھی ریگ کنکریان ملی ہوئی لیکر حکم دیا کہ جب مین اسکو مارون تو تم لوگ بھی کافرون پر حملہ آور ہو پھر وہ مٹھی خاک جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے میدان سے اُٹھوائی تھی لیکر کافرون پر ماری درحالیکہ وہ لوگ ابوجہل کے کہنے سے سب کے سب حملہ کرکے مسلمانون کی جماعت کو گرفتار کرکے لیجانے پر بڑھے تھے۔ پس آنحضرت صلعم نے وہ مٹھی بھر خاک و کنکریان انکو مارین اور فرمایا۔ شاہت الوجوہ۔ قبیح ہوجاوین یہ چہرے پس کوئی مشرک نہ بچا جسکی آنکھون و مُنھ و ناک مین کچھ خاک و کنکریان نہ بھر گئی ہون اور مشرکون پر جب یہ آفت آئی اور مسلمان حملہ آور ہوئے تو انھون نے پیٹھ پھیری اور بھاگنا شروع کیا تو اس واقعہ کی نسبت بھی او تعالےٰ نے فرمایا۔ وَمَا رَمَيْتَ ۔ اور نہین پھینک مارا تو نے اے محمد صلعم قوم مشرک کی آنکھون کو۔ اِذْ رَمَيْتَ ۔ جبکہ تو نے ایک مٹھی کنکر ملی ریگ انکو پھینک ماری تھی۔ کیونکہ بشر کے پھینکنے سے ایک مٹھی خاک کا یہ اثر نہین ہو سکتا کہ اتنے بڑے لشکر کی آنکھون مین بھر جاوے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ ولیکن اللہ تعالےٰ نے اُسکو پھینک مارا یعنے اللہ تعالےٰ نے ان مین یہ اثر پہونچایا۔ حاصل آنکہ وہ مشت خاک جو تیرے پھینکنے سے اسقدر موثر ہوئی جسقدر کسی بشر کے مقدور مین نہین تو وہ اسی وجہ سے موثر ہوئی کہ اللہ تعالےٰ کی تاثیر سے تھی۔ پس اُسکا پھینکنا تو رسول اللہ صلعم کے واسطے ثابت رکھا چنانچہ اذ رمیت فرمایا اسوجہ سے کہ ظاہر مین وہ پھینکنا آنحضرت صلعم سے پایا گیا اور پھر جو اُسکی نفی کی چنانچہ فرمایا وما رمیت تو یہ نفی اسکے اثر کے اعتبار سے ہے جو بشری طاقت سے باہر اور محض بتاثیر و فعل الٰہی ہے

پس اس تدبیر کا حقیقی فاعل وہی حضرت رب العزۃ جل سلطانہ ہے لہذا گویا رسول اللہ صلعم سے اسکا وجود ہی نہین ہوا پس معلوم ہو گیا کہ خالق و موثر سوائے حضرت حق تعالے کے کوئی نہین ہے۔ واضح ہو کہ حضرت ابن عباس رضہ و سدی رحمہ اللہ و ابو معشر و محمد بن قیس و محمد بن کعب و عبد الرحمن بن زید و عروہ و مجاہد و عکرمہ و قتادہ و بہت سے ائمہ تابعین سے اس رمی کی تفسیر یہی مروی ہے کہ بدر کے روز آنحضرت صلعم کے مشت خاک کافرون کو مارنے اور انکی حالت مذکورہ بالا ہو کر ہزیمت اٹھانے کے بارہ مین ہے اگرچہ آنحضرت صلعم نے حنین کے روز بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اور عبد الرحمن بن جبیر سے روایت ہے کہ خیبر مین آنحضرت صلعم نے ایک تیر مارا اور وہ ہوا مین بلند ہوا اور اُسنے قلعہ کے اندر جاکر ابن ابی الحقیق کو جو اپنے گھر کے اندر بچھونے پر آرام کرتا تھا قتل کر دیا پس نازل ہوا قولہ و ما رمیت اذ رمیت الآیۃ۔ اس کی اسناد جید ہے ولیکن شاید عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر پر قصہ مشتبہ ہو گیا اگرچہ یہ واقعہ صحیح ہے ولیکن سیاق سورۂ انفال تو قصۂ بدر مین ہے پس اگر واقعہ خیبر کا ذکر درمیان مین آوے تو اثنار قصہ مین ایک اجنبی بات آجائیگی اور یہ ایسی بات نہین کہ ایسے عالم پر جو امام ہے پوشیدہ ہو پس ظاہر یہ ہے کہ مراد عبد الرحمن رح کی یہ ہے کہ قولہ و ما رمیت اذ رمیت الآیۃ عام ہے جو واقعہ بدر کے ساتھ واقعہ خیبر وغیرہ کو بھی شامل ہے یعنے وہ رمی بھی بتاثیر الٰہی عز و جل ہوئی ہے۔ اور ایسے ہی ابن جریر و حاکم نے جو باسناد صحیح سعید بن المسیب و زہری رحمہا اللہ سے روایت کی کہ اُحد کے روز جو حضرت صلعم نے ابی بن خلف ملعون کو مارا تھا اسکے بارہ مین یہ آیت ہے اور قصہ یہ ہے کہ اُحد کے روز جب آنحضرت صلعم پہاڑی پر جانے لگے تو ابی بن خلف نے دیکھا اور گھوڑا دوڑا کر آیا اور کہا کہ آج اگر آپ بچ گئے تو مین نہ بچا اور پہلے اس سے کہ مین کہا کرتا کہ اس گھوڑے کو مین نے خوب کھلایا پلایا ہے تاکہ اسپر سوار ہو کر محمد کو قتل کرون اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنکر فرمایا تھا کہ نہین بلکہ مین اس کو قتل کرونگا پس اُحد کے روز جب آیا تو مسلمانون نے چاہا کہ دور ہی سے اسکے مقابل ہون مگر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ آنے دو اور جب قریب آیا تو آپ نے حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے سانگ لیکر اسکو پھینک ماری اور وہ تمام لوہے مین غرق تھا پس اسکے ترقوہ کے نیچے بہت خفیف سا زخم لگا جس سے کئی مرتبہ گھوڑے پر سے لڑھکڑ ایا اور آنحضرت صلعم نے پھر اسکو قتل نہین کیا اور یون ہی چھوڑ دیا اور وہ اس زخم کے درد سے بہت چیختا و چلاتا تھا اور ساتھی اسکے کہتے کہ یہ تو کچھ بھی زخم نہین وہ جواب دیتا کہ اگر تمام ملک حجاز پر بانٹا جاوے تو کوئی زندہ نہ بچے اور تم نہین دیکھتے کہ اُنھون نے پہلے ہی کہا تھا کہ مین اسکو قتل کرونگا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ وہ چند روز تک اس عذاب الیم مین زندہ رہکر مرا اور اسی کے متصل عذاب برزخ مین تا قیامت گرفتار رہیگا جو عذاب آخرت سے متصل ہے اس قول کی بھی وہی تاویل ہے کہ مراد ہر دو امام کی یہ ہے کہ آیت الرمی عام ہے اسکو بھی شامل ہے و قال الرازی رح یہ کچھ بعید نہین کہ آیت کے تحت یہ اور وقائع بھی داخل ہون اسواسطے کہ لفظ عام ہے اور اسی کا اعتبار ہے اگرچہ سبب نزول خاصۃ واقعہ بدر ہوے فافہم۔ قولہ تعالے۔ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ اے فعل ذلک لیقہر الکافرین خذلانا و لیبلی المومنین۔ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا اے عطاء حسنا وہی الغنیمۃ۔ یعنے اس قول کا عطف ایک محذوف پر ہے جو ہی مذکور کی علت ہے اور معنے یہ کہ اللہ تعالے نے ایسا فعل اسواسطے فرمایا کہ کافرون کو خواری کے ساتھ مقہور کرے اور اسواسطے کہ مومنون کو اس سے عطار حسن دلوے یعنے غنیمت عطا فرماوے۔ اور عروۃ بن الزبیر رح نے کہا اے لیعرف المومنین من نعمۃ علیہم الخ۔ یعنے تاکہ مومنون کو پہچنوا دے اپنی نعمتین جو اُنپر فرمائی ہین کہ انکو انکے دشمنون پر اسطرح فتح دی تاکہ وہ حقوق نعمت کی شکر گزاری کرین۔ واضح ہو کہ بلا بمعنے محنت و مشقت اور بمعنے سلامت و نعمت ہر دو ضد معنے مین ہے اور مراد یہان بلا سے نعمت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ لاقوالہم۔ عَلِيمٌ باحوالہم۔ یعنے اللہ تعالے کی صفت ہے کہ وہ سمیع و علیم ہے پس مومنون کے اقوال کا بھی سننے والا اور انکے احوال کا جاننے والا ہے۔ قال الخطیب ابن

ترغیب وترہیب دونون ہین کہ بندہ اپنے مولی پر جو سمیع علیم ہے بھروسا کرے اور ڈرے کہ ظاہری امور پر مغرور ہونا چاہیے اور اللہ تعالے
دلون کی باتین اور بھید خوب جانتا ہے پس مومن صادق رہے۔ ذٰلِکُمْ۔ یہ ذلک الابلاء حق۔ یہ انعام بر حق ہے۔ وَاَنَّ اللّٰہَ مُوْھِنُ
کَیْدِ الْکٰفِرِیْنَ۔ اور اللہ تعالے وہن وضعف مین ڈالنے والا ہے کافرون کے مکر کا۔ اسمین باوجود اس فتح وغنیمت کے مومنون کو
اور بشارت ہے کہ آیندہ بھی اللہ تعالے کافرون کے مکر وفریب وانکے باطل باتون کو ضعیف کرنے والا ہے۔ واضح ہو کہ اہل علم بیان سے
سمجھتے ہین کہ جو لوگ دین پر ثابت وقائم ہون انکو مضرت نہ پہونچیگی ولیکن اہل کفر والحاد روے زمین سے مٹنے ولے نہیں ہین اور حدیث
مین ہے کہ برابر ایک گروہ میری اُمت مین سے حق پر اور غالب رہیگا انکو کوئی خواری چاہنے والا ضرر نہین پہونچا سکتا یہان تک
کہ امر آلہی قائم ہو جاوے۔ ہذا والحمد للہ علی ذلک ف فی العرائس قولہ تعالے فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم وما رمیت الخ۔ واضح ہو کہ عارفین کو
یہان مقام اتحاد حاصل ہے اور اتحاد مین انکے نزدیک چند مقامات ہین ایکؔ اتحاد بافعال اور دؔوم اتحاد بصفات وسوؔم اتحاد بذات۔ اور یہان
اشارہ اتحاد افعال واتحاد صفات کی طرف ہے پس قتل جو فعل قوم تھا اسکی اضافت اپنی طرف کرنا اتحاد فعل ہے اور یہ مقام جمع وتفرقہ ہے اور
صحابہ رضی اللہ عنہم کو تفرقہ در جمع حاصل ہوا پس جبکہ یون فرمایا کہ فلم تقتلوہم۔ تو انکے واسطے فعل ثابت ہونے کے بعد انسے نفی کی پس جب وہ
مباشر قتل تھے تو مقام تفرقہ مین تھے اور جب اس فعل کی نسبت اپنی طرف فرمائی تو وہ مقام جمع مین ہوے پس تفرقہ تو عالم صورت ورسم خلیقت
ہے جبکہ وہ خلق ہوتے ہین از مصدر خاصہ فعل او تعالے ہین اور اس راہ سے کہ وہ اپنے جملہ ذرات سے قائم بفعل خاص او تعالے ہین تو عین
انکا عین فعل خاص او تعالے ہے پس او تعالے نے اپنے فعل خاص سے انکے لیے مقتولین کی بصفت قہر قتل ہولے کی تجلی فرمائی پس وے لوگ
مع فعل خاص کے واحد ہین اور اضافت بسوے ذات او تعالے اضافت حقیقیہ ہے اسلیے کہ سوا اسکے فعل خاص کے درمیان مین کسی وجہ سے
غیر کا وجود نہین ہے۔ اور اسی طرح عرش سے ثری تک جملہ مخلوق کے احکام انھین دو جہت سے ثابت ہین یعنے بجہت فعلیہ وبجہت خلقیہ ولیکن
جبکہ وقت مباشرت قتل کی تجلی فعل بسوے فعل نہ تھی تو اسوقت مین خاصیت اتحاد افعال کا حکم نہوا وہ مارنے والے کے ہاتھ مین تلوار کے مانند
تھے بلکہ تلوار وہاتھ بحسب مراتب وترقی کے ایک ہین۔ اور جبکہ مصدر واحد ہے تو عرش سے تحت الثری تک درمیان مین سواے حق سبحانہ تعالے
کے کوئی غیر موجود نہین ہے۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یہان خاصیت اتحاد صفت بھی ہے کیونکہ اسکی صفت سے اتصاف پایا ہو اسدم
کہ او تعالے کو بطریق کشف تجلی صفت کے قلب وروح وعقل وسر وظاہر وباطن وصورت مین معائنہ کیا پس تمام وجود نبی صلعم کا نور صفت
مین مستغرق ہوا اسی واسطے فعل آنحضرت صلعم کو اپنی صفت کی طرف مضاف کیا نہ اپنے فعل کی طرف۔ اسلیے کہ قوم تو انوار آیات دیکھنے مین
تھے اور آنحضرت صلعم بحر صفات سے عبور کرکے میدان آیات طے کرکے دیدار انوار صفات وخاصیت اتحاد ذات مین تھے اور صفت فعل وصفت
خاص دونون صفتون کے اتصاف اور دونون مقامون کے اتحاد کے بعد آنحضرت صلعم کو ایک جلال ذات اور اسمین فنا ہونا اور اسکے
ساتھ باقی ہونا اور اسکی ازلیت وابدیت مین مستغرق ہونا اور اولیت وآخریت سے سر نکالنا واقع ہوا اسی واسطے آنحضرت صلعم آئینہ ذات و
صفات وفعل ہوگئے پس اللہ تعالے نے آپ کو اپنی ذات پاک وحدہ لاشریک کے اس واسطہ کے ساتھ پہچوانے کو نکالا جیسے اپنے خلیفہ آدم علیہ السلام
کو ملائکہ کے عرفان کے لیے نکالا اور آدم علیہ السلام متصف ومتحد بصفت تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعد اتحاد بنور صفات کے متحد بنور ذات
تھے اور نور ذات سے متحد ہونے مین آدمؑ سے بڑھکر تھے پس جبکہ بندہ مصطفے حبیب مجتبی محمد صلعم کا اتحاد بدرجہ کمال تھا۔ تو اللہ تعالے نے
مخلوق کو اسکے اتحاد سے آگاہ فرمایا۔ بقولہ تعالے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ تجلی فعل وصفت وذات مین حدوثیت کے اوصاف مین سے

Marfat.com

کچھ باقی نہ رہا تھا۔ اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا من رآنی فقد رأی الحق ومن عرفنی فقد عرف الحق مترجم کہتا ہے کہ جملہ من عرفنی فقد عرف الحق۔ روایت حدیث میں نہیں ہے شاید مقصود شیخ یہ ہو کہ قولہ من رآنی الخ کی یہ تفسیر ہے۔ فافہم پس آنحضرت صلعم کا تفرقہ عین فعل میں جمع تھا اور صفت میں آپ کا جمع ہونا عین ذات میں جمع الجمع تھا اور عین ذات میں ازراہ الوہیت کے جمع بدون تفرقہ ہے اور ازراہ خلیقت کے تفرقہ در جمع ہے میں نے اس آیت میں تھوڑا سا اشارہ مقام اتحاد و اتصاف بجمع و تفرقہ کا ذکر کیا ہے اور اسکے معنے کسی کی سمجھ میں نہیں آوینگے سوائے ایسے شخص کے جو درد عشق رکھتا ہو اور بسط محبت اور روح شوق وانس مشاہدہ وانبساط معرفت وفناء معرفت و توحید و بقاء رکھتا ہو۔ اور اسکو وہ علم لدنی حاصل ہو جو ظاہر عالموں وسمجھداروں کے نزدیک علم مجہول ہے۔ پھر مشائخ نے جو اس آیت کے اشارہ میں کہا ہے ازانجملہ قول فارس رح ہے کہ قولہ وما رمیت اذ رمیت الخ میں کہا کہ تو پھینکنے والا نہ تھا مگر ہمارے ساتھ۔ اور تو اس سے کچھ مصیبت پہونچانے والا نہ تھا مگر ہماری معونت سے کہ ہم نے تجھکو اس قوت سے مدد دی۔ بعض نے کہا کہ قولہ ما رمیت یعنے تو نے یہ مشت خاک نہیں پھینکی ولیکن مترجم پھینکا پس اللہ تعالے نے تجھکو تجھسے غائب کردیا پھر تو نے پھینکا اور حال یہ کہ ہم تجھسے پھینکنے والے تھے یعنے گویا آنحضرت صلعم صرف واسطہ تھا اگرچہ یہان واسطہ کو بھی گنجائش نہیں مگر عبارت میں سمجھانا اسیقدر ممکن ہے۔ پس پھینکنا ظاہر میں آنحضرت صلعم سے پایا گیا اور درحقیقت وجود اُسکا درگاہ عظمت کبریا حق عز وجل سے تھا اسواسطے کہ وہان تفرقہ نہیں ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ۔ اذ رمیت۔ تفرقہ ہے اور۔ ولکن اللہ رمی۔ جمع ہے اور تفرقہ راجع بصفت عبودیت ہے اور جمع راجع بشان ربوبیت ہے۔ پھر بندوں کو اپنی رمی سے اور انسے قہر دور کرنے سے مقام نعمت ظاہر فرمایا یعنے اہل ایمان سے قہر دور رکھنے اور انکے دشمنوں کو قہر میں مبتلا کرنے اور انکی طرف سے انعام کے طور پر خود رمی فرمانے سے مقام نعمت انکو ظاہر فرمایا بقولہ ولیبلی المؤمنین منہ بلاء حسنا جیسے اپنی صفت کے انوار سے اپنے حبیب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بھر دیا اور اسرار قتل سے انکے دلوں کو منور کیا یہ بلاء حسن تھی جسنے انکو مخصوص فرمایا تاکہ اس سے معرفت خاص حاصل کریں اور انکو اپنے مکر قدیم و قہر سے بچایا۔ پھر واضح ہو کہ بلاء حسن یہ کہ اولیاء کے دلوں میں محبت واقع ہو اور اصفیاء کے واسطے کشف جمال ہو اور نجباء [جمع نجیب] کے لیے سماع خطاب ہو۔ اور جنید رح سے جب اس آیت کو پوچھا گیا تو کہا کہ بلاء حسن یہ کہ حکم کے وقت بندہ ثابت قدم رکھا جاوے اور اسمیں جو خفیات کرہیں اُنسے محفوظ فرمایا جاوے اور غیر کو دیکھنے کے وقت توحید و تفرید حضرت خالق عز وجل میں لغزش نہ پاوے۔ رویم رح نے کہا کہ بلاء حسن یہ کہ نزول بلاء سے دیدار حق اسپر سبقت کرے پس بلاء گذری چلی جاوے اور اسکو خبر بھی نہو اسوجہ سے کہ وہ دیدار حق میں مستغرق کردیا گیا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ بلاء حسن وہ ہے کہ اسکے آنے میں تجھکو صبر عطا ہو اور تو اسپر راضی ہوجاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ واضح رہے کہ بلاء اگرچہ ترقی درجات و تقرب و ثواب کی مورث ہے لیکن سوائے مردمیدان رضاء کے اس میں ہر بندہ صابر نہیں ہوتا لہذا اللہ تعالے سے عافیت مانگے اور بلاء سے پناہ مانگے اور بحسب تقدیر جب بلاء نازل ہو تو اسمیں اللہ تعالے سے صبر کی درخواست کرے واسأل اللہ تعالے بفضلہ السلامۃ والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ وھو ربی حسبی ونعم الحبیب ونعم المولے ونعم النصیر۔ علی بن موسی الرضاء نے اپنے باپ سے انھوں نے امام جعفر صادق رض سے روایت کی کہ بلاء حسن یہ کہ انکو انکے نفوس سے فانی کردے پس جب اُنکے نفوس سے انکو فانی کردیا تو وہی انکی مراد ہوا۔ استاد رح نے کہا کہ بلاء حسن یہ ہے کہ خوشی وخوشحالی میں بندہ کو شکر کی توفیق حاصل ہو اور محنت میں صبر کی توفیق ملے بعض نے کہا کہ بلاء حسن یہ کہ عین بلاء میں اسکو مشاہدہ نصیب ہو۔ پھر بلاء فراق و محبت واشواق برداشت کرنے والوں کے دلوں کو راحت کی ٹھنڈی ہوا دی بقولہ ان اللہ سمیع علیم۔ اہل درد کے نالہ جانگداز سننے والا اور غم فراق سے انکے دلوں کی حالت جاننے والا ہے۔ استاد رح نے کہا کہ اسمیں ایک قوم کے لیے تنفیس ہے اور ایک قوم کے لیے تہدید ہے جو بندے

Marfat.com

درد فراق کے باوجود سر تسلیم واطاعت جھکائے بیٹھے ہین انکی لبیک سننے والا ہے انسے انکی بلا رکو وقت معہود پر اٹھانے والا ہے۔ وقد انشد الاستاذ رحمہ اللہ ۔ اذا اتمنی الناس روحا وراحۃ ﷺ تمنیت ان اشکو الیہ فیسمع ۔ یعنے وقت وہ ہے کہ لوگ راحت وآرام کی تمنا مین ہین اور مجھے یہی تمنا ہے کہ کچھ درد فراق بیان کرتا اور سُن لیا جاتا مترجم کہتا ہے کہ منجملہ درجات کے حدیث الرؤیا مین ہے کہ صلوۃ باللیل والناس نیام۔ یعنے رات مین کہ لوگ خواب غفلت وراحت مین پڑے ہین بندہ نماز مین مشغول کھڑا ہے۔ وقد قال تعالے تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا ومما رزقناہم ینفقون۔ یعنے بستر راحت سے انکے پہلو الگ ہو کر نماز مین کھڑے ہوئے اور اپنے پروردگار سے ہیبت کے ساتھ عاجزی وخشوع سے دعا مانگتے ہین۔ الی آخر الآیۃ۔ فافہم واللہ اعلم۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنی درگاہ کی طرف رجوع لائے ہوئے بندون کو اپنی قدرت کاملہ سے عجیب غریب امور خلاف عادت کے ساتھ ان لوگون پر فتح ونصرت دی جو مثل اس زمانہ کے بعض ملحدون کے معجزات رسول اللہ صلعم سے منکر وموذی اور خلاف عادت کو سحر سمجھتے اور نفس کے بندے بتون کی پرستش کرتے تھے پھر بھی ان کو تنبیہ فرمائی بقولہ تعالے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ

اگر تم چاہو فیصلہ سو پہونچا تم کو فیصلہ اور اگر باز آؤ سو تمہارا بھلا ہے اور اگر پھر وگے تو ہم بھی پھر ینگے اور کام

تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ع ۹ / ١٦

نہ آویگا تم کو تمہارا جتھا کچھ اگرچہ بہت ہون اور جانو کہ اللہ ہے ساتھ ایمان والون کے

اس خطاب مین مفسرین نے اختلاف کیا کہ کافرون کو ہے یا مومنون کو ہے اور مفسر رح نے قول اول اختیار کیا اور وہی جمہور کا قول ہے۔ بسبب ظاہر دلالت کلام کے اور بسبب اسکے کہ امام احمد نے زہری رح کے طریق سے عبد اللہ بن ثعلبہ سے روایت کی کہ ابو جہل نے بدر کے روز کہا کہ اے پروردگار ہمارے ہم دونون گروہ مین سے جو ناتے کا قطع کرنے والا ہوا اور ایسی چیز لایا ہو جو ہم نہین پہچانتے ہین اسکو کل کے روز ہلاک کر دے۔ پس وہی استفتاح کرنے والا تھا۔ وقد رواہ النسائی والحاکم۔ اور ایسا ہی ابن عباس ومجاہد وضحاک وقتادہ ویزید بن رومان وغیرہم سے مروی ہے۔ اور سدیؒ نے کہا کہ مشرکون نے مکہ سے نکلتے وقت خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہا تھا کہ اے پروردگار ہمارے دونون لشکرون مین سے اعلی کو اور دونون گروہون مین سے بزرگ کو اور دونون قبیلون مین سے بہتر کو فتح دے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا یعنے اگر تم استفتاح چاہتے ہو اے کافرو یعنے فیصلہ وقضا رچاہتے ہو۔ فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ تو آگیا تم پاس فیصلہ یعنے جو کوئی ظالم وناتا کاٹنے والا وغیرہ تھا وہ ہلاک ہوا اور وہ ابو جہل واسکے ساتھی مقتول تھے اور دونون گروہ مین سے جو گروہ اعلی واکرم تھا وہ فتح دیا گیا یعنے آنحضرت صلعم ومومنین نے فتح پائی۔ یہان سے ملائکہ کے بدر مین قتال کرنے اور کافرون کو ایسی فاش شکست ہونے کا بھید بھی ظاہر ہوا فافہم۔ وَاِنْ تَنْتَهُوْا اور اگر تم باز رہو کفر سے اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ لڑنے سے فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ وَاِنْ تَعُوْدُوْا اور اگر تم پھر نبی صلعم کی لڑائی کی طرف عود کروگے تو۔ نَعُدْ ہم بھی اسکو تمپر فتح دینے مین عود کرینگے مترجم کہتا ہے کہ احسن تفسیر یہ ہے کہ قولہ وان تعودوا نعد۔ اگر تم پھر استفتاح کروگے تو ہم اعادہ کرینگے۔ قالہ السدی۔ اور حاصل آنکہ مطلق لڑائی وجہاد جو رسول اور اسکی اُمت کے درمیان شروع ہوا اسمین تو سنت الٰہی یہ ہے کہ کبھی مومنون کی فتح اور کبھی کافرون کا زور ہو جاتا ہے تاکہ ابتلاء وامتحان ہو اور منافق اور مومن مین تمیز ہو جاوے اور اہل ایمان جو دنیا سے بے رغبت ہین بعض شہادت پاوین ودیگر مصالح ہین اور بطریق استفتاح لڑائی مین قطعاً

پس نازل فرمایا اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا اللہ نے

مومنون کا غلبہ ہے اور آخر کار بہر حال اللہ تعالے اپنے رسولون کو فتح دیتا ہے اور کافرون کو ہلاک فرماتا ہے۔ جب تجھے یہ بات معلوم ہو گئی تو اب یہ وہم و وسوسہ شیطانی نہین آسکتا کہ اسکے بعد احد وغیرہ مین کافرون کو فی الجملہ غلبہ کیون ہوا۔ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا اور تم سے تمہاری جماعت کچھ دفع نہ کریگی۔ وَلَوْ كَثُرَتْ اگرچہ تمہاری جماعت کثیر ہو۔ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ اور اللہ تعالے مومنون کے ساتھ ہے یعنے اللہ تعالے کی فتح و نصرت انکے ساتھ ہے پس کسی کو انپر غلبہ نہین ہے۔ یہ بنا برینکہ ان بکسر اول ہے جیسے کہ اکثر کی قراءۃ ہے اور ابن عامر و نافع و حفص کی قراءۃ مین ان بفتح بتقدیر لام ہے یعنے ولان اللہ مع آہ۔ واضح ہو کہ معاملہ رسالت مین آیات الٰہی برابر واقع ہوتی گئین حتی کہ قیامت قائم ہونے تک آتی جاوینگی پس ایمان لانے والے ایمان لاوینگے اور گمراہ تو سوائے جہنم مین جانے کے کچھ نہ مانینگے پس اس آیت مین بھی اشارہ ہے کہ مشرکین بڑی جماعت جمع کرینگے چنانچہ غزوۂ خندق و غزوۂ احزاب مین یہی ہوا کہ قریش بہت بڑی جماعت لائے تھے کہ چل کر مومنون کو نابود کر دینا چاہیئے کہ فیصلہ ہو جاوے پس اللہ تعالے نے فتح دی اور انکو خوار پھیر دیا اور عجیب معجزات ظاہر ہوئے جیسا کہ انشاء اللہ تعالے وہان بیان آویگا یہ تفسیر تو بنا بر قول اول کے ہے اور جن لوگون نے کہا کہ یہ خطاب مومنون کو ہے وہ یہ معنے بیان کرتے ہین کہ جب رسول اللہ صلعم و مومنون نے اللہ تعالے سے استغاثہ کیا تو اللہ تعالے نے فتح دی اور فرمایا ان تستفتحوا فقد جاءکم آہ یعنے جس فتح کا وعدہ ہم نے دیا تھا اور تم نے مانگی تھی وہ تم کو پہونچی پس اللہ تعالے کا شکر کرو اور اسکی بندگی لازم پکڑو۔ قاضی عیاض نے کہا کہ یہی قول اولے ہے اسواسطے کہ فقد جاءکم الفتح۔ مومنون ہی کے ساتھ بن سکتا ہے۔ اور رد کیا گیا کہ یہ اسوقت ہے کہ حقیقی معنے مراد ہون تو البتہ حقیقی نصرت مومنون ہی کو ملی ہے اور اگر مجازا ہو جیسے ذق انک انت العزیز الکریم مین تو کافرون کے حق مین بھی بنتا ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ خطاب مشرکون کو بطریق تہکم ہے یعنے لو یہی تمہارے لیے فتح ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فتح وہ انکا استفتاح تھا کہ فصل قضاء ہو اور یہ مستلزم ہے کہ مومنون کو نصرت ہو اور کافرون کو ہلاکت پس حقیقۃً بھی فتح آگئی۔ ہان فتح بمعنے نصرت فقط مومنون کو حاصل ہوئی ہے پس خطاب کافرون ہی کو ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ وان تنتھوا فھو خیر لکم آہ۔ اسواسطے کہ مومنون سے انتہاء مقصود نہین اور تہدید اعادہ بھی انکے حق مین لائق نہین ہے۔ اور بعض نے بنا بر قول دوم کے یون تقریر کی کہ اے مومنو اگر تم نے اللہ تعالے سے فتح مانگی تو تمکو بدر کے روز نصرت دی گئی اور قولہ وان تنتھوا فھو خیر لکم۔ اور اگر تم کافر قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑنے سے باز رہو جیسے تم نے بلا اجازت کے بدر کے قیدیون کے ساتھ کیا اور نیز لڑائی مین کسل کرنے اور دنیا کے مال کی طرف رغبت کرنے سے باز رہو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور قولہ وان تعودوا نعد۔ سے مقصود توبیخ ہے یعنے اگر تم دوبارہ ایسا کروگے تو پھر ہم ملامت کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ ملامت اگر بمعنے حرمت ہے تو قیدیون کے فدیہ مین دو امر لازم آوینگے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم نے کیونکر قبول کیا اور دوم آنکمال فدیہ جو بروجہ حرام حاصل ہوا وہ کیونکر حلال ہوا لہذا ملامت بطریق کراہت تنزیہی ہوگی کیونکہ تحریمی واجب الترک ہے اور اسوقت ابہام کی وجہ بھی نہ تھی اور مآل اسکا جواز ہے اور یہ خلاف مقصود ہے۔ علاوہ برین آگے قولہ ولن تغنی عنکم فئتکم آہ بنہین بنتا ہے اور نیز قولہ وان اللہ مع المؤمنین کے اس تقدیر پر کیا معنے ہین پس محض تکلف و تعسف سے توجیہ کرنا ساقط ہے اور بعض نے جو کہا کہ ان تستفتحوا مین مومنون کو خطاب ہے اور مابعد مین کافرون کو تو امین تفکیک النظم و انتشار الضمائر وغیرہ محذور لازم ہین۔ اور تجھے معلوم ہو گیا کہ صرف فتح کے معنے کی وجہ سے یہ سب تکلفات بعیدہ کرنا عجیب ہے حالانکہ حقیقت سے مجاز یہان ابلغ ہے علاوہ برین استفتاح بمعنے طلب فصل القضاء جیسے قولہ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ مین ہے بے تکلف درست ہین کیونکہ حکم فیصل کافرون کو قطعاً پہونچ گیا مگر صرف اسی واقعہ مین ورنہ اگر مطلقاً ہوتا تو سب ہلاک ہو جاتے اور یہ سب بمقتضائے حکمت بالغہ

Marfat.com

آلہی وامر قدیم کے ہے۔ پس قولہ ان تعودوا نعد میں حدوث کو دخل نہیں ہے۔ فافہم۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا

اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور اس سے مت پھرو سنکر اور ویسے مت ہو

كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ

جنھوں نے کہا کہ ہمنے سُنا اور وہ سنتے نہیں بدتر سب جانداروں میں اللہ کے پاس وہی بہرے گونگے ہیں

الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

جو نہیں بوجھتے اور اگر اللہ جانتا انمین کچھ بھلائی تو انکو سُناتا اور جو انکو اب سُنادے تو اُٹے بھاگین مُنہ پھیر کر

اللہ تعالےٰ مومنون کو اپنی بندگی اور اپنے رسول کی طاعت کا حکم فرماتا اور مخالفت سے اور کافرون سے مشابہت پیدا کرنے سے منع فرماتا ہے کہ۔ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اطاعت کرو اللہ تعالےٰ و اسکے رسول صلعم کی۔ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ اور اعراض مت کرو اس سے باین طور کہ اسکے حکم سے خلاف کرو۔ وَ اور حال یہ کہ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ تم قرآن و نصیحت کی باتون کو سُنتے ہو یعنے جان بوجھکر مخالفت مت کرو۔ یہ تفسیر بنابر اینکہ عنہ کی ضمیر راجع بجانب رسول اللہ صلعم ہے کیونکہ طاعۃ الرسولؐ وہی طاعۃ اللہ تعالےٰ ہے اور جائز ہے کہ بمانند قولہ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ کے ہر ایک دونون مرجع کی طرف راجع ہو اور بعض نے کہا کہ اطیعوا سے امر مفہوم کی طرف راجع یعنے عن امرہ اسکے حکم سے اعراض مت کرو۔ پھر واضح ہو کہ یہ بنابر اینکہ خطاب مومنون کو ہے جیسا کہ ظاہر بلکہ اظہر ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اور یہ حکم بطریق تثبیت ہے تاکہ جمے رہین۔ اور بعض نے کہا کہ آمنوا سے مراد زبانی ایمان کے مدعی یعنے منافق ہین۔ ابن عطیہ نے کہا کہ یہ احتمال اگرچہ ہوسکتا ہے لیکن بہت ضعیف ہے کیونکہ مستقل طور پر انکو ایمان سے متصف کرنا از جانب عالم الغیب والشہادۃ باوجودیکہ انمین دلی تصدیق نہین ہے بہت بعید احتمال ہے اور تالیف قلوب کا احتمال نہین کیونکہ عام خطاب مبہم مین بہت جگہ انکی سخت تفضیح کی گئی ہے۔ فتامل۔ علاوہ برین آگے انکو ایسی صفت سے منع کیا جو نفاق سے ہے فقال۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا اور مت ہو جاؤ مانند ایسے لوگون کے جنھون نے کہا کہ ہم نے سُنا۔ وَ اور حال یہ کہ۔ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ وے سنتے نہین ہین یعنے ایسا سننا نہین سُنتے جو نصیحت پذیر ہوا اور سمجھ سے ہو پس بیفائدہ سُننے کے سبب سے فرمایا کہ وے سنتے نہین کیونکہ سننے کا جو فائدہ تھا وہ ندارد ہے۔ اب رہا یہ کہ ایسے لوگ کون ہین تو ایک قول یہ کہ مشرک ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ و مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بنی عبد الدار مین سے چند آدمی تھے اور آگے آتا ہے اور ابن جریرؒ نے اختیار کیا کہ مشرک مراد ہین اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ منافق مراد ہین کیونکہ ظاہر کرتے ہین کہ ہم نے سُنا و مانا حالانکہ ایسے نہین ہوتے ہین اور مفسرؒ نے دونوں کو جمع کردیا کیونکہ مشرک ہو یا منافق کسی کو فہم سلیم وسماع صحیح نہین ہوتا۔ پھر ایسون کی مذمت فرمائی لقولہ۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ دواب جمع دابہ جو زمین پر چلتا ہو اگرچہ آدمی ہو پس یہان جو آدمیون پر اطلاق ہوا تو یہ اطلاق حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ مجازی کیونکہ یہ شریر بمنزلہ جانورون کے بلکہ انسے بدتر ہین۔ المعنے۔ البتہ دواب مین سے بدتر عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالےٰ کے علم مین یا اسکے حکم مین۔ الصُّمُّ الْبُكْمُ بہرے گونگے یعنے اس جنس کے دواب ہین جو حق بات سننے سے بہرے اور حق بات کہنے سے گونگے۔ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ایسے لوگ ہین جو سمجھتے نہین ہین۔ پس انکے کان و زبان و عقل جزوی ہونے کے باوجود چونکہ انکو ان حواس سے فائدہ نہ ملا لہذا انکے نفی کی جیسے قولہ لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ مین ہے پس جب عقل کار آمد نہین تو انمین

اور جانوروں مین کیا فرق ہے لہذا فرمایا۔ اولٰئک کالانعام نہین بلکہ انعام تو اپنے حواس سے جسقدر ہین اپنا کام لیتے ہین بخلاف کافرون و منافقون کے لہذا فرمایا بل ہم اضل۔ اسیواسطے یہان فرمایا کہ شر الدواب یعنے جانداروں مین سے جو روے زمین پر چلتے ہین یہ جانور بہت بد ہین ان مین کچھ بھی بھلائی نہین ہے۔ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْہِمْ خَیْرًا۔ اور اگر اللہ تعالے کو انمین بھلائی معلوم ہوتی یعنے انکو حق بات سنا دینے اور اسکی ہدایت دینے مین تو۔ لَّاَسْمَعَہُمْ۔ البتہ انکو سنا دیتا اسطرح کہ سمجھ کا سننا سنتے۔ وَلَوْ اَسْمَعَہُمْ۔ اور اگر اللہ تعالے انکو سناتا یعنے بالفرض اُن کو سناتا اگرچہ اللہ تعالے جانتا ہے کہ انمین کچھ بھلائی نہین ہے تو یہ نتیجہ ہوتا کہ۔ لَتَوَلَّوْا اس سے مُنھ موڑ لیتے۔ وَّہُمْ مُّعْرِضُوْنَ اس حال سے کہ اعراض کنندہ ہوتے۔ یہ تاکید ہے کیونکہ تولی و اعراض ایک ہی ہے اور مقصود یہ کہ علم الٰہی مین تحقیق ہوچکا کہ وے ایمان نہ لاوینگے اور اللہ تعا کو انکا بدتر ہونا معلوم ہے پس اگر بالفرض اللہ تعالے انکو سناتا تو بھی عناد و جحود سے مُنھ موڑ کر اعراض کنندہ ہوجاتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ بنی عبد الدار کے چند نفر نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ آپ قصی بن کلاب کو زندہ کیجئے اور وہ نیکبخت آدمی تھا زندہ ہوکر آپ کی نبوت کی گواہی دیگا تو ہم سب آپ پر ایمان لے آوینگے پس اللہ تعالے نے رد کر دیا کہ ان خبیثون کو ایمان سے کیا مناسبت ہے یہ درحقیقت ایسے ہی گونگے بہرے ہین جیسے تیری باتون پر عناد سے اپنے آپ کو کہتے ہین اور اگر اللہ تعالے انکے لیے قصی کو زندہ کرکے اسکا کلام انکو سنوادے تو بھی عناد سے سحر و جادو کہکر کافر کے کافر بنے رہینگے۔ حاصل آنکہ معنے قولہ ولو اسمعہم آہ اگر انکو اللہ تعالے مرے ہوؤن کو زندہ کرکے تیرے صدق نبوت پر انکی گواہی سنوادے تو بھی موافق تقدیر الٰہی کے یہ مومن نہونگے و اضح ہو کہ اللہ تعالے ہدایت و کفر کا خالق وہی ہادی وہی موفق ہے بدون اسکی ہدایت کے کسی چیز سے ہدایت نہین ہوتی پس ظاہر کے لیے ایک آیت کافی ہے۔ اور جب وہ کافی نہو تو کثرت سے آیات و معجزات مانگنا پہلے جہالت گمراہ کنندہ ہے کیونکہ آیات کو مؤثر سمجھتا ہے پس کافر رہا بلکہ مستوجب عقوبت مزید و شدید ہوگیا لہذا جن انبیاء کی اُمت کی مُنھ مانگی آیت پر بہت پوری ہوئی وہ ایمان نہ لانے پر عذاب کیے گئے ف وفی العرائس قولہ ولا تکونوا کالذین قالوا آہ۔ اللہ تعالے نے سچون کو ایسے باطل دعوون سے جنمین کچھ معنے باطنی نہین ہین ڈرایا و پرہیز کرنے کو فرمایا کیونکہ سماع ظاہر بدون فہم و متابعت حکم کے غفلت کا سننا ہوتا ہے پھر جھوٹے مدعیون کو جانورون سے زیادہ غافل کہا۔ بقولہ ان شر الدواب عند اللہ الصم آہ۔ ہاتف غیب کی بشارت سننے سے بہرے اور فضائل معرفت پھیلانے سے گونگے ہین اور یہ جہالت انکو اپنے نفس سے جاہل ہونے سے ملی ہے اور صانع عز و جل کی معرفت از راہ عقل و علم حاصل ہوتی ہے پس جہان عقل بادشاہ بدن ہے اس شخص سے وہ یہی مقتضی ہوتی ہے کہ نظر اسکی حق ہی پر ہو اور حق ہی سنے اور حق ہی بولے بعض نے کہا کہ جس سننے والے کو اثر و زیادہ فائدہ نہین ملا اور اسکی حال مین ترقی نہوئی وہ سننے والا اور کان دھرنے والا نہین ہے اور سننے والا درحقیقت وہی ہوتا ہے جسکو زیادہ فائدہ یا زیادت حال ہو اور جو سماع و عظ سے بدون اسکے لوٹا وہ نقصان مین رہا بعض نے کہا کہ قولہ الصم البکم۔ ذکر سننے و سمجھنے سے بہرے اور دائی تلاوت و طلب زیادت سے گونگے ہین وہی خطاب سے غافل و بے عقل ہین نہین جانتے کہ کون ہین اور کیون پیدا ہوے اور کہان جاوینگے اور کیا انجام ہوگا استاد رح نے فرمایا کہ خطاب و اسکے بھید کے سمجھنے سے بہرے ہین اور جس سے کشف قلب ہے اسکے دیکھنے سے اندھے ہین اور جس امر سے فہم و عقل ہے اور اسکی طرف ارشاد کیے گئے تو اسکے قبول کرنے سے گونگے ہین پس جسکو اللہ تعالے نے ذلیل و خوار کہا اسکا رتبہ ہر خسیس و ذلیل و خوار سے زیادہ بدتر ہے پھر اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ خطاب کی فہم و ادراک حقائق اور متابعت حکم سے انکی محرومی موافق قسمت ازلی و حکم قدیم ہے بقولہ ولو علم اللہ فیہم خیرا آہ۔ یعنے اگر علم قدیم الٰہی مین انکے لیے برگزیدہ کرنے کی بہتری ہوتی تو انکو خطاب کی حقیقت و مراد سے آگاہ فرماتا لیکن چونکہ ازل مین بھلائی سے برگزیدہ نہ تھے لہذا انکو لطائف کلام نہین سنائے

اور نہ انکو اخبار عجیبہ وحقائق غریبہ سے آگاہ کیا اور بیان فرمایا کہ اگر انکو بالفرض اس سے آگاہ فرماوے تو ادراک نہ کرینگے اور متابعت سے اعراض کنندہ ہونگے کیونکہ ازل مین وہ اس سے محروم ہو چکے ہین۔ قال المترجم شاید شیخ نے یہ ارادہ کیا کہ ادراک لطائف وحقائق کے بعد اعراض ممکن نہین کیونکہ دونون مین منافات ہے جیسے ہدایت بمعنے وصول کے بعد اضلال وفراق نہین ہوتا فلیتامل فیہ۔ یحیی بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو علم تم سنتے ہو یہ الفاظ ہین جنکو اپنے علماء سے سنتے ہو اور انکے معانی کو اپنے دل کے کانون سے اللہ تعالے سے سنو اور جانکر سمجھو اور اگر نہ جانوگے تو اسکے نفع کی بہ نسبت تمکو اسکا ضرر زیادہ ہوگا۔ بعض نے فرمایا کہ سننے مین بھلائی کی نشانی یہ ہے کہ اپنے اوصاف ونعوت کے فنا ہونے کے طور پر سنے اور حق سے حق کے ساتھ سُنے۔ قال المترجم یعنے قوت سمع جو حق عزوجل سے پرہیزگاری کے ساتھ عطا ہوئی ہے اس سے سنے۔ استاد رحہ نے فرمایا کہ سابقہ تقدیر نے جسکو محروم کیا وہ اس دنیاوی وجود کی خدمات سے قرب والون مین سے نہین ہو سکتا قال المترجم یعنے کبھی حکمت الٰہیہ اس امر کی مقتضی ہوتی ہو کہ کسی بندہ کو کچھ توفیق خدمات عطا ہو جیسے ابلیس وبلعم باعورا کو دی گئی لیکن وصول تحقیقی نہین ہوتا۔ فافہم۔ جب محروم ومردود لوگون کا حال بیان ہو چکا تو اہل قرب وبرگزیدہ لوگون کو متابعت رسول اللہ صلعم کی راہ سے قرب ومشاہدہ کے لیے طلب کیا بقولہ تعالےٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

اے ایمان والو مانو حکم اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلاوے تمکو ایک کام پر جس مین تمھاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ

يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○

روک لیتا ہو آدمی سے اُسکے دل کو اور یہ کہ اُسی پاس تم جمع ہوگے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ اسمین مومنون کو اللہ تعالے نے استجابت کا حکم دیا۔ استجابت بمعنے اجابت ہے اے اجیبوا اللہ آ۔ جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ نے تفسیر مین ذکر کیا اور وہ قول ابو عبیدہ ہے پس سین وتا زائدہ ہین اگرچہ استعمال لفظ مین استجابت متعدی بلام آتا ہے جیسا یہان اور اجابت خود بلا حرف متعدی ہوتا ہے اور کبھی استجابت بھی خود متعدی ہوتا ہے اور اجابت کے معنے قبولیت حکم ہے یعنے اطاعت کرنا پس ظاہر ہوا کہ تاکید ہے کیونکہ سابق مین اطاعت کا حکم بقولہ اطیعوا اللہ ورسولہ۔ دیا گیا ہے اور فرق یون کہا جاسکتا ہے کہ اوپر حکم اطاعت عموماً تھا اور یہان اگرچہ عموم ہے لیکن بصورت خاص بیان فرمایا اور مقید کیا بقولہ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ یعنے اے ایمان والو استجابت کرو اللہ تعالے واسکے رسول کے واسطے جبکہ بلاوے تمکو اس چیز کے لیے کہ زندہ کرتا ہے تمکو اس سے۔ قال البخاری رح لما یحییکم اے لما یصلحکم جس سے تمھاری اصلاح فرماتا ہے اور ضمیر دعا مین یہان بھی مانند قولہ ولا تولوا عنہ۔ کے افراد آیا اور توجیہ وہی ہے جو وہان مذکور ہوئی۔ اور للرسول پر لام کا اعادہ بغرض تاکید ہے یعنے حکم کتاب اللہ جو منصوص ہین انکے سوائے جو رسول حکم دے وہ بھی مانو کیونکہ وہ بھی حکم الٰہی ہے اور حدیث مین ثابت ہے کہ مجھکو دیا گیا قرآن اور اُسکے ساتھ اسکے مثل اور بھی یعنے سنت لہذا احادیث مین آپ نے اہل بدعت کے فتنہ سے پہلے ہی ہوشیار کر دیا کہ آدمی تکیہ لگا کر بیٹھے اور کہے کہ یہ بات تو مجھے کتاب الٰہی مین نہین ملتی ہے پس ہوشیار کر دیا کہ جو حکم سنت سے ثابت ہے وہ جسطرح ثابت ہے واجب العمل ہے اور عموم قولہ تعالے ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا مثبت صریح ہے پس معتزلہ وغیرہ جو اکثر سنن سے منکر ہین وہ آنحضرت صلعم کی خبر غیب کے جو بطور معجزہ واقع ہوئی ہے مصداق پیدا ہوئے بالجملہ جن امور سے آنحضرت صلعم نے دعوت فرمائی کہ انمین حیات ہے ان کا قبول کرنا فرض ہے اور اسمین اہلسنت کے درمیان خلاف نہین۔ اور خبر واحد ظنی وغیرہ ہونے کا جو ائمہ حنفیہ وغیرہ کا قول ہے وہ ثبوت کی راہ سے ہے

Marfat.com

یعنے آنحضرت صلعم سے یہ بات قطعاً ثابت ہے یا نہین پس اگر واحد عادل نے روایت کی یا جو اسکے حکم مین ہے وہ ثابت تو ہوئی مگر اسمین قطع نہین بلکہ ظن ہے کہ شاید راوی سے سہو ہوا ہو یا جو معنے اسنے ذکر کیے انکے سمجھنے مین سہو ہوا ہو اور مانند اسکے لہذا خبر متواتر و مشہور کو قطعی لیتے مین یہ کلام درمیان مین آیا۔ اب واضح ہو کہ امور حیات دہندہ سے کیا مراد ہے تو اسمین اختلاف تفاسیر ہے بعض نے کہا کہ علوم شرعیہ ہین کیونکہ علم حیات اور جہل موت ہے اور جمہور نے کہا کہ قرآن و حدیث کے اوامر و نواہی مین طاعت کے ساتھ استجابت کا حکم ہے جس سے حیات ابدی ملتی ہے۔ بعض نے کہا کہ جہاد اسلیے کہ ظاہری سبب حیات ہے کیونکہ دشمن پر جب جہاد نہ کیا جاوے تو وہ حملہ آور ہوگا اور شہادت تو موجب حیات ہے۔ یہی محمد بن اسحاق کا قول ہے۔ سدیؒ نے کہا کہ ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ اس سے زندہ ہوتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ حق ہے۔ قتادہؒ نے کہا کہ وہ قرآن ہے اور مفسرؒ نے آخر دین لیا جو سب کو شامل ہے اور اشارہ کیا کہ اختلاف تفاسیر نہین بلکہ تفسیر بطور مثال کے ہے اگرچہ بقرینہ سیاق واقعہ بدر کے اہتمام شان متعلق بجہاد زیادہ ہے اور احتمال ہے کہ لما یحییکم مین لام تعلیل ہو یعنے رسول صلعم کی دعوت قبول کرو اسلیے کہ اس سے وہ تمھین کو زندہ کرتا ہے۔ اور صحیح مین حدیث ابو سعید بن المعلی سے روایت ہے کہ مین مسجد مین نماز پڑھتا تھا کہ اتنے مین آنحضرت صلعم نے مجھے پکارا پس مین نے استجابت نہین کی پھر مین نماز سے فارغ ہو کر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نماز مین تھا تو فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔ اور ایک حدیث مین ابی بن کعب کے ساتھ ایسا ہی واقعہ آیا ہے اور اسمین جب حضرت صلعم نے کہا کہ تجھے نہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے وحی کے ساتھ حکم بھیجا کہ۔ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔ یعنے جب بلاوے و پکارے تو استجابت کرو۔ پس ابی بن کعب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے معلوم تو تھا مگر خطا ہو گئی اور انشاء اللہ تعالے اب ایسا نہ کرونگا رواہ الترمذی و قال حسن صحیح۔ واضح ہو کہ یہان دو فائدے ہین اول آنکہ اسطرح استجابت مخصوص بآنحضرت صلعم تھی اور اب کسی کو یہ اختیار نہین ہے کہ کسی اور کے واسطے نماز توڑ دے۔ اور بعض نے کہا کہ نماز نفل مین اگر باپ پکارے تو درصورتیکہ اسکو گمان ہو کہ دیر کرنے مین باپ کو ملال ہوگا تو نماز توڑ کر جواب دے۔ دوم آنکہ ظاہر آیت سے تو وقت استجابت مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ فی الفور استجابت کرو اور دوم یہ کہ استجابت کرو خواہ بفور یا کسی عذر سے کچھ دیر کے بعد و لیکن جب حدیث کو ملایا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ فی الفور استجابت مقصود ہے کیونکہ ابو سعید و ابی بن کعب نے نماز سے سلام پھیر کر استجابت کی تھی اور آنحضرت صلعم نے اسپر عتاب فرمایا پس معلوم ہوا کہ فی الفور استجابت واجب ہے اور حنظلہ بن صفوان غسیل الملائکہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ مصحبت تھے کہ اتنے مین جہاد احد کے واسطے حضرت صلعم کی طرف سے پکار ہوئی اور وہ اسوجہ سے نہ نہائے کہ استجابت مین تاخیر ہو گی لہذا اسیطرح جا کر شہید ہوے اور ملائکہ نے انکو جب نہلایا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکا کیا حال تھا کہ ملائکہ اسکو غسل دیتے ہین اسکی جورو سے دریافت کرو۔ پس اس سے یہ سب حال معلوم ہوا۔ اور یہان سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جو امر کہ مطلق ہو کسی قید کے ساتھ نہو وہ فی الفور تعمیل کرنے کے لیے ہوتا ہے اور یہ بحث دراز ہے جو اصول فقہ مین مفصل ہے۔ بالجملہ یہان آیت بقرینہ حدیث کے دلیل ہے کہ رسول اللہ صلعم کے حکم کی استجابت فوراً چاہیئے اور چونکہ اب خود تشریف نہین رکھتے ہین لہذا سنت سے جو حکم ثابت ہو اسکی استجابت بفور واجب ہے پس اگر اسیوقت ادا کرنے کا ہو تو اسیوقت یا مطلق ہو اور اگر وقت مقرر ہو تو اپنے وقت پر ادا کرے اور اسمین بھی توضیح و بحث باقی ہے واللہ الہادی الی الصواب والیہ المرجع والمآب۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ اور جان رکھو کہ اللہ تعالے حائل ہوتا ہے آدمی اور اسکے قلب کے درمیان مین۔ یعنے جب ایسا ہے تو کسی کو بدون اسکے ارادہ قدیم پاک کے یہ استطاعت نہین کہ چاہے ایمان لاوے اور چاہے کافر ہو جاوے۔ واضح ہو کہ معنے مین اختلاف تفاسیر ہے بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ استجابت کی طرف جلدی کر کے تعمیل کرو پہلے اُس سے کہ جن دلون سے تم کو سمجھ ہے وہ اللہ تعالے کے مقدر کیے ہوے وقت موت آجانے سے

زائل ہوجاوین پس تمکو قدرت نہ رہے بعض نے کہاکہ بدر کے روز مسلمانون کو کثرت دشمن سے خوف تھا تو انکو آگاہ کردیا کہ قلب باختیار الٰہی مین وہ پاک خالق عزیز جلیل چاہے خوف کے بعد امن دیدے جیسے تمکو کیا اور امن کے بعد خوفناک کردے جیسے تمھارے دشمنون کو کیا پس یہ اخبار ہے اور یہی شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا۔ قال ابن عباسؓ۔ اللہ تعالےٰ مومن کے درمیان اور کفر و معاصی کے درمیان حائل ہوتاہے اور کافر کے درمیان اور ایمان و طاعت کے درمیان حائل ہوتاہے۔ یہی قول سعید بن جبیر و ضحاک و مجاہد و عکرمہ و ابو صالح وغیرہم کاہے۔ اور قتادہؒ نے کہا کہ یہ کلام بمانند قولہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ہے۔ مترجم کہتاہے قتادہ رح کی غرض فقط یہ ہے کہ حائل ہونا جناب باری تعالےٰ کا قدرت و قہر و قوت کے ساتھ ہے جیسے حبل الورید سے اقرب ہونا علم کے ساتھ ہے اور بیان معنے مین سدیؒ نے کہاکہ اوتعالےٰ حائل ہوتاہے درمیان آدمی اور اسکے دل کے پس سواے اسکے ارادہ کے اور کسی کو قدرت نہین کہ خود ایمان یا کفر اختیار کرے۔ مترجم کہتاہے کہ مفسر رح نے یہی قول اختیار کیا اور بعض نے لکھاکہ اسی قول پر عقلی دلائل بھی قائم ہین اسوجہ سے کہ قلوب کے احوال یا تو اعتقادات ہین یا دواعی و ارادات ہین اور ان چیزون کے لیے کوئی فاعل حقیقی قادر مختار ضرور ہے جیساکہ اپنے موقع پر ثابت ہوچکاہے اور ایسا فاعل خالق وہ اللہ تعالےٰ عزوجل ہے اور کوئی نہین پس قلب مین موافق مشیت کے متصرف فقط اوتعالےٰ ہی ہے پس قلب کے اعتقاد سے یا ادراک و فہم سے چاہے منع کرے اور چاہے عطا کرے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ پاک برتر ہے اُسکا حائل ہونا دو چیز کے درمیان مین کیونکر متصور ہے تو جواب یہ ہے کہ مجازاً حائل فرمایا اور مراد لازم ہے اور بعض محشی بیضاوی نے کہاکہ حول اصل مین بمعنے تغیر از حالی بحالی اور نیز بمعنے انفصال از غیر آتاہے اور دوسرے معنے کا صلہ لفظ بین سے آتاہے بخلاف اول کے کہ یحول الشئ بمعنے یتغیر اے وہ شے متغیر ہوتی ہے۔ اور یحول بینھما۔ دونون مین منفصل ہوتی ہے پس اللہ تعالےٰ کے حائل ہونے کے معنے یہ کہ آدمی و اسکے دل کے درمیان مین منفصل ہوتاہے لیکن چونکہ حقیقۃً انفصال حضرت باری تعالےٰ مین متصور نہین لہذا یہ کنایہ ہے کہ وہ پاک پروردگار بندہ سے نہایت قریب ہے اور ابو السعود رح نے کہاکہ یہ کلام تمثیل ہے کہ اللہ تعالےٰ بندہ سے بہت قریب ہے مترجم کہتاہے کہ یہان سے ظاہر ہواکہ قول قتادہ رح جو اوپر بیان ہوا وہ تفسیر معنے و تاویل دونون کو متضمن ہے۔ لیکن بنابر تفسیر مختار شیخؒ کے جو موافق قول سدی رح ہے یون اولیٰ ہی کہ یہ تمثیل اس اعتبار سے ہے کہ جیسے حائل چیز دو چیزون کو اپنی خواہش و ارادہ کے موافق نہین ملنے دیتی ہے ویسے ہی ارادہ الٰہی درمیان بندہ و اسکے قلب کے حائل ہے پس اپنی مراد کے موافق ایمان و کفر نہین کرسکتا فافہم و تامل۔ ربیع بن انس رح سے مروی ہے کہ علم الٰہی حائل ہوتاہے اور حسن رح نے کہاکہ حائل ہونا باعتبار قرب کے ہے اور مجاہد رح نے کہاکہ حائل ہوتاہے یہان تک کہ آدمی کو نادان چھوڑ دیتاہے یعنے آدمی کا قلب ہی محل فہم تھا پس جب قلب اسکو نہ لا تو بے سمجھ رہگیا اور یہ معنے پسندیدہ ہین اور اولیٰ یہ ہے کہ جب شان الٰہی اعلیٰ و اجل ہے اور حائل ہونا جس شان سے اسکی جناب پاک کے لائق ہووے ممکن ہے تو اسکی کیفیت سے ہمکو تعرض کرنا کچھ ضرور نہین بلکہ ہم ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالےٰ حائل ہوتاہے جیسے وہ چاہے کیونکہ وہ قادر ہے لیکن جو طریقہ حائل ہونے کا ایساہے کہ وہ جناب باری تعالےٰ کی شان کے لائق نہین ہے اس سے وہ پاک ہے اور یہ بحث اوپر بھی گذر چکی ہے فافہم و تدبر۔ بالجملہ آدمی کو اللہ تعالےٰ سے یہ توفیق مانگنی واجب ہے تاکہ اسی کی ہدایت و توفیق سے آدمی کو رسول اللہ صلعم کے حکم پر استجابت نصیب ہو اور متقی مومن اس دنیا سے گذر جاوے اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سناکہ آدمیون کے دل حضرت الرحمن کی دو انگلیون کے بیچ مین ایک دل کیطرح ہین انکو جدھر چاہتاہے پھیر دیتاہے پھر فرمایاکہ اے میرے پروردگار دلون کے پھیرنے والے ہمارے دلون کو اپنی طاعت پر پھیر دے۔ رواہ مسلم۔ واضح ہوکہ انگلیون کے لفظ سے ہرگز کوئی یون نہ سمجھے کہ حقیقۃً انگلیان مراد ہین اسلیے کہ یہ کفر ہے اور اللہ تعالےٰ جسم و جسمانیات وغیرہ تمام مخلوق سے بری ہے بلکہ یہ فہمایش کے طور پر مجازاً

ہے یعنے اسکی قدرت کے پنجہ مین مقہور و مسخر ہین جیسے قولہ ہو آخذ بناصیتہا۔ یعنے ہر چیز اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ صفات آلہیہ سے تعبیر ہے جنکی کیفیت و ماہیت فہم بشری سے باہر ہے کیونکہ ذات باری تعالے و اسکی صفات کی حقیقت و کیفیت کا کسی کو علم نہین ہے ایسے ہی اس صفت کا بھی علم نہین ہو سکتا۔ جاننا چاہیے کہ اسی معنے کے احادیث سنن و مسانید مین بہت ہین اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ و بلال و انس وغیرہم سے مروی ہین چنانچہ حدیث نواس مین ہے کہ کوئی قلب نہین مگر آنکہ وہ اصابع الرحمن رب العالمین کے بیچ مین ہے جب چاہا اسکو ٹھیک رکھا اور جب چاہا اسکو موڑ دیا اور اکثر دعا کرتے کہ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔ یعنے اے دلون کو لوٹ پوٹ کرنے والے میرے پاک مولی تو میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھیو۔ اور حدیث ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا مین اس معنے مذکور کے بعد یہ ہے کہ پھر مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ دعا نہین سکھلاتے جسکو مانگا کرون فرمایا کہ ہان یون دعا کر۔ اللہم رب النبی محمد اغفر لی ذنبی واذہب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن ما احییتنی میرے پروردگار نبی محمد کے رب تو میرے گناہ بخشدے اور میرے دل کا غیظ دور کر دے اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے ایسے فتنون سے جو گمراہ کرنے والے ہون مجھے چھوڑا لے۔ رواہ احمد۔ وَاَنَّہٗۤ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ اور جان رکھو کہ اسی کی طرف تم محشور ہوگے یعنے حشر مین رب تبارک و تعالے کی طرف تمہارا پھرنا ضرور ہے ف فی العرائس۔ قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول آہ۔ اس کلام مین ندا کے ساتھ خطاب ہے پس ندا سے انکی روحون کو معطر فرمایا اور دعا سے دلون کے کان کھولے اور لذات خطاب سے انکے اسرار باطن کو شوق مین بھر دیا پس لطف حکم و انوار قرب سے خوشدل ہوگئے۔ اسکی توضیح یہ ہے کہ قولہ استجیبوا للہ۔ یعنے اللہ تعالے ہی کے واسطے قبولیت کی اطاعت کرو نہ اپنے نفوس کے واسطے اور نہ عوض طلب کرنے کے لیے۔ اے لوگو اپنی جان و مال قربان کرو اس بلانے والے پر جسنے ازل مین تم کو تمہارے حادث ہونے سے پہلے بلایا اور آپ سے اپنی طرف ندا فرمائی اور محبت سے تمکو دعوت فرمائی تم بھی اسکی محبت مین قربان ہو جاؤ اور اسی کے حکم کی فرمانبرداری مین رسول اللہ صلعم کی اجابت کرو۔ قال المترجم شیخ نے قولہ اذا دعاکم۔ کی ضمیر حضرت حق عز و جل کے نام پاک کی طرف راجع فرمائی اگرچہ اقرب مرجع لفظ رسول ہے و اللہ تعالے اعلم۔ بہرحال معنے یہ ہین کہ طاعت رسول اللہ صلعم بحکم الٰہی عز و جل ہے پس اللہ تعالے ہی کے حکم و طاعت سے رسول اللہ صلعم کی استجابت ہوئی۔ پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ لما یحییکم یعنے اسوجہ سے کہ وہ تمکو روح صغری و روح کبری سے زندہ فرماتا ہے۔ روح صغری از عالم ملکوت ہے جو نعوت جبروت یعنے روح کبری سے ہے۔ اور نیز حیات بشاہدہ ازلیت و قرب ابدیت ہے جو معرفت صفات و ذات پاک سے حاصل ہے۔ جنید رح نے اس آیت مین کہا کہ انوار دعا سے روح منور ہو کر حذف علائق پر آمادہ ہوئی اور مشقت شدید جو بدون محبت صادقہ کے گران ہوتی ہے انپر آسان ہوگئی اور ہر مصیبت انکے نزدیک ہیچ ہوگئی پس سلامت اوقات کو غنیمت جانکر حی القیوم عز و جل سے زندہ ہوکر بحیات جاودانی فائز ہوے قال المترجم جنگ احد مین عورتون کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلعم کی زندگی کو پوچھتی تھین۔ حالانکہ انکے باپ و بیٹے وغیرہ شہید ہوے اور کہتی تھین کہ اگر حضرت صلعم زندہ ہین تو ہر مصیبت بعد آپ کے آسان ہے پس اہل عقل اس مقام سے خود غور کر سکتے ہین۔ والسلام۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ لما یحییکم۔ حیات یہ کہ ہر علت سے ظاہری ہو یا باطنی ہو پاک کر دیا جعفر رح نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے حکم کی طاعت کرو تاکہ اس سے تمہارے دل زندہ فرماوے۔ اور نیز فرمایا کہ حیوۃ سے مراد معرفت ہے کما قال تعالے فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ بعض نے کہا کہ قولہ استجیبوا للہ الآیہ مین اللہ تعالے کے لیے استجابت کرنا اسرار باطن سے اور رسول اللہ صلعم کے واسطے استجابت کرنا ظاہری حال سے یعنے ظاہر احکام جو رسول صلعم کے حکم کے موافق بجا لاؤ و خلوص نیت کیساتھ ہون اور حیات سے مراد یہ کہ رسول اللہ صلعم کی متابعت سے نفوس زندہ ہونگے اور غیوب کے مشاہدہ سے دل زندہ ہوگا اور یہ اسطرح کہ تمام طاعت مین اپنے آپ کو قصوروار دیکھکر اللہ تعم سے حیا کرو۔ جعفر صادق رح نے کہا کہ دلون کی زندگی بمعاشرت ہے اور روحون کی زندگی بمحبت اور نفوس کی

Marfat.com

بنا لیتا ہے۔ پھر جب انکو بلایا کہ شوق کے ساتھ مقام مشاہدہ کیطرف آؤ تو انکو آگاہ کر دیا کہ کشف جمال و محبت جو دلون کے لیے لازم ہے اسمین دل انکے اختیار مین نہین بلکہ قبضۂ قدرت الٰہی مین ہین۔ کما قال واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ۔ یعنے تمھارے دل قبضۂ الٰہی مین ہین انکو اللہ تعالے سے عاجزی کے ساتھ مانگو کہ تمکو پاک کر کے تمھارے لیے عطا فرما دے حالانکہ دلون کی یہ صفت ہے کہ دربار صفات و ذات مین مشاہدہ و قرب کے ساتھ فانی ہین پس تم انکو پاؤ تو معرفت سے لجاؤ اسیواسطے آیا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کیونکہ وہی نفس النفس اور قلب القلب اور روح الروح و عقل العقل و حیات الحیوۃ ہے اور حضرت صلعم نے دلون کا بحر صفات و ذات مین فانی ہونا اس عبارت سے بیان فرمایا کہ ان القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث۔ بعض نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے اپنے اولیاء کے دلون کو انسے لیکر صفات پاک سے متعلق فرما دیتا ہے چنانچہ حدیث مزبور مین آگے ہے کہ یقلبہا کیف یشاء۔ یعنے صفات مین منقلب فرما کر انپر معرفت و محبت کی مہر لگاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ قولہ یحول بین المرء وقلبہ یعنے خطاب الٰہی کے سمجھنے مین اسکی عقل و فہم کے درمیان تسخیر الٰہی حائل ہے۔ بعض نے کہا کہ مومن و ایمان کے درمیان اور کافر و کفر کے درمیان حائل ہوتا ہے پس ازل مین جو مقدر فرمایا ہے اسیطرف پھیر دیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہان حیلولت از کفر ہے تاکہ سوائے حق تعالے کے اور طرف رجوع نہون قال المترجم قلوب جب قبضۂ قدرت الٰہی مین مسخر ہین اگرچہ ماسوائے قلوب کے باقی اعضاء بھی بدرجۂ اولی مسخر ہین تو صلاح و فساد قلب کے واسطے آدمی کو ہر حال مین اللہ تعالے سے التجا کرنی ضرور ہے اسی واسطے حدیث ام المومنین عائشہ صدیقہ مین یہ دعاء کرنا آیا کہ اے میرے معبود مالک تو میرے گناہ بخشدے اور میرے دل کا غیظ دور کر دے اور مرتے دم تک سب ایسے فتنون سے جو گمراہ کرنیوالے ہین بچالے۔ کمار واہ احمد اور خود اللہ تعالے نے فرمایا

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہ پڑیگا تم مین سے ظالمون پر چنکر اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے

اللہ تعالے اپنے مومن بندون کو تحذیر فرماتا ہے کہ ہر ایسے فتنہ سے بچین جو موجب فساد قلب ہے یعنے خواہ مخواہ دل ایسے فتنہ کے وقت خلاف راہ صواب اختیار کرتا ہے اور یہ موافق تسخیر الٰہی ہوتا ہے۔ پس اس سے بچنے کا حکم دیا بقولہ۔ وَاتَّقُوْا یہ خطاب مومنون کو عموماً ہے خواہ فی الحال وہ صالح متقی ہون یا گنہگار غیر متقی ہون یعنے بچو تم لوگ فِتْنَةً فتنہ سے۔ مراد فتنہ سے ہر ایسا امر ہے جس سے قلب متزلزل ہوتا ہے جیسے قحط و گرانی و ظالمون کا غلبہ اور آپس کا نفاق اور فاجرون بدکارون کی سرکشی و نیکون کا انکو منع نہ کرنا اور آدمی کا خود مغرور ہو جانا اور مانند اسکے بہت امور ہین جن سے قلب مین فساد آتا ہے یا باوجود سلامت قلب کے انسان بکروہ مصیبت مین گرفتار ہو جاتا ہے جس سے فساد قلب کا خوف ہے پس یہ ضرور نہین کہ فتنہ مین قلب سالم نہ رہے بلکہ محل خوف سے پرہیز کا حکم دیا کہ تم بچو ہر ایسے فتنہ سے جو لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً خاصکر انھین لوگون کو نہ پہونچیگا جنھون نے تم مین سے ظلم کیا یعنے خلاف شرع برتاؤ کیا بلکہ عام ہوگا کہ خلاف شرع برتاؤ کرنے والون کے ساتھ وہ لوگ بھی اس فتنہ سے مصیبت اٹھاوینگے جو شرع پر قائم تھے۔ واضح ہو کہ لا تصیبن مین لا آگیا ہے اس مین دو وجہ ہین ایک یہ کہ لا نہی کا ہے اور ظاہر مین اصابت پر فتنہ کو نہی ہے یعنے فتنہ مت پہونچے لیکن معنے مین مخاطبین کو نہی ہے یعنے تم ایسے فتنہ مین مت پڑو۔ دوم یہ کہ لا نفی ہے اور یہ جملہ صفت فتنہ واقع ہے یعنے بچو ایسے فتنہ سے جسکی یہ صفت ہوگی کہ خاصکر ظالمون ہی تک نہین رہیگا بلکہ عام ہو کر ظالم و صالح سب کو گھیر لیگا۔ اور یہ تقریر اگرچہ واضح ہے لیکن اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ لا تصیبن بنون تاکید ہے باوجودیکہ یہان قسم نہین اور نہ طلب ہے نہ شرط پس مضارع پر ایسی صورت مین تاکید ما نا نحویون کے نزدیک اختلافی ہے اور فراء رحمہ نے کہا کہ امر بلفظ نہی کے جواب مین ہے۔ کما فی قولہ ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان الآیہ مبرد رحمہ نے کہا کہ یہ نہی بعد امر کے ہے اور ظالمون کو ظلم سے ممانعت ہے اے لا یقربن الظلم۔ یعنے ظلم کے پاس نہ جاوین۔ اور

اسی کے مثل سیبویہ سے نقل کیا گیا جیسے کوئی کہے کہ لاارینک ہہنا۔ اے لااَرَیَنّکَ ہہنا۔ یعنے جسنے کہا کہ مین تجھے یہان نہ دیکھون اسکے معنے یہ ہین کہ تو یہان
مت رہو اسلیے کہ اگر یہان رہا تو دیکھیگا اور بعض نے کہا کہ لاتصیبن جواب قسم محذوف ہے اور وہ جملہ مجموعہ صفت فتنہ ہے اے فتنۃ واللہ لاتصیبن
یعنے بچو ایسے فتنہ سے کہ واللہ تم مین سے فقط ظالمون ہی تک مخصوص نہوگا بلکہ ظالم ہون یا غیر ظالم سب کو عام ہو جاویگا۔ پھر اس آیت کی تفسیر
معنوی مین تامل کرنا چاہیے پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتنہ بمعنے بلا ہے اور وہ امر جو آیندہ ہونے والا ہے۔ امام احمد رحمہ نے اپنی اسناد
کے ساتھ مطرف سے روایت کی کہ ہم نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے ابو عبد اللہ آپ لوگون کو کیا ہوا کہ پہلے آپ نے خاموشی کر کے
اس خلیفہ رسول اللہ کو ضایع کیا جو شہید کیا گیا یعنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظالمون نے شہید کر ڈالا پھر اب آپ لوگ آئے ہین کہ اسکے خون کا
مطالبہ کرتے ہین پس زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلعم و ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین مدتون یہ آیت پڑھی کہ واتقوا
فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ اور ہم کو یہ گمان نہ تھا کہ ظالمون کے ظلم کے فتنہ مین ہم ہی پھنسنے والے ہین یہان تک کہ ہوا جو ہوا۔ وقد رواہ
البزار وروی النسائی من طریق الحسن عن الزبیر نحوہ وبہذا الطریق رواہ ابن جریر ایضاً باسنادہ عن الحسن رحمہ کہ زبیر رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے
زمانہ مین ہم کو اللہ تعالے نے قولہ واتقوا فتنۃ لاتصیبن الآیۃ سے خوف دلایا تھا اور ہم یہ نہین جانتے تھے کہ ظالمون کے فتنہ مین عام پھنسنے والے
ہم ہی ہو جاوینگے۔ داؤد بن ابی ہند رحمہ اللہ نے حسن بصری رح سے اس آیت مین روایت کیا کہ یہ آیت حضرت علی و عمار اور طلحہ و زبیر
رضی اللہ عنہم کے حق مین نازل ہوئی۔ سفیان الثوری نے اپنی اسناد سے حضرت زبیر رضہ سے روایت کی کہ قولہ تعالے واتقوا فتنۃ لاتصیبن الآیۃ
مین کہا کہ ہم نے یہ آیت ایک زمانہ تک پڑھی اور ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہین پھر ظاہر ہوا کہ ہمین لوگ اس سے مراد لیے گئے
تھے۔ **قال الحافظ** وقد روی من غیر وجہ عن الزبیر رضی اللہ عنہ۔ **وقال المترجم** حسن بصری رح نے جو کہا کہ یہ آیت چار صحابہ رضہ کے
حق مین نازل ہوئی تو یہ باعتبار تاویل کے ہے یعنے تاویل بمعنے مایؤول الیہ الامر جیسا کہ کئی مقام پر سابق مین معانی تاویل کی توضیح گذر چکی ہے
اور حاصل یہ کہ جب نازل ہوئی تو مبہم نازل ہوئی تھی اور یہ نہین معلوم تھا کہ مآل کار مین کون لوگ اس آیت کے مصداق ہو جاوینگے۔ پھر
ظاہر ہوا کہ یہ چار صحابہ رضہ اسکے مصداق ہو گئے کیونکہ جب مصر کے کمبخت لوگون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا چاہا تو صحابہ رضی اللہ عنہم
انکو زبانی فہمائش کرتے اور ہتھیار اٹھا کر مانعت نہین فرماتے تھے۔ پس ظالمون نے آخر حضرت عثمان خلیفۃ الرسول صلعم کو شہید کیا پس فتنہ برپا ہوا
جسمین یہ ظالم خبیث ہی مبتلا نہوئے بلکہ عام ہو گیا اور بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مبتلاے فتنہ ہو گئے اور خصوصیت حضرت علی و عمار و
طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کی اسوجہ سے ہے کہ طرفین سے یہ سردار تھے ورنہ عموماً اور صحابہ بھی اس عجیب فتنہ مین مبتلا ہوئے اور ایسا گم صم فتنہ تھا
کہ طرفین حکم شرع مین معذور قرار پاتے ہین کیونکہ بعض وجوہ اگر ایک طرف ہین تو بعض دیگر دوسری طرف ہین اگرچہ بعد تمام غور و کمال بحث
کی حالت فتنہ سے خارج یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حق بجانب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھا اور اسی پر ائمہ اہل سنت نے اتفاق کیا ہے لیکن اسپر بھی
اجماع ہے کہ اس حالت مین شرع سے طرفین معذور ہین پس حق عز وجل نے اس قرن برگزیدہ کو جو آنحضرت صلعم کے جان نثار تھے شہید کر کے
اٹھا لیا اور سچ ہوا کہ اہل بدر کے حق مین جو آیا ہے کہ اللہ عز وجل نے اہل بدر کے حق مین فرمایا کہ تم جو چاہو وہ کرو مین نے تمہین بخشدیا۔ **قال
السدی** رحمہ اللہ۔ یہ آیت خاصکر اہل بدر کے حق مین نازل ہوئی چنانچہ جنگ جمل مین وہ لوگ بسبب ظلم و فتنہ اہل مصر کے خود مبتلا ہوئے
اور باہم لڑمرے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسکو صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین مخصوص کہا۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالے نے مومنون کو حکم دیا کہ جو امر شرع مین منکر ہے اسکو اپنے روبرو برقرار ہونے دین تاکہ ایسا نہو کہ اللہ تعا

Marfat.com

سب کو عموماً مبتلاء فتنہ کردے ۔ شیخ حافظ عماد ۔ نے کہا کہ یہ تفسیر بہت اچھی ہے اور اسی واسطے مجاہد رح نے فرمایا کہ اے لوگو یہ آیت تمہارے حق مین بھی ہے اور ایسا ہی ضحاک و یزید بن ابی حبیب وغیرہم نے فرمایا ۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جو مشتمل بفتنہ نہو کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ الآیۃ ۔ پس جو کوئی تم مین سے فتنہ سے پناہ مانگے اسکو چاہیے کہ گمراہی مین ڈالنے والے فتنون سے پناہ مانگے ۔ رواہ ابن جریر ۔ پس آیت کی تفسیر مین یہ قول کہ (یہ آیت صحابہ رض وانکے سوائے اور لوگ سب کے حق مین تحذیر ہے ۔ اگر چہ خطاب فقط صحابہ رض کے ساتھ ہے ۔) یہی قول صحیح ہے انتہی کلامہ ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خطاب اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے ولیکن حکم عام ہے اور معنے یہ ہین کہ مومنون کو اللہ تعالے عموماً تحذیر فرماتا ہے کہ جو امر شرع مین منکر ہے اسکو جہان تک تم سے ممکن ہے اپنے روبرو ہونے ندو کیونکہ یہ فتنہ ہے اور ایسے فتنہ مین یہی نہو گا کہ گناہ کا کام کرنے والے ہی عذاب پاوین بلکہ ان ظالمون کے ساتھ بے گناہ بھی مبتلاء بلاء ہو جاوینگے پس ہر مومن کو اس سے تحذیر ہے فقط صحابہ رض کی کچھ خصوصیت نہین ہے اور اسی پر دلالت کرتی ہین وہ احادیث جنمین فتنون سے پرہیز کا حکم عموماً وارد ہے اور یہ احادیث اس کثرت سے ہین کہ انکو جمع کرکے الگ ایک کتاب بنائی جاوے جیسا کہ بہت سے ائمہ علماء کی مفرد تصانیف ہین کیونکہ وجوہ فتنہ بہت ہین لیکن یہان ان احادیث مین سے بعض احادیث تحذیر لکھی جاتی ہین ۔ عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل عموم سب بندون کو بسبب خاص بعضے بندون کے بدفعل کے عذاب مین نہین مبتلا فرماتا جبتک کہ وہ لوگ اپنے روبرو ان بدکارون کے کام کو دیکھکر منع نکرین درحالیکہ وہ منع کرنے پر قادر ہون ۔ پس اگر منع کرسکتے تھے اور انھون نے منع نہ کیا تو اللہ تعالے بدکام کرنے والون کو اور نہ کرنے والون کو سب کو مبتلاء عذاب فرماتا ہے ۔ رواہ احمد ۔ عدی بن عمیرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب زمین پر گناہ کیے گئے تو جو شخص وہان حاضر ہو اگر اسنے اس گناہ کے فعل سے انکار کیا یعنے ہاتھ سے روکا اگر روک سکتا ہو اور نہ زبان سے سمجھایا اگر کرسکتا ہو اور نہ دل ہی سے بُرا جانا تو یہ شخص ایسا ہے جیسے وہان تھا ہی نہین ۔ اور جو شخص وہان تو حاضر نہ تھا مگر جب اسکو معلوم ہوا تو اس نے یہ فعل پسند کیا تو یہ ایسا ہے جیسے خود اسمین حاضر تھا ۔ کذا ذکرہ ابن الاثیر فی جامع الاصول ۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ ضرور تم ایسی باتون کا حکم کروگے جو شرع مین اچھی ہین اور ایسی باتون سے منع کروگے جو شرع مین بُری ہین اور یا یہ ہوگا کہ اللہ تعالے اپنے پاس سے تمپر ایک عذاب بھیجدیگا پھر تم اس سے دعائین کروگے اور قبول نہونگی ۔ رواہ احمد اور ایک روایت مین ہے پھر تم پر ایک قوم کو [illegible] مسلط کردیگا اور تم دعائین مانگوگے مگر قبول نہونگی ۔ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ خود کہتے تھے کہ زمانہ رسول اللہ صلعم مین آدمی ایک بات بولتا تھا جس سے منافق ہوجاتا تھا اور مین اب ایک جلسہ مین تم مین کے آدمی سے چار بار ایسا کلمہ سنتا ہون پس قسم ہے کہ تم امر معروف کا حکم کروگے اور امر منکر سے منع کروگے اور بھلائی پر آمادہ کروگے اور یا یہ ہوگا کہ تم سب کو اللہ تعالے مبتلاء عذاب کردیگا یا جو تم مین سے شریر بدکار ہین وہ تمپر سردار کیے جاوینگے پھر تم مین سے نیکوکار بڑے دعا کیا کرینگے اور وہ قبول نہو گی ۔ رواہ احمد ۔ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری سے ثابت ہے کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے جہاز مین نیچے کے درجہ والے اگر پانی لینے کے لیے اور اپنی خواہش نفس پوری کرنے کے لیے اسمین چھید کرین اور اوپر والے منع نہ کرین تو سب کے سب غرق ہوجاوینگے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب میری اُمت مین بدکاریان ظاہر ہونگی تو اللہ تعالے اُن سب کو عذاب مین مبتلا کریگا ۔ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا اسمین نیکوکار بندے نہونگے تو فرمایا کہ ہان ہونگے ۔ مین نے عرض کیا کہ انکی کیا کیفیت ہوگی فرمایا کہ وے بھی بدکار لوگون کے ساتھ مبتلا ہو کر پھر اللہ تعالے کی مغفرت مین ہوجاوینگے رواہ احمد ۔ وعن المنذر بن جریر عن ابیہ مرفوعاً ۔ جو

قوم بدکاری وگناہ کرے اور اُنمین کوئی ایسا ہو جو عزت والا اور روکنے والا ہے وہ انکو منع نہ کرے درحالیکہ منع کر سکتا ہے تو اللہ تعالے سب کو عذاب مین مبتلا کریگا۔ رواہ احمد وابوداؤد۔ ام المومنین عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جب زمین مین بدکاریان ظاہر ہونگی تو اللہ تعالے زمین والون پر اپنا عذاب نازل فرما دیگا۔ مین نے عرض کیا کہ اُنمین اللہ تعالے کے فرمانبردار بندے بھی ہونگے فرمایا کہ ہان ہونگے پھر وے اللہ تعالے کی رحمت ورضوان مین ہو جاوینگے۔ رواہ احمد۔ حاصل یہ ہے کہ لوگون پر واجب ہے کہ آپس مین ایک دوسرے کو بھلی باتون کا حکم کرین اور بُری باتون سے منع کرین اور ممانعت کی کیفیت حدیث صحیح مین یون وارد ہے کہ ہاتھ سے منع کرے اگر قدرت ہو ورنہ زبان سے منع کرے ورنہ دل سے بُرا جانے اور اس سے نیچے پھر رائی برابر ایمان نہین ہے۔ واضح ہو کہ یہان بعض کو یہ وہم پیدا ہوا کہ بدون کے عذاب مین نیک بھی پھنس گئے حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ لاتزر وازرة وزر اخری۔ یعنے کوئی جان کسی دوسری جان کا گناہ نہین لادیگی سکی حیٰ نے کہا کہ اسکا جواب یون دیا گیا کہ جو امر شرع مین بُرا ہے جب لوگ اسکے کرنے پر مجتمع ہوے تو ہر دیکھنے والے پر واجب ہے کہ اسکو بگاڑے بشرطیکہ قادر ہو اور جب وہ خاموش ہوا تو سب کے سب گناہگار ہوئے پس کرنے والے تو بدفعلی سے اور خاموشی والے رضامندی سے اور اللہ تعالے نے راضی کو بھی بمنزلہ عامل کے قرار دیا ہے پس عقوبت مین بھی شریک ہو گئے۔ قسطلانی رحمہ اللہ نے شرح بخاری مین کہا کہ امر منکر پر راضی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ جو امور شرع مین منکر ہین انکے ہونے سے جو خلل دین مین پڑتا ہے اس سے اسکو کچھ ایسا الم ودرد نہو جیسا اپنے مال واولاد کے گم ونیست ہونے سے دردناک ہوتا ہے پس جو ایسا ہے وہ فعل منکر پر راضی قرار پاویگا۔ اور اسی اعتبار سے وہ عذاب مین گرفتار ہوگا۔ بعض نے کہا کہ آیت مین احتمال ہے کہ عذاب وہ مراد ہو جو اسطرح ہوتا ہے کہ بعضے آدمی دوسرون پر مسلط کئے جاوین اور انکو دُکھ درد پہونچاوین۔ مترجم کہتا ہے کہ اشکال ووہم میرے نزدیک کچھ وارد ہی نہین ہے جس سے جواب دیا جاوے اسلیے کہ قولہ لاتزر وازرة الآیة۔ سے تو یہ ثابت ہے کہ کوئی دوسرے کا گناہ نہین اُٹھاویگا اور اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالے بعض فتنہ بسبب بدکاری ظالمون کے ایسے بھیجیگا جسمین صالحین بھی مبتلا ہو جاوینگے پس صالحین پر یہ ابتلا بطریق عذاب نہوگا اور نہ انکو فاجرون کا گناہ اٹھانا پڑا اسلیے کہ صالح وہ اسیوقت ہین کہ انھون نے منکر سے بحسب مقدور انکار کیا ہو ورنہ وہ بھی داخل فاجرین تھے اور اپنے فجور پر ماخوذ ہوے پس صالحین جو فعل منکر سے انکار کرتے تھے وہ اس ابتلار مین مرحوم ہین چنانچہ حدیث اُم المومنین ام سلمہ وعائشہ رضی اللہ عنہما مین مصرح ہے کہ صالحین تو اس فتنہ مین رضوان ومغفرت آلہی مین ہو جاوینگے لہذا طاعون کی موت کو شہادت فرمایا اور نیز طاعون کو عذاب کہا گیا ہے پس جو لائق تعذیب ہین انکے لیے طاعون عذاب ہے اور جو بقضاء آلہی اس طاعون مین ہلاک ہوے اگر صالحین سے تھے انکے لیے یہ رحمت وشہادت ہے غایت مافی الباب یہ کہ انکے واسطے ایسی چیز پیش ہوئی جو فاجرین کے لیے عذاب تھی لہذا بدلہ مین رحمت ورضوان آلہی پایا اور یہ بوجہ تعمیم از جانب قضا رہے۔ فلیتامل فانہ دقیق واختلط الفرق علی کثیر منہم واللہ تعالے اسالہ الہدایۃ فی البدایۃ والنہایۃ۔ پھر واضح ہو کہ صالحین مومنین کو جو فتنہ عامہ سے تحذیر فرمائی وہ اس معنے کر ہے کہ منکر شرعی کو برقرار نہ رکھین یعنے انکار جو انکے اختیار مین ہے اسکو بجا لاوین اور نیز بوجہ عدم انکار کے حصہ رحمت وغفران سے محروم ہو کر حصہ عذاب نہ اٹھاوین پھر متنبہ کیا بقولہ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور جان رکھو کہ اللہ تعالے شدید العقاب ہے یعنے جو اس سے خلاف کرے اسکے واسطے کوئی عذاب کرنے والا ایسا شدید نہین جیسا اللہ تعالے کا عذاب شدید ہے پس شدید العقاب ہونا اللہ تعالے کا جو اسکی صفت ہے انھین لوگون پر ہے جو نافرمانیان کرین خواہ انکو دنیا مین عذاب کرے یا آخرت مین جیسے اللہ تعالے ارحم الراحمین عموماً ہے اور مطیع بندون کے واسطے خصوصاً بھی ہے پس اگر کسی نافرمانی کرنے والے بندہ کو دنیا مین مہلت دیدے تو یہ بھی بمقتضاے رحمت عامہ ہے اگرچہ وہ آخرت مین

جو دار الجزا ہے ہرگز عذاب سے رہا نہوگا الا آنکہ او تعالے چاہے لیکن یہ اسکی قدرت کا بیان ہے اور معلوم یہ ہے کہ بدکارون کو جنکا بدون توبہ کے یا بدون قبول ہونے توبہ کے دم نکل گیا وہ عذاب مین پڑے واعوذ باللہ تعالے من عذابہ ۔ ف و فی العرائس قولہ تعالے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا الآیۃ ۔ جن لوگون کو دین مین سمجھ ہے انکو اللہ تعالے نے جھوٹے دعوے کرنے سے ڈرایا اور جھوٹے وہ دعوے ہین کہ جن مقامات کا آدمی دعوے کرتا ہے وہان تک پہونچا نہو پس اس سے وہ خود اور سوا اسکے اور مرید فتنہ مین پڑ جائینگے کیونکہ جس نے اپنی ذات سے ایسی بات ظاہر کی جسکی لیاقت اسکو نہین ہے وہ ہر مقصود سے محروم ہو جائیگا اور جو کوئی اسکی پیروی کریگا چونکہ وہ حق و باطل مین تمیز نہین کر سکتا ہے گمراہ ہو جائیگا ۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور ۔ شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ حرام سے مال کمانا بھی منجملہ اُن فتنون کے ہے جس سے کمانے والے کے سوا دوسرا بھی عذاب مین پڑ جاتا ہے قال المترجم یعنے لوگون کو چاہیے کہ جسکو حرام طور پر کمائی کرتے دیکھین اسکو دکین استاد رحمہ نے فرمایا کہ اسمین اشارہ ہے کہ جب اپنے نفس کو کسی لغزش مین ڈالیگا تو اس سے قلب تک فتنہ پہونچیگا یعنے وہ سخت ہو جائیگا اور نفس کو اس سے عقوبت ملیگی اور قلب سے جب لغزش ہوئی باینطور کہ اسنے ناجائز فعل کا ارادہ کیا تو اسکا فتنہ سر باطنی تک پہونچیگا یعنے اس پر حجاب طاری ہوگا ۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ مرد زاہد نے جب شرعی رخصت کو قبول کیا یعنے قدر کفایت سے زیادہ دنیا کی چیزون کو لیا اگرچہ وہ وجہ حلال سے ہون تاہم اُسکا فتنہ مبتدیون کو پہونچیگا یعنے وہ اسکا فعل دیکھکر دنیا کی طرف رغبت کرینگے اور قلیل کفایت پر اکتفا چھوڑکر آخر کار دنیاوی اشغال مین منہمک ہوکر میدان غفلت مین سرگردان ہو جاوینگے اور مرد عابد نے اگر اوراد و وظائف ترک کرنے کی طرف میل کیا تو جو مرید کہ مجاہدہ مین قدم بڑھائے اور ہاتھ پھیلائے تھا اسکو دیکھکر کسل مین پڑ جائیگا انجام کار مجاہدہ و ریاضت چھوڑکر نفس کی خواہشون مین پڑ جائیگا چنانچہ قول حکمت ہے کہ تیزی شباب کے ایام مین فارغ البال ہونا انسان کے دین کو تباہ کرتا ہے انتہی کلامہ ۔ پھر اللہ عز و جل نے اہل ایمان کو انعام یاد دلایا ۔ لقولہ

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ

اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک مین ڈرتے تھے کہ اُچک لین تم کو لوگ پھر اُسنے تمکو جا دی اور

وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

زور دیا اپنی مدد سے اور روزی دی تمکو ستھری چیزین شاید تم حق مانو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ یہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ رضہ کو ہے اور جملہ صحابہ رضی اللہ عنہ کو بھی ہو سکتا ہے ۔ بالجملہ دشمنون سے انکی حمایت کرنے کی نعمت انکو یاد دلائی کہ واذکروا اذ انتم قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور یاد کرو وہ وقت کہ تم تھوڑے تھے کہ ضعیف بنائے گئے تھے زمین مین ۔ یہ آیت بعد واقعہ بدر کے نازل ہوئی اور زمین سے مراد زمین مکہ ہے اور اسکو علی الاطلاق لفظ ارض سے یاد فرمایا اسلیے کہ اُسکی عظمت بڑی ہے گویا وہی پوری زمین ہے یا اسلیے کہ تمام زمین مین اُنکا وہی حال تھا جو زمین مکہ مین تھا یعنے مستضعف تھے اے کمزور ضعیف بنائے گئے تھے چنانچہ فرمایا ۔ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمکو اُچک لیجاوین ۔ خطف جلد لے لینا اور الناس سے مراد کفار مکہ ہین اور عکرمہ رحہ نے فرمایا کہ کفار عرب اور وہب رحہ نے فرمایا کہ اہل عجم ہین ۔ حاصل یہ کہ تم وہ وقت یاد کرو کہ زمین مکہ مین تم لوگ تھوڑے اور کمزور بنائے ہوئے یہ ڈرتے تھے کہ کافر لوگ تمکو باسانی گرفتار کرلین ۔ فَاٰوٰىكُمْ پس تمکو جگہ دی یعنے مدینہ مین تمھارا ٹھکانا کر دیا ۔ آوی بمعنی بقصر یعنے لانا یعنے اللہ تعالے نے تمکو مدینہ سے یا انصار رضہ سے لا دیا یعنے جگہ دیا اور یہ اظہر ہے وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ تائید

Marfat.com

یعنے دستگیری کرنا اور قوت دینا یعنے تمکو اپنی مدد سے قوی کیا چنانچہ منجملہ مواطن نصرت کے یوم بدر ہے یا بدر کے روز ملائکہ سے تمہاری مدد فرمائی۔ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ اور رزق دیا تمکو پاکیزہ چیزون سے از انجملہ اموال غنیمت ہین جو انکے لیے حلال فرمائے حالانکہ اگلی اُمتون مین سے کسی کے لیے حلال نتھے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تاکہ تم اللہ کی نعمتون کا شکر کرو باینطور کہ اسکی اطاعت سے اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی استجابت سے قدم باہر نہ دھرو۔ لعل یہان اُن لوگون کی طرف سے خود امیدوار ہونے کے معنے مین بھی ہوسکتا ہے یا تقدیر کلام یہ کہ ارادۃ ان تشکروا ہذہ النعم۔ یعنے یہ انعام اس ارادے سے فرمائے کہ تم شکر کرو۔ اور یہ فعل آلہی کی حکمت کا بیان ہے نہ یہ کہ فعل آلہی معلل بدین غرض ہے تاکہ کہا جاوے کہ اللہ تعالے کا فعل کسی غرض سے نہین ہوتا ہے کیونکہ معلل بغرض ہونے کے تو یہ معنے ہین کہ کسی نفع لینے یا ضرر دور کرنے کی غرض سے نہین ہوتا کیونکہ اللہ عزوجل کی جناب مین کچھ احتیاج نہین ہے اور یہ معنے نہین کہ اسمین کوئی حکمت نہین ہے بلکہ افعال آلہی سراسر حکمت ہین۔ فافہم۔ اور خطاب اگرچہ صحابہ مہاجرین کیواسطے ہو مگر وہ تمام مومنون کو طرح طرح کے انعام واکرام ملنے جانے سے شامل ہوتا گیا اسی واسطے قتادہ بن دعامہ سدوسی رح نے فرمایا کہ یہ گروہ عرب تمام لوگون سے ذلت اور ننگا بھوکا ہونے مین بڑھا ہوا تھا جو جیتا تھا وہ بدبخت اور جو مرا وہ جہنمی واللہ مین نہین جانتا ہون کہ روے زمین پر اسوقت مین کوئی ان سے زیادہ بدحال ہو یہان تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے کرم سے اسلام کو بھیجا اور ان لوگون کو شرف فرماکر دنیا کے ملکون مین مکنت وشوکت دیکر انکے قدم بادشاہون کی گردنون پر رکھے یہ جو تم دیکھتے ہو اسی اسلام کی بدولت ہے پس اے لوگو اللہ کی نعمتون کا شکر کرو کہ تمہارا پروردگار سبحانہ وتعالے منعم ہے اور شکر کو پسند فرماتا اور شکرگذارون کی نعمتین بڑھاتا ہے۔ ہکذا ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر و فی العرائس قولہ تعالے واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض۔ اللہ عزوجل نے اپنے اولیاء پر احسان رکھا کہ اُنکی تعداد اگرچہ تھوڑی ہے مگر اللہ عزوجل کے نزدیک عظمت کی راہ سے بڑھے ہوئے ہین پھر بندگان عارفین سے اُنکی جماعت بڑھائی حالانکہ دشمنون کی شرارت و معصیت وقلت احترام سے خوفناک تھے چنانچہ فرمایا تخافون ان یتخطفکم الناس۔ کیونکہ ابتدائی احوال مین انکا یہی حال تھا پھر جب اللہ عزوجل نے انکو مقام مشاہدہ مین جگہ دی اور انوار ہیبت کا لباس پہنایا اور شربت وصل سے سیراب کیا تو یہ نصرت آلہی دہ دشمنان خدا پر غالب ہوئے اور انکے دشمن انکے سامنے ذلیل وخوار ہوگئے چنانچہ فرمایا۔ فاٰوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبت۔ یہ ایواء یعنے ٹھکانا دینا اپنے قہر سے نکال کر اپنے لطف کی طرف ہے اور تائید یہ کہ انوار ہیبت سے اُنکے چہرے منور کیے اور طعام قرب سے انکو کھلایا۔ لعلکم تشکرون۔ اپنے معبود کو جبکا شکر کرتے ہو اُسکے اداے شکر سے عاجز ہوکر اسکی معرفت حاصل کرو۔ اُستاد رح نے فرمایا کہ جسم وجسمانیات کا رزق تو پاکیزہ حلال غذا ہے اور روح و سر باطنی کا رزق طرح طرح کے انوار سے ہے۔ پھر جب اللہ عزوجل نے اپنے انعام سے ایسے بلند درجات پر پہونچایا تو راہ مستقیم مین خیانت کرنے سے اُنکو دھمکایا ڈرایا یعنے راہ آلہی مین شیطان ونفس کے وسوسے سے خیانت نہ کرین ومستقیم رہین۔ بقولہ تعالے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اے ایمان والو چوری نہ کرو اللہ سے اور رسول سے یا چوری کرو آپس کی امانتون مین اور جان کر

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

اور جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد جو ہین خراب کرنے والے ہین اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے

ع ۹
۲
۱۷

اس آیت مین اللہ عزوجل نے خیانت سے منع فرمایا اور یہ حکم مومنون پر فریضہ ہے اور اسمین کچھ خلاف نہین۔ رہا یہ کہ سبب نزول اس حکم پاک کا کیا ہوا تھا تو اسمین اختلاف تفاسیر ہے اور مفسرین کے نزدیک ارجح یہ ہے کہ ابولبابہ بن المنذر رضی اللہ عنہ کے حق مین نازل ہوئی جبکہ

رسول اللہ صلعم نے بدعہد قوم یہود بنی قریظہ کو محاصرہ کیا اور اسکو زمانہ گذرا تو ان بدبختون نے حضرت صلعم کے حکم پر گڑھی کھولدینا اور اتر آنا قبول کیا پس آنحضرت صلعم نے ابو لبابہ کو بھیجا انسے یہود نے مشورہ لیا اور کہا کہ کیا ہوگا۔ انکے مال و عیال اس گڑھی مین انکے پاس تھے پس بمقتضاے بشریت اُنھون نے اشارہ کیا یعنے حلق پر اُنگلی پھیری اور اشارہ سے بتلایا کہ قتل کیے جاؤگے پھر فوراً سمجھے کہ مین نے مال و اولاد کی محبت مین فتنہ اُٹھایا اور اللہ تعالے و رسول کی خیانت کی پس شرم سے حضرت صلعم کے پاس واپس نہ آئے بلکہ باہر ہی باہر مدینہ منورہ کے اندر داخل ہوکر مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھا اور قسم کھائی کہ کچھ نہ چکھونگا یہانتک کہ اللہ تعالے میری توبہ قبول فرمادے یا مین مرجاؤن آنحضرت صلعم نے جب سُنا تو فرمایا کہ اگر میرے پاس آتا تو مین اسکے لیے استغفار کرتا اب چونکہ حق عز و جل سے بلا واسطہ رجوع لایا ہے تو اللہ تعہ جو حکم فرمادے اسی حال مین قریب ایک ہفتہ کے گذرا کہ شدت تکلیف سے بار بار غش آتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالے نے توبہ قبول فرمائی جیسا کہ اگلی آیت مین آیا ہے پس لوگ خوش ہوکر انکے پاس بشارت دیتے ہوے آئے اور کھولنا چاہا تو قسم دلائی کہ کوئی نہ کھولے یہانتک کہ رسول اللہ صلعم خود اپنے ہاتھ سے کھولین پھر حضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین نے نذر کی ہے کہ اپنے مال سے صدقہ دیکر الگ ہون تو آپ نے فرمایا کہ فقط ایک تہائی صدقہ کرنا تجھکو کافی ہے۔ کذا قال ابن ابی قتادۃ والزہری۔ اور بعض نے کہا کہ غزوہ تبوک سے پچھڑ رہنے کی وجہ سے اُنھون نے ایسا کیا تھا و ابن عبد البر نے استیعاب مین کہا کہ یہ وجہ احسن ہے واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ سیاق آیت سے یہ قصہ اوفق ہے۔ اور ابن جریر رح نے اپنی اسناد کے ساتھ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارہ مین نازل ہوئی۔ ظاہر یہ ہے کہ واقعہ شہادت عثمان رض بھی بمانند دیگر امور خیانت کے عموم آیت مین شامل ہے اور نیز ابن جریر رح نے عطاء بن ابی رباح کے طریق سے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ ابو سفیان جو اس وقت تک مشرک تھا مکہ سے باہر نکلا تو جبرئیل علیہ السلام کے آگاہ کرنے سے حضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابو سفیان فلان مقام پر ہے پس پوشیدہ نکلکر اس تک پہونچکر گرفتار کرو پس منافقون مین سے ایک شخص نے اسکو لکھ بھیجا و آگاہ کردیا تب نازل ہوا قولہ یا ایہا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول الآیہ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر خطاب بلفظ یا ایہا الذین آمنوا یقتضی نہین کہ منافق کے معاملہ مین نزول ہوا مگر آنکہ یون کہا جاوے کہ وہ باعث ہوا اور فہمائش سچے مومنون کو واقع ہوگئی ولیکن تامل سے خالی نہین اور شیخ حافظ عماد رح نے فرمایا کہ اس روایت کے اسناد و سیاق منظور فیہ ہے یعنے ٹھیک نہین ہے۔ ہان صحیحین مین حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ البتہ اسکے مانند آیا ہے ولیکن وہ دوسرا واقعہ تھا اور حاطب رضی اللہ عنہ منافق نہ تھے چنانچہ سال فتح مکہ مین حاطب رض نے یوچا اسلیے کہ حاطب رض کے اموال وغیرہ مشرکون کے قبضہ مین تھے بدون کسی ناتے داری کے لہذا اُنھون نے آنحضرت صلعم کے ارادہ کا انکو خط لکھ بھیجا جسکو حضرت صلعم نے جبرئیل کے آگاہ کرنے سے حضرت علی و زبیر بن العوام رض کو بھیجکر بیچ راہ منگایا اور حاطب رض نے حاضر ہوکر سچا حال عرض کردیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسوقت غصہ مین کہا کہ یا رسول اللہ مجھے اس منافق کے گردن مارنے کی اجازت دیجئے کہ اسنے اللہ تعالے و اسکے رسول کی خیانت کی پس آپ نے روکا اور فرمایا کہ یہ شخص واقعہ بدر مین شریک تھا اور تجھے کیا معلوم ہے اللہ تعالے اہل بدر کے دلون پر مطلع ہوا کہ اُسنے فرمایا کہ تم لوگ جو چاہو کرو کہ مین نے تم کو بخشدیا۔ یہ اس قصہ طویل کا حاصل مذکور ہوا پس یہ واقعہ اور ہے اور دلالت کرتا ہے کہ آیت خیانت پہلے نازل ہوچکی ہے سو قال السدی رح یعنے لوگ آنحضرت صلعم کی بات سنکر اسکو پھیلاتے یعنے چھپائے نہین رکھتے تھے یہانتک کہ مشرکون کو خبر پہونچ جاتی۔ بالجملہ یہ امور داخل عموم آیت ہین۔ واللہ اعلم۔ وقد قال الحافظ رحمہ اللہ صحیح یہ ہے کہ حکم اس آیت کریمہ کا عام ہے ہر قسم کی خیانت سے ممانعت کو شامل ہے اگرچہ نزول اسکا کسی سبب خاص پر ہوا ہو اور جمہور علماء کے نزدیک یہی اصول ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوص سبب پر مدار نہین ہے۔ اور خیانت جملہ گناہ کو شامل ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ

خواہ لازمہ ہو یا متعدیہ ہو۔ اور خون وخیانت دراصل بمعنے نقص ہے جیسے وفا بمعنے تمام ہے پھر امانت ووفا کی ضد حالت پر اسکا اطلاق ہوا کیونکہ جسکی خیانت کی اسکا نقصان کیا اور بعض نے کہا کہ خیانت بمعنے غدر یعنی معجمہ ہے وموید اول ہے جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ لا تخونوا۔ اے لا تنقصو۔ نقصان مت کرو یعنے فرائض آلٰہی مین کمی مت کرو۔ اور ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم کی سنت ترک کر کے گناہ کرنے سے رسول کی خیانت مت کرو۔ پس قولہ تعالے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰہَ اے ایمان والو مت خیانت کرو اللہ تعالے کی۔ یعنے جو چیزین اللہ تعالے نے اپر فرض فرمائی ہین انہین نقص وکمی کرنے سے منع فرمایا۔ وَالرَّسُوۡلَ اور رسول کی۔ یعنے رسول صلعم نے جو امور مسنون فرمائے ہین اُن مین خیانت مت کرو۔ اگر کہا جاوے کہ علی ہذا جو امور سنت ہین جب انکا ترک کرنا روا نہوا تو واجب ہوگئے۔ پس جواب یہ ہے کہ مسنون سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلعم نے بوحی خفی انکو مقرر کیا۔ پس جس امر کو بطور واجب مقرر کیا جیسے نماز عیدین مثلاً انکو کبھی ترک نہین کر سکتا اور جو امر کبھی کرنے اور اچیانا ترک کرنے کے طور پر مسنون فرمائے انکو اسی طرح رکھے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر سنن رواتبہ کو مثلاً اگر بالکل کوئی شخص ترک کر کے فرائض پر اکتفاء کرے تو وہ گنہگار ہوگا جیسا کہ علماء کا اصح قول ہے اگرچہ بعض نے اس مین کلام کیا بنظر ظاہر حدیث صحیح کے کہ ایک اعرابی نے آکر فرائض اسلام روزہ ونماز وغیرہ کا سوال کیا اور آنحضرت صلعم نے بقدر فرض بیان فرمایا اور اس نے کہا کہ مجھپر کچھ اور بھی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ نہین مگر آنکہ تو بطور تطوع ادا کرے پھر بعد بیان جملہ ارکان کے وہ یون کہتا ہوا واپس ہوا کہ واللہ نہ مین اسپر گھٹاؤنگا نہ بڑھاؤنگا۔ اور آنحضرت صلعم نے لوگون کو فرمایا کہ اگر یہ اپنے قول مین سچا ہوا تو فلاح پائی۔ والحدیث فی الصحاح والسنن پس اسمین سنتون کا ذکر نہین باوجود اسکے آپ نے اسکو مفلحون مین سے فرمایا۔ اور علماء نے اسکے کئی طور سے جواب دیے جو شروح حدیث مین مذکور ہین اور مترجم کو یہ جواب ظاہر ہوا کہ (واسپر) کے لفظ سے اشارہ تمام کیفیت مذکورہ کی طرف ہے یعنے فرائض مع تطوع کے اور سنن بھی داخل تطوع ہین پس مراد اعرابی کی یہ تھی کہ فرائض کو بطور فرائض تطوع کو بطور تطوع ادا کرنے مین کمی نکرونگا اور نیز اسپر کچھ اپنی رائے سے بڑھاؤنگا بھی نہین جیسے اس زمانہ کے لوگون نے صلوٰۃ غوثیہ وصلوٰۃ معکوسہ وغیرہ نکالی ہین جو گناہ ہین نہ تطوع۔ فافہم۔ بالجملہ اس تفسیر پر خیانت مین تفصیل ہے یعنے اللہ تعالے کی خیانت تو فرائض آلٰہی مین مت کرو اور رسول اللہ صلعم کی خیانت انکے سنن مین بہت کرو یعنے جو بات جس طور سے وہ تپر مسنون کرین اسمین خیانت مت کرو۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے نے جو احکام ایمانی بامانت رسول اللہ صلعم تمکو پہونچائے باین طور کہ رسول اللہ صلعم نے تم کو تعلیم کیے اور تبلیغ کیے اہین تم رسول صلعم کی خیانت مت کرو کیونکہ جیسے اطاعت رسول عین اطاعت آلٰہی ہے ویسے ہی خیانت رسول صلعم بھی عین خیانت آلٰہی ہے وعلے ہذا۔ حاصل یہ ہوا کہ جو امور اللہ تعالے نے بوحی جلی اپنی کتاب مین فرمائے اور جو بوحی خفی بزبان رسول اللہ صلعم پہونچائے ان مین تم اللہ تعالے اور رسول کی خیانت مت کرو۔ اس تفسیر مین کوئی اشکال نہین ہے اور یہ بمانند قولہ تعالے اطیعوا اللہ والرسول۔ ہے اور عروہ بن الزبیرؒ نے اس آیت مین کہا کہ رسول کی خیانت سے یہ مراد کہ ظاہر مین اسکو حق پر عمل کر کے راضی کرو اور باطن مین اسکے برخلاف ہو کیونکہ یہ اپنی امانتون کی بربادی وجانون کی خیانت ہے اور اسی کے مانند عبدالرحمن بن زید نے کہا کہ منافقون کی طرح اللہ تعالے ورسول کی خیانت سے منع فرمایا ہے۔ وَتَخُوۡنُوۡۤا اَمٰنٰتِکُمۡ اے ولا تخونوا اماناتکم۔ اور اپنی امانتون کی خیانت مت کرو۔ یہ تخونوا پر عطف ہے اور لا کے تحت مین داخل وبصیغہ نہی ہے۔ امانات جمع امانت ومراد وہ چیز جس پر امین کیے گئے خواہ دین کے کامون مین سے کوئی امر ہو یا اور اس کے مانند ہو جیسے ابو لبابہ اس بھیدکے امین تھے جو بنو قریظہ کے حق مین مرکوز تھا۔ بالجملہ منع کیا کہ اللہ تعالے واس کے رسول کی اور جن امور پر امین ہو انمین خیانت مت کرو۔ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ خیانت ہے یا اچھا نہین ہے پس عمداً ست کرو یا تم جاہل نہین ہو۔ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ

فِتْنَةٌ حرف انما۔ لفظ انما مین زائدہ ہے جس نے ان۔ کو عمل کرنے سے معطل کر دیا اور جملہ مفعول اعلموا ہے۔ المعنے اور جان رکھو یہ بات کہ تمہارے اموال و اولاد فتنہ ہین یعنے تمہارے لیے فتنہ ہین اور تم کو آخرت سے روکنے والے ہین۔ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالے کے پاس اجر عظیم ہے پس مال و اولاد پر نگاہ رکھکر اللہ تعالے و اسکے رسول کی خیانت کر کے اس اجر عظیم کو مت کھوؤ۔ قال الرازی رح اس آیت سے استدلال ہو سکتا ہے کہ نفل عبادت کے واسطے تخلیہ کرنا نکاح کے شغل سے بہتر ہے کیونکہ مال کی کمائی مین پڑکر فتنہ مین پڑ جائیگا اور خطیب رح نے کہا کہ یہ تو فقط ایسے شخص کے حق مین ہے جو نکاح کا محتاج نہو ورنہ عدم نکاح کا فتنہ اس سے زیادہ ہے اس صورت مین نکاح افضل ہے۔ کما لا یخفی۔ واضح ہو کہ فتنہ دو طرح کے ہین ایک وہ کہ جنمین پڑنا گمراہی ہے اور دوم وہ کہ اُنسے گمراہی لازم نہین بلکہ وہ فتنہ یعنے امتحان ہین جیسے اولاد اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آپؐ نے ہر دو نواسہ (یعنے حضرت حسن و حسین) مکرم مین سے کسی کو لیکر فرمایا کہ تمھین ہو جو آدمی کو نامرد اکر دیتے ہو یعنے جہاد کرنے مین تمہارا خیال کر کے موت سے بدلی کرتا ہے ایسے ہی اور چند کلمات فرمائے پھر کہا کہ تم اللہ تعالے کے ریحان بھی ہو۔ بالجملہ آدمی کو اموال و اولاد کی محبت و پرورش مین ثواب ہے اور ان کی وجہ سے کوئی امر ناجائز کا مرتکب ہونا عذاب ہے پس اس امتحان مین ثابت رہنے کی دعا مانگتا رہے وقد قال تعالے یا ایہا الذین آمنوا لاتلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ہم الخاسرون اور فرمایا۔ یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم الآیۃ لیکن محل امتحان یہ رکھا گیا کہ انکی محبت بالطبع انسان مین مجبول ہے اور انسان مکلف ہے کہ ایمان وصدق کے ساتھ رہے اور ایمان مین محبت اللہ تعالے و رسول صلعم کی غالب ہو بلکہ تحقیق یہ ہے کہ طبعی محبت بمقتضاے قوائے بہیمیہ ہے اسواسطے انسان و دیگر حیوانات مین محبت اولاد یکسان موجود ہوتی ہے اور محبت ایمانی بمقتضاے نورانیت روح و صفائے سر باطن ہے لہذا جب ایمان کامل ہوتا ہے تو بواسطہ حکومت قلب و روح کے جسمانیات سب مطیع ہوتے ہین اور حرکت محبت طبعی کی اولاد و اموال کی طرف تنہا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالے و رسول صلعم کی طرف مع جنود روح و سر باطن ہوتی ہے پس ایمان کامل کے ساتھ محبت حق عز و جل وہی اغلب بلکہ اسی کا وجود ظاہر ہوتا ہے لہذا اللہ تعالے نے فرمایا والذین آمنوا اشد حبًا للہ۔ اور اثر مین ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اے آدمی تو مجھکو طلب کر مجھے پاجاویگا پس اگر تو نے مجھے پایا تو سب کچھ پایا اور اگر مین تجھے نہ ملا تو تجھے کچھ نہ ملا اور مین تجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہون۔ کذا ذکرہ الحافظ عماد رحمہ اللہ اور صحیحین مین رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ تین باتین ہین جسمین یہ ہون اسنے ایمان کی حلاوت پائی جسکو اللہ تعالے و اسکا رسول سب اور چیزون سے زیادہ محبوب ہون اور جو کسی کو محبوب رکھے تو اللہ تعالے ہی کے واسطے محبوب رکھے اور جسکو کفر کی طرف پھر جانے سے یہ محبوب ہو کہ وہ آگ مین جلایا جاوے یعنے اگر کوئی اسکو آگ مین جلاوے تو وہ جل جانا پسند کرے اور کفر مین جانا پسند نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلعم کی محبت تو جان و مال و اولاد سب سے مقدم ہے چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ کوئی تم مین سے مومن نہین جب تک کہ ایسا نہو کہ مین اس کے نزدیک اس کے جان و مال و اولاد و سب لوگون سے زیادہ محبوب نہون۔ عمر رضی اللہ عنہ نے صاف باطن کے ساتھ کہا تھا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے سب چیزون و آدمیون سے زیادہ محبوب ہین سوائے اپنی جان کے تو حضرت صلعم نے انکار فرمایا پس اللہ عز و جل نے یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل سے دور کر دیا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہین تو فرمایا کہ الآن یا عمر یعنے اب تو اے عمر مومن کامل ہو گیا اور جو شخص کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال جانتا ہے کہ تیر و تلوار کے سامنے آنحضرت صلعم کی طرف سے سینہ سپر ہوتے تھے اور سینہ پر برچھیان کھاتے اور آنحضرت صلعم پر جانین قربان کرتے اور پھر بھی شرم سے سرنگون تھے وہ جانتا ہے کہ وہی مومنین کاملین تھے اور سمجھتا ہے کہ ایمان کی کیا شان ہے والحمد للہ حمدا کثیرا والصلوۃ والسلام علے خیر خلقہ محمد عبدہ و رسولہ مبارکۃ طیبۃ ف فی العرائس

Marfat.com

قولہ یا ایہا الذین آمنوا لاتخونوا اللہ والرسول الآیۃ۔ اللہ عزوجل نے جب تمکو معالم ربوبیت کے اور حقائق عبودیت کے پہنچوائے اور معارف کردیا تو تم انکو سچے ارادت والون سے چھپا کر خائن مت بنو اور جو کچھ تم نے میرے رسول صلعم کی شریعت وعلم ماثور مین سے پایا ہے اسکو اہل طلب سے مت چھپاؤ۔ قال علیہ السلام بلغوا عنی ولو آیۃ۔ یعنے حضرت صلعم کی حدیث پاک مین ہے کہ تم لوگ میری طرف سے اور ون کو تبلیغ کرو وپہونچاؤ اگرچہ وہ ایک ہی آیت ہو۔ پھر جب اسکو پہچان لیا تو اسپر عمل کرو اور اس امانت مین جو اللہ تعالے نے تمہارے سینون مین ودیعت رکھی ہے کچھ خیانت مت کرو بایں طور کہ اسپر عمل کرنا چھوڑ دیا لوگون کو پہونچانا اور معروف شرعی کا حکم کرنا اور ممنوع شرعی سے منع کرنا چھوڑ دیا اسیواسطے فرمایا۔ وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون۔ یعنے پھر ان امانات مین جو تمہارے سینون مین حاصل ہوئین انہین خیانت مت کرو حالانکہ تم جان چکے ہو یا خیانت کرنے مین یہ بات جانتے ہو کہ جو علم تمکو اللہ تعالے نے دیا اسکا حق ادا کرنے مین تم خائن ہوئے جاتے ہو۔ اور نیز واضح رہے کہ جسنے ایمان سے اللہ تعالے کی معرفت حاصل کی پھر اللہ تعالے کے سوائے کسی غیر کی طرف التفات کیا تو اسنے اللہ تعالے کی محبت وامانت مین خیانت کی حالانکہ معرفت کی ودیعتین جو سینون مین ہین وہ اس امر کی موجب ہین کہ کوئی خطرہ نفسانی یا شیطانی دل مین نہ آنے پاوے۔ شیخ ابوعثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ جو کوئی درپردہ اللہ تعالے کی خیانت کرتا ہے اللہ تعالے علانیہ اسکا پردہ کھول دیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ درپردہ خیانت الٰہی یہ ہے کہ دنیا کی ریاست ودولت یا بزرگ عالم فاضل پیر مشائخ بننے کی محبت اسکے دل مین ہو اور جسقدر اسکا درحقیقت حال ہے اس سے زیادہ اظہار کرے یہ تو اللہ تعالے کی خیانت کی اور رسول اللہ صلعم کی خیانت یون کریگا کہ شریعت کے امور چھوڑ دے اور مراد یہ نہین ہے کہ فرائض وواجبات چھوڑ دے کیونکہ اُسمین خیانت ہی نہین بلکہ کفر ہو جاتا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ شریعت کے آداب کو اور حضرت صلعم کی سنتون کو چھوڑ دے اور رائین نہ کرے اور لوگون سے معاملات وبرتاؤ مین کھوٹا ہو اور آدمیون سے اخلاق اچھے نہ رکھے اور مومنون سے بدسلوکی کرے اور انکی نصیحت کو ترک کرے۔ قولہ تعالے واعلموا انما اموالکم الخ۔ اس مین حق سبحانہ تعالے نے ظاہر کردیا کہ جسنے اپنی معیشت مین مال پر بھروسا کیا اور اپنی نصرت اپنی اولاد سے چاہی یعنے اعتماد کیا تو وہ راہ حق مین غیر سے فتنہ مین پڑگیا۔ بعض نے فرمایا کہ اموال تمہارے فتنہ ہین یعنے جب تم انکو جمع کر رکھو تو فتنہ ہین اور اگر نیک باتون مین خرچ کرو تو نعمت ہین۔ بعض نے کہا کہ مال اس شخص کے لیے فتنہ ہے جو اس سے بدفعل کرنا چاہے اور نعمت ہی اُس شخص کے لیے جو امین اللہ تعالے کا خزانچی ہو یعنے موافق حکم الٰہی کے امین سے لیوے اور جسطرح شرع نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح خرچ کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ مال کی مذمت مین بہت احادیث وارد ہین اور ایک حدیث مین ہے کہ بنواسرائیل مین تو عورتون سے فتنہ برپا ہوا تھا اور میری امت کا فتنہ مال سے ہوگا۔ یعنے ابتدا اسکی مال سے ہوگی اگرچہ انجام کار تو عورتون ولونڈون وغیرہ ہزارون فتنہ مین مبتلا ہوگئے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا۔ اور بعض احادیث مین مال کی مدح بھی آئی ہے چنانچہ فرمایا۔ نعم المال الصالح للرجل الصالح۔ یعنے مال حلال مرد نیکوکار کے واسطے بہت اچھا وسیلہ ہے یعنے وہ اس سے اپنی آخرت کے امور بتوفیق الٰہی درست کرلیتا ہے پس قول بعض مشائخ اسی بنا پر ہے یعنے آیات واحادیث مین توفیق بیان کردے کہ یہ مراد ہے اور ایسی ہی اولاد سب خراب نہین بلکہ منجملہ دائمی اعمال ثواب کے ایک فرزند صالح کو فرمایا ہے جو والدین کے واسطے دعا کرتا رہے یا ایسا فعل کرے جس سے متواتر ثواب پہونچے۔ واضح ہو کہ بالاتفاق اہل حق کے نزدیک اپنے ہاتھون کی محنت ومشقت سے کمائی کرکے کھانا بہ نسبت کمائی نہ کرنے کے بہتر ہے اور اگر اس کی نگاہ لوگون کے نذرانہ کی طرف لگی رہے تو اسپر کمائی واجب ہے۔ پھر بالاجماع حرام طور سے مال کمانا حرام ہے اور بعض اقوال ائمہ حنفیہ سے جو بعض صورتون مین باوجود وجہ حرام کے کمائی حلال ہونے کا وہم کیا گیا ہے وہ بہتان ہے اور خلاف مقصود کے معنے بیان کیے گئے جیسا کہ مترجم نے اس بحث کو اسکے

Marfat.com

مقام پر شرح کر دیا ہے۔ اور بطور وجہ شبہ کے احتراز کا حکم ہے اور متاخرین مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں صریح حرام سے بچ جاوے یہی غنیمت ہے کیونکہ شبہ سے خالی بہت کم بلکہ شاید کالعدم ہے۔ کما صرح بہٖ فی کتاب الکراہۃ۔ پھر جو مال بوجہ حلال کمانا ممکن ہے اسمین قدر کفایت سے زائد کی ہوس کرنا اکثر محققین مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے اگرچہ اس سے امور خیر مین صرف کرنے کی نیت کرے۔ اور مترجم کے نزدیک اولی یہ ہے کہ حدیث مین اجمال فی الطلب کا حکم ہے یعنے تلاش رزق مین آہستگی اور وقار کے ساتھ اگر فضل الٰہی سے اسکو مال زائد ملجاوے جیسا اور لوگون کو اتنی تلاش مین نہ ملے تو اسکو وجوہ خیرات مین صرف کرنے کی صورت مین اچھا ہے اور محبت سے جمع کرنے کی صورت مین فتنہ ہے جیسے سخت تلاش کی صورت مین اگرچہ بقدر مقدر ہی ملیگا فتنہ سے خالی نہین ہے۔ فلیتامل فیہ واللہ اعلم۔ شیخ ابو الحسین وراق نے فرمایا کہ سوائے اللہ تعالے کے دنیا و آخرت مین سے جس چیز پر تو نے اعتماد کیا وہ تیرے واسطے فتنہ ہے یہان تک کہ تو سب سے منھ موڑ کر اپنے مولی عزوجل کی جناب مین متوجہ ہو اور اسی پر اعتماد کرے۔ واضح ہو کہ قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول الآیتین تو ارجح قول پر ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کے حق مین تعلیم و عتاب تھا۔ پھر توبہ نازل فرمائی بقولہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اے ایمان والو اگر ڈرتے رہوگے اللہ سے تو کر دیگا تم مین فیصلہ اور اُتارے تم سے تمھارے گناہ اور تم کو بخشے گا

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

اور اللہ کا فضل بڑا ہے

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اے ایمان والو۔ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ اگر تم تقوی اختیار کروگے اللہ تعالے کا یعنے جو امور کہ قولہ تعالے اولئک الذین صدقوا و اولئک ہم المتقون کے اوصاف مشار الیہ دوسرے پارہ مین مجمل گزرے اور تفصیل اسکی بھی فی الجملہ وہان مذکور ہوئی ہے۔ اور یہ ترک خیانت وغیرہ سب کو شامل ہے پس اگر ان امور سے تم تقوی اختیار کروگے تو یَجْعَلْ لَکُمْ فُرْقَانًا تم تین افضال سے سرفراز کیے جاؤگے ایک یہ کہ اللہ تعالے تمھارے لیے فرقان کر دیگا۔ ابن عباس رض و مجاہد و سدی و عکرمہ و ضحاک و قتادہ و مقاتل وغیرہم رحمہم اللہ نے کہا کہ فرقان بمعنے نجات ہے اور مجاہد رح نے کہا یعنے دنیا و آخرت کی نجات۔ اور ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ فرقان یعنے نصرت۔ اور مؤید اول ہے قولہ و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا۔ یعنے نجات۔ اور ابن اسحاق نے کہا کہ فرقان یعنے حق و باطل مین فرق و تمیز۔ قال الحافظ یہ تفسیر اعم ہے اسواسطے کہ جسنے اسطرح تقوی اختیار کیا کہ اللہ تعالے کے احکام بجا لایا اور مناہی سے باز رہا اسکو حق و باطل مین تمیز و معرفت حاصل ہوتی ہے پس وہ سبب نصرت و نجات و مخرج از تنگی دنیا ہوتا ہے اور قیامت مین سبب وسعت و سعادت ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ وَیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّئَاتِکُمْ اور اللہ تعالے تم سے تمھارے سیئات کی تکفیر کریگا۔ سیئات جمع سیئہ بمعنے برائی ہے گویا گناہ بندہ کے لیے اس کی بدی و عیب ہین اور تکفیر بمعنے ڈھانپ دینا پس بدیون کے ڈھانپ دینے اور ظاہر نہ فرمانے سے مراد یہ کہ اللہ تعالے انکو محو کر دیگا اور انپر مواخذہ نہ فرماویگا بلکہ بخشدیگا چنانچہ امر سوم بھی فرمایا کہ وَیَغْفِرْ لَکُمْ۔ اور بخشدیگا سیئات کو تمھارے لیے۔ بعض نے کہا کہ تکفیر سیئات سے صغیرہ گناہون کا محو کرنا مراد ہے اور یغفر لکم سے کبیرہ گناہون کی مغفرت مراد ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ تقوی سے یہان ظاہر یہ ہے کہ اجتناب از کبائر مراد ہو دوسے پس بمانند قولہ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم الآیۃ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ گناہ سابق و لاحق کی مغفرت مراد ہے بالجملہ جب فرقان و معرفت حاصل ہوئی اور گناہ مغفور ہوئے تو عین رحمت مین داخل کیا گیا لہذا فرمایا۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور اللہ تعالے فضل عظیم

والا ہے یعنے اس کا فضل بہت بڑا ہے پس ثواب جزیل جمیل پاؤگے بمانند قولہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رحیم۔ پھر واضح ہو کہ افضال مذکورہ مشروط بتقوی ہین یعنے اگر تقوی رکھوگے تو یہ امور وانعام تم کو عطا ہونگے پس ظاہر وباطن متقی ان افضال کا سزاوار ہے۔ جاننا چاہیے کہ سبب نزول اگرچہ شخص واحد کے حق مین تھا لیکن خطاب بصیغۂ جمع واسطے عموم کے ہے یعنے جو کوئی ایسا کریگا وہ اس انعام کا مستحق ہوگا ف وفی العرائس قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ الآیۃ اس مین اللہ تعالے نے ظاہر کر دیا کہ جو کوئی اپنے سر باطنی کو مال واولاد اور دنیا وآخرت وغیرہ سوائے اللہ تعالے کے اور سب چیزون سے خارج کرے تو اللہ تعالے اسکے دل مین جو محل تقوی ہے انوار غیب کی شمع روشن کرتا ہے جس سے اسکو ملکوت مین اور شیطانی وسواس مین فرق نظر آتا ہے سہل رح نے فرمایا کہ فرقان ایسا نور ہے جس سے حق وباطل مین فرق کھلتا ہے جنید رح نے فرمایا جب بندہ نے تقوی اختیار کیا تو اللہ تعالے اسکے لیے ایسا تبیان دیتا ہے جس سے حق وباطل مین فرق ہو اور یہ نتیجہ تقوی ہے۔ پھر شیخ سے کہا گیا کہ تقوی کیا فرقان نہین ہے فرمایا کہ ہان ولیکن اول تو اللہ تعالے کی طرف سے ہدایت ہے اور دوم بندہ کا حاصل کیا ہوا ہے۔ پس جب اسنے تقوی کیا تو اس سے حق وباطل مین تفرقہ پہچانا۔ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فرقان سے حق وباطل مین تفرقہ بوجہ علم دانی والہام الٰہی کے حاصل ہوتا ہے۔ پس علماء کا فرقان اُنکے دلائل ہین اور عارفون کا فرقان اُنکے عرفانی فضائل ہین پس فرقہ اول کو اپنے نفس کی کوشش ہے اور فرقہ دوم کو پروردگار کی بخشش ہے پس فرقان اللہ تعالے کی طرف سے معرفت دینا اور تکفیر اللہ تعالے کی طرف سے تخفیف یعنے گناہون کا محو کرنا اور غفران یعنے گناہون کی مغفرت تو یہ اللہ تعالے کی طرف سے بندہ کے حق مین تشریف وبزرگی ہے جس سے وہ اکرام جنت سے فائز ہوتا ہے۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ط وَ

اور جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجکو بٹھا دین یا مار ڈالین یا نکال دین اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور

اللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝

اللہ کا فریب سب سے بہتر

یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ کو چھوڑ مدینہ منورہ مین ہجرت کر کے چلے آنے کے بعد نازل ہوئی جسمین اللہ تعالے نے اپنے رسول حبیب صلعم کو وہ نعمتین یاد دلائین جو کافرون کے نرغہ سے ہجرت کرنے کے وقت انعام فرمائی تھین بقولہ۔ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اے واذکر یا محمد وقت مکر الکافرین بک یعنے اے محمد صلعم وہ وقت یاد کر کہ تیرے ساتھ کافر لوگ مکر باندھتے تھے درحالیکہ وے لوگ دار الندوہ مین تیرے بارے مین مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ لِیُثْبِتُوْکَ تاکہ تجھکو قیدخانہ مین بند رکھین و تیرے بیڑیان ڈالین۔ ابن عباس ومجاہد وقتادہ نے کہا کہ لیثبتوک اے یوثقوک یعنے تاکہ تجھکو مضبوط باندھین اور عطاء وابن زید نے فرمایا اے یحبسوک یعنے تجھکو قیدخانہ مین بند کرین اور سدی رح نے ان دونون کو جمع کر دیا اور وہی مفسر نے اختیار کیا ہے کہ تثبیت بمعنے حبس ووثاق دونون ہے یعنے تاکہ تجھکو بندش کے ساتھ قید رکھین۔ اَوْ یَقْتُلُوْکَ یا تجھکو قتل کرین یعنے کئی آدمی ایکساہی چوٹ سے سب کے سب تجھکو مار ڈالین۔ اَوْ یُخْرِجُوْکَ یا تجھکو مکہ سے نکال دین یہ سب انکی متفرق رائین تھین۔ وَیَمْکُرُوْنَ اور وے مکر کرتے تھے تیرے ساتھ مین۔ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ اور اللہ تعالے انکے ساتھ مکر کرتا تھا یعنے اُنکے مکرون کو اسطرح باطل کرتا تھا کہ انکی تدبیر سے تجھکو آگاہ کر دیا اور حکم دیدیا کہ تو یہان سے نکل جا۔ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ اور اللہ تعالے سب مکر کرنیوالون سے زیادہ مکر کی راہون کا جاننے والا ہے۔ تفسیر ابن کثیر رح مین ہے کہ سنید رح نے عبید بن عمیر سے مرسلاً اور ابن جریر رح نے مطلب بن ابی وداعہ سے

Marfat.com

موصولاً روایت کی کہ ابو طالب نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ قوم کے لوگ جو آپکے حق مین مشورہ کرتے ہین وہ آپکو معلوم ہے آپ نے فرمایا کہ اے چچا یہ چاہتے ہین کہ مجھے قید یا قتل کرین یا نکال دین ابو طالب نے تعجب سے کہا کہ تمکو کسنے بتلایا آپ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے ابو طالب نے کہا کہ تمھارا پروردگار کیا اچھا رب ہے تم اُس سے بھلائی کی درخواست کرو آپ نے فرمایا کہ ہان بلکہ وہ تعالے آپ ہی مجھ بندہ کی بھلائی چاہتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی قال ابن کثیر رح ہذا اثر غریب بل منکر یعنے یہ روایت ٹھیک نہین ہے کیونکہ ابو طالب کے مرنے کے قریب تین برس بعد جب کافرون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی مددگار نہ دیکھا تو دار الندوہ مین یعنے مشورت خانہ مین جمع ہو کر ایسا مشورہ کیا تھا چنانچہ محمد بن اسحاق نے کئی طریق سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قریش کے ہر قبیلہ مین سے چند اشراف آدمی دار الندوہ مین مشورت کے لیے آنے لگے تو راہ مین شیطان ایک بوڑھے آدمی کی صورت بنکر اُنکے سامنے ہوا اور کہا کہ مین نے سُنا تھا کہ تم لوگ اس مرد صابی کے حق مین مشورہ کرنا چاہتے ہو تو مین بھی رائے دینے کو شریک ہون اور مین اہل نجد مین سے ہون پس کافرون نے غنیمت جانکر مشورہ مین اسکو شریک کیا پھر ایک نے مشورہ دیا کہ اسکو زنجیرون مین جکڑ دو اور اُسکی موت کے منتظر رہو تاکہ زہیر و نابغہ وغیرہ اگلے شاعرون کی طرح وہ بھی مرجاوے پس شیخ نجدی یعنے ابلیس ملعون بولا کہ واللہ میری یہ رائے نہین ہے کیونکہ اگر اسکو قید کروگے تو دروازہ کے اندر سے اسکی باتین مشک کی طرح اُڑینگے اور شاید اُسکے ساتھی لوگ ایکبار تم پر حملہ آور ہو کر بعد لڑائی کے تم سے چھڑا لیجا دین یا تمکو یہان سے نکال دین سبھون نے یہ بات پسند کی پھر ایک نے کہا کہ اُسکو یہان سے نکال دو تمھاری نظر سے غائب جہان چاہے جو چاہے کرتا پھرے اور تمکو اُسکی اذیت سے راحت ملے کیونکہ تمھارے آلہہ کو بُری طرح بیان کرتا ہے۔ پھر شیخ نجدی بولا کہ واللہ یہ تو رائے نہین ہے کیونکہ اُسکی میٹھی باتین دلون کو لے لیتی ہین پس شاید وہ غیر ملک مین اپنا گروہ جمع کر کے تم پر حملہ کرے اور تمھارے اشراف کو قتل کر کے ملک چھین لے۔ پس اور کوئی رائے سوچو۔ تب ابو جہل ملعون بولا کہ واللہ مجھے ایک رائے سوجھی جو قابل تعریف ہے کہ تم ہر قبیلہ قریش مین سے ایک نوجوان بہادر چھانٹو اور ان سب کے ہاتھ مین ایک ایک شمشیر بران دیدو پھر یہ سب ایکبار گی ایک ہی ضرب سے اُسکا کام تمام کر دین پس اُسکا خون ان سب قبائل پر متفرق ہو جائیگا۔ اور مین گمان کرتا ہون کہ اس گروہ بنی ہاشم کو تمام قبائل قریش سے لڑنے کی طاقت نہو لہذا ناچار وے لوگ دیت قبول کرینگے اور تمکو اسکی طرف سے راحت ہو جائیگی۔ پس شیخ نجدی بولا کہ واللہ کیا خوب رائے ہے پس اسی بات پر سب متفق ہوے اور جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قوم کے مکر کی خبر دی اور کہا کہ آج رات مین آپ اپنے خوابگاہ مین نہ سوئین اور اللہ تعالے نے ہجرت کا حکم دیدیا۔ پھر مدینہ آنے کے بعد اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس واقعہ مین سلامت رکھنے کی نعمتین یاد دلائین۔ قال ابن کثیر رح اور اسی سیاق کے مانند سدی رح و مجاہد رح و عروہ و قتادہ رح و مقسم رح وغیرہم سے مروی ہے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے حکم پہونچایا کہ آج رات مین آپ اپنے بستر پر نہ سوئین تو آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے سبز خط کی چادر اوڑھ کر یہان سو رہو کیونکہ آنحضرت صلعم کے پاس کافرون وغیرہ کی دھرتین تھین کہ وہ لوگ آپ کو امین صادق الیقین کہتے تھے پس آپ نے بجاے اپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امین کر دیا۔ اور خود نکلے تو دیکھا کہ قوم کے لوگ ننگی تلوارین لیے کھڑے ہین پس آپ نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور سورہ یٰسٓ تا قولہ فاغشیناہم فہم لایبصرون پڑھتے ہوئے وہ خاک انکے سرون اور آنکھون پر چھونکتے ہوے نکل چلے گئے اور اللہ تعالے نے اُنکی بینائیان بند کردین اور وہ سر جھکائے کھڑے رہے اور حاکم کی روایت ابن عباس مین ہے کہ خاک و کنکری ان کفار مین سے جسکے لگی تھی وہ بدر کے روز کافر مارا گیا پھر جب پو پھٹی تو یہ کفار ملعون ایکبار گی گھس پڑے۔ پھر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو شرمندہ ہو کر پوچھا کہ تمھارے ساتھی محمدؐ کہان ہین آپ نے فرمایا کہ وہ تو تمھارے سامنے سے رات ہی کو چلے گئے اب مجھے نہین معلوم کہ کہان ہین اور حال یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلکر حضرت

Marfat.com

ابوبکر کے پاس آئے اور انکو ساتھ لیکر پہاڑ پر جاکر غار مین بیٹھ رہے پھر جب کافرون نے نشان قدم پہچاننے والون کو ساتھ لیکر تلاش کیا تو انھون نے غار کے دروازے تک پتا بتایا لیکن کافرون نے غار کے مُنھ پر مکڑی کا جالا بہت سا تنا ہوا دیکھ کر کہا کہ یہان جاتے تو جالا نہو تا پس اللہ تعالیٰ نے انکو خوار کرکے پھیر دیا۔ واضح ہو کہ تین روز اس غار مین مقیم ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے ہین عمدہ عمدہ اسرار و لطائف ہین جنکے ذکر کی یہان گنجایش نہین۔ محمد ابن اسحٰق نے قولہ ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ کی تفسیر مین عروہ سے ذکر کیا کہ معنے یہ ہین کہ مین نے بکید متین انکو مکر مین گرفتار کرکے تجھکو اُنسے چھڑا لیا اور بعض نے کہا کہ مکر کے معنے کسی امر مین خفیہ تدبیر کرنا اور حیلہ کرنا اور چونکہ اللہ عز وجل اپنی مخلوق پر قاہر و قادر ہے کوئی ذرہ بدون اسکے حکم کے جنبش نہین کر سکتا لہذا مکر بمعنے احتیال یہان بطریق حقیقت مراد نہین ہو سکتا بلکہ مجاز بطریق مشاکلت مراد ہے یعنے انکے مکر و حیلون کے مقابلہ مین چونکہ پاکیزہ تدبیر سے خلاص فرمایا لہذا بسبب مقابلہ کے اسکو مکر کہا اور مشاکلت عمدہ باب بلاغت سے ہے کما لایخفی علی الماہر۔ اور بعض نے کہا مکر الٰہی کے یہ معنے ہین کہ کافرون کو اُنکے مکر کا بدلا دینے والا ہے اور آیت مین اشارہ ہے کہ ہر مکر بمقابلہ تقدیر و فعل الٰہی کے باطل ہو جاتا ہے ف۔ فی العرائس قولہ واللہ خیر الماکرین اللہ تعالیٰ نے ماکر ہونا اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا اور اس مکر سے اپنی سمجھ کے موافق مکر کے معنے مت سمجھو جیسے صفات الٰہی کو تم نہین سمجھ سکتے ہو کیونکہ مکر الٰہی معنے حیلہ و مخائیل و اباطیل سے پاک ہے بلکہ مکر الٰہی اس غضب ازلی کا اثر ہے جو مردود بندون کے چہرون پر موافق مشیت ازلیہ کے داغ دیا گیا ہے پس بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ آدمی ایسی صورت مین ظاہر کیا جاتا ہے جس سے لوگون کی نظر مین بندہ مقبول معلوم ہوتا ہے حالانکہ ازل مین وہ مردود قرار پا چکا ہے پس اللہ تعالیٰ اُنکو اس راہ کے مکر و قہر سے آگاہ نہین فرماتا اور ظاہر مین انوار سعادت کا لباس پہناتا ہے حالانکہ اُسکی باگ قہر و شقاوت کے ہاتھ مین ہوتی ہے پس وہ ظاہر مین اپنے آپ کو لباس طاعت سے آراستہ دیکھتے ہین اور اپنے باطن کی تاریکیون سے غافل ہین اُسکی وجہ یہی ہے کہ مکر ازل سے اُنکی آنکھین پٹ ہین انھین کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا۔ یہ تو اس مکر کا بیان ہے جس سے اہل کفر مردود و مطرود ہین اور رہے اولیاء اللہ یعنے مومن بندے تو انکو مکر قرب انبساط کا امتحان پیش آتا ہے اور یہ علم مجہول سے ہے اور وہ مقام التباس ہے جہان عین فعل مین عین صفت بوصف جمع و تفرقہ ظاہر ہے قال المترجم یعنے عین فعل مین عین صفت خلق و ایجاد وغیرہ ہر مقام پر ظاہر ہے پس تفرقہ مکر اور جمع بھی الا آنکہ جمع و تفرقہ کو اپنی حد پر رکھنے کی معرفت عطا ہو لہذا اہل حق ان مقامات مین نظر حقیقت کی دعا کرتے ہین فافہم۔ اور یہ لطائف مشاہدہ متشابہات مین ہین جیسے استواء عرش و نزول بجانب آسمان وسوائے اُنکے دیگر صفات باری عز اسمہ۔ اور یہ جو تم نے ذکر کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول شریف رایت ربی فی احسن صورۃ الحدیث مین مجموع موجود ہے کہ آئینہ حدوث مین قدم کو معائنہ کیا اور یہ مقام عشق و بسط و انبساط و انس و شوق ہے شبلی رح نے فرمایا کہ باطنی نعمتون مین مکر ہوتا ہے اور ظاہری نعمتون مین استدراج ہوتا ہے۔ قال المترجم یعنے مثلاً اگر کسی مشرک کو قبولیت دعا یا غیب کی بات بتلانے کا شیوہ حاصل ہے تو یہ استدراج ہے کیونکہ باطن مین اسکو کوئی کرامت نہین ہے۔ فافہم۔ بعض نے فرمایا کہ مکر دو طرح کا ہوتا ہے ایک جس سے التباس ہو جاوے اور دوسرا وہ کہ ہلاک کر دے یعنی کفر وغیرہ پر مر جاوے۔ استاد رح نے فرمایا کہ منجلہ مکر کے یہ بھی ہے کہ بعضے لوگون کا نام نیک دور دور تک مشہور ہوتا ہے اور بہت طاعت ادا کرتے ہین اور لوگون مین بہت مقبول ہوتے ہین پھر اُنکے اسرار باطنی سوائے اللہ تعالیٰ کے غیرون سے متعلق اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غافل ہوتے ہین حالانکہ لوگ انکو مقبول و مکرم سمجھتے ہین پس یہ بھی انکے واسطے مکر ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ فافہم

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ

اور جب کوئی پڑھے انپر ہماری آیتین کہین ہم سُن چکے ہم چاہین تو کہہ لین ایسا یہ کچھ نہین مگر احوال ہین

لْاَوَّلِيْنَ ٥ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ

پچھلوں کے اور جب کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر برسا پتھر

السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ٥ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

آسمان سے یا لا ہم پر دکھ کی مار اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا انکو جب تک تو تھا ان میں اور اللہ

مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ٥ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ

نہ عذاب کریگا انکو جب تک بخشواتے رہیں اور انمیں کیا ہے کہ عذاب نہ کرے انکو اللہ اور وہ روکتے ہیں

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥

مسجد حرام سے اور اسکے اختیار والے نہیں اسکے اختیار والے وہی جو پرہیزگار ہیں لیکن وہ اکثر خبر نہیں رکھتے

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ٥

اور انکی نماز کچھ نہ تھی کعبہ کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں سو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا

اللہ تعالے کفار قریش کے تمرد وعناد وکفر وفساد وباطل دعوی سے خبر دیتا ہے کہ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا جب ہماری آیات یعنے قرآنمجید کے آیات انکو پڑھ سنائی جاتی ہین۔ قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا تو کہتے ہین کہ ہم نے انکو سن لیا۔ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اگر ہم چاہین تو اسکے مثل کہہ لین۔ یہ فقط زبانی دعوی تھے کہ لینا معلوم کیونکہ بارہا انکو تحدی کی گئی کہ قرآن کے چھوٹے سورہ کے مثل یا دس آیت کے مثل ہی بنالاؤ اگر سچے ہو مگر کچھ بھی نہو سکا ان فرعون کے دعوی خدائی کی طرح اپنے پیروکارون کو بہکانے اور جی خوش کرنے کو محض جھوٹون کے مانند دعوے کرتے تھے اور سعید بن جبیر وسدی وابن جریج وغیرہم رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ ایسی زبان درازی کرنے والا نضر بن الحارث بن کلدہ تھا اور وہ تجارت کے واسطے ملک شام وفارس وحیرہ وغیرہ مین جاتا اور بادشاہان فارس ورستم واسفندیار کے قصص سن آتا پس قریش کے جلسون مین بیان کرتا اور پوچھتا کہ بھلا میرا قصہ عمدہ ہے کہ محمد کا صلے اللہ علیہ رسولہ محمد وآلہ وسلم۔ اور یہ اس ملعون کی کمال جہالت تھی کہ قساوت قلبی سے آنحضرت صلعم کے مواعظ بلیغہ وفضائل اخلاق کی تعلیم وایمان وتوحید کی تفہیم کو جھوٹے قصص بتلاتا تھا کما حکاہ اللہ تعالے من قولہ۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ٥ نہین ہے یہ جو محمد صلعم سمجھاتے ہین مگر اساطیر الاولین۔ لہذا اپنی بدزبانی کے سزا کو پہونچا کہ بدر کے روز قید ہوا اور آنحضرت صلعم نے اسکو اپنے روبرو قتل کرادیا حالانکہ قیدیان بدر کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا تھا لہذا مقداد بن الاسود نے جنھون نے اسکو گرفتار کیا تھا عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ تو میرا قیدی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ وآیات الٰہی مین زبان درازی کرتا تھا اور اسکے قتل کا حکم دیا پھر مقداد رض نے وہی عرض کیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے میرے معبود پروردگار سبحانہ اپنے فضل سے مقداد کو مستغنی کردے پس مقداد نے کہا کہ مین یہی چاہتا تھا یعنے اس مردود کے عوض مال لینے کا مجھے لالچ نہ تھا پس نضر مذکور اپنے کیفر کردار کو پہونچ گیا اور حضرت صلعم نے بدر کے روز تین کافرون کو باندھکر قتل کیا ایک عقبہ بن ابی معیط کو اور دوسرے طعیمہ بن عدی کو اور تیسرے نضر بن الحارث کو کما فیما رواہ ابن جریر عن سعید رح اور بعض نے جو بجائے طعیمہ کے مطعم بن عدی ذکر کیا وہ سہو ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کے حق مین موذی نہ تھا بلکہ طائف سے واپس ہونے کے روز اسنے آپ کو اپنے پڑوس وحفظ مین لیا تھا اور وہ بدر کے روز زندہ نہ تھا چنانچہ حدیث مین قیدیان بدر کی نسبت فرمایا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان پلیدون کے بارہ مین مجھسے سفارش کرتا تو مین یہ سب اسکو ہبہ کردیتا۔ وقال سعید رح اسی نضر بن الحارث مردود نے کہا تھا کہ لو نشآء لقلنا

Marfat.com

مثل ہذا ان ہذا الا اساطیر الاولین۔ و اساطیر جمع اسطورہ بالضم یعنے اگلون کے حالات لکھے ہین انھین سے سیکھکر بیان کرتا ہے کما فی آیۃ اخری و قالوا اساطیر الاولین اکتتبہا فہی تملی علیہ بکرۃ و اصیلا جسکو ذرہ برابر بھی شعور ہے وہ جانتا ہے کہ آنحضرت صلعم نبی اُمّی کی نسبت کافر سطرو دکا یہ قول محض کذب و عناد تھا مگر زمانہ اسلام سے پہلے عرب کے لوگ جہالت و غباوت مین ضرب المثل تھے جیسے بعد نور اسلام کے عقل و دانش مین یکہ ہو گئے اور یہ بھی یہود و نصاری پر حقیقت اسلام کی حجت تا قیامت قائم ہے۔ پھر واضح ہو کہ عناد و تمرد سے تو نضر وغیرہ ایسی باتین کہتے و انکی پیروی کرنیوالے کمال جہالت و حماقت سے اسکو یقین کر لیتے تھے چنانچہ آیندہ جو قول حکایت فرمایا اسی پر مبنی ہے۔ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ اور جب کفار قریش نے کہا کہ اے اللہ تعالے ہمارے اگر یہی حق ہو جو محمد صلعم بیان کرتے ہین تو۔ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ برسا دے ہمپر پتھر آسمان سے۔ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ یا ہمپر دُکھ دینے والا عذاب لا۔ اس مین اظہار کرتے تھے کہ ہم کو اس کے باطل ہونے پر یقین ہے کیونکہ جزا مذکور ایک شرط پر معلق کیا اور شرط باطل یقین کی لہذا جزا ثابت نہو گی۔ اور شیخ حافظ عماد رح نے کہا کہ قرآن سے انکو سخت عناد تھا اور اس کلام سے عیب لگایا کیونکہ لایق یون تھا کہ اگر یہی حق ہے تو ہم کو اس سے ہدایت دے اور اسکے اتباع کی توفیق دے مگر کمال عداوت و کثرت جہالت و شدت تکذیب سے یون کہا کہ یہی حق ہو تو ہمپر عذاب نازل کر دے۔ امطار کا اکثر استعمال عذاب کی چیز مین ہے جیسے مطر کا استعمال امر رحمت مین ہے پس امطار حجارہ سے نزول بطریق عذاب مراد ہے اور حجارہ کے ساتھ امطار بطریق استعارہ یا مجاز ہے اور شاید یہ مراد ہو کہ آسمان سے جسطرح پانی کے قطرات متواتر و متوالی برستے ہین اسیطرح بجاے باران رحمت کے عذاب برسا دے۔ کفار قریش بھی اگلے کافرون کے قدم بقدم تھے چنانچہ قوم شعیب علیہ السلام نے بھی کہا کما قال تعالے فاسقط علینا کسفا من السماء۔ بلکہ یہ اُنسے بڑھے ہوے نکلے کہ اللہ تعالے سے فی الحال عذاب کی درخواست کی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قائل اس قول کا ابوجہل مردود تھا۔ کما فی البخاری۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ بھی نضر بن الحارث کا قول ہے۔ اور عطا رح نے کہا کہ اسکے حق مین کچھ اوپر دس آیات قرآنی نازل ہوئے ہین جنسے اسکی شقاوت ظاہر ہوتی ہے اور مجاہد وغیرہ ایک جماعت تابعین نے بھی اسکو نضر مردود کا قول بیان کیا اور مفسر رح نے دونون روایتون مین توفیق دیدی کہ کفار قریش مین سے ابوجہل و نضر وغیرہ بہتیرے ایسا کہتے تھے اور جو زبان سے نہین کہتے وہ کہنے والون کے قول پر اعتماد رکھتے تھے چنانچہ ابن مردویہ نے بریدہ رض سے روایت کی کہ اُحد کے روز عمرو بن العاص کو مین نے گھوڑے پر سوار یہ کہتے دیکھا کہ اے اللہ تعالے اگر یہی حق ہے جو محمد کہتے ہین تو مجھے اور میرے گھوڑے کو زمین مین دھنسا دے۔ بالجملہ حق تعالے نے دوسری آیت مین یہ جواب دیا ہے کہ کافرون کے لیے مہلت مقدر و وقت مقرر ہے ورنہ عذاب نازل ہوتا اور یہان فرمایا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط اور ایسا نہین ہے کہ اللہ تعالے ان کافرون کو انکی درخواست کے موافق عذاب کرے اس حال مین کہ تو اے محمد صلعم انکے درمیان مین موجود ہے کیونکہ عذاب جب نازل ہو تو عموماً سب حاضرین کو گھیر لیتا ہے اور کسی اُمت پر عذاب نہین طاری ہوا مگر جبھی کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول و مومنون کو انمین سے باہر نکال لیا پس ایک تو یہ وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم انکے درمیان موجود تھے اور دوم یہ کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ اور اللہ تعالے انکو عذاب کرنے والا نہین اس حال مین کہ وے استغفار کرتے ہین۔ ابن جریر رح نے یزید بن رومان و محمد بن قیس سے روایت کی کہ اہل مکہ نے جب یہ بات کہی تو شام کو نادم ہو کر استغفار کیا کہ اے پروردگار ہم نے جو عذاب کا استفتاح کیا تھا اس سے ہم مغفرت مانگتے ہین۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی پس استغفار سے حالت طواف مین استغفار مراد ہے کیونکہ قریش والے طواف مین مغفرت مانگتے تھے۔ نیز ابن عباس رض نے کہا کہ انکو دو امان تھے ایک تو نبی صلعم اور وہ دنیا سے تشریف لے گئے اور دوم استغفار اور وہ باقی ہے۔ و نیز ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالے کسی قوم پر اسوقت تک

عذاب نہین کرتا کہ انبیاء انکے روبرو موجود ہون۔ اور کہا کہ قولہ وہم یستغفرون۔ یعنے انمین ایسے لوگ ہین جنکے لیے ازل مین ایمان مقدر ہوا ہے
پس انکا استغفار یہ ہے کہ نماز مین پڑھینگے۔ اور ایساہی مجاہد وعطیہ وعکرمہ وسدی وسعید بن جبیر سے مروی ہے اور ضحاک وابو مالک نے کہا کہ استغفار
کرنے والون سے وہ لوگ مراد ہین جو مومنین مکہ مین موجود تھے اور کافرون نے انکو قید کر رکھا تھا۔ اور ترمذی نے ابو موسی رضہ سے مرفوع روایت کی
کہ اللہ تعالے نے میری اُمت کے واسطے دو امان نازل کیے بقولہ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم الآیۃ۔ پس جب مین دنیا سے چلا جاؤنگا تو
اُنکے لیے استغفار کو قیامت تک چھوڑ جاؤنگا۔ اور ترمذی نے اسکے اسناد مین کچھ کلام کیا ولیکن شاہد اسکی وہ حدیث ہے جسمین شیطان کو اللہ تعالے
نے جواب دیا ہے کہ قسم مجھے اپنے عزت وجلال کی کہ بندے جب تک مجھسے مغفرت چاہینگے مین انکو بخشتا جاؤنگا۔ رواہ احمد والحاکم وصححہ۔ اور فضالہ
بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک بندہ مومن اپنے پاک پروردگار سے استغفار کرتا ہے اسوقت تک عذاب
سے امن مین ہے۔ رواہ احمد۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر احادیث بطریق استنباط واجتہاد سے یعنے جب کافرون کے حق مین اللہ تعالے نے عذاب دور
رکھنا دو باتون کی جہت سے بیان فرمایا کہ وجود آنحضرت صلعم وانکا استغفار تو مومنین اُمت بدرجۂ اولے اسکے مستحق ہین فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مترجم
کو یہان ایک اشکال پیش آیا کہ وجود پاک آنحضرت صلعم وقت نزول آیت کریمہ کے مدینہ منورہ مین تھا کیونکہ سورۂ انفال مدنیہ ہے پس دفع عذاب
بوجہ آنحضرت صلعم کے روبرو کفار موجود ہونے کے کیونکر ہوا اور مین نے مفسرین مین سے کسی کو صریح اس سے متعرض نہین پایا اور شاید جواب یہ ہی
کہ وجود آنحضرت صلعم کا خصوص مکہ مین دافع عذاب نہین بلکہ دنیا مین آپ کا وجود شریف باعث دفع عذاب ہے اور علی ہذا یہ خاص رحمت اس
اُمت کے لیے ہے ورنہ اگلے انبیاء اس شہر سے نکال کر جب دوسرے شہر مین پہونچائے گئے تو قوم پر عذاب نازل ہوتا تھا اور شاید بعید یہ ہے کہ
بعثت آنحضرت صلعم کی کسی قوم کے واسطے خاص نہین ہے بلکہ تمام روے زمین پر جتنے لوگ ہین وہ اس رحمۃ للعالمین کے طفیل رحمت مین پناہ
لیے ہوئے ہین لہذا مدینہ مین آپ کا ہونا بلکہ دنیا مین کہین ہوتے باعث دفع عذاب ہے ہان استغفار البتہ انھین لوگون سے مخصوص ہوگا جو
اسکے عامل ہون۔ پس کفار مکہ عذاب کے مستحق تھے ولیکن دو باتون مزبورہ کی وجہ سے انپر سے عذاب دفع فرمایا فافہم وقال تعالے۔ وَمَا لَهُمْ
أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ۔ اور انکو خود کونسا استحقاق ہے کہ اللہ تعالے انپر عذاب نہ فرماوے حالانکہ انکی حرکتین یہ ہین کہ۔ وَهُمْ يَصُدُّونَ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وے لوگ روکتے ہین حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ مومنین کو مسجد الحرام سے یعنے خانہ کعبہ کے طواف کرنے سے
قال المفسر اگر پہلے استغفار کرنے سے طواف مین انکا استغفار کرنا مراد ہے تو یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ
سے ہجرت فرمانے کے بعد بدر وغیرہ مین ان کافرون کو عذاب فرمایا اور ایساہی عکرمہ وحسن سے قول نسخ کو روایت کیا ہے وشاید مراد انکی نسخ اصطلاحی
نہو بالجملہ مفسر رح کے اس کلام مین تامل ہے کیونکہ نسخ کی ضرورت نہین بلکہ جب انھون نے استغفار وندامت ترک کی اور مومنین سے عناد کرنے اور
طواف سے روکنے مین مبالغہ کیا تو عذاب کیے گئے کما فی الکمالین اور مترجم کہتا ہے کہ دونون آیتون مین کچھ منافات نہین کیونکہ دوسری آیت مین
اُنکے استحقاق کا بیان ہے۔ وقال ابن کثیر اس مین اللہ تعالے فرماتا ہے کہ وہ لوگ لائق عذاب ہین ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وہان
موجود ہونے اور انکے استغفار سے تعذیب دور رہی پھر جب آپ نے ہجرت فرمائی تو بدر مین انکے بڑے بڑے رئیس قتل وقید ہوے اور قتادہ وسدی
وغیرہ علماء تابعین نے فرمایا کہ وے لوگ استغفار نہین کرتے تھے ورنہ عذاب نہ پاتے اسیکو ابن جریر رح نے اختیار کیا پس اگر مستضعفین مومنین اُن کے
درمیان استغفار نہ کرتے ہوتے تو انپر عذاب طاری ہوتا جیسا کہ واقعۂ حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کو عمرہ ادا کرنے سے روکنے کے بیان مین نازل فرمایا۔ ولولا
رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموہم ان تطؤہم فتصیبکم منہم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیما۔

مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر وہ اشکال وارد ہے جو سابق میں مذکور ہوا کہ سورہ انفال مدنیہ ہے پس نزول آیت کے وقت آنحضرت صلعم وہاں نہ تھے پس اگر یہ آیات اس سورہ میں سے مستثنیٰ یعنے مکیہ قرار دیے جاویں تو دفع اشکال ہو سکتا ہے و شیخ ابن جریر رحمہ نے اپنی اسناد سے ابن ابزی سے روایت کی کہ جب نبی صلعم مکہ میں تھے تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم پھر جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو نازل فرمایا وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون ۔ اور کہا کہ انمیں کچھ مومنین مستضعفین باقی رہگئے تھے جو استغفار کیا کرتے تھے پھر جب وہ بھی نکل گئے تو نازل فرمایا ومالہم الا یعذبہم اللہ الخ ۔ اور کہا کہ پھر اللہ تعالےٰ نے فتح مکہ کا حکم دیا اور یہی وہ عذاب تھا جسکا وعدہ فرمایا تھا ۔ قال ابن کثیر رحمہ اور اسی کے مانند ابن عباس و ابو مالک و ضحاک وغیرہم سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ قولہ تعالےٰ وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون سے مشرکوں کو مستثنیٰ کر کے فرمایا ۔ ومالہم الا یعذبہم اللہ وہم یصدون عن المسجد الحرام ۔ ان اقوال میں سے اولے قول ابن ابزی ہے اور جسکی طرف مترجم نے اشارہ کیا وہ احسن ہے واللہ اعلم ۔ پھر واضح ہو کہ بعض نے روکنے سے سال حدیبیہ میں آنحضرت صلعم و صحابہ کو عمرہ سے روکنے کے ساتھ تفسیر کی اور اس تقدیر پر تعذیب سے بدر میں عذاب دیے جانے کی تفسیر لائق نہیں ہے کیونکہ واقعہ بدر تو ہجرت کے دوسرے سال ہوا اور حدیبیہ میں روکنا چھٹے سال پیش آیا ہے ۔ فافہم ۔ بلکہ معنے یہ ہیں کہ کفار اپنے آپ کو متولی مسجد الحرام زعم کرتے اور مومنوں کو جو واقعی مستحق ہیں اس سے روکتے ہیں لہذا فرمایا ۔ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اور حال یہ کہ یہ کافر لوگ مسجد الحرام کے اولیا نہیں ہیں جیسا کہ اپنے زعم باطل میں کہتے ہیں کہ ہمیں لوگ متولیان خانہ کعبہ ہیں کیونکہ پاک مسجد کے تولی کا فر و مشرک نجس کو لائق نہیں ۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ مسجد الحرام یعنے خانہ کعبہ کا کوئی متولی نہیں سولے ان بندوں کے جو متقی ہیں یعنے شرک و کفر سے تقوی و بچاؤ رکھتے ہیں ۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ولیکن بہتیرے انمیں سے یہ جانتے نہیں کہ انکو خانہ کعبہ کی کچھ ولایت نہیں ہے بعض نے کہا کہ اکثر کی قید سے نکلتا ہے کہ اقل یعنے تھوڑے انمیں سے یہ بات جانتے بھی تھے ولیکن عناد سے نہیں مانتے تھے یا اکثر سے کل مراد ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ آپ کے اولیا کون لوگ ہیں فرمایا کہ ہر متقی اور یہی آیت پڑھی ان اولیاءہ الا المتقون رواہ ابن مردویہ ۔ اور رفاعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم نے قریش کو فرمایا کہ میرے اولیا تم میں سے متقی لوگ ہیں رواہ الحاکم وصححہ ۔ محمد بن اسحاق و سدی وغیرہ نے آیت میں کہا کہ متقوں سے آنحضرت صلعم و صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں وقال مجاہد رحمہ جہاد کرنے والے مراد ہیں چاہے کہیں ہوں پھر اللہ تعالےٰ نے کافروں کی اُن حرکات کو ذکر کیا جو جہالت سے مسجد الحرام کے پاس کرتے اور اعتماد رکھتے تھے بقولہ ۔ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ صحیح بخاری میں مجاہد سے روایت ہے کہ مکاء منہ میں انگلیاں ڈالنا اور تصدیہ صفیر یعنے باریک آواز اور یہ روایت غریب ہے اور قوی روایت مجاہد رحمہ سے مانند قول حضرت عبد اللہ بن عمر و ابن عباس اور عکرمہ و سعید بن جبیر و ابو رجاء و محمد بن کعب و حجر بن عنبس و سبط بن شریط و قتادہ و عبد الرحمن بن زید کے یہ ہے کہ مکاء یعنے صفیر اور مجاہد رحمہ نے کہا کہ وہ لوگ اپنے منہ میں اُنگلیاں داخل کرتے تھے اور سدی نے کہا کہ حجاز میں ایک سفید پرند کو مکاء کہتے ہیں اس کی آواز کی مانند آواز نکالتے تھے و تصدیہ بمعنے تصفیق یعنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز نکالنا اور یہ صدا سے بروزن تفعلہ مصدر باب تفعیل ہے ۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ قریش کے لوگ زمانہ جاہلیت میں ننگے طواف کرتے اور تصفیر و تصفیق بجاتے تھے اور ایسا ہی ان ائمہ علماء سے مروی ہے جنکا ذکر مکاء کے معنے میں اوپر گذرا ۔ اور ابن ابی حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کی کہ زمین پر اپنے گال رکھکر سیٹیاں و تالیاں بجاتے تھے اور مجاہد رحمہ نے کہا کہ یہ حرکت اس واسطے کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم اپنی نماز میں بھول جاویں اور زہری رحمہ نے کہا کہ مومنین سے ٹھٹھا کرتے تھے اور ایک روایت میں سعید بن جبیر و ابن زید سے ہے کہ تصدیہ سے مراد راہ الٰہی سے لوگوں کو روکنا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر ماخوذ از صد

Marfat.com

بتشدید دال ہوگا اور مفسر رح نے قول اول اختیار کیا پس معنے یہ ہین کہ نہ تھی نماز اُنکے نزدیک بیت کی یعنے نزدیک خانہ کعبہ کے مگر مکا و تصدیہ یعنے
اس حرکت مکا و تصدیہ کو ان لوگون نے بجاے اُس نماز کے قرار دیا تھا جسکا حکم دیے گئے تھے۔ استثنا مکا و تصدیہ کا باوجود دیکہ یہ دونون
جنس صلوۃ سے نہین ہین مشرکون پر ملامت کی غرض سے ہے۔ اور بعض نے کہا کہ آیت کے یہ معنے ہین کہ مشرک لوگ مسجد الحرام کے پاس جو نماز و عبادت
کی جگہ ہے مکا و تصدیہ کرتے تھے اس غرض سے کہ اہل ایمان کو نماز و عبادت سے بھٹکا دین اور یہ فعل زیادہ شنیع تھا کیونکہ اپنے آپ حکم الٰہی کی
فرمانبرداری ترک کر کے اُن بندون کو بھی روکا جو عبادت مین مشغول ہوتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے غضب کے ساتھ آگے مخاطب کر کے فرمایا۔
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ یہ التفات از غیبت بسوے خطاب ہے یعنے اب چکھو عذاب بہ سبب اسکے کہ تم کفر کرتے تھے یعنے
انکار توحید کے باوجود اہل توحید سے دشمنی کرتے اور اُنکو ایذا دیتے تھے۔ ضحاک و ابن جریج و محمد بن اسحاق نے کہا کہ یہ عذاب وہ ہے جو واقعہ بدر
مین اُنکو پہونچا اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونون کے عذاب کو شامل ہے کیونکہ بدر مین کافر کا قتل ہونا
سخت عذاب آخرت مین پڑنا ہے ف فی العرائس قولہ تعالے وما کان اللہ لیعذبہم الآیۃ۔ آنحضرت صلعم اپنی حالت حیات و ممات مین جمہور کے
واسطے رحمت کاملہ تھے چنانچہ مخالفت کرنے والون کے سر سے آپکے وہان موجود ہونے کی صورت مین ایسا عذاب جو اُنکو بالکل میٹا دیوے دور فرمایا
کیونکہ جس آنکھ نے آپکو دیکھکر نور پایا وہ جڑ سے ناپید کرنے کے لائق نہین رہی اگرچہ آپکے مراتب و شرف منازل دیکھنے سے وہ محروم رہی ہو کیونکہ
آپکا سایہ بھی رحمت الٰہی کی گود مین تھا اور جسکو غفلت سے ہوشیار کرنے کے واسطے اُسکے نفس پر کوئی کوڑا لگا وہ عذاب الٰہی سے چھوٹنے کی
علامت ہے۔ اس مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو مردود اور دور کرنے کا عذاب نہ دیگا جن سے تو قریب ہووے کیونکہ جسنے تجھکو دیکھا
حق کو دیکھا وہ حق سے محجوب نہ رہا۔ شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ اللہ ایسی قوم مین بدعتین نہ پھیلائیگا جن مین تو موجود ہووے اور نہ اُنکو گناہون مین
ماخوذ کریگا درحالیکہ وے استغفار کرتے ہون بعض اکابر نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم امان اعظم ہین جب تک آپ زندہ رہے تو جس قوم کے روبرو تھے اُنکو
مبارکباد ہے اور پوری مبارکباد کون دیسکتا ہے اور جب تک آپکی سنت باقی ہے تب تک آپ باقی ہین پھر جب کسی قوم نے آپکی سنت مٹائی وے
لوگ بلا و فتنہ کے منتظر رہین۔ استاد رح نے کہا کہ آنحضرت صلعم جن پشتون مین منتقل ہوے وہ معذب نہوے اور آج کہ سامنے موجود ہین یہ قوم معذب نہوگی
اور یہ اجلال قدر و اکرام محل نبوی ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور جب آپ اُنکے درمیان سے نکلے تو بھی عذاب نہ پاوینگے کیونکہ آپکے خادم اُنمین استغفار
کرتے رہینگے۔ بعض نے کہا پڑوس کے واسطے حقوق ہین اور بزرگون کا پڑوسی اُنکے سایہ انعام مین ہوتا ہے پس کافرون نے اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے قرب سے تمتع نہ لیا تاہم آپکے پڑوس کی برکت سے عذاب اُنسے دور رہا شعر فاحبہا واحب منزلہا الذی ؛ حلت بہ واحب اہل المنزل ؛ یعنے مجھے
وہ محبوب ہے اور وہ گھر بھی محبوب ہے جہان وہ اترا اور اُس گھروالے بھی محبوب ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو کوئی
عداوت کرے اُسکو دنیا مین بالکل نیست و نابود کرنے کا عذاب اگرچہ نہو لیکن آخرت مین ایسا ہی عذاب ہوگا بقولہ تعالیٰ وما لہم الا یعذبہم اللہ کیونکہ
انھون نے احترام نبوت مین قصور کیا۔ واضح ہو کہ جو شخص سچا مومن ہے اسکے واسطے عذاب آخرت سے چھٹکارے کی بشارت ہے کیونکہ آنحضرت صلعم
قیامت مین انھین کے درمیان ہونگے اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیدیا کہ آنحضرت صلعم جنکے بیچ مین ہون وہ عذاب نہ پاوینگے پس آخرت مین اہل ایمان کو
حفظ و امان ہے۔ پس قسم پوری ہونے کے واسطے اور دوزخ کی آگ بجھانے کے واسطے تو مومنین دوزخ مین جاوینگے عذاب کے لیے نہ جائینگے
کیونکہ سچائی ایمان کے ساتھ اُن پر مومن کا لفظ تحقیقی ہے اور آنحضرت صلعم نے دوزخ کا قول مومن کے ساتھ بیان فرمایا کہ جز یا مومن فان نورک
اطفأ ناری۔ یعنے دوزخ کہیگی کہ اے مومن تم جلدی سے گذر جاؤ کہ تمھارا نور تو میری آگ بجھائے دیتا ہے بالجملہ مومن و کافر دونو دوزخ مین پھینکے

پس کافر تو وہین عذاب چکھتے رہینگے اور مومنین صراط پر سے بجلی کوندھنے والی کی طرح گذر کر جنت رضوان مین داخل ہوگئے پس اگر آپکی امت مین سے بعض مجرمون کو آگ پہونچی بھی تو خلود کی راہ سے نہوگی بلکہ خلوص کی جہت سے ہوگی پھر اللہ تعالے نے کافرونکو عذاب بھیجنے کا سبب بیان فرمایا بقولہ وہم یصدون عن المسجد الحرام الآیۃ۔ کافر ایسے کام کرتے تھے جو انکو روا نہ تھے پس اللہ تعالے سے جاہل ہو کر گمان سے انکو اہل حرم ہونے کی لیاقت حاصل ہوئی جسپر وہ کہا کرتے تھے کہ متولی بیت اللہ ہمین ہین جسکو چاہین آنے دین چاہین نہ آنے دین حالانکہ نہین جانتے تھے کہ مومنین کو ہم نہین روک سکتے ہین کیونکہ اُنہون نے غیر حق کی طرف نظر کرنے سے اپنی آنکھین مقدس کی ہین پس وہی اس خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنیکے سزاوار ہین جو بحکم قولہ تعالے فیہ آیات بینات مقام ابراہیم الخ کے آئینہ تجلی صفات الٰہی ہو۔ فافہم اور یہ بحث واشارات لطائف تحت قولہ فیہ آیات بینات۔ اور قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام۔ وغیرہ گذر چکے ہین

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ

جو لوگ کافر ہین خرچ کرتے ہین اپنے مال کہ روکین اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کرینگے پھر آخر ہوگا

عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ

ان پر پچتاؤ اور آخر مغلوب ہونگے اور جو کافر رہین گے دوزخ کو ہانکے جاوینگے تا جدا کرے اللہ ناپاک کو پاک سے

وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ ع ۱۸

اور رکھے ناپاک کو ایک پر ایک پھر اسکو ڈھیر کرے سارا پھر ڈالے اسکو دوزخ مین وہی لوگ ہین نقصان پانے والے

اللہ تعالے نے کافرون کے حرکات کفریہ بواسطۂ دل و جان کے بیان کے بعد انکی مالیہ امداد کا حال بیان فرمایا بقولہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ۔ جو لوگ کافر ہین وے اپنے مالون کو خرچ کرتے ہین لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ تاکہ راہ الٰہی سے روکین۔ محمد بن اسحاق نے امام زہری و محمد بن یحییٰ بن حبان و عاصم بن عمر بن قتادہ و حصین بن عبد الرحمن پر سے سعد بن معاذ رض سے روایت کی ہو کہ قریش والے جب بدر کے روز مصیبت سے قتل و قید ہوئے اور بچے ہوئے و قید سے چھوٹے ہوئے مکہ مین پہونچے اور ابو سفیان بھی بھاگ کر قافلہ لیکر مکہ پہونچا تو عبد اللہ بن ابی ربیعہ و عکرمہ بن ابی جہل و صفوان بن امیہ وغیرہ نے تمام قریش مین گشت کیا اور ابو سفیان کو سرغنہ کرکے یہ رائے قرار دی کہ قافلہ تجارت کے اموال سے لشکر جمع کرکے محمد صلعم سے اپنے مقتولون کا بدلا لیوین پس سبھون نے اس مال کو اس کام مین خرچ کرنے پر اتفاق کیا۔ اور ابن عباس سے بھی مروی ہے کہ انھین لوگون کے حق مین قولہ ان الذین کفروا ینفقون اموالہم الآیۃ نازل ہوئی ہے اور ایسا ہی سعید بن جبیر و مجاہد و حکم بن عتیبہ و قتادہ و سدی و ابن ابزیٰ سے مروی ہوا کہ ابو سفیان کے جنگ اُحد مین مال خرچ کرنے کے بارہ مین یہ آیت نازل ہوئی ہو۔ وفی البیضاوی والمعالم وغیرہ۔ ابو سفیان نے جنگ اُحد کے واسطے علاوہ جماعات قریش کے دو ہزار عرب جمع کیے تھے اور چالیس اوقیہ سونا جسکا ہر اوقیہ بیالیس مثقال ہوتا تھا خرچ کیا۔ ضحاک رح نے کہا کہ آیت اُن کافرونکے حق مین ہے جو بدر کے روز لڑنے آئے تھے۔ اُنمین سے بارہ آدمی سب کو کھانا دیتے تھے اور وہ ابو جہل و عتبہ و شیبہ و نبیہ و منبہ دونون پسر حجاج کے اور ابو البختری بن ہشام و نضر بن الحارث بن کلدہ و حکیم بن حزام و ابی بن خلف و زمعہ بن الاسود و حارث بن عامر بن نوفل و عباس بن عبد المطلب تھے۔ قال الحافظ، سبب نزول آیت کا اگرچہ خاص ہو لیکن آیت عام ہے یعنے اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے

کہ جن لوگون نے کفر اختیار کیا ہو لے بالفعل کافر ہین چاہے پھر مومن ہو جاوین وہ لوگ سبیل الٰہی سے منع کرنے وروکنے مین اموال خرچ کرتے ہین
سبیل اللہ سے مراد دین الٰہی و رسول اللہ صلعم کی پیروی ہی پس وہ لوگ جان و مال سے یہ کوشش کرتے تھے کہ کلمۂ توحید بلند نہو اور رسول اللہ
صلعم سے لڑتے و جان و مال صرف کرتے تھے۔ پس اللہ تعالےٰ نے معجزہ کے طور پر آنحضرت صلعم کی زبان سے بوحی جلی یہ غیب کی خبر فرمائی کہ۔
فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ یعنی پس عنقریب ان اموال کو خرچ کرینگے پھر یہ اموال انپر حسرت و ندامت
ہونگے پھر خود مغلوب و پست ہو جاوینگے۔ بالجملہ یہ خبر غیب ہی کہ کافر ابھی باز نہ آوینگے خرچ کرینگے اور پھر حسرت اٹھاوینگے اور مغلوب ہو جاوینگے۔
وقد قال تعالےٰ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اللہ تعالےٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا یعنے کلمۂ توحید جہانتک مشیت الٰہی مین ہی پورا پھیلا دینے والا ہی اگرچہ
کافر بڑے برا مانا کرین۔ پس قولہ فسینفقونہا یعنی عنقریب کافرون کی طرف سے مالون کا پورا خرچ کرنا جی بھر کے جہانتک کر سکتے ہین واقع ہوگا قال البیضاوی
اول مین جو فرمایا کہ ینفقون اموالہم۔ تو وہ شامل فی الحال انکے خرچ کرنے کا بیان ہی یعنی بدر کے روز انھون نے خرچ کیا۔ اور قولہ سینفقونہا مین زمانہ
آیندہ یعنے اُحد وغیرہ مین خرچ کرنے کا بیان ہی قال المترجم یہ تاویل عمدہ ہی اور اس تاویل پر اقوال مفسرین مین اتفاق ہو جاتا ہی کیونکہ
جنھون نے اہل بدر کے انفاق مین آیت کا نزول بیان کیا وہ بنظر قولہ ینفقون اموالہم ہے اور جنھون نے حصہ داران قافلۂ ابوسفیان و اسکے
ساتھیون کے حق مین بیان کیا وہ بنظر قولہ فسینفقونہا ہی فافہم۔ ثم قال البیضاوی۔ اور احتمال یہ بھی ہی کہ دونون انفاق سے مراد واحد ہو اور اول
کا مساق انکے انفاق کی غرض بیان کرنا یعنی راہ الٰہی سے روکنے مین خرچ کیا کرتے ہین اور دوم کا مساق یہ کہ انجام کار جب خرچ کر لینگے تو حسرت و
ندامت اٹھاوینگے کیونکہ مقصود حاصل نہوگا۔ اور ثم تکون حسرۃ کی ضمیر راجع باموال ہی اور اسمین مبالغہ ہی کہ خود یہ اموال حسرت ہو جاوینگے
حالانکہ مراد یہ ہی کہ ان اموال کا خرچ کرنا انجام کار مین انپر حسرت ہوگا کہ ناحق ہم نے مال برباد کیا اور کچھ فائدہ نہوا کیونکہ بحکم قولہ ثم یغلبون آخر کار
مغلوب ہو جاوینگے اگرچہ درمیان مین بمقتضائے حکمت بالغہ الٰہی کے الحرب سجال۔ لڑائی ڈول کے مانند چکر لاویگی اور کبھی مومنون کی فتح اور کبھی
کافرون کا غلبہ ہو جائیگا لیکن آخر بحکم قولہ تعالےٰ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنے اللہ تعالےٰ نے مقدر کر دیا ہی کہ آخر کار رسول ہی غالب ہون
پس کافر مغلوب و مطیع ہو جاوینگے۔ اور یہی طریقہ انبیاء علیہم السلام و انکی قوم کے درمیان سنت الٰہی ہے چنانچہ حدیث صحیح بخاری جو
آنحضرت صلعم کے ہرقل بادشاہ روم کو خط لکھنے کے بارہ مین ہی اسمین موجود ہی کہ ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ
تمھارے انکے درمیان لڑائی کا کیا حال رہتا ہی تو ابوسفیان نے کہا کہ کبھی وہ غالب رہتے ہین اور کبھی ہم غالب رہتے ہین تو ہرقل بولا کہ
انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ رہتا ہی یہانتک کہ آخر کار وہی غالب ہو جاتے ہین۔ اور قولہ ثم اس حرف مین دو قول ہین کہ درنگی زمانہ
کی راہ سے بھی ہو سکتی ہی یعنے ان لوگون کی فی الحقیقت کوئی ترتیب نہین ہی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے وعید و تہدید کے ساتھ سمجھا دیا کہ انجام کار تم
مغلوب ہو جاؤ گے تو اس انفاق سے ندامت ایک امر آسان ہی سہی و لیکن جو لوگ تم مین سے اس درمیان مین مرے یا لڑائی مین مارے گئے
وہ حسرت کے ساتھ خواری و عذاب مین پڑے اور جو باقی رہے اور مغلوب ہو کر ایمان سے منھ موڑے رہے وہ بھی اسی حال پر مرتے ہین
عذاب پاوینگے اور جیسے یہ خبر غیب سچ ہوئی جو فی الحال تمھارے خیال مین نہین سماتی بسبب اسکے کہ اہل کفر کی تعداد بہت سامان بہت واشراف
ولڑنے والے و بہادر بہت ہین و مومنین فقیر کمزور تھوڑے بے شکستہ حال ہین یہ لوگ بھلا کیا غالب ہونگے لیکن اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا وہی ہوگا
اسیطرح جو کفر پر مرا وہ بھی عذاب مین ضرور پڑیگا بقولہ تعالےٰ **وَالَّذِينَ كَفَرُوا** اور جو لوگ کافر ہوے یعنی اپنے کفر پر اڑے رہے کیونکہ
انہین سے بعضے مسلمان ہو گئے یا وہ لوگ جو کافر ہوے خواہ اسطرح کہ پہلے ہی سے کافر تھے اسی پر جمے رہے اور خواہ مغلوب ہو کر بظاہر

اسلام لائے اور دلمین کافر ہے اور خواہ اسلام لاکر پھر مرتد ہوگئے اور پھر گئے اور اسی حال پر مرگئے تو اِلٰی جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ
ایسے لوگ جہنم کی طرف محشور کیے جاوینگے یعنی ہانکے جاوینگے۔ لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔ جمہور کی قراءۃ۔ لیمیز
بدون تشدید کے از مازیمیز میزا ہے اور حمزہ وکسائی ویعقوب کی قراءۃ بتشدید از تمییز ہے اور یہ تمیز کی نسبت مبالغہ مین زیادہ ہے و معنے یہ کہ تاکہ
اللہ تعالے تمیز کرے خبیث کو طیب سے یعنی خبیث کو جدا کرکے ایکطرف کردے اور طیب کو ایک طرف ممتاز کردے اور خبیث وطیب کی
تفسیر مین اقوال ہین۔ سدی رح نے کہا کہ کافر کو مومن سے الگ کرے اور علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اہل شقاوت کو
اہل سعادت سے جدا کردے۔ بعض نے کہا یعنی فساد کو صلاح سے جدا کردے۔ وقال البیضاوی اس تقدیر پر لیمیز
کا لام متعلق بلفظ یحشرون ہے یعنے کافرون کو جہنم کی طرف اسواسطے محشور کیا جائیگا کہ کافر کو یا شقی کو یا فساد کو مومن سے یا سعید سے
یا صلاح سے جدا کرے۔ ثم قال اور شاید خبیث سے وہ مال مراد ہو جو کافرون نے رسول اللہ صلعم کی عداوت مین خرچ کیا اور طیب سے
وہ مال جو مومنون نے آپ پر نثار ہونے مین آپکی نصرت مین خرچ کیا اور لام مذکورہ اس صورت مین قولہ ثم تکون علیہم حسرۃ۔ سے متعلق ہے اور
اسی کو مفسر جلال رح نے اختیار کیا ولیکن بظاہر قول اول ارجح ہے واللہ اعلم۔ وقال الحافظ ہو قولہ لیمیز اللہ اس تمیز مین دو احتمال ہین ایک یہ
کہ آخرت مین اسطرح تمیز فرمائی جاویگی کمافی قولہ فزیلنا بینہم الآیۃ اور کقولہ یوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون۔ اور دوسری آیت مین۔ یومئذ یصدعون
ہے وکما قال تعالے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ وقال المترجم وعلی ہذا التعلق لام کا یحشرون سے متعین ہوگا۔ اور احتمال دوم یہ کہ دنیا
مین یہ تمیز ہو باعتبار اعمال کے اور لام اس صورت مین کافرونکو انفاق اموال کی قدرت دینے کا بیان ہے یعنی کافرونکو اللہ تعالے
نے راہ الٰہی سے روکنے مین مال خرچ کرنیکی قدرت اسلیے دیدی کہ خبیث کو طیب سے تمیز فرما دے کہ کون دشمنان حق سے جہاد کرنے مین
اطاعت کرتا ہے اور کون حق سے لڑنے مین جان ومال سے آمادہ ہے اور اللہ تعالے کو علم قدیم سے سب معلوم ہے لیکن یہان تمیز وظاہر
کردینے کو ایسا کیا۔ کمافی قولہ تعالے وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ ولیعلم المومنین ولیعلم الذین نافقوا۔ اور مانند قولہ ما کان اللہ
لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ بالجملہ اس صورت مین آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے تمکو کافرون کے ساتھ جہاد
کرنے مین اسواسطے مبتلا کیا اور کافرون کو اموال خرچ کرنے پر قابو دیدیا کہ خبیث وطیب مین تمیز ہو جاوے۔ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ
عَلٰى بَعْضٍ اور تاکہ کرے خبیث کو بعض کو بعض پر یعنے فریق کفار کو بعض کے اوپر بعض کو کرکے فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا پس ملادے ان
سب کو کہ کثرت ازدحام سے گویا ابر متراکم ہو جاوین اور جتنے جتنے سب جمع ہو کر ایک پورا جتھا ہو جاوین یا یہ معنی ہین کہ کافر نے جو کچھ خرچ کیا اسکو
کافر سے اسواسطے ملاوے اور دونون کو جمع کرے تاکہ عذاب مین زیادتی ہو فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ۔ پس اس کل مجموعہ کو جہنم مین ڈالدے۔
أُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ یعنی اس کل جتھے والے سب لوگ جو فریق خبیث والے ہین وہی خاسرین ہین یعنے خسارہ اٹھانیوالون مین
پورے ہین کیونکہ انھون نے اپنے جان ومال دونون سے خسارہ اٹھایا اور دائمی عذاب مول لیا۔ وفی العرائس قولہ تعالے لیمیز اللہ
الخبیث من الطیب۔ اللہ تعالے نے قیامت مین حشر خلائق سے بازار محبین وعاشقین وعارفین کے گرم وبارونق کرنے کا ارادہ
فرمایا کہ اسدن ان بندونکے لیے کشف جلال وجمال ہو اور جھوٹے مدعی بندون سے انکو متمیز کیا جاوے پس ازل مین ہر مخلوق
انسانی نے اقرار ربوبیت واظہار عبودیت کیا تھا لیکن کافر تو بالکل جھوٹے نکلے اور اسلام والے بھی بہتیرے مدعی ہو کر دلی کے بھیس مین
شیطان دنیا کماتے ہین پس میدان قیامت مین ان گمراہ کافرون سے سچے اللہ تعالے والے بندے متمیز کیے جاوین کیونکہ انھون نے

نے دکھانے سُنانے و جاہ و منزلت حاصل کرنے کو دنیا اور اہل دنیا کی طرف مُنھ رکھا ہو۔ بعض نے کہا کہ قولہ لیمیز اللّٰہ۔ یعنی اسلئے دنیا
اہل اللّٰہ تعالیٰ کو ہوا جس نفس و شیطان سے جو از راہ امتحان آتے ہین پاک کرے۔ بعض نے کہا کہ الخبیث من الطیب۔ یعنی دیا کار کو
مخلص صادق سے اور کافر کو مومن سے اور عاصی کو مطیع سے الگ کر دے ثم قال تعر

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ

تو کہہ دے کافرون کو اگر باز آوین تو معاف ہو انکو جو ہو چکا اور اگر پھر وہی کرینگے تو

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ○

ہو چکی ہے روش اگلون کی

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ۔ تو کہدے اے محمد صلعم ان لوگون سے جو کافر بنے ہین مانند ابو سفیان و اُسکے ساتھیون کے کیونکہ یہ لوگ
اسوقت تک کافر تھے اگرچہ ابو سفیان وغیرہ بعض ان مین سے پیچھے مسلمان ہو گئے۔ لام لفظ للذین پر لام تبلیغ ہے یعنے قول کا اثر ان
لوگون تک پہونچانے کے لیے ہو وقد مرفیما سبق بالجملہ کافرون کو یہ بات پہونچادے کہ۔ اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ
اے ان ینتہوا عن معاداۃ الرسول بالدخول فی الاسلام یغفرلہم ما قد سلف من ذنوبہم۔ یعنی اگر وے لوگ باز آوین آنحضرت صلی اللّٰہ
علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کرنے و لڑنے سے باین طور کہ اسلام مین داخل ہو جاوین تو انکے اگلے گناہ بخشدیے جاوینگے۔ واضح ہو کہ
ان ینتہوا کو مطلق چھوڑ گیا اور یہ نہین فرمایا کہ کس چیز سے باز آوین اور احسن تقدیر وہ ہے جو بیضاوی رہ سے اوپر مذکور ہوئی یعنے
رسول صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت و لڑائی سے باز آوین اور وہ بھی اسطرح کہ اسلام مین داخل ہو کر باز آوین ابن عطیہ رہ
نے کہا کہ اس خصوصیت کے ساتھ باز آنا جواب شرط سے معلوم ہوا کیونکہ اگلے گناہ معاف ہونا بدون اسلام کے نہین ہو سکتا۔
وفی البیضاوی بعض قراءۃ مین تنتہوا بتا خطاب اور نغفر بصیغہ معروف و فاعل اللّٰہ تعالےٰ اور بجاے لہم کے لکم بضمیر خطاب ہو۔ لے ان تنتہوا
نغفر لکم ما قد سلف۔ اگر اے کافرو تم باز آؤ تو اللّٰہ تعالےٰ تمہارے اگلے گناہ بخشے گا۔ قال ابن عطیہ رہ اور اس قراءۃ پر اداے رسالت انہین
الفاظ پر مقصور ہو گی یعنے کافرون کو یہی الفاظ پہونچاوین۔ بخلاف قراءۃ اولیٰ کے کہ وہ اس معنی کے پہونچانے پر ہے خواہ کسی الفاظ سے ہو۔
اس آیت مین دلیل ہو کہ اسلام سے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہین۔ عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ اللّٰہ تعالےٰ نے جب میرے دل مین
اسلام ڈالا تو مین نکلکر روانہ ہو کر مدینہ مین آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللّٰہ آپ ہاتھ بڑھاوین کہ مین آپ سے بیعت کرون پس آپ نے داہنا
ہاتھ بڑھایا پس مین نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو فرمایا کہ تجھے کیا ہوا مین نے عرض کیا کہ مین کچھ شرطین کرنا چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ شرطین کیا کریگا
مین نے عرض کیا کہ یہ ہو کہ آپ مجھے معاف فرماوین یا میرے واسطے استغفار کرین۔ تو فرمایا کہ اے تجھے یہ نہین معلوم ہوا کہ اسلام تو اگلے گناہونکو
ڈھا دیتا ہو اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے گناہون کو ڈھاتی ہو اور حج بھی اس سے اگلے گناہون کو ڈھاتا ہو۔ رواہ احمد و مسلم اور صحیح کی حدیث
ابن مسعود رہ مین بھی اسلام و توبہ کے حق مین ایسا ہی مذکور ہو۔ شیخ یحیی بن معاذ رازی رحمہ اللّٰہ نے کہا کہ توحید وہ چیز ہے کہ اپنے سے اگلے
گناہون حتی کہ کفر کو ہدم کر دیتی ہو پھر بھلا اپنے بعد کے گناہون کو دھانے سے کیونکر عاجز ہو گی۔ کذا فی السراج۔ اور صحاح سے یہ بھی ثابت ہو کہ حالت اسلام
سے پہلے جو نیکیان کی ہین یعنی ایسے کام کیے ہین جو اسلام کی حالت مین کرے تو اسپر ثواب پاوے تو بعد اسلام لانے کے اسپر بھی ثواب پاویگا
بالجملہ آیت سے ثابت ہوا کہ اسلام لانے سے اگلے گناہ مغفور ہو جاتے ہین وقال الزمخشری رح اس سے امام ابو حنیفہ رح نے یہ استدلال کیا کہ

Marfat.com

جو کوئی اسلام لا کر پھر نعوذ باللہ مرتد ہو گیا اور ہنوز مقتول نہ ہوا تھا کہ وہ پھر اسلام لے آیا تو مرتد رہنے کے دنون میں جو عبادات اس سے چھوٹ
گئے ہین اُنکی قضا لازم نہین ہو بلکہ مغفور ہین۔ خفاجیؒ نے احکام القرآن سے امام مالک کا بھی یہی قول نقل کیا ہو مگر شافعیؒ نے ان دونون سے
خلاف کیا ہو اور واضح ہو کہ قہستانی نے ذکر کیا کہ اسلام لانے کے بعد نماز روزہ وزکوٰۃ ونذر وکفارہ کو قضا کرے اور شمس الائمہ نے کہا کہ قضا اسوجہ کہ ان
چیزونکا چھوڑنا معصیت ہو اور مرتد ہونے سے معصیت ساقط نہین ہوتی۔ کافی فاضیخان اور تمرتاشی مین ہے کہ عامہ علماء کے نزدیک جو گناہ اُسنے
حالت ردت مین اور اس سے پہلے کیے ہین وہ ساقط ہو جاتے ہین اور بہت سے محققین کے نزدیک ساقط نہین ہوتے ہین اور امام ابوحنیفہؒ
سے مروی ہو کہ اگر اسپر دو مہینہ کے پے درپے روزے واجب ہوئے ہون پھر وہ مرتد ہو گیا پھر اُسنے توبہ کی و اسلام لایا تو اسکے ذمہ سے قضاء ساقط
ہو گئی کما فی التتمۃ۔ اور تفتازانیؒ نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ امام ابوحنیفہؒ نے جو اس آیت سے احتجاج کیا کہ جو کوئی زمانہ دراز تک گناہون کا مرتکب
ہوا پھر مرتد ہو گیا پھر وہ اسلام لایا تو اسپر کوئی گناہ باقی نہین رہا یہ احتجاج بہت ضعیف ہو کیونکہ قولہ للذین کفروا سے وہ کافر مراد ہین جو ابتدا سے کفر رکھتے
یعنی اصلی کافر اور قولہ ما قد سلف سے وہ افعال جو حالت کفر اصلی مین اُنسے سرزد ہوئے ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ کفر اصلی سے تخصیص کرنا خلاف ظاہر ہو اور
خلاف اصل ہو اور ما بعد مین لفظ کو بلا ضرورت مجاز پر محمول کرنا پڑیگا اور ظاہر یہ ہو کہ للذین کفروا اصلی کفر والون و ارتداد سے کفر والون سب
کو شامل ہو جیسا کہ دلالت کرتا ہو اسپر بقیہ پیغام یعنی قولہ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ لے و ان یعودوا
یعذبوا بالہلاک۔ اگر عود کرینگے تو ہلاکت کا عذاب دیے جاوینگے۔ فقد مضت سنتنا فی الاولین بالہلاکہم۔ کیونکہ اگلی متون مین ہمارا طریقہ
یہ جاری ہو چکا ہو کہ ہم نے انکو عذاب سے ہلاک کیا پس ایسا ہی ہم انکے ساتھ کرینگے۔ ظاہر ہوا کہ قولہ فقد مضت الخ تعلیل جزاء محذوف قت
ہو جس سے بہ نسبت جزاء ظاہر کرنے کے خوف دلانا زیادہ ہو۔ واضح ہو کہ اگر کفر اصلی پر اقتصار ہو تو یہان عود بمعنی استمرار لینا پڑیگا یعنے اگر اصلی
کافر لوگ اسلام نہ لائے و باز نہ آئے بلکہ اپنے کفر پر مستمر رہے تو ہلاک ہونگے اور درصورت شمول کفر اصلی و کفر ارتداد کے عود کے ایسے معنی کی جو
دونون کو شامل ہون صورت ہو۔ وفی الجمل لفظ عود مین اشعار ہو کہ ایسی حالت کیطرف بازگشت ہو جس سے سابق مین تلبس تھا پس معنی
یہ ہین کہ اگر اسلام مین داخل ہونے کے بعد انھون نے کفر و محاربۃ النبی صلعم کیطرف عود کیا تو ہلاک ہونگے قال المترجم کچھ کھلتا نہین کہ صاحب الجمل
کی کیا مراد ہو کیونکہ اگر یہ مراد ہو کہ کلام اہل ارتداد مین خاص ہو تو ظاہر ہو کہ ابتداء کلام نہین بنتا کیونکہ قولہ قل للذین کفروا۔ اس صورت مین مرتدون
سے مخصوص ہوگا پس معنے یہ ہونگے کہ مرتدون سے کہو کہ ارتداد سے باز آوین انکے گذشتہ گناہ بخشے جاوینگے اور اگر عود کر کے دوبارہ مرتد ہوئے تو
ہلاک ہونگے۔ فعلی ہذا ارتداد دوم پر قتل کرنا واجب ہوگا و ہو خلاف المذہب کیونکہ دوبارہ وسہ بارہ بھی توبہ قبول ہو والبحث فی موضعہ اور اگر
اول مین کفر اصلی کے شمول کے ساتھ ہو تو یہان مرتدون سے تخصیص بلاوجہ ہو۔ اور شاید صاحب جمل کی غرض یہ ہو کہ یہ شق ثانی تردید محذوف کی
ہے اور تقدیر کلام یون ہو کہ قل للذین کفروا ان ینتہوا عن الکفر ویدخلوا فی الاسلام یغفر لہم ما قد سلف ثم اذا دخلوا فلیثبتوا علیہ لا فان یعودوا یہلکوا
کما قد مضت سنۃ الاولین۔ لیکن اسپر بھی وارد ہو کہ ارتداد سے مراد ہلاک ہو مگر آنکہ ہلاک بوجہ معروف بتقدیر ارتداد لیا جائے علاوہ برین
تکلف بدرجہ تعسف ہو اور ظاہر وہی ہو جو ہم نے اول ذکر کیا کہ مقام اول وثانی دونون مین کفار اصلی کے ساتھ مرتدون کا شمول ہے
اگر کہا جائے کہ ان یعودوا مین اگرچہ شمول اہل ارتداد کا اشعار ہو کیونکہ عود حالت سابق مین داخل ہونے کو کہتے ہین لیکن کفر اصلی کو بھی
شامل ہو اور وہان عود کے معنی نہین بنتے لہذا مجاز کی ضرورت ہوئی جواب یہ کہ بضرورت عموم مجاز کے طور پر لیا جاوے بخلاف کفر
اصلی پر اقتصار ہونے کے کہ عود کے معنی استمرار کے محض مجاز مین فافہم اور جواب اسکا یون ہو سکتا ہو کہ قولہ قل للذین کفروا ان ینتہوا مین

لے کافرون سے کہدے کہ اگر کفر چھوڑ کر اسلام مین داخل ہون تو انکے گذرے گناہ معاف ہونگے پھر مسلمان ہو کر ثابت قدم رہین ورنہ عود کفر پر ہلاک ہونگے جیسے اگلون مین ہو چکا ۱۲م

انتہار از محاربۃ الرسول صلعم باقرار اسلام - مراد ہو پس یہان عود سے مراد یہ کہ محاربۃ النبی صلعم کی طرف عود کرینگے تو ہلاک ہونگے پس حاصل یہ ہوا کہ کافرون سے کہدیا جاوے کہ محاربہ نبی صلعم سے باز آوین اور جب عداوت نہوگی تو از راہ عادت کے صداقت ہوگی اور وہ اسلام ہو پس انکے گذشتہ معاصی جنمین سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالے کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑے تھے معاف ہونگے اور اگر عود کر کے پھر دوبارہ لڑے زمانہ آیندہ مین جیسے ایک مرتبہ لڑ چکے ہین اور یہ مستلزم ہو کہ اسلام نہ لائے تو اگلون کی طرح ہلاک ہونگے - یعنی اگلی امتون کی طرح جنھون نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے مخالفت کی تھی پس اسمین وعید و تہدید و تمثیل ہرسہ انواع موجود ہین اور یہی جمہور مفسرین کا قول سنۃ الاولین کی تفسیر مین ہو اور سدی و محمد بن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اولین سے مقتولین بدر مراد ہین یعنی جیسے بدر والے کافرون کو ہم نے ہلاک کیا کہ بے باز نہ رہے ایسے ہی اگر تم بھی محاربۃ الرسول صلعم کی طرف عود کروگے اور باز نہ ہوگے تو ہلاک ہونے کے متوقع رہو اور حق یہ ہو کہ تفسیر مین کچھ اختلاف نہین اور معنی یہ ہین کہ تمھارے لیے اگلون کی حالت سے عبرت موجود ہو جنھون نے انبیاء علیہم السلام سے مقاتلہ کیا جیسے اہل بدر ہلاک ہو چکے ہین والیہ اشار البیضاوی و پوشیدہ نہین کہ اولین کی تفسیر اہل بدر کے ساتھ رکھنے کے عود کے معنی مین کچھ اشکال نہین رہتا فافہم - پھر اللہ تعالے نے اعلاء کلمہ پاک کی مومنون کو تاکید فرمائی - بقولہ

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ

اور لڑتے رہو اون سے جب تک نہ رہے فساد اور ہو جاوے سب حکم اللہ کا پھر اگر وہ باز آوین تو اللہ

بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

انکے کام دیکھتا ہے اور اگر وہ نہ مانین تو جان لو کہ اللہ ہے حمایتی تمھارا کیا خوب حمایتی ہو اور کیا خوب مددگار

وَقَاتِلُوهُمْ اور لڑو تم اے مومنو اُن کافرون سے حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ - یہانتک کہ نہ پایا جاوے فتنہ - حرف کان یہان تامہ ہو بمعنی وجد کے اور فتنہ بمعنی شرک ہے جیسا کہ ابن عباس رض و ایک جماعت علماء تابعین سے مروی ہو پس قولہ لاتکون فتنۃ اے لا توجد شرک یعنی شرک پایا نجاوے - اور عروہ رح وغیرہ نے کہا کہ کوئی ایسا فتنہ نہ پایا جاوے جس سے مسلمان اپنے دین کی راہ سے فتنہ مین ہو - مترجم کہتا ہو کہ بہت سے ایسے امور پیش آتے ہین جنکی وجہ سے مسلمان کو اپنے دین مین فتنہ نظر آتا ہو بمقتضاے ظاہر اس تفسیر کے انمین سے ہر بات پر جہاد لازم ہو اور یہ نہین ہو اسواسطے کہ بعد قول لا الہ الا اللہ کے یعنی بعد اقرار ارکان اسلام کے یا ادائے جزیہ کے کفار محفوظ ہین پس مرجع اسکا بھی قول اول ہی کی طرف ہوگا کہ شرک نہ پایا جاوے - اگر کوئی کہے کہ وجود شرک کی بالکل نفی تو خلاف مشیت ہو تو کہا جاویگا کہ ہان ولیکن - اس سے یہ لازم آیا کہ برابر ہمیشہ جہاد کیا کرین چنانچہ حدیث صحیح مین ہو کہ الجہاد ماض - اور بیضاوی رح نے دوسرے جواب کی طرف اشارہ کیا چنانچہ کہا کہ قولہ حتی لاتکون فتنۃ اے لا یوجد فیہم شرک - خاص ان لوگون مین یعنے قریش مین یا عرب مین شرک نہ پایا جاوے اور ابو حنیفہ رح نے کہا ہو کہ اہل حرب سے جزیہ قبول نہ کیا جایگا سواے اسلام کے اگرچہ سوائے عرب کے اہل کتاب یا اہل عجم سے جزیہ مقبول ہو وقد مر البحث فیما سبق - حاصل آنکہ تم ان کافرون سے یہانتک لڑو کہ شرک انمین نہ رہے - وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ اور دین فقط اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو جاوے کسی اور بت وغیرہ کی پرستش نہ رہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ یعنی توحید خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو - وعن الحسن وابن جریج وقتادہ - یعنی یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہین و اقرار کرین - وفی الصحیحین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم الٰہی ہو کہ لوگون سے قتال کرون - یہانتک کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہین پھر جب اُنھون نے یہ کلمہ کہا تو انکی جانین و اموال محفوظ ہوگئے مگر بحق اللہ

Marfat.com

تعالے الحدیث - یعنی جہاد سے محفوظ ہوگئے پھر اگر انھون نے ظلم سے کسی کو قتل کیا تو قصاص مین قتل ہونگے یا زکوۃ مین ال دینگے فَاِنِ انْتَهَوْا
پس اگر کافر لوگ باز رہے کفر و شرک سے فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ تو اللہ تعالے انکے کامون کا دیکھنے والا ہی - یعنے ظاہر شرع
مین اقرار کلمہ شہادت سے وہ جہاد و قتل سے محفوظ ہو جاوینگے اور باطن مین اگر وہ منافقون کیطرح صدق دل سے کلمہ توحید نہین کہتے
ہونگے تو اسکو اللہ تعالے دیکھتا ہی انکے موافق انکو جزا دیگا لہذا حدیث صحیحین مذکورہ بالا کے آخر مین فرمایا وحسابهم علی الله تعالے یعنی باطنی حساب
انکا اللہ تعالے جانتا ہی وہ محاسبہ فرماویگا اور انکو سچائی و جھوٹ کے موافق بدلا دیگا پس ہم لوگ فقط ظاہر کے موافق عمل کرینگے اسی
واسطے منافقون کا نفاق جاننے کے باوجود انکے قتل سے منع فرمایا ہی - وَاِنْ تَوَلَّوْا - وان اعرضوا عن الاسلام فلا تخشوهم اگر یہ لوگ
اسلام سے منھ موڑین تو تم لوگ انسے مت ڈرو - فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ پس جان رکھو یعنی اس یقین پر قائم رہو کہ اللہ تعالے
تمہارا مولی یعنے ناصر و مددگار و تمہارے امور کا متولی ہی ضرور اسپر بھروسا کرنا واجب ہی نِعْمَ الْمَوْلٰى بھلا اچھا وہ مولی ہی - وَنِعْمَ
النَّصِيْرُ - اور بھلا اچھا وہ ناصر ہے پس جب وہ مولی و ناصر ہو تو خوشی سے بندہ پھولا نہ سماوے کیونکہ ولایت و نصرت بس اسی کی ہی اور
باقی وہم و خیال ہی - شیخ ابن کثیرؒ نے یہان ذکر کیا کہ عبد الملک بن مروان نے عروہ رحمہ اللہ کو خط لکھکر آنحضرت کے ابتدائی حالات حتی کہ مکہ
معظمہ سے ہجرت کرنے تک پوچھے تھے اُسکے جواب مین عروہؒ نے بعد حمد و صلوۃ کے لکھا کہ واضح ہو کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو نبوت عطا
فرمائی پس کیا اچھا نبی اور کیا اچھا اسکا نبی کرنے والا - اللہ تعالے اسی کی ہدایت پر ہمارا خاتمہ بخیر کرکے جنت مین ہمکو اسکے دیدار سے مشرف
فرماوے پس جب اسپر نور نازل کیا یعنے قرآن مجید تو پہلے پہل کافر لوگ کچھ سننے کو جھکتے تھے حتی کہ جب بتون کی مذمت آئی تو منھ موڑ کر منکر ہوئے اور جب
انکے سردار لوگ طائف کی تجارت سے واپس آئے تو لوگون کو سخت ملامت کرنی شروع کی اور فتنہ برپا ہوا پس وہی اس فتنہ مین بچا
جسکو اللہ تعالے نے بچایا اور بہتیرے جو آپ کے مطیع ہوئے تھے اس فتنہ مین مرتد ہوگئے پھر جبتک اللہ تعالے نے چاہا تب تک ٹھہرے
بعد اسکے حبشہ کے بادشاہ صالح نجاشی[1] کی طرف مسلمانون کو ہجرت کا حکم دیا پس اکثر اہل اسلام بخوف فتنہ دین کے وہان چلے گئے اور
یہ پہلا فتنہ تھا پھر چند اشراف صاحب منعت داخل اسلام ہوئے تو کافرون کی طرف سے تشدد و فتنہ انگیزی مین ڈھیل ہوئی پس حبشہ والے بھی مکہ
مین آگئے اور اسلام بڑھنا شروع ہوا اور مدینہ مین بہت سے اوس و خزرج کے لوگ مسلمان ہوکر برابر مکہ آنے لگے اور قریش والون نے خوف
کرکے پھر فتنہ برپا کیا جس سے اہل اسلام کو بھوک پیاس وغیرہ کی سخت تکلیف پہونچی اور یہ دوسرا فتنہ تھا اور مدینہ سے ستر سردار آکر
بیعت مین داخل ہوئے کہ ہمارے یہان جو کوئی آپ کے تابعین سے داخل ہوگا اسکے ہم ویسے ہی مددگار ہین جیسے اپنے بال بچون کے جبتک
وہ وہان رہے پس آنحضرت صلعم کو بھی ہجرت کا حکم آگیا بعد ازانکہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہ کو آپنے پہلے سے مدینہ جانے کا حکم دیدیا
تھا - پس اس دوسرے فتنہ مین آنحضرت صلعم نے بھی ہجرت فرمائی کیونکہ کفار قریش ایسی ایسی سختیون و تکلیفون مین ڈالتے تھے کہ اسلام والے
اپنے دین مین بڑے فتنہ مین پڑتے تھے اور اسی بارہ مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا - وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین لله - الآیہ -
رواہ ابن جریر وقد لخصه المترجم وقال الحافظ اسنادہ صحیح - اور بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ
ایک شخص نے آکر انسے پوچھا کہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین فرمایا - وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الآیہ - پس آپ قتال کیون نہین کرتے
الی آخر الحدیث اور اسمین ہی کہ پھر اسنے کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ قاتلوهم حتی لا تکون فتنة - تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فتنہ

[1] نجاشی لقب - نام اصحمہ تھا ۱۲

Marfat.com

دور کرنے کو ہم نے رسول اللہ صلعم کے عہد مین ایسا کر لیا جبکہ اسلام تھوڑا تھا اور آدمی اپنے دین کی راہ سے فتنہ مین پڑ جاتا تھا کہ کافر اسکو قتل کرتے یا قید کرتے تھے یہانتک کہ اسلام بڑھ گیا اور لوگ بہت ہو گئے اور فتنہ نہ رہا ۔ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بصرہ مین آئے تو پوچھا کہ فتنہ کی لڑائی مین آپ کیا فرماتے ہین ۔ فرمایا کہ تو جانتا نہین کہ فتنہ کیا چیز ہو آنحضرت صلعم مشرکون سے قتال کرتے تھے کہ انکے پاس جانا فتنہ تھا اور یہ قتال جو تم لوگ واسطے ملک و سلطنت کے کرتے ہو یہ نتھا ۔ ابن مردویہ نے فتنہ ابن الزبیر و حجاج مین بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت کی اور اسامہ بن زید و سعد بن مالک رضی اللہ عنہما سے بھی انکار قتال کو روایت کیا ہو ۔ پس حاصل یہ کہ آیت مین جس قتال کا حکم دیا گیا وہ فتنہ شرک دور کرنے کے واسطے ہے ۔ فافہم واللہ اعلم ف وفی العرائس قولہ تعالے وقاتلوا ہم حتی لاتکون فتنۃ الخ ۔ اسمین نفوس امارہ کافرون کی طرف اشارہ ہی اور اُسکا قتال یہ کہ مجاہدہ کے ساتھ اسکو مارے تاکہ خلاف حق خواہشون سے وہ باز رہے اور مطیع سنن اسلام ہو جاوے تاکہ انوار یقین اور ضیاء اسلام کے گلزار شاداب و سرسبز شگفتہ ہون نور توحید کے واسطے قلب متفرد رہے پس اُسمین سوائے خطرات حق کے کوئی خطرہ نہ آوے اور قلب اسکے دریاے محبت مین غرق اور روح اسکی فضاے ہویت مین حائم اور عقل اسکی میدان ازل و ابد مین حیران رہے ان مین سے کوئی کسی غیر پر نظر نہ ڈالے کیونکہ نفس ایک پردہ تھہ درمیان مین ہوا در اسی حکمت بالغہ کے ساتھ ایفاء محبت اور نفوس پر نصرت کا انعام حضرت باری تعالے نے فرمایا جیسا کہ خود اپنی مدح فرماتا ہو بقولہ نعم المولے ونعم النصیر اولیاء کے واسطے نعم المولے ہی نیکوکارون کے واسطے نعم النصیر ہو ان بندگان خاص کو ازل ہی مین اپنی ولایت و محبت کے انعام سے سرفراز فرمایا اور وہی بدون کسی سبب کے جو انکی طرف سے پیدا ہووے ابد تک اُنکے نفوس پر تولی خاص انکو منصور فرمائیگا ۔ بعض نے کہا کہ نعم المولے اسکے لیے جنے اُس سے موالاۃ کی اور نعم النصیر اسکے لیے جس نے نصرت چاہی ۔ بعض نے کہا کہ اولیاء کے واسطے نعم المولے ہو اور مریدین کے واسطے نعم النصیر ہو ۔ بعض کہتے ہین کہ قبل کسی عبادت و تکلیف کے اپنی ذات پاک کی معرفت دینے مین نعم المولی ہو ۔ قال المترجم یعنی کیا اچھا متولی امور ہو کہ جس نے نعمت معرفت اس آسانی سے انعام فرمائی لہذا نعم المولے ہے ۔ اور امور عبادت مین تخفیف کرتے اور ثواب مین کئی گونہ بڑھانے مین نعم النصیر ہو نیکیان بڑھاتا ہو اور برائیان گھٹاتا ہو ۔ فافہم

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ النَّاصِرُ

تم التاسع ویتلوہ العاشر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ۹

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

Marfat.com